



عربی دوشیزہ

صادق حسین صدیقی

شاہد پکٹ پو
اُردو بازار جامع مسجد دہلی ۶

عربی دوشیزہ

پہلا باب دو شیرنگان عرب

صبح کا وقت تھا، آفتاب طلوع ہو کر کسی قدر اونچا ہو گیا تھا۔ اور اس کی بتلی، شعاعیں سبز و زار پہ لوٹ کر طرح طرح کے رنگ پیدا کر رہی تھیں ان شعاعوں کی خشیت کی گرمی سے رات کی گرمی ہوئی جہنم انگیزات بن بن کر اڑنے لگی تھیں اس وقت پہاڑی وادیاں میں ایک چشمہ کے خوشنما کنارہ پر چند عربی دو شیرنگی ہوئی خاموشی سے بنے والے پانی کو دیکھ رہی تھیں۔

چشمہ پہاڑی کی سب سے اونچی چٹان سے بہہ کر چھوٹی بہہ کر گرتے مل کھاتا شور مچاتا چلا آ رہا تھا۔ اور وادیاں کوہ میں آکر سبز و زار میدان میں زمین کو چیرتا بہتا چلا جا رہا تھا۔ چشمہ کا صاف و شفاف پانی دھوپ میں جھلکتا کناروں کے ساتھ خوش فعلیاں کرتا کسی قدر شور کے ساتھ ابھر رہا تھا اور اپنے ساتھ گھاس اور لکڑیوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بہائے لیے جا رہا تھا۔ یہ وادیاں کوہ جس میں یہ چشمہ رواں تھا نہایت سرسبز و شاداب تھا۔ پہاڑ کے سانسے مدد گاہ تک پھیلا افق سے ملتا نظر آتا تھا۔

اس کھلے ہوئے میدان میں چشمہ سے مشرق کی طرف کچھ ہٹ کر جیسے نصب تھے جو قطار در قطار دور تک پھیلتے چلے گئے تھے، اور دھوپ میں سفید چمک رہے تھے۔ یہ نیچے اس اسلامی فکر کے تھے جو ملک آرمینیا کو فتح کر کے جزیرہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ مازان اسلام نے قلعہ مارونین فتح کر لیا تھا۔ اور حراں کے مشہور شہروں پہ قبضہ کر لیا تھا اور اب قلعہ راس العین کی طرف بڑھ رہے تھے۔

اس فکر کے سپہ سالار عیاض بن نضر الاشعری نہایت بہادر اور پرہوش مجاہد تھے۔ ہمارے اس ناول کا تعلق ۱۶ھ سے ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ حضرت عمر فاروق خلیفہ تھے آپ کے حبشہ دو ہجرت سے دنیا بھر کے بادشاہ گاہنے تھے اور خلافت پہ سر نیاز جھکنا باعث عزت و فخر سمجھے تھے۔

اسلام سے پہلے عرب کی حالت پافستہ تھی۔ اعرابی مختلف قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے قبیلے خانہ انوں میں منقسم تھے۔ ہر قبیلہ اور ہر خاندان کا خدا جدا تھا۔ تمام عرب میں ۳۶۰

جملہ حقوق محفوظ ہیں

اے ایف قریبی	ناشر
ایم اے قریبی	با اہتمام
F.A.S. PRINTERS LAHORE.	مطبع
600	شمارہ
1993	سن اشاعت
100/-	قیمت

شاہد بک ڈپو
اُردو بازار جامع مسجد دہلی ۶

جن کی پرہیزگاری تھی۔ برہمن اور وشنوی اس قدر تھے

کہ بات بات پر انہیں میں لڑنا پڑتا تھا۔ اور معمولی معمولی باتوں کی لڑائی برسوں تک چلتی رہتی تھی۔ سب سے مراد انہیں اپنے گھر کے اپنے لڑکوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے۔

لیکن سب قادیان کی چٹائیوں سے انقلاب اسلام طلوع ہوا تو ایک دم ان کی حالت بدل گئی۔ بے سبب۔ بے سبب۔ مثلاً۔ رحم سے اور بت پرستی خدا پرستی سے بدل گئی۔ یہ انسان بن گئے اور دنیا بھر کو انسان بنانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

سب دنیا کو ان کی یہ کیفیت معلوم ہوئی۔ تو سب حیران رہ گئے۔ ان کی سکھائی میں نہ آیا کہ عربوں کی کاپی پلٹ لینے ہو گئی۔ کیسے وہ مذہب اور خدا رسیدہ بن گئے۔ حقیقت یہ تھی کہ انہوں نے دنیا بھر کو معلوم ہو گیا کہ صرف ایک جتنی نے سارا سال کی رنجشیں اور چالاکیاں مٹا کر انہیں اخلاقی و عبادت کی زنجیریں لٹک کر دی۔

عرب نے دنیا سے مرعوب ہو کر۔ اسلامی تعلیم حاصل کر کے نئے نعرے اور نئی اسف سے اٹھے اور بادلوں کے صوم سلاہ اور تھوڑے بڑے کے بہت تھوڑی مدت میں دنیا کے کئی حصے پر قابض ہو گئے۔

ملک شام اور ملک مصر میں عیسائیوں کی ذیہانت حکومتیں تھیں۔ ہر قسطنطنیہ میں کا شمشاد تھا۔ اس کے بیت و درجہ سے دنیا لڑتی تھی۔

مسلمانوں کی سب سے پہلی نگر اس عظیم الشان اور باجوت پرشاد سے ہوئی۔ بادشاہ ایک ہر قسطنطنیہ نے اپنی طاقت صرف کر دی۔ مسلمانوں کو کچل ڈالنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔ لیکن شیران اسلام نے کشمکش پر گھٹکتی دے دے کہ اس پر عبادت سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے اور تمام ملک شام اور سارے ملک مصر پر قابض ہو گئے۔ ہر قسطنطنیہ ہر ملک کے غلبے پر ہلاک کر ڈھکیا۔

اس عظیم الشان فتح نے عربوں کو دنیا بھر میں مشہور کر دیا۔ ہر تحریک پر ان کی بیعت چھا گئی۔ ہر قوم ڈرنے لگی۔

حضرت عمر فاروقؓ مدت ستودہ میں رہتے تھے وہی اسلامی اور اتحاد تھا اور آپ وہیں بیٹے بیٹے اسلامی ممالک پر حکومت کر رہے تھے۔

اس زمانہ میں عابدین اسلام ملک شام مصر عراق عراق عرب ایران۔ تورین اور جزیرہ وادیوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ ان سب کی نفس و حرکت امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے حکم سے مل جل میں آتی تھی۔ ہر وقت ان کے سامنے ہر ملک کا نقشہ رہتا تھا اور وہ

تینوں میل کے فاصلے پر بیٹے لشکروں کے بیٹے تھے اور وہ بیٹے لی ہر ایک کر رہے رہتے تھے اور ہر فکر کا سپہ سالار ان ہاتھوں پر عمل کرتا تھا۔ تاہم یہ کہ کوئی اپنی طرف سے کارروائی نہیں کرتے۔

تورین کے عیسائیوں کی چھ دسویں ویک کر تواتر مسلمان نے شہر بازار مصر پر محاصرہ میں لیا۔ امیر المومنین کو سپہ سالار بنا کر اہل تورین اور جزیرہ کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔

یہ وہی لشکر تھا جو اس میدان میں فوج کش تھا اور بادشاہ کے کنارے پر ہر عربی و شیعہ لڑکیاں بیٹھی تھیں وہ اسی لشکر کے ساتھ اپنے حزیروں کے ہمراہ آئی تھیں۔

یہ تمام لڑکیاں خود اور حسین تھیں۔ ملی وضع کی نہایت خوشنما قبض اور قلمروں تھا پانچوے پنے تھیں۔ ان کے گیسوئے دراز کی گندھی پہنی تھیں دونوں شوق کے اوپر سے آکر ان کے گوازیں سینوں پر دونوں طرف اس طرح پڑی تھیں جیسے وہ سیاہ سانپ لنگے رہے ہوں۔

تمام لڑکیاں آہو چشم اور فکڑ روزگار تھیں۔ ان کی بڑی بڑی آنکھیں نورانی ہیں کی آنکھوں سے زیادہ بڑی اور حسین تھیں۔ چہرے گول اور بھرے ہوئے تھے رخسار نہ گلابی اور ہونٹ پتے تھے۔ ان کے صین چوں سے مصمومیت کا جلال نکھ رہا تھا۔

یوں تو وہ سب ہی حسین تھیں۔ لیکن ان میں ایک لڑکی غصہ کی پر سوز تھی۔ اس کا چہرہ گول آنکھیں بڑی بڑی اور نیلی۔ رنگ کھلتا ہوا گندھی تھا ہونا سادہ اور زلفوں میں کچھ خراپ تھا نہایت شرمیلی اور بڑی مصموم معلوم ہوتی تھی۔

اس کی آنکھوں میں جلاو تھا جب وہ اپنی دلچسپ نگاہیں اٹھا کر کسی کو دیکھتی تھی تو وہ مسکرا کر اسے دیکھتا رہ جاتا تھا۔

یہ مسکراہٹ لڑکی کے چہرے میں چھائی تھی۔ اس کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا اور اس کے آنکھوں میں سے اس تمام دلوں میں روشنی پھیل رہی تھی۔

ان لڑکیوں نے کچھ باتیں شروع کیں۔ ایک نے اپنے قریب والی سے مخاطب ہو کر کہا۔ لیٹی حسین معلوم ہے کہ اب اسلامی لشکر کس طرف بڑھے گا یعنی نے کہا اب دیا۔ ہاں معلوم ہے اس العین کی طرف بڑھے گا۔

وہی لڑکی نے معلوم ان عیسائیوں کو کیا ہو گیا ہے یہ مسلمانوں کو چین سے بیٹھے ہی نہیں دیتے۔

تیسری لڑکی نے کہا۔ مٹا ہے۔ اس مرتبہ عیسائی بادشاہ نے زبردست لشکر جمع کیا ہے۔
اب اس کا ارادہ فیصلہ کن جنگ کرنے کا ہے۔

چوتھی لڑکی: میں نے بھی ایسا ہی سنا ہے بھائی جان کہتے تھے کہ داس العین کے بادشاہ کا نام شریاض ہے اس کے بہت سے ماتحت بادشاہ ہیں۔ اس نے تمام بادشاہوں کو گھسا ہے کہ وہ امدادی لشکر لے کر نہ جائیں۔

داس العین میں عیسائیوں کی حکومت تھی۔ عیسائی بادشاہ تھا وہ رومی انسل تھا ترمینہ۔ دیار بکرہ ارض رومیہ اور داس العین میں اس کی حکومت تھی۔ وہ جزیرہ کاشٹاہ کھانا تھا۔ کئی بادشاہ اس کے پابکار تھے۔

اس نے تمام ماتحت بادشاہوں کو غلوہ کھئے تھے۔ اور انہیں اپنی مدد کے لئے بلایا تھا۔ چونکہ تمام جزیرہ میں پادریوں نے گھوم پھر کر تقریریں کر کر کے عیسائیوں کے دھن میں یہ بات بکھاری تھی۔ کہ مسلمان عیسائیت کو مٹانے اور اسلام کو پھیلانے کے لئے آئے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کے خلاف تمام جزیرہ میں جوش و غضب کا طوفان اٹھ گیا تھا۔ اور ہر بادشاہ اور ہر عیسائی مسلمانوں سے لڑنے اور انہیں جزیرہ سے نکالنے کے لئے مستعد ہو گیا تھا۔ پانچ بہت سے بادشاہوں نے شریاض کی مدد کے لئے لشکر بھیج دئے تھے اور بہت سے بھیج رہے تھے۔

غازیان اسلام نے ارض ربیعہ میں داخل ہو کر قریب۔ ماکسن سلوین اور کئی مشہور قلعے فتح کر لئے تھے۔

ان لڑکیوں کو یہ تمام واقعات معلوم تھے۔ اور وہ ان کے ہی متعلق گفتگو کر رہی تھیں۔

پانچویں لڑکی نے کہا۔ تو گویا اس مرتبہ عیسائی اپنی پوری شہمت اور پوری طاقت اور ہارے سازد سامان کے ساتھ حملہ کرنے والے ہیں۔

لشکر کی بات ہے اگرچہ مسلمانوں کی تعداد عیسائیوں کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے۔ لیکن شیرین اسلام کو پھر بھی کوئی خوف نہیں ہے۔ دوزخ متوحش خیریں بنتے ہیں لیکن ان کا ان پر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔

دوسری نے ہنس کر کہا۔ اثر کی بھی ایک ہی کمی۔ کیا مسلمان ڈرنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کی شان ہی یہ ہے۔ کہ وہ سوائے اللہ کے کسی سے ڈرتے ہی نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک انہوں نے عیسائیوں کے مقابلہ میں ایک بھی شکست نہیں

کھائی۔

تیسری۔ مسلمانوں کا خدا پر بھروسہ ہے اور جو خدا پر بھروسہ کیا کرتے ہیں۔ خدا ان کی مدد کرتا ہے پانچویں مسلمانوں کی وہی مدد کرتا ہے اور اس لئے مسلمان نصیب ہوتے ہیں۔

پانچویں۔ یہی بات ہے۔ ہم خدا کے ہیں۔ خدا انکار ہے۔ پھر ہمیں شکست کیوں ہو۔ چوتھی۔ میں نے سنا ہے کہ غلطی کا وہ عیسائی بادشاہ ہے اس کے ایک لڑکی ہے جس کا نام طاریون ہے اور وہ اس قدر بہادر ہے کہ کسی مرد کو اس سے لڑنے کی ہدایت نہیں ہوتی۔

یہ سن کر تمام لڑکیاں عیسائیت ہنس پڑیں۔ ان کے ہنسنے سے ان کے چہرے اور بھی پچکے گئے۔

پہلی لڑکی نے کہا۔ خوب بات تھی۔ تم نے یہ عیسائیوں کے مرد تو بہادر ہیں ہی نہیں لڑکیاں کیا بہادر ہوں گی۔

چوتھی۔ لڑکی نے تنبیہ کی سے کہا۔ مرد بہادر ہوں یا نہ ہوں۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ طاریون بہادر ہے۔ کسی عیسائی مرد کو اس سے لڑنے کی جرأت ہی نہیں ہوتی۔ اس کے باپ نے اعلان کیا ہوا ہے کہ جو توہم طاریون کو مطلوب کر لے گا اسی کے ساتھ اس کی شادی کر دی جائے گی۔ لیکن آج تک بھی کوئی اسے مطلوب نہ کر سکا۔

پہلی لڑکی نے تعجب ہو کر کہا۔ یہ تو اور بھی تعجب کی بات ہے۔

دوسری لڑکی نے کہا۔ تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ لڑکی اس قدر حسین ہے کہ اسے دیکھنے والا اس کے حسن کے حال میں پھنس جاتا ہے۔ اور اس کی ساری بھاری اس کا رخ زہرا دیکھنے ہی کوچ کر جاتی ہے۔

تیسری لڑکی۔ یہ بات قرین قیاس نہیں ہے۔

لشکر نے مسکرا کر اپنی زمین و جبل سبکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کیا وہ عیسائی لڑکی بھاری طاہرہ سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔

اس پر جبل کا نام جو ان میں سب سے زیادہ حسین تھی طاہرہ تھا۔ اس نے اپنی ہوشیا آٹھیں اٹھا کر لشکر کو دیکھا۔

اس کی آنکھوں میں جاو بھرا ہوا تھا۔ لشکر اس کی جاو نگار نظروں دیکھ کر کچھ کھوٹی سی مکی۔

پہلی لڑکی نے کہا۔ واہ وا۔ خوب مقابلہ کیا ہے۔ تم نے ظالموں بھی ظاہر سے کیا مقابلہ کر سکتی ہے۔

لہجی۔ خدا کی قسم تیرے حق کو کہہ رہی ہوں۔ ظالموں کو کہہ رہی ہوں۔ لیکن ظاہر سے پہلو کر سکتی نہیں ہو سکتی۔

ظاہر نے مصنوعی غصہ کے انداز میں کہا۔ یہ کیا ذکر شروع کر رہا ہے تم نے۔ لہجی۔ کیوں۔ کیا تم کو خوبصورت نہیں ہے۔

پہلی لڑکی نے ہنسنے ہوئے کہا۔ یہ اس قدر خوبصورت ہیں کہ دن کو سورج اور رات کو چاند ان کی دلکشی اور چوڑی صورت دیکھنے کے لئے نکلتے ہیں۔ ظاہر انکی بات گناہ میں داخل ہے۔

دوسری لڑکی لہجی! تم تھک کر رہی ہو۔ ظاہر حسین نہیں ہے۔ تیسری! سب شک میں سے زیادہ حسین تو اور بھی ہی ہے۔

لہجی۔ اگر تم چاند کی برائی کرنا۔ اسے یہ صورت اور تاریک بنانا۔ تو میں کی دلکشی میں کوئی فرق نہیں اُسکا۔ وہ میری لڑکی! تو ظاہر کو چاند سمجھتی ہو۔

لہجی چاند سے زیادہ حسین۔

ظاہر مسکرائی تھی۔ اس کا جسم لہجی کو ادا رہا تھا۔ حقیقت میں وہ بہت زیادہ حسین تھی اسکی حسین کہ میں کہتا ہوں۔ اس پر ہلا تھا۔ سترائے سے اس کا چہرہ اور بھی روشن ہو گیا تھا۔ اس کی حسین آنکھوں میں بحرِ فیہ چلک پیدا ہو گئی تھی۔

دفعہ ظاہر کی نگاہ پیاز کے اوپر اٹھ گئی۔ اس نے سب سے پہلی چنان کے پیچھے چنہ میاں جوں کو کھانے دیکھا تو پتھری کے پیچھے پیچھے ہو کر اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

ان سے حسین چہرے سے چہرہ خوبصورت کے انداز ظاہر ہوئے۔ تمام لڑکیوں نے اسے جرات دیکھا۔ لہجی نے دریافت کیا کہ کیوں گھبراہٹیں تم ظاہر۔

ظاہر نے چنان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ اس طرف دیکھو شاید وہاں کچھ عیسانی چھپے ہوئے ہیں۔

فوراً ہی سب نے نگاہیں اٹھا اٹھا کر دیکھا انہیں عیسانی چنان سے پیچھے چنہ نظر آئے۔ لہجی نے کہا ہاں عیسانی چہرہ کاٹھ ہوا۔ پاس اس وقت احتیاط ہوتے۔

پہلی لڑکی نے ہوش میں آکر کہا افسوس! ہم سب ہی وہ بیٹھی ہیں پر چاند کو مقابلہ

کر رہیں۔

جس جگہ یہ بیٹھی ہوئی تھیں۔ اس سے قریب ہی میاز بند رنج بند ہوتا چلا گیا تھا۔ اور ایک اور لڑکی چنان آسمان سے ہمیں کرتی اٹھتی چلی گئی تھی۔ اس چنان کے پیچھے عیسانی چھپے ہوئے ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

ابھی تمام عملیہ ڈیڑھ لڑکیاں نظر اٹھائے دیکھ رہی تھیں۔ انہیں عیسانیوں کے درمیان میں ایک حسین لڑکی کا چہرہ نظر آیا۔ جو فوراً ہی پیچھے ہٹ گئی۔ لڑکیوں اسے دیکھ کر حیران ہو گئیں۔ لہجی نے کہا۔ خوف ہے کہیں یہ عیسانی چنہ نہ برساتے لگیں۔ اب یہاں چننا مناسب نہیں ہے تو ظہر گاہ میں چلیں۔ سب نے کہا ہاں چلو۔ فوراً ہی سب لڑکیاں اٹھ اٹھ کر ظہر گاہ کی طرف چلی پڑیں۔

ایک اور کافر لڑکا حسینہ

وہ میاز میں پر عملیہ ڈیڑھ لڑکیوں نے عیسانیوں کو دیکھا تھا نہایت جلد تھا۔ اس وقت یہ لڑکیاں چنہ کے کنارہ پر آکر بیٹھی تھیں۔ خیل اسی وقت عیسانی چنان کے پیچھے آکر پھپھ گئے تھے۔ اور نہایت قور سے لڑکیوں کو دیکھنے لگے تھے۔

جوں ہی ظاہر کی نظر ان پر پڑی۔ اور اس نے اور لڑکیوں کو انہیں دیکھا فوراً ہی وہ وہاں سے ہٹ گئے۔ ان کے ساتھ ایک عیسانی ڈیڑھ لڑکی بھی تھی۔

یہ چار عیسانی تھے۔ ان سے ایک نہایت حق العیسانہ دیکھیں۔ انہیں پتہ نہ تھا۔ خود خاص چاندی کا تھا اس کی پوشاک اور انعام۔ شیں کا وہ تھے کہ وہ کوئی ہی شان رکھتے تھے۔

لڑکی نہایت ہی بگے گلاب رنگ کے کپڑے پہنے تھی جس سے اور بھی حسین معلوم ہو رہی تھی۔ اس کے کپڑوں میں سنہری رنگ کی لباس لگی ہوئی تھی اور سونے اور عیسانی کے زیورات پہنے تھی۔ بقیہ تین تو ہی معمولی قسم کا لباس پہنے تھے۔ یہ عیسانی تین نیست لباس پہنے تھا۔ اس کا جام قریا قریب تھا وہی حکومت اللہ کا وزیر اعظم تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے قومی افسر تھے اور لڑکی اس کی چھوٹی بہن تھی۔ اس کا نام پون تھا جس قدر حسین تھی اسی قدر شوخ و طعنا تھی۔

قریباً قریب چنان کے پیچھے ہٹ کر ایک ڈیڑھ چنہ پر بیٹھ گیا اس کے ساتھ ہی اس کے پاس

ادب سے کھڑے ہو گئے۔ پریون اس کے شانہ سے لگا کر گئی ہو گئی۔

قزاقوس نے کہا۔ پریون تو نے اس آفت جان علی دو شیرہ کو دیکھا۔ پریون اس کے شانہ کا سارا ہجو ذکر سیدھی گئی ہو گئی اس نے سکرارتے ہوئے کہا۔ نہ معلوم کس علی دو شیرہ کو کہہ رہے ہو بھائی جان! وہاں تو کسی کو نہیں تھیں۔

قزاقوس نے شرخ و شرر پر پریون کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اس لڑکی کا ذکر کر رہا ہوں جو سب سے زیادہ حسین تھی۔

پریون شرارت بھری نظروں سے قزاقوس کو دیکھ رہی تھی اس نے پگے جسم کے ساتھ کہا وہ تو سب ہی حسین تھیں۔

قزاقوس نے اس کی شرارت بھری چٹوں کو دیکھتے ہوئے کہا سب ہی حسین تھیں۔۔۔۔۔ اہا میں سمجھا تو مجھے بتا دی ہے شرخ پریون نے سنجیدگی سے کہا۔ اچھا وہ کہاں بیٹھی تھی۔

قزاقوس نے وہ لڑکیوں کے درمیان میں تھی اور بالکل ایسی معلوم ہو رہی تھی جیسے ستاروں کے جھرمٹ میں چاند۔

پریون بیساختہ جس پڑی بیٹے سے اس کا چہرہ روشن ہو گیا۔ کینی آنکھوں میں ہو شرابہ تک پیدا ہو گئی۔ عارض تاہیں جگے گلابی رنگ میں ڈب گئے اس نے بیٹے ہوئے کہا۔ چاند تھی وہ۔ خوب کہا یہ آپ نے بھائی جان۔ اچھا یہ تو فرمایا۔ چاند زمین پر کیسے اترتا۔

قزاقوس اس آفت صبرہ فلیب کو بیٹے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کی شوخی چلیا ہٹ اور گفتہ چہرہ دیکھ کر کچھ حیران سا ہو رہا تھا اس نے کہا۔ پریون! تو میرا مذاق اڑا رہی ہے۔ اچھا کچھ ہنسنے میں خوب مذاق اڑا۔ جب تو ہنستی ہے خوش ہوتی ہے۔ مجھے ایک خاص لطف حاصل ہوتا ہے۔۔۔۔۔ رہا اس عرب کے چاند کا ذکر۔۔۔۔۔ پریون برابر بیٹے چا رہی تھی۔ اس نے دہری ہوئے ہوئے کہا معاف کیجئے بھائی جان! کیا آپ مجھے ہٹا ہٹا کر ہی مار ڈالیں گے۔ پہلے آپ نے اس کو علی دو شیرہ کہا۔ اب چاند کہہ رہے ہو کیا انسان چاند ہو سکتا ہے۔

قزاقوس نے اس پر بھال کے رخ روشن پر نظریں بھا کر کہا انسان چاند نہیں ہوتا۔ مگر پریون تو خود رنگ قرم ہے۔

یہ تو پریون شوخی سے نہیں رہی تھی۔ با اپنی تعریف سن کر شرابہ لگی اس کے شرابے کی

ادا ایمان شکن تھی۔ وہ شرابی نظروں سے قزاقوس کو دیکھنے لگی۔

قزاقوس نے کہا۔ وہاں تو شرابہ لگی بھلا عیسیا میں کوئی لڑکی ایسی بھی ہوگی جو اپنے باپ یا بھائی کی زبان سے تعریف سن کر شرابہ پائے مگر پریون تیری شوخی بھی دھریب ہے اور شرابی اور بھی دلکش ہے۔

پریون نے ایسی نظروں سے جن میں شرم شوخی اور ادب کی ملی جلی جھلک تھی قزاقوس کو دیکھتے ہوئے کہا۔ مگر بھائی جان! وہ علی دو شیرہ قزاقوس نے کہا۔ وہ بھی جید حسین ہے تو شرخ و شرر ہے اور وہ حسین و سنجیدہ ہے۔

پریون۔ مگر زیادہ حسین کون ہے۔

قزاقوس فوراً ہی اس کا جواب نہ دے سکا۔ اگر وہ علی دو شیرہ کو زیادہ حسین بتاتا تو خیال تھا کہ پریون کی دلکشی ہوگی۔ اور پریون کو حسین کہتا تو یہ بات اس کے ضمیر کے خلاف تھی وہ خاموش ہو کر سوچنے لگا۔

پریون نے بچپن کے شرارت کے لہجہ میں کہا۔ کیا سوچنے لگے ہیں آپ! قزاقوس نے اپنا سر اٹھا کر شرر پریون کو دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا پوچھتی ہو تم۔

پریون نے شوخی سے کہا۔ گویا آپ نے سنا ہی نہیں۔

قزاقوس میرا خیال اس وقت کہیں اور۔۔۔۔۔ پریون پھر جس پڑی اس نے بیٹے ہوئے کہا۔ خیال کہیں اور چلا گیا تھا۔۔۔۔۔ بھلا کہاں۔

قزاقوس۔ اچھا بتاؤ۔

پریون اس علی دو شیرہ کے پاس تھے آپ چاند یا کیا کہہ رہے ہیں۔

قزاقوس نے لحظہ اسٹس بھر کر کہا۔ تو نے ٹھیک کہا پریون وہ غارت گردین و ایمان ہر وقت میرے دل میں رہتی ہے اور میں سر جھکا کے اس کی بنیادی بنیاد صورت دیکھتا اور شوق رہ میں کچھ کھڑا سا رہتا ہوں۔

پریون نے شرارت سے سکرارتے ہوئے کہا۔ جی اچھی بات ہے یہ تو

دل کے آئینہ میں ہے تصویر یاد

جب ذرا مگر ان ہنکلی دیکھ لی

قزاقوس۔ اگرچہ یہ ج ہے مگر۔۔۔۔۔

پریون نے حیا آگن نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے دریافت کیا مگر کیا؟

قزاقوس جب تک وہ نہاتے نہ ہو اس وقت تک تسلی تو نہیں ہو سکتی۔

پر یونہی۔ تو آپ اسے ڈانٹنا چاہتے ہیں۔

قرآن قوس۔ ہاں۔

پر یونہی۔ مگر وہ آئے گی نہیں۔

قرآن قوس۔ وہ خود تو شاید گھر بھر بھی نہ آئے گی۔

پر یونہی۔ پھر کون لائے گا اسے۔

قرآن قوس۔ تو لا سکتی ہے۔

پر یونہی۔ میں۔

اس کے چہرہ پر حیرت طاری ہو گئی۔

قرآن قوس نے کہا۔ ہاں تو۔

پر یونہی۔ میں کیسے لا سکتی ہوں اسے۔

پر یونہی نے قطع کام کرتے ہوئے کہا۔ عملی لشکر میں جلی جاؤں میں۔ اس کے حسیں

بہار سے مکمل حیرت کے انتہائی ظہیر ہونے لگے۔

قرآن قوس نے غارتی کے لمحہ میں کہا۔ ہاں تو عملی لشکر میں چلی جاؤ۔

پر یونہی اس میں تجھے جاکا ہوں کہ تجھے اس عود اور اسے چھو محبت ہے ایسی محبت کہ

میں اسے حاصل کرنے کے لئے اپنی جان کو قتل میں ڈالنے کے لئے تیار ہوں۔ میں نے

ایک مرتبہ اسے قریب سے بھی دیکھا ہے اس کی نگاہوں میں شہت بہت میری قراؤ لوٹ لے

تیں۔

پر یونہی۔ مگر آپ نے اسے قریب سے کیسے دیکھ لیا تھا۔

قرآن قوس۔ میں حیران کیا تھا۔ شام کے وقت وہیں بوت دیا تھا یہ لڑکی کئی لڑکیوں کے ساتھ

ایک بہتر دار پر کھڑی تھی۔ اسلامی لشکر وہاں سے ذرا فاصلہ پر تھا جب اس کے قریب

سے گھبرا تو اس کی ایک نگاہ اڑنے سے میرے دل کو زخمی کر دیا۔ اسی روز سے میرے سینہ

میں اس کی محبت کی آگ دکھ دی ہے۔

پر یونہی۔ خوب اچھا پہلے یہ بتائے کہ میں زیادہ حسین ہوں یا عملی دو شیرازہ۔

قرآن قوس۔ ہر شخص میں چھٹی لگاؤ۔

پر یونہی نے کہا۔ آپ اس کے جواب میں نہیں دوڑیں کیوں کرتے لگتے ہیں۔

قرآن قوس۔ میرا سوال ہی ایسا ہے حیران ہوں کہ میں اس کا جواب کیا دوں پر یونہی۔ وہی

ہو آپ کا دل کہتا ہو۔

قرآن قوس۔ مگر دل تو عملی دو شیرازہ کا غریب دار ہے۔

پر یونہی۔ میں اس بات کو پہلے ہی سے جانتی تھی۔

پر یونہی۔ کچھ افسردہ خاطر ہو گئی قرآن قوس نے اس کی افسردگی دیکھ کر کہا مگر۔۔۔۔۔

پر یونہی نے اپنی صراحتی وار گردن کو خفیف سا ہلکا دیکھ کر کہا مگر کیا۔ قرآن قوس تو بید

حسین ہے ایسی حسین کہ چودھویں رات کا چاند بھی روشن صورت کے سامنے ماند پڑ جاتا

ہے مگر جب کسی شخص کو کسی نسبت سے محبت ہو جاتی ہے تو اس کی نگاہوں میں اس کی

عجوبہ سے بڑھ کر کسی کا حسن نہیں بچا کرتا۔ اس لئے۔۔۔۔۔

پر یونہی نے قطع حکام کرتے ہوئے کہا۔ اس لئے آپ عملی دو شیرازہ کو ترجیح دیتے ہیں۔

قرآن قوس۔ ہاں اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ عملی دو شیرازہ حقیقتاً تجھ سے

زیادہ حسین ہے۔

پر یونہی نے غوغائی کے لمحہ میں کہا۔ آپ کا شہر ہے۔

قرآن قوس۔ تو بڑی شہر ہے پر یونہی۔ اچھا اب بتا کی تو میرے لئے کچھ تکلیف برداشت

کرنے کے لئے تیار ہے۔

پر یونہی۔ میں آپ کے لئے سب کچھ کر سکتی ہوں لیکن۔۔۔۔۔

قرآن قوس۔ لیکن کیا۔

پر یونہی۔ آپ مجھے قریب دے رہے ہیں کہ میں اسلامی لشکر میں میں چلی جاؤں۔

قرآن قوس۔ ہاں اور اس میں کوئی ہرج تہج نہیں ہے۔

پر یونہی کیا مسلمان مجھے ایک عیسائی عورت سمجھ کر گرفتار کر کے اذیتیں نہ دیں گے۔

قرآن قوس۔ کبھی نہیں۔ مسلمانوں میں یہ بات بڑی ٹھہری کی ہے کہ وہ کسی عیار کو۔ کسی

بڑے کو کسی راہب کو۔ کسی بچے کو اور کسی عورت کو نہ گرفتار کرنے میں تکلیف دیتے

ہیں۔ بلکہ ان کے ساتھ نہایت عزت اور۔۔۔۔۔ دھڑلے سے پیش آتے ہیں۔

پر یونہی۔ گویا میرے لئے وہاں جانے میں کوئی اڑا پڑ نہیں ہے۔

قرآن قوس۔ بالکل بھی نہیں۔

قرآن قوس۔ میں نے خوب سوچ لیا ہے۔

اس وقت پر یونہی کی نظر اٹھ گئی۔ اس نے سامنے سے ایک پارہ کی کو آتے ہوئے

دیکھا۔ وہ فوراً نہایت عجیبہ بن گئی اور اس نے آہستہ لمحہ میں کہا۔ مقدس باپ تعریف لا

رہے ہیں۔

قربا قوس نے بھی نگاہ اٹھائی۔ پادری آہستہ آہستہ جھپٹ نکلتا آ رہا تھا وہ اس کے اشتہال کے لئے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے پیچھے باقی لوگ کھڑے ہو گئے اور یہ سب پادری کے آنے کا انتظار کرتے لگے۔

دوسرا باب

پادری کا فتویٰ

پادری ضعیف العمر تھا۔ اس کی داڑھی گھوم اور اس قدر لمبی تھی کہ بائف تک پہنچی ہوئی تھی اور برف کی طرح سفید تھی وہ ایک لمبا اونٹنی چونہ پتے تھا جو نتھوں تک لمبا تھا سرخ رنگ کے اون کی اونٹنی ٹوٹی اونٹنی سے تھا سرخ رنگ کی صلیب سینہ پر لٹکائے تھا۔ ٹیل پتے تھا ایک لمبا ماسا ہاتھ میں لئے قدم قدم چلا آ رہا تھا۔ اس کے چہرے سے تقدس کی شان ظاہر ہو رہی تھی۔

اس پادری کا نام کیوس تھا۔ اور یہ اس پہاڑ کے اوپر ایک ٹھکڑے سے گرجہ میں رہتا تھا۔ اس کی بزرگی کی بڑی شہرت تھی۔

قربا قوس وزیراعظم کو اغوا کے بادشاہ نے پادری کی خدمت میں اس لئے بھیجا تھا۔ کہ وہ اس سے اپنے ملک کے لئے خیر و برکت کی دعا و کامرانی کی ملک و قار کی عزت کی دعا کرائے۔

پادری آہستہ آہستہ آکر سب ان لوگوں کے پاس پہنچا تو سب سے پہلے قربا قوس نے جھک کر اس کے ہاتھ کے دامن کو بوسہ دیا۔ اور پھر حسین و جمیل پریون نے بعد ازاں دو زانوں کھڑی ہو کر اس کی عیا کو چمک پادری نے اس کے خوبصورت سر پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ اور کہا: میری خوبصورت بیٹی! خدا! میری عمر بڑا کرے۔

شرع و شریعہ پر یونٹ اٹھ کر کھڑی ہو گئی اب بقیہ تینوں عیسائیوں نے پیچ کر اس کے پیچھے ہو کر چلے گئے۔

پادری نے قربا قوس سے خطاب ہو کر کہا۔ کہئے آپ یہاں کیا کر رہے تھے۔ قربا قوس نے جواب دیا۔ میں علیہ و شہداء لڑکیوں کو دیکھ رہا تھا۔

تنبیہ ہو کر دریافت کیا کہی تھی۔ وہ۔

اسی پہاڑ۔ کہ بچے چشمہ کے کنارہ پر۔

کیوس۔ اور انہوں نے تو ہمیں نہیں دیکھا۔

قربا قوس۔ دیکھ لیا ہے۔

کیوس۔ یہ برا ہوا۔ تمہارے ساتھ اس قدر فکر نہیں ہے۔ یہ مسلمانوں کا مقابلہ کیا جائے۔

قربا قوس۔ مگر آپ کا گرجہ۔

کیوس۔ ہاں گرجہ میں چھپنے کی جگہ کافی ہے اور اتنی وسیع ہے کہ اس میں تمہارا فکر پوشیدہ رہ سکتا ہے۔

قربا قوس۔ اور وہ جگہ ایسی ہے کہ مسلمان ڈھونڈنے پر بھی ہمیں نہ پا سکیں۔

کیوس۔ ہاں ایسی ہی ہے۔ اگر سارا پہاڑ اور سارے گرجہ کو بھی چھان مارا جائے تو وہ ہمیں نہیں پا سکتے۔

قربا قوس۔ پھر ہمیں کیا خوف ہے۔

کیوس۔ کچھ نہیں۔ مگر یہ وحشی مسلمان گرجہ میں ضرور آئیں گے اور تمہاری تلاش میں سرگردان رہ کر میری ریاضت کے اوقات میں غلطی ڈالیں گے۔

قربا قوس۔ کچھ زیادہ غلط واقع نہ ہو گا۔

کیوس۔ سختی لڑکیاں تھیں وہ۔

قربا قوس۔ چھ سات ہوں گی۔

کیوس۔ مگر تم نے انہیں گرفتار کرنے کی کوشش کیوں نہ کی۔

قربا قوس۔ اس لئے کہ اس کا حوصلہ نہ ہوا۔

کیوس نے برا سامنے بنا کر کہا۔ اس پست بھی نے ہی عیسائیوں کو بزدل بنا رکھا ہے۔ اگر کاش وہ لڑکیاں ہاتھ آجائیں تو مسلمانوں کو غالیات معلوم ہو جاتی۔

کیوس نے قربا قوس سے دریافت کیا۔ کیا آپ دوٹی لڑکیوں سے زیادہ انہیں حسین سمجھتے ہیں۔

قربا قوس۔ مقدس باپ! وہ لڑکیاں نہایت حسین تھیں۔۔۔۔۔

پریون نے قطع کام کرتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ خصوصاً ایک لڑکی تو کبھی چاند کا ٹکڑا تھی۔

یہ کہہ کر اس نے اپنے بھائی قربا قوس کی طرف دیکھا اور بٹس پڑی کیوس نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ وہاں بات مسلم لڑکیاں بھی کہیں خوبصورت ہوتی ہیں۔

جائے گا۔ اور اس لئے اب ایسا موقع آتا لیکن ہے۔

کیلوس پھر کیا ہو۔

قریاقوس شاید کوئی ہوشیار لڑکی اس کام کو انجام دے سکے۔

کیلوس چونکہ پڑا اس نے کہا۔ ہاں یہ ممکن ہے اگر عوں میں سے کوئی اس کام کو انجام دینے کے لئے تیار ہو جائے تو یقین ہے۔ کہ ہم کامیاب ہو جائیں گے۔

قریاقوس کیا عوں میں کوئی ایسی آفت کی پرکھ ہے۔

کیلوس کئی نوچر نہیں ایسی ہیں۔

قریاقوس مگر میری تجویز اور تھی۔

کیلوس وہ کیا۔

قریاقوس پر یونہی اس کام کو انجام دینی۔

کیلوس پر یونہی۔ شک۔ اگر یہ تیار ہو جائے تو پھر کامیابی میں کوئی شک ہی نہیں رہتا۔

پر یونہی نے کیلوس کی طرف دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔ کس وجہ سے یہ خیال ہے آپ کا۔

کیلوس تو حسین ہے شوق ہے۔ حیرت و طرار ہے۔ ہوشیار ہے تجربے فریب کے جال سے کوئی لگ ہی نہیں سکتا۔

پر یونہی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ گویا میں فریبی ہوں۔ مکار ہوں۔

کیلوس نہیں نہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے بچی۔

پر یونہی اور کیا مطلب ہے آپ کا۔

کیلوس میرا یہ مطلب ہے کہ تو اس قدر حسین ہے کہ تجھے ہر ایک ایک دفعہ دیکھ لے گا میرا مطلب ہو جائے گا۔ اس لئے تو یہ اندیشہ نہ کر کہ تجھے کوئی مسلمان نقصان پہنچا سکے۔ اور تو اس قدر ہوشیار ہے کہ جس قسم پر تجھے بھیجا جائے مجھ تو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دے گی۔

قریاقوس تو اب بھی پر یونہی کو مناسب سمجھتے ہیں۔

کیلوس نہایت مناسب۔

پر یونہی لیکن مذہبی طور پر آپ کیا کہتے ہیں۔

کیلوس سنو۔ پر یونہی! افسوس یہ ہے کہ مسلم لڑکیوں کو عیسائی بنا کر انہیں گرجہ

میں داخل کر لیں۔ یہ ایک خاص مذہبی کام ہے ہماری بیٹیس ایک ہیں اس لئے مذہبانہ صرف جائز ہے بلکہ اس میں کوشش کرنے والوں کو بڑا ثواب ملے گا۔

پر یونہی بس تو میں تیار ہوں۔

کیلوس شادباش۔ میری عزیز بیٹی شادباش۔

قریاقوس لیکن تم کب چڑگی۔

پر یونہی آج کسی وقت چلی جاؤ گی۔

قریاقوس میں بھی یہی چاہتا تھا۔

کیلوس تجھے بیٹی! کچھ سمجھانا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے مگر اتنا ضرور کہنا ہے کہ یہ مسلمان ان کی عورتیں اور بچے جلد کر ہیں کس ان کے جلد کے اثر میں نہ آجائے۔

پر یونہی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اطمینان رکھئے مقدس باپ وہ مجھ پر کیا جادو کریں گے۔ میں ہی ان پر جادو کروں گی۔

کیلوس اچھا بیٹی آؤ اور پٹنے کی تیاری کرو۔

پر یونہی چلے۔

کیلوس چلا۔ اس کے ساتھ ہی سب چل پڑے اور تھوڑی دور چل کر پٹانوں کے نیچے گھب ہو گئے۔

عربی دو بیڑہ لڑکیاں چشمہ کے کنارہ سے اٹھ کر لشکر گجہ کی طرف روانہ ہو گئیں۔ سامنے ہی مسلمانوں کا لشکر خیمہ زن تھا۔

اس وقت آفتاب مائل شب کسی قدر بلند ہو گیا تھا تمام میدان میں خیموں کی چھتوں پر اور درختوں کے چوں پر دمچپ لوٹ رہی تھی۔

ان لڑکیوں کے حسین چہرے دمچپ پڑنے کی وجہ سے جھلکا رہے تھے وہ نہایت اطمینان سے آہستہ آہستہ چلی جا رہی تھی۔ اگرچہ انہوں نے عیسائیوں کو پہاڑ کے اوپر دیکھ لیا تھا ان کا انہیں خوف مفلوم نہ ہوا تھا۔

کچھ دیر میں وہ لشکر گجہ میں داخل ہو کر جس طرف بڑھنے لگیں اس طرف عورتوں کے لئے نیچے نصب کئے گئے تھے۔

یہ نیچے اس طرح نصب کئے گئے تھے۔ کہ درمیان میں کشادہ میدان آگیا تھا اور اس کے چاروں طرف خیموں کا حصار ہو گیا تھا یہ حصار سراسر یہ دکھاتا تھا۔

یہ نیچے ان لوگوں کے تھے۔ جن کے ساتھ عورتیں اور لڑکیاں تھیں یہ وہ بیڑہ لڑکیاں

منذر یا تو بیٹھا تھا یا اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا وہ ابھی کسی ضرورت سے باہر شریف لے گئے ہیں۔

ظاہر نے اسے دیکھتے ہوئے کہا اور آپ کیسے۔

وہ بڑھی ہوئی شرم کی وجہ سے قہر پورا نہ کر سکی۔

منذر برابر اس کے رخ روشن پر نظریں پڑائے ہوئے تھا اس نے کہا میں ان سے ملنے کے لئے آیا تھا۔

ظاہرہ لیکن وہ آپ کے آنے سے پہلے ہی کیسے چلے گئے تھے۔

منذر نہیں میرے آنے کے بعد گئے۔

ظاہرہ اور آپ ان کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں۔

منذر نہیں۔

ظاہرہ نے حیرت سے منذر کو دیکھا کچھ وقفہ تک دیکھتی رہی پھر دریافت کیا اور کس کا انتظار کر رہے تھے آپ؟

منذر نے انصاری کے لہجہ میں کہا کیا پٹاؤں کا رخ میں یہاں نہ آگے۔

اسے آزار دیکھ کر ظاہرہ کچھ گھبرا گئی۔ اس نے کہا خیریت تو ہے کیا بات ہو گئی ہے ابھی۔

منذر بات کچھ نہیں ہوئی۔

ظاہرہ کیا بھائی جان آپ سے تھا ہو گئے۔

منذر وہ ایک ایسا نیک شخص ہے کہ اس سے ایسی توقع ہی نہیں ہو سکتی۔

ظاہرہ پھر کیوں آدروہ خاطر ہو رہے ہیں آپ۔

منذر کیا پٹاؤں ظاہرہ۔

جب سے ظاہرہ نے منذر سے پردہ کرنا شروع کیا تھا اس وقت سے اس نے کبھی اسے اپنا نام لیتے نہ سنا تھا۔ آج پہلا موقع تھا کہ اس نے ظاہرہ کا نام لیا۔

ظاہرہ چونک پڑی اور اس نے کمال حیرت سے منذر کو دیکھا۔ منذر اس کی حیرت بھری نظروں میں دیکھ کر شرمگیا اس نے دوسرے دروازہ سے باہر جانے کے ارادہ سے قدم بڑھاتے ہوئے کہا معصوم دو شیرو مجھے صاف کرنا۔

منذر کی تواضع گہر ہو گئی وہ کچھ زیادہ نہ کہہ سکا اس کی آنکھیں چشم پر غم ہو گئیں۔

ظاہرہ اس کی یہ کیفیت دیکھ کر کمال حیرت ہوئی اس کے دل میں رحم و ہمدردی کا دریا

سرایہ میں داخل ہو کر اپنے اپنے خیمہ میں داخل ہو گئیں۔

خود دوش ظاہرہ ابھی اپنے خیمہ میں پہنچی وہ خیمہ کے دروازہ پر کھڑی ہو کر دوسرا دوسرا دیکھنے لگی۔

ہو میدان خیموں سے گھرا ہوا تھا اس میں بہت سے درخت کھڑے تھے اور سبز ہیز گھاس لہنا رہی تھی۔ بعض درختوں کے سایہ میں محل خواتین بیٹھی باتیں کر رہی تھیں

ظاہرہ نے خیمہ پر پردہ اٹھایا اور اندر داخل ہوئی لیکن جوں ہی اس نے خیمہ کے اندر قدم رکھا وہ جھجک کر کھڑی کی کھڑی رہ گئی اور کچھ عجیب نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

اس کمرہ میں اس وقت ایک نوجوان بیٹھا تھا۔ وہ ظاہرہ کے اچانک خیمہ میں داخل ہونے سے اسی طرح حیران رہ گیا جیسی خود ظاہرہ حیران رہ گئی تھی۔

اس نوجوان کا نام منذر تھا۔ نہایت خوبصورت۔ ہموار اور پر ہوش تھا وہ ظاہرہ کے بھائی کا دوست تھا۔

ظاہرہ اپنے بھائی کے ساتھ آئی تھی اس کے بھائی کا نام حادث تھا۔ وہ بھی نوجوان۔ دلیر اور خوشگما تھا۔

منذر کچھ حادث کا دوست بنا نہ تھا۔ بلکہ ان دونوں میں بچپن ہی سے محبت اور دوستی تھی۔ ساتھ ہی کھیلنے سے ساتھ ہی پڑھتے تھے ساتھ ہی فون حرب سیکھتے تھے اور اکثرہ بیشتر

دونوں ساتھ ہی ساتھ رہتے تھے۔ بچپن میں ظاہرہ بھی منذر کے ساتھ کھیلتی تھی اور اس لئے وہ اس سے پردہ نہ کرتی تھی۔

لیکن جوں جوں دونوں بڑھتے اور جوان ہوتے گئے قدرتی طور پر حیا غالب آگئی اور دونوں کو آپس میں باتیں کرتے شرم معلوم ہونے لگی۔ اس لئے ظاہرہ نے منذر کے سامنے

آٹا بڑ کر دیا تھا اور اب انہیں ایک عرصہ آپس میں ملے ہوئے ہو گیا تھا۔ آج اتفاقاً دونوں کا سامنا ہو گیا۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر حیران ہو گئے۔

اس حیرت کی زیادہ تر وجہ یہ تھی کہ جب سے ظاہرہ حادث اور منذر میدان جنگ میں جہاد کرنے کے لئے آئے تھے کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا تھا کہ منذر حادث کے خیمے میں آیا ہو۔ منذر نے ظاہرہ کو دیکھتے ہوئے کہا صاف کرنا اس وقت قل غلاف توقع یہاں موجود

ہوں۔

ظاہرہ ایک قدم طور بڑھی اس نے بھولے ہیں کے اعزاز میں دریافت کیا بھائی جان کس چلے گئے۔

اٹھ آیا۔ وہ ایک قدم اور بڑھی اور اس نے بیساختگی کے انداز میں کہا صبر بھائی مندر۔

مندر صبر کیا وہ ظاہر کی طرف پلٹا اور صبر بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

ظاہر اب اس کے پاس آگئی تھی اس نے کہا آخر تم آزدہ خاطر کیوں ہو گئے ہو مندر نے کہا مشکل یہ ہے کہ میں اپنی آزدگی کی وجہ بیان نہیں کر سکتا۔

ظاہر نے معصوم نگاہوں سے دیکھ کر بھولے پن کے لہجے میں کہا کیوں بیان نہیں کر سکتے۔

مندر اس لئے کہ اس کی جرات ہی نہیں ہوتی۔

ظاہر عجیب بات ہے یہ تو۔

مندر معصوم ظاہر عجیب بات کہہ نہیں ہے۔

ظاہر کیوں جرات نہیں ہوتی ہے آپ کو؟

مندر تسمائی فحش کا لطف ہے۔

ظاہر معصوم نہیں تھی آپ کس قسم کی باتیں کر رہے ہیں میں کیوں خفا ہو جاؤں گی۔

مندر بھولی ظاہر تم معصوم ہو اس لئے نہیں سمجھتی ہو میں گنہگار ہوں بڑا گنہگار اس وقت مجھے جانتے ہی دو۔

ظاہر نے شراوی کی سی شان سے کہا ابھی نہیں جانتے آپ پہلے بات بتائیے اور پھر تشریف لیجائیے۔

مندر کی نگاہیں جھٹکتیں اور وہ کچھ سوچنے لگا۔

ظاہر برابر اسے دیکھ رہی تھی جب وہ دیر تک نہ بولا تو ظاہر نے کہا کیا سوچ رہے ہیں آپ۔

مندر نے آہستہ آہستہ اپنا سر اٹھا کر حوروش ظاہر کو دیکھا جت بھری نگاہوں سے دیکھا۔ ظاہر کی نگاہیں اسے گرم نظروں کو دیکھ کر جھٹکتیں۔

مندر نے لہذا سانس بھرتے ہوئے کہا میں بتاؤں گا ظاہر مگر ایک اقرار کرو۔ ظاہر کیا۔

مندر تم مجھ سے خفا تو نہیں ہو جاؤ گی۔

ظاہر اطمینان رکھو میں خفا نہ ہوں گی۔

مندر آج میں جسیں صرف دیکھنے کے لئے آیا تھا۔

ظاہر نے حیرت سے مندر کو دیکھا نہایت حیرت سے کچھ وقفہ تک دیکھتی رہی جب ذرا

اس کی حیرت کم ہوئی تب اس نے استغاب کے لہجے میں کہا مجھے.....

مندر نے شرم افزا لہجہ میں کہا ہاں جسیں ظاہر سو ایک عرصہ سے میرا دل جھین دیکھتے کے لئے بھل رہا تھا یہ جین ہو رہا تھا میں جبر کر رہا تھا سمجھا رہا تھا مگر کہاں جب زیادہ سے بچیں یہ گئی اور کسی پہلو قرار ہی نہ آیا تب مجبور ہو کر آیا۔

جوں جوں مندر اطمینان خیال کرتا جاتا تھا اس کی آنکھوں سے عجیب قسم کا جوش ظاہر ہوتا تھا اور ظاہر شریا جاتی تھی جب وہ خاموشی ہوا تو ظاہر کا نازک سر جھٹکتا اس کے پھول سے زیادہ تر و تازہ گلہلی عارض عرق آگئیں ہو گئے۔

مندر اس کے دل پر جبر سے نظریں جمائے ہوئے تھا وہ اسے خاموش دیکھ کر گھبرا گیا اسے خوف ہوا کہ شاید وہ اس سے کچھ خفا ہو گئی ہے۔

اس نے کہا آہ کیا تم مجھ سے خفا ہو گئی ہو ظاہر۔

ظاہر نے اپنا خواہصورت سر اٹھایا اور جسیں نگاہوں سے مندر کی طرف دیکھا اس کی نگاہوں میں محبت و شرم کی جھٹکت تھی اس کی نگاہیں ہو شریا جسیں مندر اس کی حرکت کر گئیں دیکھ کر ہوش و حواس کھو بیٹھا۔

ظاہر نے نرم اور شریا لہجہ میں کہا۔ ایک عرصہ کے بعد تمہارے دل میں یہ آزدی کیوں پیدا ہوئی۔

مندر سنبھلا۔ اس نے کہا۔ اس لئے کہ مجھے تم سے محبت ہے میں اس.....

ظاہر نے حیران ہو کر کہا۔ محبت ہے۔

مندر نہ۔ آہ ظاہر میں نے برسوں اس راز کو چھپایا۔ لیکن آج نہ چھپا سکا حقیقت یہی ہے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔

ظاہر نہ۔ لیکن کیا یہ اچھی بات ہے۔

مندر نہ۔ اچھی ہوئی ہو یا بری لیکن ہے۔ ہاں ایک بات ضرور ہے جس کا مجھے اعتدال ہے۔

ظاہر نے مندر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ کیا؟

مندر نہ۔ اطمینان محبت کرنا میری کم عمری ہے۔ میں عرق ندامت میں غرق ہوا جا رہا ہوں اور اس لئے جسیں ظاہر..... اب میں جسیں اپنی صورت نہ دکھاؤں گے محبت کی آگ میرے سینہ میں اقرار کرتا ہوں کہ کبھی مرتے دم تک.....

ظاہر نہایت توجہ سے اس کی باتیں سن رہی تھی۔ نہایت غور سے اس کی طرف دیکھ

دی تھی۔ اس کا چہرہ کد رہا تھا۔ کہ وہ حائر ہوئی جا رہی ہے اس نے کہا۔ صبر مند۔
ابھی کوئی اقرار نہ کرو۔

منذر بھی اس کے روئے انور کو جھٹکی لگائے دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا کیا تم میری
گستاخانہ جرات کو صاف کر دو گی طاہرہ۔

طاہرہ نے کہا۔ تم نے پائی پائیں یاد دلا کر میرے دل کو حائر کر دیا ہے شریف
نہ ان! تمہیں شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ میں تم سے ناخوش ہوں۔

منذر برابر اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ پاکباز دو تیرو۔ کیا میری محبت نے تمہارے
دل پر بھی اپنا ٹھکس ڈال دیا ہے۔

طاہرہ نے شرم آفریں نگاہوں سے منذر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ تم شاید مجھے بے حیا خیال
کہو گے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ۔

وہ اس قدر شرمگین کہ اس کا بازو سر جھک گیا۔ آنکھیں فرش پر گڑ گئیں۔ شرم نے
اس کی دھڑکی کو اور بھی بڑھا دیا۔ اور وہ دھک دھک کر معلوم ہونے لگی۔

منذر نے اسے دیکھا۔ وہ بڑا جہن سے اس کا گردنہ ہو گیا۔ اس شرم و حیا کی پہلی کو
دیکھتا رہ گیا۔

دو ٹک دونوں خاموش رہے کچھ عرصہ کے بعد منذر ہوش میں آیا۔ اس نے کہا کیا
حقیقت ہے طاہرہ

طاہرہ نے شرمیلی نگاہوں سے منذر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ شرم اجازت نہیں دیتی کہ میں
اس کا اظہار کروں۔

منذر نے محبت بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا تمہیں بھی مجھ سے محبت
ہے۔

طاہرہ کچھ سمجھ رہی ہو گئی۔ اس نے از خود جھٹکی کے انداز میں کہا۔ ہاں۔

فرش سرت سے منذر کا چہرہ ہلک اٹھا۔ وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کسی کے قدموں کی
چاپ معلوم ہوئی۔ اس آواز کو سن کر دونوں ناخود ارادہ کاران محبت کچھ گھبرا گئے۔ اور گھبراہٹ
ہوئی نگاہوں سے اس طرف دیکھنے لگے جس طرف سے چاپ کی آواز آرہی تھی۔

تیسرا باب

تعجب خیز

دونوں گھبرا رہے تھے۔ اور گھبرا گھبرا کر دروازہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ یہ آواز اس
طرف سے آرہی تھی۔ جس طرف منذر جانے کے لیے تیار ہوا تھا۔

طاہرہ نے آہستہ لہجہ میں کہا۔ شاید بھائی جان تشریف لا رہے ہیں منذر نے بھی جھٹکی
سے کہا۔ میرا بھی یہی خیال ہے۔ انیسویں میں کیا جواب دوں گا۔ کاش اس وقت زمین پست
چلاے۔ اور میں اس میں نہ جاؤں۔

ابھی طاہرہ کچھ کہنے نہ پائی تھی کہ خیمہ کے دروازہ پر پڑا ہوا پتہ اٹھا اور حادثہ خیمہ
کے اندر داخل ہوا۔

منذر اور طاہرہ دونوں حادثہ کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے۔ دونوں کے چہروں پر ہوائیاں
اڑنے لگیں۔

حادثہ بدھ کر ان کے قریب آگیا۔ اس نے کہا اچھا طاہرہ تم واپس آگئی ہو۔

طاہرہ پر خوف اور شرم کا غلبہ تھا۔ اسے پست لہجہ میں کہا۔ جی ہاں آگئی ہوں۔۔۔۔۔
حادثہ نے۔۔۔۔۔ توجہ غلاف معمول کیسے جلد واپس آگئی ہو۔

طاہرہ نے ایک لڑکی نے اور چند عیسائیوں کو ایک چٹان کے نیچے چھپا ہوا دیکھ کر ہم
سب لڑکیوں کو خوف ہوا کہ کہیں وہ کسی طرف سے اچانک آکر ہم پر حملہ نہ کریں اس لیے

ہم جلد واپس لوٹ آئیں۔

حادثہ نے یہ تم نے بت ہی اچھا کیا۔ ابھی معلوم ہوا ہے کہ عیسائیوں کا فکرمظاہرہ
کے وزیر اعظم قریاقوس کے ہمراہ پھاڑ پر آکر فروکش ہوا ہے۔

طاہرہ نے حادثہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور یہ وزیر اعظم یہاں کس لیے آیا ہے۔

حادثہ نے یہ معلوم نہیں ہوا۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ اس کی نیت بظہر نہیں ہو سکتی۔۔۔۔۔
یہ تم دونوں کھڑے کیوں ہو۔

طاہرہ نے یہ میں ابھی واپس آئی ہوں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ خیمہ میں کوئی اور بھی ہے۔

میں بے دھڑک چلی آئی۔ یہاں آکر منذر کو دیکھا میں جھک کر واپس ہونے لگی۔ یہ اٹھ کر
کھڑے ہو گئے۔ اور معافی مانگ کر واپس جا رہے تھے کہ آپ آگئے۔

اب منذر نے حادثہ سے لڑکیوں کی طرف اشارہ کیا۔ میرے دوست! مجھ سے
خفت ظنی ہوئی۔ کہ میں آپ کے چلے جانے کے بعد بھی بیٹا رہ گیا۔ میرا خیال تھا کہ آپ

حادثہ۔ وہ کہتا ہے کہ طاریوں نہایت حسین و جمیل لڑکی ہے ایسی خوبصورت ہے کہ ہر وقت چہرہ پر نقیب ڈالے رہتی ہے پھر بھی اس کے حسن کی شعاعیں نقیب میں سے پھوٹ پھوٹ کر نکلتی رہتی ہیں جس کسی نے بھی اسے بے نقیب دیکھا ہے وہی اپنے ہوش و حواس کھو کر دیوانہ اور شیلی ہو گیا۔

منظر ۴۔ جب ہے۔

حادثہ ۳۔ یہ کچھ تعجب نہیں ہے۔ بلکہ تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ اس قدر حسین اور با آفرین ہوتے ہوئے وہ بیمار بھی ہے۔

منظر ۵۔ یہ نہیں ہو سکتا۔

حادثہ ۴۔ میرا بھی ایسا ہی خیال ہے لیکن مرغون کی باتوں سے پتا چلتا ہے یہ حقیقت ہے۔

منظر ۵۔ چونکہ وہ عیسائی ہے اس لیے عیسائی دوشیزہ کی تعریف کرنا ہے۔

حادثہ ۶۔ یہ بات نہیں ہے۔

منظر ۷۔ گویا آپ نے اس کی بات کا تھیں کر لیا ہے۔

حادثہ ۸۔ تھیں نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

منظر ۹۔ اور تھیں رستے ہی کی کیا وجہ ہے۔

حادثہ ۱۰۔ وہ کہتا ہے کہ اس لڑکی کے اوپر نیکیوں رکھیں تو اب شہزادے اور بادشاہ عاشق ہیں۔ لیکن اس کے باپ نے اعلان کیا ہوا ہے کہ جو شخص اس سے جنگ کرے اس کو قتل کر دیا جائے گا اس کے ساتھ اس کی شادی کی جلتی کی۔

منظر ۱۱۔ پھر اس کا حاصل کرنا کی مشکل ہے۔

حادثہ ۱۲۔ لیکن آج تک بھی کوئی اسے حاصل نہیں کر سکا ہے۔

منظر ۱۳۔ گویا کسی کو اس سے لانے کی جرأت ہی نہیں ہوئی ہے۔

حادثہ ۱۴۔ یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ لوگ اس سے لڑے لیکن جو بھی لڑا وہی مطلوب ہوا۔

منظر ۱۵۔ جب تو حیرت کی بات ہے۔

حادثہ ۱۶۔ ہاں مجھے بھی حیرت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس کی محبت کے پروانوں نے بہت بڑی کوشش کی لیکن کوئی بھی اس پر غالب نہ آسکا۔ سب کو اس نے مطلوب کر لیا۔

منظر ۱۷۔ غالباً لوگ اس وجہ سے اس کا لحاظ کر جاتے ہیں۔ کہ وہ حسین ہے۔ اور ان

کی وجہ سے۔

حادثہ ۱۸۔ یہ بات نہیں ہے بلکہ ہر لڑنے والا بڑے جوش و خروش سے اس لئے لڑتا ہے کہ اس پر غالب آئے ہی سے وہ اس کی ہو سکتی ہے۔ لیکن آج تک بھی کوئی اسے مطلوب نہیں کر سکا اب اس کا نیا فدائی پیدا ہوا ہے۔ اس کا نام سوسے ہے وہ شہزاد کا بیٹا ہے شہزاد جمیل انسان کا بادشاہ ہے۔ یہ لڑکا خوبصورت بھی ہے اور بیمار بھی وہ اس سے لڑنے کے لئے آئے والا ہے۔ غالباً کوئی آج بھی مقرر ہو چکی ہے۔ مرغون کو خوف ہے کہ سوسے شاید اسے مطلوب کر لے۔

منظر ۱۹۔ معلوم ہوتا ہے کہ مرغون بھی اسے چاہتا ہے۔

حادثہ ۲۰۔ کی بات ہے۔

منظر ۲۱۔ پھر یہ کیوں اس سے نہیں لڑتا۔

حادثہ ۲۲۔ اس سے ڈرتا ہے وہ سمجھتا ہے اسے مطلوب نہ کر سکے گا۔

منظر ۲۳۔ تو وہ سلطانوں سے مدد لینا چاہتا ہے۔

حادثہ ۲۴۔ ہاں وہ اسی لئے آیا ہے۔

منظر ۲۵۔ پھر یہ سلام نے اسے کیا جواب دیا۔

حادثہ ۲۶۔ ابھی وہ اس کے حضور میں نہیں پہنچا۔

منظر ۲۷۔ جب تو ہمیں یہ سلام کے خیمہ پر چلنا چاہئے۔ تاکہ میں کہ کیا باتیں ہوتی ہیں۔

چیمہ۔

حادثہ ۲۸۔ ہاں ضرور چلنا چاہئے لیکن معلوم ہوا ہے کہ عسکری نواز کے بعد یہ سلام اعظم اسے طلب کر کے اس سے بات کریں گے۔

منظر ۲۹۔ بس تو عسکری نواز پہنچے ہی وہیں پہنچ جائیں گے۔

حادثہ ۳۰۔ اچھا تو اب مجھے اجازت دیجئے۔ انشاء اللہ میں عسکری نواز پرچہ کر سلام اعظم کے خیمہ پر آپ سے ملوں گا۔

منظر ۳۱۔ بہت اچھا۔

اب منظر اٹھا۔ اور حادثہ کو سلام کر کے طاہرہ پر ایک انوائس نگاہ محبت ڈال کر چلا۔ اور خیمہ سے باہر نکل کر اپنے خیمہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

طاہرہ کو خوف ہو گیا تھا کہ حادثہ اسے منظر کے سامنے کھڑا ہوا دیکھ کر غالباً غما ہو جائے گا۔ لیکن جب حادثہ نے دیکھ نہ کیا اور منظر کے معافی مانگتے پر اسے اس شرعہ پر

معافی دی کہ اگر اس کا یعنی طاہرہ کا سامنا ہو جائے تو بھاگنے کی ضرورت نہیں بلکہ بے خوفی سے بیٹھے اور چہرہ کا اڑا ہوا رنگ واپس آگیا اور اس نے طاریوں اور یرغون کا تمام حال دہلی کے ساتھ سنا۔

اسے حیرت ہوئی۔ کہ شہزادی طاریوں اس قدر خوبصورت ہے کہ ایک وہ نہیں پہنچوں اس کے نزدیک ہیں۔

جب مندر اندھ کر چلا گیا۔ تو حادث نے کہا۔ طاہرہ جنہیں معلوم ہے کہ مندر میرا دوست ہے شریف خاندان سے ہے تم دونوں ایک دوسرے سے خوب واقف ہو۔ اس وقت چہ نگہ اس کا اور تسار اچانک سامنا ہو گیا۔ اس کے سامنے سے بھاگنے کی کوشش نہ کرو۔ طاہرہ نے کہا۔ بھائی جان حقیقت یہ ہے کہ میں خود انہیں دیکھ کر شہا گئی تھی اور آپ کے اچانک آنے سے ٹھہرا گئی تھی۔ میں خود خوب یہ جانتی ہوں کہ وہ شریف انسان ہے۔

حادث طاہرہ! یہ تجھے معلوم ہے کہ عارے مذہب نے یہ اجازت دی ہوئی ہے کہ جب لڑکا لڑکی کی شادی کرو۔ تو ان کی مرضی لے لو۔ اسی لئے نکاح کے وقت لڑکی سے اگر وہ بالغ ہے تو اجازت لی جاتی ہے۔ ماشاء اللہ اب نوبت ہو گئی ہے میں تجھے عقد کی نگر میں ہوں میں چاہتا ہوں کہ مندر کے ساتھ تیرا نکاح کر دوں۔ آخر تجھے منظور نہ ہو تو صاف انکار کر دے۔

حادث طاہرہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ طاہرہ شرابی تھی۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا آنکھیں فرس پر لوٹ رہی تھیں۔

حادث نے کہا۔ شہزادے کی ضرورت نہیں ہے۔ طاہرہ صاف صاف بیٹاؤ۔ طاہرہ نے سر اٹھا کر شرمیلی نگاہوں سے اپنے بھائی کو دیکھ کر کہا آپ کے حکم کی اطاعت کرنا میرا اولین فرض ہے۔

حادث نے گھر میں غم دتا نہیں چاہتا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اگر تجھے کوئی اعتراض ہو سکتا ہے۔

حادث اور طاہرہ کے والدین کا انتقال ہو چکا تھا۔ خاندان بھر میں لے دے کے صرف ایک دونوں ذمہ اور باقی تھے اور دونوں ناگوار تھے۔

حادث تھے کہا۔ طاہرہ! میری عرصہ سے یہی آرزو تھی۔ لیکن تجھ سے میری مرضی دریافت کرتے شرم آتی تھی۔ آج خدا نے قیہ سے ایسا موقع دے دیا جس سے میری

زبان کھل گئی اور یہ مسئلہ حل ہو گیا۔ ابھار اب تو ہر تجھے کام کرنا ہو کر۔ میں کج ہتھیاروں کو حبش کرنا چاہتا ہوں۔

طاہرہ نے کہا۔ مجھے کچھ سمجھا ہے۔ آپ کے پاس ہی بیٹھ کر سنی رہوں گی۔ حادث حیرت حیرت مرضی میں یہ دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہوں کہ تجھے مجھ سے اسی قدر محبت ہے جس قدر مجھے تجھ سے ہے۔

حادث نے اندھ کر ہتھیار لئے اور انہیں صاف کرنا شروع کر دیا۔ طاہرہ نے کپڑے نکالے اور اپنے بھائی کے پاس بیٹھ کر بیٹھ گئی۔

ان دونوں بھائی بہن میں بے حد محبت تھی۔ ایسی محبت کہ جس کی نظیر دی جایا کرتی تھی۔ اگر بھائی کا کان گرم ہو جاتا تھا تو بہن بے چین ہو جایا کرتی تھی۔ اور بہن کو تکلیف ہو جایا کرتی تھی۔ تو بھائی بے کل ہو جایا کرتا تھا۔

دوپہر تک دونوں بیٹھے اپنا اپنا کام کرتے رہے۔ دوپہر کو کھانا کھایا۔ اور پھر کاموں میں مصروف ہو گئے جب دوپہر داخل گئی اور تھری اذان ہوئی تو فوراً ہی حادث نماز پڑھنے کے لئے چلا گیا اور طاہرہ اس میدان میں پہلی گئی جو جنموں سے گھڑا ہوا تھا۔

اس میدان میں عورتیں نماز پڑھا کرتی تھیں چنانچہ تمام عورتیں لڑکیں اور بچے اپنے اپنے جنموں سے باہر نکل آئے تھے۔ اور وضو کر کے نماز پڑھنے لگے تھے۔

طاہرہ نے بھی وضو کیا اور نماز پڑھنے لگی۔ حادث اس میدان میں پہنچا جس میں تمام مسلمان نماز پڑھنے کے لئے جمع ہو رہے تھے۔ یہ میدان ٹھکر گاہ سے باہر چشمہ کے کنارہ پر تھا۔

چشمہ پر دور تک مسلمان بیٹھے وضو کر رہے تھے جو وضو کرتے جاتے تھے وہ میدان میں پہنچتے جاتے تھے تمام میدان میں لپکھ رہی تھی۔

جب سب مسلمان وضو کر کے ستیہں چڑھ چکے تب جماعت کے لئے صفیں پانچ کر کھڑے ہوئے دور تک صفیں قائم ہو گئیں انہوں نے چہرہ بڑھ کر صفیں سیدھی کیں اور میاض بن نعمت لاشعری نے نماز پڑھائی۔

نماز پڑھ کر مجاہدین منتظر ہو گئے۔ میاض اپنے خیمہ پر پہنچے۔ ان کا خیمہ اگرچہ عالی شان تھا لیکن اس میں بھی کبیلوں کا فرش ہو رہا تھا اور خیمہ کے سامنے بھی چند کبیل بچھائے تھے۔ اور خیمہ کی چوٹی پر اسلامی علم لہرا رہا تھا۔

میاض اس ٹھکر کے پہ سالار اعظم تھے اور انہوں نے اس وقت تک علاوہ معمولی

تصویوں اور مشوروں کے۔ قرظا۔ یا کہیں۔ ثنائیہ۔ ماریں رہا اور حیران و فیہ مشورہ شر قلعہ فتح کر لئے تھے۔ ان کے پاس کافی دولت اور کافی سامان تھا۔ لیکن اس زمانہ کے مسلمان نہایت سادہ طریقہ پر رہتے تھے تمام صحابہ خود حضرت عمر فاروق جو امیر المومنین اور شیخ المسلمین تھے۔ معمولی لباس پہنتے تھے۔ زمین سے فرش پر بیٹھتے تھے۔ زمین پر سوتے تھے اس لیے انکی معاشرت بھی سادہ تھی۔

حضرت عمر فاروق کی عمارتیں کئی کئی چوڑے گئے ہوئے تھے اور یہ چوڑاؤں کیوں اور چوڑاؤں کے ٹکڑوں کے ہوتے تھے۔

کچھ بات نہ تھی۔ کہ وہ مٹا رہے تھے۔ نہیں وہ حصولِ ثمنے اور اس قابل تھے کہ اپنی قسم کا لباس پہن سکیں۔ لیکن آپ کو مخالفت سے نفرت تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جوں ہوں مسلمانوں میں مخالفت بیڑے جائیں گے۔ آرام طلبی آئی جائے گی۔ اور آرام طلب ہوتے ہی وہ بڑا دل بن جائیں گے۔

دیکھ لیجئے آپ کا قول کس قدر پوار ہو رہا ہے۔ ایک زمانہ تھا جبکہ مسلمان محدود سے چند تھے لیکن اس قدر بغاوتیں اور بھارت تھے کہ جس طرف الجھ جاتے تھے جس ملک پر حملہ کرتے تھے اسے فتح کیے بغیر نہ چھوڑتے تھے دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں کو انہوں نے زیر کر لیا تھا۔ زمانہ بھر یہ ان کی دھماک بیڑے تھی اور آج ۷۰ کروڑ کے قریب مسلمان ہیں لیکن آرام طلبی نے انہیں بڑا دبا ہے۔

اور وہ قوم جس سے دنیا ڈرتی تھی۔ آج خود دنیا بھر سے ڈرتی ہے۔ کس قدر افسوسناک اور قابلِ رحم حالت ہے مسلمانوں کی۔

اگر آج مسلمان آرام طلبی چھوڑ کر بغاوتیں بن جائیں۔ اور صرفہ بعد و حاکم ہی کے مسلمان ایسا کریں تو دنیا اس سے قرا اٹھے۔

حضرت عیاض معمولی قسم کا لباس پہنتے اپنے خیمہ کے سامنے کھل کے فرش پر بیٹھتے تھے۔ حضرت خالد۔ حضرت ضرار۔ نعمان۔ عمرو۔ عمار۔ مقداد اور سبیل۔ وغیرہ جیسے بھارت۔ بڑا۔ بغاوتیں۔ اور ہر ان کے پاس بیٹھتے تھے یہ سب لوگ مجاہدین کے اہل تھے۔

مذاہر اور عادت بھی اگر دیکھ لیتے تھے۔ خودی دیر میں چند بیسائی آتے اور نہایت ادب سے سلام کر کے عیاض کے قریب بیٹھ جیتے۔

بالِ قویہ تمام بیسائی فوجی اہلِ عسکر و شہسوار لباس اور سونے کے زیورات پہنتے ہوئے

تھے۔ لیکن ان میں سے ایک نوجوان تنہا نہایت پیش قیمت لباس اور نہایت قیمتی سونے اور جواہرات کے زور پہنے ہوئے تھے اس کے سر پر سونے کا تاج تھا۔ اسی نوجوان کا نام برغون تھا۔

برغون نہایت مشہور بادشاہ تھا۔ اس کے زیرِ حکومت مغرب۔ ایران و قفقاز۔ اندل۔ ارزن۔ اور یدیس جیسے مشہور شہر اور قلعے تھے۔ اس کے پاس بہت کافی فوج تھی۔

عیاض نے کہا۔ برغون اس وقت یہاں وہ تمام مسلمان بیٹھے ہیں جن کے مشورہ سے میں کام کیا کرتا ہوں۔ اب بتاؤ تم کن شرائط پر معاہدہ کرنا چاہتے ہو۔

برغون نے کہا۔ تمہیں آپ کو یہ یقین دلانا ہوں کہ میری حکومت نہایت مستحکم ہے میرے پاس کافی لشکر ہے مجھ سے میرے قریب کے بادشاہ ڈرتے رہتے ہیں۔ میری طاقت بہت بڑھی ہوئی ہے اس وقت آپ داس الصحن کو فتح کرنا چاہتے ہیں۔ میں دے دیتا ہوں کہ اسے فتح کرو گے خود آپ کا با بکار بن جائو گے اور اپنے قریب کی تمام بیسائی سلطنتوں کو آپ کا غلام بنا دو گے۔ آپ کا ہوا خواہ رہو گے اور ہمیشہ آپ کی مدد کرو گے۔ میری شرائط بھی زیادہ نہیں ہیں صرف دو شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ میری رعایا کو اور مجھے امن دیا جائے اور دوسری یہ کہ اغیار کے بادشاہ کی بیٹی عاریون سے میری شادی کرا دی جائے۔

عیاض نے کہا۔ پہلی شرط تو ہمیں منظور ہے۔ لیکن دوسری شرط کا ہم وعدہ نہیں کر سکتے۔

حضرت خالد نے کہا۔ اور یہ وعدہ اس لیے نہیں کیا جاسکتا۔ کہ ہم عورتوں کے معاملہ میں بھی دخل اندازی نہیں کرتے ہیں۔

ضرار نے۔ لیکن ایک بات کا ہم اقرار کر سکتے ہیں اور وہ یہ کہ اغیار کے بادشاہ کے پاس اپنی طرف سے ہمارے لیے پیغام بھیجیں گے۔

عیاض نے۔ ہاں یہ ممکن ہے۔

مقداد نے۔ لیکن آپ نے خود اپنے طور پر کوشش کیوں نہیں کی۔

برغون نے۔ اس لیے اس کے باپ نے اسے اس کی شادی کا اختیار دیا ہوا ہے اور اس نے اپنی عاریون نے یہ اعلان کیا ہوا ہے۔ کہ جو شخص میدان جنگ میں اس پر غالب آئے گا۔ وہ اسی کے ساتھ شادی کرے گی۔

علو نے۔ پھر کیا قیامت ہے آپ کو آپ دعوہ ہیں جیکو ہیں۔ لون جنگ سے اہر ہیں کیوں آپ نے کوشش نہیں کی۔

یہ غون :- اس لیے کہ طاریوں اول تو خود بھی ہمارے وہ سرے وہ اس قدر حسین ہے کہ جب کسی شخص کو اپنے اوپر غالب آتے دیکھتی ہے تو اپنے روئے آخر سے غلاب اٹھا دیتی ہے اور ہوں ہی اس کے حسین چہرہ پر لڑنے والے کی نظر جا پڑتی ہے۔ اس کے ہوش و حواس ٹھکانے نہیں رہتے اور اس طرح وہ فوراً ہی مطلوب ہو جاتا ہے۔ چونکہ میری برادری کا اطراف و جانب میں مشہور ہے اس لیے میں نے اس سے لڑنے کی کوشش نہیں کی کیونکہ مجھے بھی یہی اندیشہ ہے کہ وہ مجھے بھی سمجھ کر کے زیر کر لے گی۔

عیاض :- بس تو یہی ہو سکتا ہے کہ ہم اس کے باپ کے پاس قسار پیچم میریں اور اسے سمجھا دیں کہ اس میں اس کی بھلائی ہے۔

یہ غون :- لیکن یہ کوشش بیکار رہے گی۔

عیاض :- کس وجہ سے۔

یہ غون :- وجہ اسی ہے کہ میں عرض کر چکا ہوں۔ یعنی اس نے اپنی بیٹی کو پورا اختیار دیا ہوا ہے اور اس کی بیٹی نے مقابلہ کا اعلان کیا ہوا ہے۔

عیاض :- مگر ممکن ہے کہ وہ مان لے۔

یہ غون :- میرے خیال میں وہ بھی نہ مانے گا۔

عیاض :- اور ہم کیا مدد کر سکتے ہیں۔

یہ غون :- آپ اس کے اوپر نظر کشی کریں۔ یہ تو ضروری ہے کہ وہ آپ سے لڑے گا۔ لیکن یہ بھی یقینی ہے کہ اسے شکست ہوگی۔ وہ مارا جائے گا۔ یا بھاگ جائے گا۔ اس وقت آپ طاریوں کو گرفتار کر کے میرے حوالہ کر دیں۔

عیاض :- ہم ایسا علم نہیں کر سکتے۔

یہ غون :- یہ فہم تو نہیں ہے۔

عیاض :- اس سے زیادہ اور کیا فہم ہوگا۔ کہ ایک لڑکی کے لیے جنگ کی جائے اور اسے اس کی مرضی کے خلاف دیرینہ قسارے حوالہ کر دیا جائے۔

یہ غون :- سنئے اگر آپ اسے میرے حوالہ کر دیں گے تو میں اس صلہ میں مسلمان ہو جاؤں گا۔

عیاض :- چونکہ آپ ایک فرض لیکر مسلمان ہونا چاہتے ہیں۔ اس لیے اس طرح مسلمان ہونے سے کوئی فائدہ نہیں۔

یہ غون :- لیکن میرے مسلمان ہونے سے اسلام اور مسلمانوں کو جی تقویت پہنچ

سکتی ہے۔

عیاض :- اسلام اور مسلمان سوائے خدا کے مٹان نہیں ہیں۔

یہ غون :- تو کیا میں یہ سمجھ لوں کہ میری وفاداشت منظور نہ ہوگی۔

عیاض :- یہ صرف اسی قدر منظور ہو سکتا ہے کہ آپ کی اپنی رہائی کو امن دیا جائے اور طاریوں کے باپ کے پاس پیغام پہنچ دیا جائے۔

یہ غون :- اچھا میں سوچ لوں۔ شاید کوئی تدبیر نکل سکے۔

عیاض :- سوچ لیجئے۔

یہ غون :- اس وقت مجھے اجازت دیجئے۔ میں پھر کسی روز حاضر ہوں گا۔

عیاض :- بستر ہے۔

حضرت خالد نے کہا یہ شخص طاریوں پر مٹا ہوا ہے۔ اس کی خود غرضی اسے یہاں لائی تھی۔ اب بالمدد ہو کر واپس گیا ہے۔ آئندہ اس کے آنے کی توقع نہیں ہے۔

ضرار نے کہا۔ اپنے خیال میں وہ ہمیں دھوکہ دیکر گیا ہے لیکن یہ عیسائی نہیں سمجھتے۔ کہ مسلمانوں کو دھوکہ نہیں دیا جاسکتا۔ چونکہ وہ اپنی خوشی سے آیا تھا۔ اس لیے ہم نے اسے جانے دیا۔

عیاض کچھ کہنا چاہتے تھے۔ کہ کچھ لوگوں کے زور زور سے باتیں کرنے کی آواز آئی۔ وہ اس طرف متوجہ ہو گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ چند مسلمان ایک نہایت حسین عیسائی لڑکی کو لئے چلے آ رہے ہیں۔

عیاض اور ان کے پاس پہنچنے والے حیرت سے آنے والی لڑکی کو دیکھنے لگے۔

چوتھا باب

آغاز فریب

لڑکی نہایت حسین تھی۔ بیش قیمت کپڑے اور قیمتی زیورات پہنے تھی۔ تمام زیورات ہوا برات کے تھے۔ ہوا برات کی منہ سے اس کے گورے دھما اور بھی چمک رہے تھے آنکھوں میں غلب کی روشنی تھی۔ جو مسلمان اسے لیے ہوئے آ رہے تھے۔ انہوں نے اسے حضرت عیاض کے سامنے لاکر رکھا۔

لڑکی نے نہایت ادب سے ارادے دہرایا ان کے ساتھ سلام کیا عیاض نے مسلمانوں سے دریافت کیا۔ یہ لڑکی کون ہے؟

ایک مسلمان نے جواب دیا۔ ہم نے ابھی اس سے یہ دریافت کیا کہ اس نے بتایا۔ عیاض نے تم اسے کہاں سے لائے ہو۔

وہی مسلمان نے۔ ہم لوگ بھی اسے دیکھ کر حیران رہ گئے تھے۔

عیاض نے۔ تم نے اس سے دریافت نہیں کیا۔ کہ یہ کیوں اسلامی فطرت کی طرف آ رہی تھی۔

وہی مسلمان نے۔ دریافت کیا تھا۔ یہ کچھ خوفزدہ تھی۔ اس نے بتایا بھی مگر ہم نے سمجھا ہی نہیں۔

یہ قسم کھٹو علی زبان میں ہوئی تھی۔ لڑکی حیران ہوئی کھڑی تھی۔ اس کی شہن سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ ان کی کھٹو کا ایک لفظ بھی نہیں سمجھتی ہے۔

عیاض نے اس سے دریافت کیا۔ لڑکی! تو کون ہے۔ اس نے وہی زبان میں کچھ کہا جسے عیاض نہیں سمجھے انہوں نے فوراً ایک حرم کو طلب کیا۔ جب وہ آیا تو اس کے ذریعہ سے کھٹو شروع ہوئی۔

عیاض نے۔ لڑکی تمہارا کیا نام ہے۔

لڑکی نے۔ میرا نام پروینہ ہے۔

عائینا ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ پرہیزگار لڑکی قرقوس کی بہن پروینہ تھی۔

عیاض نے۔ تم کون ہو۔

پروینہ نے۔ میں اعطاء کے وزیر اعظم کی بیٹی ہوں۔

عیاض نے۔ یہاں کیسے آئی ہو۔

پروینہ نے۔ میں اس بازار پر (اشارہ سے ہانک) اپنے بھائی قرقوس کے ہمراہ آئی تھی۔ کل میرا بھائی اعطاء داہن چلا گیا۔ مجھے گرجہ کے پادری نے روک لیا تھا۔ ان میں صبح ہوا خوری کے لیے گرجہ سے نکل کر دور تک نکلی چلی گئی۔ ایک پٹان کے پیچھے سے یکایک چند ڈاکو مجھ پر آ پڑے اور انہوں نے مجھے گرفتار کر لیا۔ میں سخت پریشان ہو گئی وہ مجھے ساتھ لے کر پھاڑ کے آخری کنارہ پر آکر کھڑے ہوئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھی۔ ہم سب ایک پٹان کے پیچھے کھڑے تھے۔ ہم نے بھاگنے کو دیکھا تو چند عربی عورتیں چشمہ کے کنارہ پر بیٹھی تھیں انہیں دیکھتے ہی ڈاکو گھبرا گئے۔ اور مجھے بھی اپنے ساتھ کھینچ کر پیچھے ہٹ گئے۔ میں نے ان سے کہا کہ وہ میرا سارا زور لے لیں۔ اور مجھے رہا کر دیں لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ اور بتایا کہ سہی نے انہیں مجھے گرفتار کر کے اپنے پاس لائے کے لیے بھیجا ہے۔

عیاض نے۔ یہ سہی کون ہے۔

پروینہ نے۔ اعطاء کے قلعہ سے کچھ فاصلہ پر ایک قلعہ ذیل السان ہے اس قلعہ کا نگران مشہور ہے۔ مشہور کا بیٹا سہی ہے۔

عیاض نے۔ اچھا پھر ڈاکوؤں نے حسین کیسے چھوڑا

لڑکی نے۔ انہوں نے چھوڑا نہیں۔ حضور بلکہ مجھے اپنے ساتھ لے کر چل پڑے۔ اور دروں اور گھاٹیوں کو طے کر کے ایک ایسی جگہ میں پہنچے۔ جس کے تین طرف لوہی اونچی چٹانیں کھڑی تھیں۔ وہ وہاں جا کر آرام کرنے گئے میں بھی ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ رہ کر تک بیٹھی سوچتی رہی۔ آخر دیر کے بعد میں نے یہ کیا کہ ان کے چنگل سے بھاگ نکلنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

عیاض نے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم سہی سے واقف نہیں ہو۔

پروینہ نے۔ میں اسے ابھی طرح جانتی ہوں۔

عیاض نے۔ وہ کیسا آدمی ہے۔

پروینہ نے۔ نہایت برا۔ بڑا بد اخلاق۔ مکمل بد چلن۔ اگر اسے حسن کا ڈاکو کہا جائے تو کچھ سمجھنا ہو گا۔

عیاض نے۔ اور تم اس سے باتو نہیں۔

پروینہ نے۔ میں اس کی صورت سے بیزار ہوں۔ چونکہ وہ خوبصورت ہے اس لیے تجزیہ کار لڑکیوں اس کی صورت دیکھ کر رنجہ جاتی ہے اور اس کی مرضی پر چلتے چلتے ہیں لیکن جب اس کا مطلب نکل جاتا ہے تو پھر وہ ان بد بختوں کو ذلیل کر کے نکال دیتا ہے۔

عیاض :- اور یہی وجہ تھامی اس سے نفرت کرنے کی ہے۔

پریونہ :- جی ہاں خیال فرمائیے وہ میری ہم جنس لڑکیوں کو بے آبرو کرتا ہے ایک خود دار لڑکی کیوں اس سے نفرت نہ کرے گی۔

عیاض :- تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ اچھا پھر تم کیسے بھائی۔

پریونہ :- میں تھوڑی دیر کے بعد اٹھی اور ایک پٹان کے اوپر چڑھنے لگی۔ ڈاکوؤں نے مجھے چڑھتے ہوئے دیکھ لیا۔ ان میں سے ایک نے ہنس کر کہا۔ اس پٹان پر چڑھنے سے سوائے تھک جانے کے کوئی نتیجہ نہ ہوگا۔ کیونکہ دوسری طرف اترنے کا راستہ نہیں ہے۔

مگر میں نے اس کی بات سنی ہی نہیں۔ میں بار بار چڑھتی رہی۔ یہاں تک کہ چٹان کی چوٹی پر پہنچ گئی اور ادھر ادھر دیکھنے لگی۔

میں نے دیکھا۔ کہ دوسری طرف پٹان بالکل سیدھی ہے اور اس طرف سے اترنا بالکل ناممکن ہے۔ البتہ اس کے قریب ہی ایک اور پٹان تھی اور وہ مواصلہ دار تھی۔ لیکن جس پٹان پر میں تھی اس سے وہ تقریباً چھ سات گز کے فاصلہ پر تھی۔ اور دو میدان میں نہایت گھرا ہوا تھا جس میں چوٹی پر چڑھنے لگی اور اس گھر میں ہوئی۔ کہ اگر کوئی جگہ ایسی مل جائے جہاں فاصلہ کم ہو تو بہت لگا کر دوسری پٹان پر پہنچ جاؤں۔

میں نے ڈاکوؤں کی طرف بھاگ کر دیکھا تو ان میں سے دو ڈاکو مجھے واپس لیجانے کے لیے میری طرف بڑھتے چلے آ رہے تھے۔ میں انہیں آتے ہوئے دیکھ کر گھبرا گئی۔ اور ذرا تیزی سے چلنے لگی میں چاہتی تھی کہ ان کے آتے سے پہلے ساری پٹان کو دیکھ جاؤں۔ اور اگر ممکن ہو اور کوئی غار مل جائے تو اس میں چھپ جاؤں۔

کچھ دور چلی کر مجھے ایک پھر لگا ہوا نظر آیا۔ یہ پھر تقریباً تین گز لمبا تھا لیکن عاری طرف اس طرح لٹک رہا تھا جیسے ذرا سا بوجھ پڑنے پر غار میں جا کرے گا۔

یہ ہی ایک ایسا موقع تھا جس پر سے اگر میں منت کرتی۔ تو دوسری پٹان پر جا سکتی تھی اگرچہ پھر کے گر جانے کا خوف تھا مگر میں نے یہ خیال کیا کہ میں جکی پھٹکی ہوں شاید پھر میرا بوجھ سنبھال لے چنانچہ میں جلدی سے پھر کی طرف بڑھی۔ ابھی میں پھر کے پاس بھی نہ پہنچی تھی کہ آواز آئی۔ "وان پریونہ!" کیا کرتی ہے۔ ہرگز پھر نہ جانا ورنہ وہ غار میں گر پڑے گا۔ اور تو بھی اس کے ساتھ ہی جا پڑے گی۔ اور تیرے ڈاکہ جسم کا چرہ ہو جائے گا۔

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ ڈاکو جلدی جلدی بڑھے چلے آ رہے تھے اور وہ میرے قریب ہی آ گئے تھے۔ میں بھی پھر کے پاس پہنچ گئی تھی۔ جلدی سے پھر پر اتر گئی۔ اگرچہ میں

بہت جی تھیں مجھے محسوس ہوا کہ میرے بوجھ سے پھر پٹے لگا ہے۔ میں ڈر گئی۔ طرہیں نے بہت نہیں عاری۔ اور پھر کے پھر کے سرے پر کھڑی ہو کر بہت لگائی۔ میرے بہت لگانے سے پھر زور پڑا۔ اور وہ اپنی جگہ سے سرک کر غار میں پھسلنے لگا۔ لیکن میں بہت لگا بجلی تھی اور اس لیے تھیرتے دوسری پٹان پر جا پہنچی جب میرے غواس درست ہوئے اور میں نے بھاگ کر دیکھا تو پھر عاری کی میں پہنچ چکا تھا۔

اس عرصہ میں ڈاکو وہاں اتر کھڑے ہو گئے تھے۔ جہاں پھر لٹکا ہوا تھا۔ چونکہ مجھے اور ان میں فاصلہ زیادہ تھا اور میں جانتی تھی کہ وہ گور کر میرے پاس نہیں آ سکتے اس لیے اطمینان سے کھڑی انہیں دیکھتی رہی۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا۔ کس قدر غلطی کی ہے تو نے پریونہ! زندگی تھی بچ گئی۔ اچھا اب تو مجھی وہ ہم دوسری طرف سے آتے ہیں۔

یہ کہتے ہی وہ واپس لوٹ گئے مجھے خوف ہوا کہ وہ دوسرے راستہ سے آکر نہیں پھر مجھے نہ پکڑ لیں۔ اس لیے میں وہاں سے نہایت تیزی کے ساتھ اترتی اور بے حاشا بھاگ کر پھاڑ سے پیچے آ پہنچی یہاں آکر مجھے اسلامی لشکر نظر آیا۔ میری جان میں جان تلی۔ اور میں اسی طرف دوڑ پڑی۔

عیاض :- لیکن جنہیں یہ خوف نہ ہوا کہ مسلمان جنہیں پکڑ لیں گے۔

پریونہ :- یہ بات تمام عیسائیوں کو معلوم ہے کہ مسلمان پادریوں کو پڑھوں کو پکاروں کو بچوں کو اور عورتوں کو کچھ نہیں کہتے۔ مجھے بھی علم تھا۔ اس لیے میں نہیں ڈری۔ اور اپنی قوم کے ڈاکوؤں کے ہاتھوں سے بچ کر آپ کے دامن میں چلے لیٹنے چلی آئی۔

عیاض :- تو اب تو یہ جانتی ہے کہ ہم تجھے تیرے بھائی کے پاس اغلاط پہنچا دیں۔

پریونہ :- ہاں حضور! میں یہی جانتی ہوں۔

عیاض :- اور اگر ہم تجھے پہاڑی گرجہ کے پادری کے پاس پہنچا دیں۔

پریونہ :- جنہیں۔ میں وہاں جانا نہیں جانتی۔

عیاض :- پر کیوں۔

پریونہ :- اس لیے۔ کہ وہ ڈاکوؤں سے میری حفاظت نہ کر سکیں گے۔

عیاض :- لیکن ہم فوراً ہی جنہیں اغلاط نہیں بھیج سکتے۔

پریونہ :- میں بھی یہ نہیں کہتی۔ نہ مجھے یہ بات سمجھنے کا کافی حق ہے۔ جب مناسب سمجھیں بھیج دیں۔

عیاض :- لیکن جب تک ہم جنہیں بھیجیں اس وقت کہیں نہیں گے۔

پریونہ :- جہاں آپ مناسب سمجھیں

یاں۔۔۔ پر یونہی سے میری باتوں سے فریب لی ہو آئی ہے۔

پر یونہی نے آڑہ ہو کر کہا۔ اگر حضور مجھے فریبی سمجھتے ہیں تو واپس جانے کی اجازت دیجیے۔ یا تو مجھے پھر ڈاکو گرفتار کر لیں گے اور گرفتار کر کے اس شخص کے پاس پہنچا دیں گے جس سے مجھے نفرت ہے۔ یا ممکن ہے خدا کوئی ایسی سبیل کر دے جس سے میں بچ کر اپنے وطن میں پہنچ جاؤں۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کہ پر یونہی بہت زیادہ حسین تھی۔ اور چونکہ وہ ایک عیسائی لڑکی تھی اس لیے موقع اور محل کے مطابق اپنی حالت بنا لیتی تھی گویا وہ ابھی فریب کا رشتہ تھی۔ اور خوب فریب دیتا جاتی تھی۔

اس وقت اس نے اپنی صورت ایسی معصوم بنائی جس سے نہ صرف عیاض کو بلکہ ہر مسلمان کو اس پر رحم آگیا۔ چنانچہ عیاض نے کہا۔ اچھا تم عورتوں کے ساتھ رہو۔ پر یونہی کو بڑی طوٹھی ہوئی۔ اس نے عرض ہو کر کہا۔ حضور کی اس مہربانی کا شکریہ۔

اب عیاض حادثہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ انہوں نے کہا۔

عزیز حادثہ تہ۔۔۔ کو تم لے جاؤ۔ اور اپنی عیشہ کے پاس رکھو۔

حادثہ تہ۔۔۔ بہت اچھا۔

عیاض تہ۔۔۔ لیکن ذرا اس سے ہوشیار رہنا۔

حادثہ تہ۔۔۔ اطمینان رکھئے۔ میں اس کی ہر حرکت کی نگرانی کرتا رہوں گا۔

عیاض تہ۔۔۔ اچھا تو تم اسے لے جاؤ۔

حادثہ تہ۔۔۔ بہت بہتر۔

حادثہ تھا۔ اس نے پر یونہی کو ساتھ لیا اور اپنے خیمہ کی طرف چل پڑا کچھ دیر کے بعد ایک ایک دو دو کر کے تمام مسلمان اٹھے اور اپنے اپنے خیموں کی طرف چل پڑے۔

حادثہ کا قتل پر یونہی کو ہر حال لے کر جب اپنے خیمہ میں پہنچا تو اس وقت ظاہر وہاں نہ تھی۔ حادثہ نے کہا عیسائی مآذین معاف کرنا۔ اس خیمہ میں تہمداری شان کے شایاں نہ فرشتے ہیں نہ کریسیاں ہیں نہ کوئی اور مسلمان ہے مگر تم نے دیکھ لیا ہو گا۔ کہ ہمارے سالار اعظم کے خیمہ میں بھی ایسا ہی فرشتہ تھا اور نہ صرف ان کے خیمہ میں بلکہ ہر مسلمان کے خیمہ میں بھی بات نظر آئے گی۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم تعلقات کو پسند نہیں کرتے آپ تشریف رکھیں۔ میری ہمشیرہ ظاہر ہو آپ کی ہم سن ہے اب آئی ہو گی۔ چین ہے آپ اس سے مل کر طوٹیں ہو گی حادثہ دینی زبان سے واقف تھے۔ جب وہ منظر کر رہے تھے۔ تو پر یونہی انہیں دیکھ رہی تھی۔ نہایت غور اور رغبت کی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

حادثہ کی نگاہیں دینی دوشیزہ کے گلابی رخساروں پر لوٹ رہی تھیں اور وہ کسکد خاص

کشش کے تحت میں برابر اسے دیکھ رہے تھے۔

پر یونہی نے عملی زبان میں کہا میں عملی جانتی ہوں لیکن بہت معمولی طور پر۔ چونکہ مجھ پر آپ کے سالار اعظم کا رعب طاری ہو گیا تھا اس لیے ان کے سامنے عملی میں منظر کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ میں جانتی ہوں اور میں نے سنا ہے کہ مسلمان نہایت سادہ طریقہ پر رہتے ہیں۔ اس سادگی نے انہیں جھانکس۔ اور جھانکس نے عبادت بنا رکھا ہے اس سادگی کی بدولت توحید مل رہی ہیں اور دنیا پر ان کا رعب طاری ہو گیا ہے۔ میں منظر ہوں کہ مسلمانوں نے مجھے پناہ دی۔ اس وقت یہ کہیں کا فرشتہ میرے لیے قاتلوں کے فرشتے سے بہتر ہے۔

یہ کہہ کر وہ بیٹھ گئی۔ اس کے سامنے حادثہ بیٹھ گئے۔ پر یونہی نے کہا میں مسلمانوں کو عیسائی طریقہ سنا تھا ویسا ہی پایا۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ میں یہ طبیعت ڈاکوؤں کے پنگل سے نکل آئی۔

حادثہ تہ۔۔۔ مگر سوئی تھارے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے۔

پر یونہی تہ۔۔۔ مصل اپنی بدعتی کی وجہ سے۔

حادثہ تہ۔۔۔ کیا اس نے تمہیں دیکھا تھا۔

پر یونہی تہ۔۔۔ ہاں دیکھا تھا۔ اور جب سے دیکھا تھا۔ اسی وقت مجھے اڑا لے جانے کی فکر میں تھا۔

حادثہ تہ۔۔۔ گویا اسے تم سے محبت ہو گئی ہے۔

پر یونہی تہ۔۔۔ اس نے بوالہوی کا نام محبت رکھا ہوا ہے۔

حادثہ تہ۔۔۔ تو اس کے یہ معنی ہیں کہ اسے تم سے محبت نہیں ہے۔

پر یونہی تہ۔۔۔ ممکن ہے اسے محبت بھی ہو۔ لیکن میرا یہی خیال ہے۔

حادثہ نے اس بات پر قہر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ میرا خیال یہ ہے کہ اسے تم سے محبت ہے۔

پر یونہی نے غریب ہنسی سے حادثہ کو دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔ کس وجہ سے یہ خیال ہے آپ کا۔

حادثہ تہ۔۔۔ اس وجہ سے کہ تم عید حسین ہو۔ یہ ناممکن ہے کہ کوئی حسین دیکھ کر تھکرا کر وہ نہ ہو جائے۔

پر یونہی تہ۔۔۔ آپ کی اس خیال آزمائی کا شکریہ

حادثہ تہ۔۔۔ یہ مصل خیال آزمائی نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت ہے۔

پر یونہی نہ۔ مگر میں اس قدر حسین نہیں ہوں۔ جس قدر آپ تعریفیں کر رہے ہیں۔
حادثہ نہ۔ نہیں۔ پر یونہی نہ۔ تم بہت زیادہ حسین ہو۔ اس قدر حسین کہ حسین دیکھنے
والا اپنے دل پر قابو نہیں رکھ سکتا۔

اگرچہ پر یونہی نے حادثہ کو ترجیح سے پہلے نہ دیکھا تھا۔ بات حیرت کی فوجت ہی نہ تھی
تھی۔ مگر وہ عیسائی لڑکی تھی۔ اور عیسائی لڑکیوں بہت جلد مردوں سے عطا عاید کر لیا کرتی
ہیں۔ منظر کرتے وقت بالکل نہیں شرماتیں۔

چنانچہ اس نے محرکار نگاہوں سے حادثہ کو دیکھ کر قدرے سسکراتے ہوئے کہا۔ کہیں
آپ کا دل بھی بے قابو نہ ہو جائے۔

حادثہ اس کے دوسرے انور کو نگے جا رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ہم مسلمان بھرت نہیں بولا
کرتے میں صاف طور پر کہتا ہوں کہ میرے دل کو تمہارے حسن نے سسک کر لیا ہے۔

پر یونہی لگاتار آمیز اورا کے ساتھ ہنسی۔ اس نے کہا۔ جب تو میں فخریہ طور پر کہہ سکتی
ہوں کہ واقعی میں حسین ہوں۔

حادثہ نے قدرے جوش میں آکر کہا۔ یہ حقیقت ہے کہ تم حسین ہو۔ پر یونہی نے
حادثہ کی نگاہوں میں نگاہیں ڈال کر کہا لیکن آپ۔

حادثہ نہ۔ میں۔ میں صرف ایک انسان ہوں۔

پر یونہی نہ۔ پھر جس پڑی ہنسنے سے اس کے ہنکے گلابی گل تیز گلابی ہو گئے اور آنکھوں
میں محرفیز چمک پیدا ہو گئی۔ اس نے کہا۔ آپ انسان ہیں اور میں۔

حادثہ نہ۔ تم جن کا چاند ہو۔

پر یونہی نے سنجیدگی کے ساتھ کہا۔ خوب تعریف کی ہے آپ نے چاند ایک اجڑی ہوئی
دیا ہے۔ خطا سیارہ ہے۔ اس میں صرف روشنی ہی روشنی ہے اور کچھ بھی نہیں۔

حادثہ نہ۔ واقعی تم نے ٹھیک کہا۔ چاند سرد سیارہ ہے اور تمہارے جسم میں جوش
شباب سے حرارت ہے چاند اجڑی ہوئی دیا ہے اور تمہارے دل کی دینا آنکھوں اور آنکھوں
سے آواز ہے۔

پر یونہی نہ۔ معلوم ہوا آپ شاعر بھی ہیں۔ خوب استعارے استعمال کرتے ہیں۔
حادثہ نہ۔ آج عرب کا بچہ بچہ زبان دان اور شاعر ہے۔ میں بھی عربی ہوں قدرتی
طور پر شاعری سے رغبت ہے۔

پر یونہی نہ۔ سنی ہوں آپ کے نبی بھی شاعر تھے۔
حادثہ نہ۔ یہ غلط ہے۔ وہ نہ لکھے پڑھے تھے۔ نہ شاعر تھے نہ شاعری کو اچھا جانتے

تھے۔

پر یونہی نہ۔ کیا تمہارے نبی ان پڑھ تھے۔

حادثہ نہ۔ ہاں ان پڑھ تھے۔ بالکل لکھا پڑھنا نہ جانتے تھے۔

پر یونہی نہ۔ پھر انہوں نے وہ کتاب کیسے لکھی ہے۔ جسے قرآن شریف کہتے ہیں۔

حادثہ نہ۔ وہ کتاب انہوں نے نہیں لکھی۔ بلکہ وہ خدا کا کلام ہے۔ جو اس فرشتہ
کے ذریعے سے نازل ہوا ہے جسے عیسائی روح القدس کہتے ہیں۔ اس فرشتہ کا نام جبرئیل
ہے۔

پر یونہی نہ۔ آج پہلا موقع ہے کہ میں نے یہ بات سنی کہ قرآن شریف خدا کا کلام
ہے۔ ورنہ ہم عیسائی یہ جانتے اور سمجھتے ہیں کہ قرآن شریف خدا کا کلام نہیں ہے بلکہ خود
حضرت محمد صلی علیہ وآلہ وسلم کا کلام ہے۔

حادثہ نہ۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی صداقت کے لئے فرمایا ہے کہ خدا ہی کا کلام
ہے اور خدا ہی نے نازل فرمایا ہے اپنے کلام پاک قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے۔ سخن
نفلن علیا ما الفرقان تولى یعنی ہم نے اسے اور قرآن شریف آہستہ آہستہ آدرا ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا ہے۔ نفلن من الفرقان ملعونہ یعنی ہم نے قرآن شریف سے شلا بخش
ہے۔

پر یونہی نہ۔ کیا یہ دردناک عالم نے قرآن شریف میں یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت
محمد صلی علیہ وآلہ وسلم خدا کے رسول ہیں۔

حادثہ نہ۔ ہاں جگہ جگہ اس کے حلقہ ہادی تعالیٰ کا ارشاد موجود ہے ایک جگہ فرمایا
ہے محمد الرسول اللہ۔ یعنی محمد خدا کے رسول ہیں۔ ماکن محمد امین من وجا لکمہ ولكن
رسول اللہ وخاتم النبیین۔ یعنی محمد صلی علیہ وآلہ وسلم کسی کے باپ نہیں ہیں وہ تو اللہ
کے پیغمبر ہیں اور پیغمبروں کے ختم کرنے والے ہیں یعنی اب کوئی نبی نہ ہوگا۔ پارہ ۲۲ سورۃ
الاحزاب۔

پر یونہی نہ۔ اور قرآن شریف میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت محمد صلی علیہ وآلہ وسلم ان
پڑھ تھے۔

حادثہ نہ۔ ہاں صاف طور پر مرقوم نفلن باللہ۔ ورسولہ النبی الامی النبی۔ یعنی
ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے اس رسول پر جو ان پڑھا ہے۔

پر یونہی نہ۔ اور قرآن شریف میں حضرت عیسیٰ کا بھی ذکر ہے۔

حادثہ نہ۔ حضرت عیسیٰ کو خدا نے اپنا بندہ اور رسول بنایا ہے ارشاد ہوا ہے انا
ہے۔

پر یونہی نہ۔ سنی ہوں آپ کے نبی بھی شاعر تھے۔

حادثہ نہ۔ یہ غلط ہے۔ وہ نہ لکھے پڑھے تھے۔ نہ شاعر تھے نہ شاعری کو اچھا جانتے

پر یونہی نے اسے پہچان لیا تھا۔ اس کے بھائی قریاقوس نے اسے پہاڑ کے اوپر سے اس وقت دکھا دیا تھا۔ جب وہ چشمہ کے کنارہ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اگرچہ وہ دور تھی مگر اس کی صورت ایسی دلکش تھی کہ دور سے ہی دیکھنے سے عقلی ہو گئی تھی اس کے علاوہ اس کی پوشش نے بھی اس کی شانست میں مدد کی تھی۔

طاہرہ کو دیکھ کر اسے اپنے بھائی کے انتخاب پر بڑی خوشی ہوئی اور وہ سمجھ گئی کہ اس کے بھائی کا اس مست شباب کے لیے نہیں ہونا کچھ تعجب خیز نہیں ہے۔

طاہرہ نے معصوم لڑکھوں سے پر یونہی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ بھائی جان کہہ رہے تھے کہ تم ڈاکوؤں کے بچہ میں پھنس گئی تھیں۔

پر یونہی نے۔ ہاں وہ سچ کہہ رہے تھے۔

طاہرہ نے۔ کیسے پہنچ گئی تھیں تم ڈاکوؤں کے پاس

پر یونہی نے۔ میں کہہ رہی تھی کہ میں خود پہنچ گئی تھی۔

طاہرہ نے۔ نہیں۔ میرا یہ مطلب ہے۔ کہ ڈاکو جنہیں کیسے پکڑے گئے تھے پر یونہی نے مختصر الفاظ میں وہ تمام داستان سنائی۔ جو عیاض وغیرہ کے سامنے بیان کی تھی۔

ناظرین نے۔ غالباً یہ بات خوب سمجھ گئے ہوں گے کہ پر یونہی نے داستان اپنے دل پہ سے گھڑائی تھی۔ نہ پہاڑ پر ڈاکو تھے نہ ڈاکوؤں نے اسے گرفتار کیا تھا۔ اور نہ وہ ان کے ہاتھ سے رہا ہو کر آئی تھی۔

طاہرہ نے کہا۔ خدا نے بڑی مہربانی کی کہ جس میں ان بے دھوں کے ہاتھوں سے رہائی دلائی۔

پر یونہی نے۔ بے شک۔ اور وہ سرفاضل اس نے یہ کیا۔ کہ شریف مسلمانوں کے پاس لے آیا۔

طاہرہ نے۔ جس میں گرفتار کرنے کے لیے سوئی نے ڈاکوؤں کو بھیجا تھا۔

پر یونہی نے۔ ہاں

طاہرہ نے۔ شاید سوئی نے جس میں کہیں دیکھ لیا ہوگا۔

پر یونہی نے۔ ہاں دیکھا تھا۔

طاہرہ نے۔ اگر وہ نہ دیکھتا تو تم ڈاکوؤں کی گرفت میں نہ آتیں۔

پر یونہی نے۔ میرے خیال میں وہ ڈاکو تھے ہی نہیں۔

طاہرہ نے۔ شاید سوئی کے ہی آدمی ہوں گے۔

پر یونہی نے۔ یہی میرا بھی خیال ہے۔

طاہرہ نے۔ خیر وہ ڈاکو ہوں یا سوئی کے آدمی لیکن انہیں سمجھا سوئی نے ہی تھا۔

پر یونہی نے۔ ہاں اس کا مجھے یقین ہے۔

طاہرہ نے۔ میں یہی کہہ رہی ہوں کہ اگر وہ جس میں نہ دیکھتا تو تساری محبت میں گرفتار نہ ہوتا۔ نہ جس میں اٹھلانے کے لیے اپنے گویوں کو بھیجتا۔

پر یونہی نے۔ یہ بات تو ہے ہی جب وہ مجھے دیکھتا ہی نہ تو پھر کیوں مجھے پکڑوانے کی ہمدرد کرنا۔

طاہرہ نے۔ اور جس میں اس لیے اس نے دیکھ لیا کہ تم پردہ میں نہ رہتی تھیں۔

پر یونہی نے۔ ہاں تساری قوم میں پردہ کا رواج نہیں ہے۔

طاہرہ نے۔ لیکن یہ یا اور اسی قسم کی خرابیاں اس لیے ہوتی ہیں۔ کہ تساری قوم پردہ کی پابند نہیں ہے۔

پر یونہی نے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔

طاہرہ نے۔ اسی لیے اسلام نے عورتوں کو پردہ کرنے یا پردہ میں رہنے کا حکم دیا ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ عورتیں جس لطیف میں صنف نازک ہیں اس جنس یا صنف کا پردہ ہی میں رہنا مناسب ہے۔

پر یونہی نے۔ چٹک تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔

طاہرہ نے۔ کیا ہی اچھا ہو۔ کہ تم پردہ میں رہنے لگو۔ یا پردہ میں رہنا ممکن نہ ہو تو چہرہ پر غلاب ڈالے مگر نہ کوئی جنہیں دیکھے نہ اس کے خیالات غراب ہوں نہ تم پر دست درازی کرے۔

پر یونہی نے۔ تم سچ کہہ رہی ہو بھولی طاہرہ۔ لیکن پردہ کا تو تساری قوم میں رواج نہیں اور غلاب مجھے ہار مسطوم ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ مجھے یہ بھی خیال نہ تھا کہ میرا حسن میرے لیے دہلی جان ہے۔

طاہرہ نے۔ گویا تم اپنے آپ کو..... خوبصورت نہیں سمجھتی ہو۔

پر یونہی نے۔ ہاں میں اپنے آپ کو زیادہ خوبصورت نہیں سمجھتی۔

طاہرہ نے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ تم بہت زیادہ خوبصورت ہو۔

پر یونہی نے۔ میں اس غلط فہمی میں مبتلا رہ گئی تھی۔ لیکن اگر جس میں نہ دیکھتی۔

طاہرہ نے۔ کیا مطلب ہے اس سے تمہارا۔

پریونہ نہ۔ میرا مقصد یہ ہے کہ جب سے میں نے سنا تھا کہ سوئی مجھ سے محبت کرتا ہے۔ اسوقت سے مجھے خیال ہونے لگا تھا اس وقت سے میں نے سمجھ لیا ہے کہ حسین تم ہو۔ اور میں تمہارے مقابلہ میں بالکل ایسی ہی ہوں جیسے آفتاب کے سامنے ذرہ۔

طاہرہ نہ۔ اپنی شریف سن کر شرمائی۔ اس نے اپنا سر جھکا لیا۔ پریونہ نے کہا۔ تم تو شرمائیں طاہرہ۔

طاہرہ نے سر اٹھا کر شرم افزوں نگاہوں سے شروع و ختم پریونہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ پریونہ! مجھے تم بہت پیاری معلوم ہو رہی ہو۔ جب میں۔۔۔ پریونہ نے خوشی کے انداز میں کہا۔ تمہارا شکریہ۔

لیکن طاہرہ میں نہیں کہہ سکتی کہ ذرا سی ہی دیر میں مجھے تم سے کس قدر محبت ہو گئی ہے۔ یہی چاہتا ہے کہ حسین اپنے سینہ میں اٹھا کر رکھ لیں یا آنکھوں میں چمپا لیں۔

طاہرہ نہ۔ یہ اچھا ہی ہوا کہ خدا نے حسین میں بھیج دیا۔

پریونہ نہ۔ میں تو یہ کہوں گی۔ کہ تمہاری کشش مجھے میں سمجھ لائی۔

طاہرہ نہ۔ اب تم اپنی قوم میں تو دلہن نہ جاؤ گی۔

پریونہ نہ۔ میں تو جانتا ہوں کہ میں لیکن میرا بھائی مجھے یہاں نہ بھروسے گا۔

طاہرہ نہ۔ یہ سن کر کچھ اداس ہو گئی۔ اس نے کہا جب تو تم فضول میں مجھے تکلیف دینے آئیں۔

پریونہ نہ۔ میرے یہاں رہنے سے کیا تکلیف ہوگی حسین۔

طاہرہ نہ۔ تمہارے یہاں رہنے سے تو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ لیکن تمہارے چلے جانے سے ضرور تکلیف ہوگی۔

پریونہ نہ۔ میرا خود یہاں سے جانے کو ہی نہیں چاہیے گا۔

طاہرہ نہ۔ بس تو بھرتہ جانا۔

پریونہ نہ۔ میں کو شش کی کہوں گی۔

طاہرہ نہ۔ میں تو یہ چاہتی ہوں کہ تم میرے پاس رہو۔

پریونہ نہ۔ یہ کیسے ممکن ہے۔

طاہرہ نہ۔ تم مسلمان ہو جاؤ۔

پریونہ کو اس کی صاف کوئی پرہیزی حیرت ہوئی۔ اس نے کہا مسلمان ہو جاؤں؟

اس سے کیا ہوگا۔

طاہرہ نہ۔ تم سارے مسلمانوں کی آنکھوں کا تارہ بن جاؤ گی۔

پریونہ نہ۔ کیا مسلمان میری عزت کرنے لگیں گے۔

طاہرہ نہ۔ اس وجہ کہ تم دیکھ کر حیران رہ جاؤ گی۔

پریونہ نہ۔ مگر مسلمان ہونے پر بھی بیٹھ تمہارے ساتھ کیسے رہ سکیں گی۔

طاہرہ نہ۔ کیوں نہ رہ سکیں گی۔ جو تمہیں اپنے ساتھ لائے ہیں۔ یہ میرے بھائی ہیں۔ ان کی ابھی شادی نہیں ہوئی ہے وہ تم سے شادی کر لیں گے۔

پریونہ نہ۔ لیکن اگر انہوں نے نہ مانا۔

طاہرہ نہ۔ ناممکن ہے کہ وہ نہ مانیں۔ انہیں مجھ سے اس قدر محبت ہے کہ جس بات کی میں ضد کرتی ہوں وہ اسے پورا کر دیتے ہیں۔ اول تو وہ خود ہی رضامند ہو جائیں گے۔

اور اگر خود نہ ہوں تو پھر میں رضامند کر دوں گی۔

پریونہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن فرض کرو کہ وہ بھی رضامند ہو گئے لیکن تمہاری بھی تو کہیں نہ کہیں شادی ہوگی۔ اور جب تمہاری شادی ہو جائے گی تو پھر تم مجھ سے الگ ہو جاؤ گی۔

اپنی شادی کا تذکرہ سن کر طاہرہ بھر شرمائی۔ اس نے اپنا سر جھکا لیا۔ پریونہ نے کہا۔

دلہ راء آپ تو شرمائیں۔ شرا نے سے کیا فائدہ مجھے جواب دو۔ پھر کیا کرو گی تم؟

طاہرہ نے شرمیلی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

میں شادی ہی نہ کروں گی۔

پریونہ نے ہنس کر کہا۔ یہ ناممکن ہے۔

طاہرہ نہ۔ اچھا پہلے تم ایک بات بتاؤ۔

پریونہ نے طاہرہ کو دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔ کیا؟ طاہرہ نے ببولے پن سے کہا۔ کیا تم بھائی جان کو پسند کرتی ہو۔

پریونہ بالکل نہیں شرمائی۔ اس نے کہا۔ ہاں وہ حسین ہیں میں انہیں پسند کرتی ہوں

لہذا وہ اس وجہ سے کہ وہ تمہارے بھائی ہیں۔ اور مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے۔

طاہرہ نہ۔ تمہارا شکریہ بس اب میں بھائی جان کو رضامند کر لوں گی۔

پریونہ نہ۔ لیکن ابھی نہیں۔۔۔ طاہرہ لور کب۔

پریونہ نہ۔ جب میں تم سے کہوں۔ طاہرہ اور تم کب کہو گی۔

پریونہ قہر ابھی جلدی کیا ہے۔ پہلے میں اسلامی کتابوں کا مطالعہ کروں گی اگر مجھے اسلام

میں کوئی خوبی نظر آئے تو مسلمان ہو جاؤں گی۔ اور پھر تم سے کہوں گی اس وقت تم کو شش

۲

ظاہرہ نہ بہت مناسب ہے۔ اچھا جاؤ۔ اب باہر میدان میں چلیں عصر کی نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ مجھے نماز پڑھنی ہے۔

پریونہ نہ تم برابر نماز پڑھتی ہو۔

ظاہرہ نہ ہر مسلمان عورت ہو۔ یا عورت۔ بچہ ہو یا بڑا۔ نماز ضرور پڑھتا ہے۔ مسلمان کی نشانی یہی ہے۔

یہ کہتے ہی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ پریونہ بھی اٹھی۔ دونوں باہر نکلیں۔ باہر کا تمام میدان عورتوں سے بھرا ہوا تھا۔ اور ہر عورت نماز پڑھ رہی تھی بعض عورتوں کے ساتھ بچے تھے اور وہ بھی نماز پڑھ رہے تھے۔

پریونہ خدا پرستی کا یہ منظر دیکھ کر بڑی متاثر ہوئی۔ وہ حیران و ششدر کھڑی رہ کر اٹھیں بچنے لگی۔

ظاہرہ نے جلدی جلدی وضو کیا نماز پڑھی اور پریونہ کے ساتھ لیکر واپس خیمہ میں چلی آئی۔

پریونہ کو کئی مسلم عورتوں اور لڑکیوں نے دیکھ لیا تھا۔ چونکہ کسی عورت کو بھی اس کے متعلق کچھ نہ معلوم تھا۔ اس لیے وہ ایک عیسائی لڑکی کو دیکھ کر کمال تعجب ہو گئیں اور انہیں میں اس کا تذکرہ کرنے لگیں رفتہ رفتہ ام بان۔ ام حمیم۔ خولہ اور دوسری عورتوں اور لڑکیوں کو بھی معلوم ہو گیا۔

ام بان کم سنی ہی میں بیوہ ہو گئیں تھیں۔ انہوں نے ابھی عقد ثانی نہیں کیا تھا۔ ان کا ارادہ تھا کہ جنگ ختم ہونے کے بعد عقد کریں گی۔ تو بصورت تھیں اور بیلوار بھی کئی سرب جنگ کر چکی تھیں۔

ام حمیم نہ حضرت خالد کی بیوی تھیں۔ نہایت ہوشیار۔ جنگجو اور بہادر تھیں اکثر معرکوں میں شریک رہ چکی تھیں۔

خولہ نہ حضرت فرار کی بہن تھیں۔ تو عمر نہایت حسین۔ نازک اندام اور بھولی تھیں مگر نہایت ہوشیار اور بڑی دلیر تھیں۔ ہر سوک لہ کے مقام پر ان کی ہی قوت و جرات سے مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی تھی۔ یہ اکثر خزانوں میں شریک ہو کر غنیمتیں لے لیں تھیں۔

اور بھی بہت سی عورتیں اور لڑکیاں تھیں۔ اور ان میں زیادہ تر وہ تھیں جو اکثر

ہر سوک ایک مقام کا نام ہے جو ملک شام میں تھوڑی سی مسافت کے قریب واقع ہے اس میں ان میں سے کئی ایک عورتیں تھیں جو مسلمانوں سے تھیں۔ اور وہی سرگرمی میں صرف ساتھ مسلمانوں کے ساتھ ہزار ہا عورتوں سے لے کر لڑکیوں تک تھیں۔ وہاں کی عورتوں میں اس جنگ کا غم و غمناک حال کا متعلق حال و حال تھا۔ وہاں کے عورتوں کے دل بھی سوک کے قریب تھیں اور وہ سے مل کر مل کر کہیں۔

معرکوں میں شریک ہو کر راہِ شہادت دے چکی تھیں۔

جس روز پریونہ ظاہرہ کے خیمہ میں آئی اس کے دوسرے روز ام بان۔ ام حمیم۔ خولہ اور چند لڑکیاں اور عورتیں اس سے ملنے اور اس کا حال سننے کے لیے ظاہرہ کے خیمہ میں آئیں۔

صبح کا وقت تھا۔ حادثہ کیس گیا ہوا تھا۔ ظاہرہ قرآن شریف کی تلاوت سے فارغ ہو چکی تھی اور اس وقت پریونہ کے پاس بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔ ان عورتوں اور لڑکیوں کو دیکھتے ہی وہ ان کی تعظیم کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ام حمیم نے آتے ہی نہایت جوش سے ظاہرہ کو اپنے سینے سے لگا کر خوب پیار کیا۔ بیٹھائی کو چاہا۔ اور کہہ۔ میری عورت صبح بخیر۔

ظاہرہ بھی جوش مسرت سے سرشار ہو گئی۔ اس نے کہا کس قدر مسلمان ہیں آپ۔ میں آپ کی قربانیاں کا شکر یہ بھی ادا نہیں کر سکتی۔

ام حمیم نہ تو میری بیٹی ہے۔ میری بیٹی ہے۔ تجھے شکر یہ ادا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اب حضرت خولہ بیوہ کر ظاہرہ کے پاس بیٹھیں۔ انہوں نے کہہ۔ میری عزیز بہن۔ جب تک میں جیساں نہیں ملتی۔ مجھے چین ہی نہیں آتا۔

یہ کہتے ہی وہ ظاہرہ سے ہٹ گئیں۔ ام حمیم نے مسکرا کر کہا۔ اب ایک حال میں دو چاند۔

ام بان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ کہیں نظروں کا رونا مسلمان کر کے اپنی حیرت انگیزیاں ان کی طرف بٹا لیجئے۔

ام حمیم نے ہنسنے ہوئے کہا۔ لیجئے یہ ایک ٹھیک چاند بھی موجود ہے تم بھی ان کے پاس آکر کھڑی ہو جا۔

یہ کہتے ہی انہوں نے ام بان کو بھی کھینچ کر خولہ اور ظاہرہ کے پاس کھڑا کر دیا۔ یہ تینوں حسین تھیں۔ ان تینوں کے جلوہ حسن سے تمام خیمہ جھلکے لگا۔

ظاہرہ نے کہا۔ اب آپ کھڑی کب تک رہیں گی۔ شریف رکھئے۔

ام حمیم نے کہا۔ آئیں تو بیٹھنے کے لیے ہی ہیں۔ مگر جیساں دیکھ کر تو ہم سب کچھ کھوئی سی جاتی ہیں۔ دیکھو کہ خولہ۔ ام بان اور سب جیساں کیسے گھوم گھور کر دیکھ رہی ہیں۔

ظاہرہ نے مسکرا کر کہا۔ آپ کا شکر یہ۔

اب ام حمیم بیٹھ گئیں۔ ان کے بیٹھنے ہی سب بیٹھ گئیں۔ پریونہ ظاہرہ کے پاس بیٹھ گئی۔

پرچونہ کو بڑا رشک ہوا اس بات کا کہ تمام عورتیں اور لڑکیاں اس طرح ایک
 دوسرے سے محبت و اخوت سے باتیں کر رہی تھیں۔ جیسے وہ حقیقی بیٹیاں ہیں اور سب خوش
 تھیں سب ہنس کر باتیں کر رہی تھیں۔
 اسے افسوس ہوا کہ اس کی قوم کی عورتیں بھی اس طرح مل کر نہیں بیٹھیں جس
 طرح مسلمانوں کی عورتیں بیٹھتی ہیں اور باتیں کرتی ہیں۔
 ام جمیم نے دریافت کیا یہ لڑکی کون ہے؟ کب اور کہاں سے آئی ہے ظاہر نے
 جواب دیا۔ یہ لڑکی انطاک کے وزیراعظم کی بہن ہے اس کا نام پرچونہ ہے۔ اسے کبھی سوئی
 نے دیکھ لیا تھا۔ سوئی سلطان کا بیٹا ہے اور سلطان بنیل الشان کا پادشاہ ہے۔ سوئی نے کچھ
 آدمیوں کو اس کی گرفتاری پر مامور کر کے اس کے پیچھے بھیج دیا۔ انہوں نے موقع پا کر
 اسے گرفتار کر لیا تھا۔ لیکن خوش قسمتی ہے یہ بھاگ کر یہاں چل آئی ہے۔
 ام جمیم تنبیہ یہاں بھی عجیب قسم کے آوی ہیں۔ انہیں عورتوں پر دست درازی
 کرنے نہ شرم آتی ہے نہ خدا کا خوف معلوم ہوتا ہے۔
 ام ایلان نے اس کی قوم کے آدمی ایسے بد مشرت لوگوں کو دیکھ نہیں سکتے۔
 پرچونہ نے جس قوم میں ایک وہی بد قماش ہوتے ہیں۔ تو اول تو وہ خود ہی ڈرا کرتے
 ہیں۔ کہ لوگوں کو مظلوم ہوگا تو انہیں ذلیل کریں گے۔ برا کہیں گے۔ سزا دیں گے۔
 دوسرے قوم بھی انہیں جہنم ٹھانی کرتی رہتی ہے۔ لیکن جس قوم کے تمام بڑے آدمی لوہاں
 ہوں وہاں کوئی نہیں کچھ کر سکتا ہے۔
 خولہ نے تو کیا قوم کے تمام بڑے آدمی اس مرض میں گرفتار ہیں۔
 پرچونہ نے یہی بات ہے اور اسی وجہ سے آج ہماری قوم کا سر شرم و عزت سے جھکا
 ہوا ہے۔
 ام جمیم نے انہوں کی بات ہے۔
 پرچونہ نے سمجھے یہ کتنے بڑے شرم آتی ہے کہ ہماری قوم میں عورتوں کی عزت سخت
 کم ہو چکی ہے جس قدر ہمیں آزدادی ملی ہوئی ہے اسی قدر ہماری آبرو کے ٹالے پڑے ہوئے
 ہیں۔
 ام یان تنبیہ ہم باتیں یہ نہ ہونے کی وجہ سے ہیں۔
 پرچونہ نے سبے شک یہی کہا تھا۔
 خولہ نے دیکھ کر وہاں ہی بکرت ہے۔ کسی جگہ کو دیکھ کر اسے حاصل کرنے کی آرزو

دل میں پیدا ہوا کرتی ہے اور جب کسی جگہ کو دیکھا ہی نہ جائے تو اس کے حاصل کرنے کی
 آرزو بھی پیدا نہ ہو گی۔ عورتیں صرف ٹانگ ہیں۔ اور صرف ٹانگ کا منظر عام پر لانا
 براہوسوں کو لوہاں کی دعوت دیتا ہے۔ اسلام نے اسی پردہ کی سخت تاکید کی ہے اور یہی
 وجہ ہے کہ مسلمانوں میں لوہاں نہیں ہے۔
 پرچونہ نے آپ تنبیہ کر رہی ہیں۔ لیکن ہم اپنی معاشرت سے مجبور ہیں۔
 ام جمیم نے لیکن اگر تمہاری عورتیں خود ہی اپنی معاشرت کی اصلاح کر لیں۔ اور پردہ
 میں بیٹھ جائیں۔ تو بڑا دلچسپی کی برائیاں سے بچ سکتی ہیں۔
 پرچونہ نے لیکن ایسا ہونا دشوار ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری عورتیں تنگ اور
 پاک صاف نہیں ہیں۔ اس کے علاوہ ہم عادی ہیں اپنے حسن کی تعریف سننے کی۔ اور جب
 ہم پردہ میں بیٹھ جائیں گی تو پھر کون کون کیسے ہماری تعریف کرے گا۔
 ام یان نے تم خوش ہوتی ہو اپنے حسن کی تعریف سن کر۔
 پرچونہ نے یہی بات۔ اور یہی وجہ ہے کہ لوہاں سوا جب کسی بھولی بھالی وہ شیئرہ کو مانگتے
 ہیں تو اس کی تعریفیں کر کے اس کی آبرو اتار لیتے ہیں۔
 خولہ نے کہ قدر و دو ٹانگ حالت ہے تمہاری قوم کی۔
 پرچونہ نے ہمارے ہمارے لوگوں کی انطوائی حالت اس قدر خراب ہو گئی ہے کہ ان کے دماغ
 میں سوائے بدکاری کے خیال کے اور کوئی خیال ہی نہیں آتا۔
 ام جمیم نے تمہاری بھی تعریف کرتے ہوں گے لوگ۔
 پرچونہ نے ہر شخص جو ملتا ہے ضرور تعریف کرتا ہے۔
 خولہ نے ملاحظہ کر ہم ظاہر کی تعریف کریں تو یہ ابھی بکر جائے۔
 پرچونہ نے سونو لوہا کیا یہ ممکن نہیں ہے۔
 ام یان نے ان سے ہی پوچھو۔
 ظاہر تنبیہ کہ سب عورتیں یہاں یہاں کے لیے چار ہو گئیں۔
 خولہ نے ہماری تو یہ عزت نہیں ہو سکتی۔ وہی پرچونہ وہ تمہاری مسلمان ہے لیکن ہے
 تم اس کے کچھ کئے کا برا نہ مانو۔
 پرچونہ نے اس میں جاننے کی کلن ہی بات ہے چاند کو اگر اچھا نہ کہا جائے اور کوئی
 برا کہنے لگے تو لوگ اسے کیا کہیں گے۔
 ام ایلان نے اس پر چاند سے بھی زیادہ خوبصورت ہو۔

پروین نہ تھی۔ اسے رنگ قرہی کتا چڑے گا۔

خولہ شاپ تم یہ بتاؤ۔ کہ ہماری طاہرہ کیسی ہے۔

پروین نہ تھی زبان میں اس قدر طاقت ہی نہیں۔ کہ میں خود اور طاہرہ کی تعریف کر
غور۔ طاہرہ شرمائی۔ اس نے کہا۔ نہ میں تعریف کے قابل ہوں۔ نہ تم میری تعریف
کرو۔

پروین نہ تھی تعریف..... خدا کی قسم تمہاری تعریف ہو ہی نہیں سکتی۔
طاہرہ نہ تھی اور خود تم کیسی ہو۔

پروین نہ تھی تمہارے مقابلہ میں گھٹی بھونڈی۔ بری شکل کی۔
طاہرہ نہ تھی اور سوئی بلا وجہ ہی تم پر فریفت ہو گیا ہے۔ یا لوگ بیکار ہی تمہاری تعریف
کرتے ہیں۔

پروین نہ تھی۔ بڑے آدمی ہر گس پر فریفت ہو جایا کرتے ہیں۔

طاہرہ نہ تھی بات نہیں ہے پروین۔

پروین نے طاہرہ کو شروع بخشی سے دیکھتے ہوئے کہا۔ اور کیا بات ہے۔

طاہرہ نہ تھی تم ہو ہی خوبصورت۔ اور ایسی خوبصورت کہ تمہیں دیکھنے والا پیار کرنے پر
مجبور ہو جاتا ہے۔

پروین نہ تھی لیکن تم۔

طاہرہ نہ تھی میں خوبصورت کہاں ہوں۔

خولہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کی تو میں بھی شہادت دیتی ہوں۔ پروین نے دریافت
کیا۔ کیا شہادت دیتی ہیں آپ۔

خولہ نہ تھی کہ طاہرہ بد صورت ہے۔

پروین نے تعجب سے خولہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ بد صورت ہے۔

خولہ نہ تھی اور کیا۔ جب کوئی خوبصورت نہیں ہوگ۔ تو ضروری ہے۔ کہ وہ بد صورت ہی
ہوگ۔

پروین نہ تھی تو آپ بالکل ٹھیک فرما رہی ہیں لیکن طاہرہ بد صورت نہیں ہے۔

ام ایان نے مسکرا کر کہا۔ طاہرہ وہ پرورد چاند ہے جس کی گلی سے دنیا حسن روشن
ہے۔

طاہرہ نے شرمیلی نظروں سے ام ایان کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اور تم؟

ام ایان نہ تھی تم اپنے سامنے بالکل ایسا سمجھ جیسے چاند کے مقابلہ میں ستارہ۔

خولہ نہ تھی بالکل ٹھیک کہا تم نے ام ایان۔

ام حمیم نہ تھی اس قسم کی گفتگو کو بند کرو۔ میری بیٹی طاہرہ شرم رہی ہے۔

پروین نہ تھی یہ بتاؤ۔ کہ تم ہمارے پاس رہو گی۔ یا اپنے بھائی کے پاس چلی جاؤ گی۔

پروین نہ تھی مجھے آپ کے حسن اخلاق نے اس قدر گرویدہ کر لیا ہے کہ میں تنہا ہی
چاہتی ہوں۔

ام حمیم نہ تھی اگر تم یہاں رہو تو ہم سب تمہاری خدمت کرنے کے لیے تیار ہیں۔

پروین نہ تھی خواہ میں اپنا مذہب بھی تبدیل نہ کروں۔

چھٹا باب

امتحان

بھولی اور سادہ لوح طاہرہ کو پروین سے بے حد محبت ہو گئی تھی۔ ایسی محبت کہ جو کچھ وہ
کتنی بغیر سوچے کچھ اور کسی پس و پیش کے مان لیتی۔

پروین سے صرف طاہرہ کو نہیں بلکہ ساری عورتیں اور دو شیرو لڑکیوں کو اہمیت
ہو گئی تھی۔ جو کوئی اس سے ملنے آتی تھیں اس کے پاس بیٹھی رہتی۔ اور جو اسے باقی وہ
شام تک بھی اس کا چچا نہ بھونڈتی۔

پروین نہ تھی اطمینان آرام اور خوشی سے طاہرہ کے پاس رہتی تھی۔ اس نے صرف
طاہرہ ہی پر نہیں بلکہ ہر مسلم عورت اور لڑکی پر اپنا اعتبار بنالیا تھا۔ ساری مسلم عورتیں یہ
کھینچے گئی تھیں کہ اب پروین اپنے وطن۔ اپنے لوگوں میں اپنے بھائی کے پاس والہیں نہ
جائے گی۔

جس اطمینان اور بے غمگی سے پروین رہتی تھی۔ اس سے بھی بڑی معلوم ہوتا تھا۔
اکثر پروین۔ طاہرہ اور دوسری لڑکیوں کے ساتھ ہوا خوری اور پانی بھرنے کے لیے چلی
جاتی تھی۔ اور طاہرہ کا سکیڑا بھر کر خود ہی لے آتی تھی۔

حادثہ اسی خیر میں رہتا تھا جس میں پروین نصیری ہوئی تھی۔ اگرچہ وہ دن میں بہت کم
آتا تھا۔ لیکن رات کو جب آتا تو پروین ضرور اس سے باتیں کیا کرتی۔ اگر کبھی اسے آنے
میں دیر ہو جاتی تو اس کے انتظار میں بیٹھی رہتی اور اس وقت تک نہ سوتی جب تک وہ نہ
آ جاتا۔

اس کے علاوہ اسے وہ کھانا بھی خود ہی کھانا۔ بھولی طاہرہ سمجھتی کہ وہ اس کے بھائی کی خدمت کر کر کے اس کے دل میں اپنے لیے جگہ لانا چاہتی ہے یہ خود اسی کی آرزو تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ اس کا بھائی پرچونہ سے متعلقہ ہو جائے اسی لیے وہ پرچونہ کو اپنے بھائی سے عثمانی میں باتیں کرنے کا موقع بھی دے دیا کرتی تھی۔ اور جب وہ دونوں خیمہ میں ہوتے تھے وہ قصداً ٹٹل جایا کرتی تھی۔

حادثہ کو بھی اس بہت کم تن سے محبت ہو گئی تھی اور وہ اس کی ہر بات بلا کسی چٹان و چراگے بیان کیا کرتا تھا۔

ایک روز جب حادثہ آیا تو پرچونہ سخت غصہ منی تھی۔ وہ اسے دیکھتے ہی خنداں چڑھنے لگی۔ ساتھ اس کے اشتعال کے لیے آگ بھی۔ حادثہ نے کہا۔ پرچونہ! ان غفلت کو رہنے دو۔ کیا فائدہ ہے اس سے؟

پرچونہ نے ہوشیارانہ نگاہوں سے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا فائدہ کچھ نہیں لیکن میرا دل مجھے مجبور کرتا ہے۔

حادثہ نے محبت بھری نگاہوں سے دیکھ کر کہا۔ گویا میرے سینہ میں دل نہیں ہے۔

حادثہ نے۔ میرا ایمان ہی خیال ہے۔

پرچونہ نے لگاتار تیز لہوا سے دیکھتے ہوئے کہا۔ یہ خیال کیوں ہے آپ کا۔

حادثہ نے اس لیے کہ اہل دل وہ صوفیوں پر رحم کیا کرتے ہیں۔

پرچونہ نے میرے دل میں رحم و کرم کا جذبہ بہت زیادہ ہے۔

حادثہ نے کاش یہ سچ ہو۔

پرچونہ نے دو ٹوکے کی شان سے کہا۔ گویا میں بھوت ہوں ہی ہوں۔

حادثہ نے۔ تو میں نے نہیں کہا۔

پرچونہ نے۔ اور آپ کی گفتگو کا کیا مطلب ہے۔

حادثہ نے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ تم مجھ پر رحم کرو۔

پرچونہ نے۔ میں بے رحمی کیا کر رہی ہوں۔

حادثہ نے۔ اگر تم خفا ہو تو عرض کروں۔

پرچونہ نے۔ خفا ہو کر ہی میں تمہارا کیا کر لوں گی۔

حادثہ نے۔ تم میری تکلیفوں میں اضافہ کر رہی۔

پرچونہ نے۔ میری یہ آرزو ہے کہ ہمیں ذرا بھی تکلیف نہ پہنچے۔

حادثہ نے۔ اگر یہ محض زبانی ہی دعویٰ نہیں ہے تو میں اپنی طوٹ بختی پر باز کر سکتا ہوں۔

پرچونہ نے۔ میں صاف گو اور صاف طبیعت ہوں۔ جو میرے دل میں ہوتا ہے وہی زبان پر ہوتا ہے۔

حادثہ نے۔ جب تو مجھے بہت کچھ توقع ہو گئی ہے۔

پرچونہ نے۔ کس بات کی۔

حادثہ نے۔ اس بات کی کہ تم میرا حال سن کر مجھ پر مہربانی کرو گی۔

پرچونہ نے۔ میں تو میں دریافت کرتی ہوں۔ کہ آپ کیا مہربانی چاہتے ہیں۔

حادثہ نے۔ پرچونہ! میں نے جب سے تمہیں دیکھا ہے۔ میرے دل میں اسی وقت سے تمہاری محبت پیدا ہو گئی ہے۔

پرچونہ نے خوشی سے مسکراتے ہوئے کہا محبت۔ رہنے دیجئے اس بات کو حادثہ نے اس آہو جہنم کو دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا تمہیں اس میں کچھ شک ہے پرچونہ نے سنجیدگی سے کہا۔ شک کی بات ہی ہے۔

حادثہ نے۔ کیوں۔

پرچونہ نے۔ اس لیے کہ میں جانتی ہوں۔ اور خوب جانتی ہوں۔ کہ ایک مسلمان کسی غیر کلمہ سے محبت نہیں رکھتا۔

حادثہ نے۔ یہ سچ ہے لیکن میرے دل پر تم نے فتح پائی ہے۔

پرچونہ نے۔ اور تم سچے دل سے مجھ سے محبت کرتے ہو۔

حادثہ نے۔ یہاں سچے دل سے۔

پرچونہ نے۔ کس قدر محبت ہے آپ کو مجھ سے۔

حادثہ نے۔ اس قدر محبت ہے کہ میں اسے بیان نہیں کر سکتا۔

پرچونہ نے۔ اگر میں دلہن بنی جاؤں۔

حادثہ نے۔ تو مجھے بے حد ملال ہو۔ اتفاقاً کہ شاید میں دوا نہ ہو جاؤں۔

پرچونہ نے۔ اگر یہ بات ہے تو کیا تم میری ایک بات منکر نہ کرو گے۔

حادثہ نے۔ یہ تو تم کا چاہتی ہو؟

پرچونہ نے۔ تم جانتے ہو میں جیہتی ہوں۔

حادثہ نے۔ یہاں جاتا ہوں۔

پر یونہی نہ میں یہ بھی بتائے دیتی ہوں کہ تمہیں شاید اس قدر محبت نہ ہو گی جس قدر مجھے تم سے ہے۔
حادثہ نہ سن کر بہت زیادہ غصہ ہوا۔ اس نے کہا کہ اس قدر دیر پر وہ بات کہی ہے تم نے۔

پر یونہی نہ اب آپ محبت کا امتحان دیجئے۔

حادثہ نہ میں تیار ہوں۔

پر یونہی نہ اچھا تو تم بیٹائی ہو جاؤ۔

حادثہ نہ حیران رہ گیا۔ اس نے کہا بیٹائی ہو جاؤں میں۔

پر یونہی نہ وہاں اگر تم مجھے حاصل کرنا چاہتے ہو۔ اگر تمہیں مجھ سے محبت ہے۔ اگر محبت کا دعویٰ کھنڈیابی ہی میں ہے تو بیٹائی ہو جاؤ۔ حادثہ سر جھکا کر سوچنے لگا۔

پر یونہی نہ اسے اور اس کے چہرے کے اندر چہرہ کو دیکھنے لگی۔ جب زیادہ دیر ہوئی اور حادثہ نے نہ سر اٹھایا۔ نہ جواب دیا۔ تو پر یونہی نے کہا کیا محبت اور مذہب کے درمیان جنگ ہو رہی ہے۔

اب حادثہ نے آہستہ آہستہ اپنا سر اٹھا کر کہا۔ ہاں جنگ ہو رہی ہے۔ اور نہایت شدید جنگ۔

پر یونہی نہ غصہ میں سمجھتی ہوں کہ حق محبت ہی کا ہوگی۔

حادثہ نے کسی قدر ہوش میں آکر کہا۔ نہیں..... محبت کو حق نہیں ہو سکتی۔

پر یونہی نے تعجب سے حادثہ کو دیکھ کر کہا۔ تو کیا مذہب کی حق ہوگی۔

حادثہ نہ مذہب نے محبت پر حق پائی۔

پر یونہی نہ کہ حادثہ کے اسٹے قریب پہنچ گئی۔ کہ اس کے جسم کی جھنجھکی بھی خوشبو حادثہ کے دماغ میں پہنچنے لگی۔ اور اس کے گرم گرم منہ اسے محسوس ہونے لگے۔

اب پر یونہی نے شباب کی سستی بھری نگاہوں سے حادثہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ آہ! ایسا نہ کہو حادثہ۔

حادثہ پر محبت نے غلبہ کرنا شروع کیا۔ محرکہ۔

پر یونہی نہ وہ شرمناک گاہوں نے اس پر جاو کر دیا۔

چلاک پر یونہی نہ سمجھ گئی کہ اس کا افسوس کارگر ہو گیا۔ اس نے ہنسنے پر غم ہو کر کہا۔
حادثہ!.....

حادثہ!..... یہی محبت کو نہ ٹھکراؤ۔ مجھ پر رحم کرو۔ میں تم سے رحم کی بھیک مانگتی ہوں۔

حادثہ سرزدوں کی طرح بہت ہو رہا تھا۔ چپ تھا۔ اس نے کوئی خواب نہ دیا۔ پر یونہی نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے گداز سینہ سے لگا کر کہا۔ حادثہ! مان جاؤ۔ تم میرے ہو۔ میرے ہی ہو جاؤ۔

قدرت حادثہ کا امتحان لے رہی تھی۔ اس کے ایمان کا نہایت سخت امتحان لیا جا رہا تھا۔

انہی حالت میں جبکہ ایک فوجی کل اندام شمع دو رحم و کرم کی بھیک مانگ رہی ہو۔ آنکھوں میں آنسو بھرے بالنتابل بیٹھی ہو۔ کون ایسا نوجوان ہے جو دین و ایمان کا لحاظ دیاں بھرو کر اس کے حکم کی تعمیل کرنے کے لیے تیار نہ ہو جائے گا۔

لیکن جو مذہب کو کھیل نہیں سمجھتے۔ جو خدا کے وجود کے قائل ہیں جن کا ایمان مضبوط ہے۔ وہ محبت کے قریب میں نہیں آتے۔ جانتے ہیں کہ محبت ہڈیات کا دوسرا نام ہے اور ہڈیات شباب کی حد تک محدود ہیں شباب یار عمر صرصر کے جموگوں کی طرح آتا۔ اور گدو جاتا ہے مگر ایمان زندگی بھر ساتھ رہتا ہے اور عمر کر بھی ساتھ جاتا ہے۔ ایمان ہی مشر کے دن پکھڑائے گا اور جنت میں پہنچائے گا۔

حادثہ اگرچہ از خود دفع ہو رہا تھا۔ لیکن فوراً سنبھلا۔ اس نے جلدی سے اپنے ہاتھ جھڑائے اور کہا۔ قریب کار حیدر! مجھے حسن کے چال میں نہ پھنسا۔

پر یونہی نہ برابر اس کا منہ کچے جاری تھی۔ اس نے کہا۔ گویا تم میرے لیے اپنا مذہب پھونڈنے کے لیے تیار نہیں ہو۔

حادثہ نے جواب دیا۔ میں نہیں نہیں۔

پر یونہی نہ۔ آہ! تو تم مجھے دھوکہ دیتے رہے ہو۔

حادثہ نہ میں نے کبھی دھوکا نہیں دیا۔

پر یونہی نہ کیا یہ دھوکا نہیں ہے کہ تم مجھے اپنی محبت کا یقین دلاتے رہے ہو۔

حادثہ نہ بہت پر فن میں اب ابھی تم سے محبت کرتا ہوں۔

پر یونہی نہ لیکن یہ کبھی محبت ہے کہ تم میرے لیے اپنا مذہب نہیں بھرو سکتے۔

حادثہ نہ میرا ایمان ہے کہ اسلام کا مذہب ہے جب میں اسلام کو سچا مذہب جانتا اور مانا ہوں تو کسی دوسرے مذہب کو کیسے اختیار کر سکتا ہوں۔

پریون نہ لیکن میری خاطر سے۔

حادثہ نہ مذہب میں کسی کی خاطر نہیں ملی جاتی۔

پریون نہ! اچھا تو سنئے مجھے تم سے محبت ہے۔ اور مرتے دم تک یہ محبت باقی رہے گی۔ لیکن میں دل پر جبر کروں گی۔ اور اسے مذہبی دوان میں تساری محبت میں گھٹ گھٹ کر مر جاؤں۔

یہ کہتے ہی پریون رونے لگی۔ اس کی نر کسی آنسوؤں سے آنسوؤں کا دریا نکل نکل اس کے آنکھیں دھما دھما پر پھٹے لگا۔

حادثہ ایک دفعہ اور تذبذب میں پڑ گیا۔ پریون نے کہا۔ او سنگدل جلاو! کیا تمہیں یہ منظور ہے۔ کہ میں سوز محبت سے جل جل کر مر جاؤں۔

حادثہ نے کہا نہیں۔ بلکہ تم مجھے بھول جاؤ۔ میں بھی تمہیں بھول جانے کی کوشش کروں گا۔

پریون نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔ تم مجھے بھول جاؤ۔ لیکن میں تمہیں نہیں بھول سکتی۔

حادثہ نہ! تو پھر تم مسلمان ہو جاؤ۔

پریون نہ! یہ بھی نہیں ہو سکتا۔

حادثہ نہ! تو ضبط و صبر کرو۔

یہ کہتے ہی حادثہ اٹھا۔ پریون نے ٹپک اکوڑ لگا ہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ بیدار! تم جا رہے ہو۔

حادثہ نہ! ہاں میں جا رہا ہوں۔ پریون! تو نے میرا سکون دل جھین لیا ہے میں ان کی تلاش میں جا رہا ہوں۔

پریون نہ! مگر مذہب میں نے تمہارے دل کا سکون پھینکا ہے پھر تم تلاش کرنے کہاں جا سکتے ہو وہ تو میرے ہی پاس ہے اور میں تمہیں دے سکتی ہوں۔

حادثہ نہ! مگر یہ یہ سچ ہے۔ لیکن جس خدا نے مجھے سکون دل دیا تھا۔ اس سے مانگے جا رہا ہوں۔ اور وہی مجھے پھر دے گا۔

یہ کہتے ہی حادثہ چل پڑا۔ پریون تڑپ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ اس کے پیچھے لگی۔ اس نے کہا قصور۔ تو! حادثہ قصور۔

حادثہ دکھ گیا۔ پریون اس کے پاس پہنچی۔ وہ اس سے پوچھ گئی۔ اس نے کہا۔ مان

جاؤ حضرت صبح کے لیے مان جاؤ۔

حادثہ نے اس کی گرفت سے علیحدہ ہوتے ہوئے کہا یہ ناممکن ہے۔ پریون اب حادثہ چلا گیا اور پریون نیم نیسل کی طرح رہنے لگی۔

حادثہ کے جاتے ہی پریون بندھ گئی تھی۔ اس کی آنکھوں سے اب تک ایک مسلسل کے قطرات نکل نکل کر اس کے گلابی ریشموں پر بہہ رہے تھے تو بالکل عالم حسن میں نور کی صوری معلوم ہو رہے تھے۔

عالم حسن میں ہیں نور کی صوری جاری

یا رواں عارض ہاں کے کنارے آنسو

ابھی وہ اس حالت میں بیٹھی تھی کہ طاہرہ آگئی۔ وہ آہستہ آہستہ چلی کر پریون کے پاس پہنچی پریون نے بھی اسے دیکھ لیا۔ اس نے جلدی سے اپنے آنسو پونچھے۔

طاہرہ نے کہا۔ سندھ کیا بات ہے تم کیوں رو رہی ہو۔

پریون نے طاہرہ کے رونے نور کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اپنی قسمت کو رو رہی ہوں۔ کاش میں یہاں نہ آئی ہوتی۔

طاہرہ اس کے پاس بیٹھ گئی۔ اس نے ہر روی کے لمحہ میں کہا۔ کیا تصور ہو گیا ہے تم سے۔

پریون نے حسرت بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ تمہارے بے رحم بھائی نے میری محبت کو ٹھکرا دیا۔

طاہرہ نہ! مگر تم نے ان سے اٹھار محبت ہی کیوں کیا۔

پریون نہ! میں نے نہیں بلکہ خود انہوں نے کیا تھا۔

طاہرہ نہ! پھر کیا بات ہو گئی۔

پریون نہ! میں نے جب ان سے کہا کہ تم جیسا ہی ہو جاؤ تو وہ خفا ہو گئے۔

طاہرہ سب سے تم نے بڑی غلطی کی۔ یاد رکھو۔ کوئی مسلمان بھی اپنا مذہب نہیں چھوڑ سکتا۔

پریون نہ! لیکن محبت کی دنیا مذہب سے بالاتر ہے۔

طاہرہ نہ! مگر مسلمانوں کے لیے نہیں۔ مسلمان ہر چیز سے مذہب کو بالاتر سمجھتا ہے۔

پریون نہ! کاش میں اس بات سے پہلے ہی خبردار ہو جاتی۔

طاہرہ نہ! پہلے ہی خبردار ہو کر کیا کر سکتی تھ

طاہرہ میں ایک بات کتنا چاہتا ہوں۔

طاہرہ نہ۔۔۔ ہر تین سوچ ہو گئی۔ اس نے کہا۔ فرمائیے۔

منذر نہ۔۔۔ میں پریونہ کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔

طاہرہ نہ۔ کیا مطلب ہے اس سے آپ کا۔

منذر نہ۔ میرا مطلب یہ ہے کہ پریونہ عیسائی لڑکی ہے اور یہ کسی غرض سے خود ہی
میں آئی ہے۔

طاہرہ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا فرض ہو سکتی ہے اس کی۔

منذر نہ۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ اسے خدا ہی بتا جاتا ہے۔

طاہرہ نہ۔ لیکن یہ خیال آپ کو کس وجہ سے ہوا۔

منذر نہ۔ میں نے رات ایک خواب دیکھا ہے اس خواب کا اثر اب تک میرے دل پر
ہے۔

طاہرہ نہ۔ کیا خواب دیکھا ہے آپ نے۔

منذر نہ۔ میں نے دیکھا کہ تم کسی عیسائی لڑکی کے ساتھ کہیں گئی ہو۔ اور فکر سے
اتنی دور نکل گئی ہو کہ نہ تمہیں فکر نظر آتا ہے اور نہ تم فکر کو نظر آتی ہو۔ اس عیسائی
لڑکی نے کچھ اشارہ کیا۔ اشارہ ہوتے ہی چند عیسائی کہیں سے نکل آئے اور تمہیں گرفتار
کرنے لگے۔ تم نے میرا نام لے کر پکارا اتفاق سے میں قریب ہی تھا۔ میں تمہاری مدد
کرنے کے لیے نکلا۔ لیکن ایک سرخ دریا درمیان میں حائل ہو گیا۔ میں اس میں کود پڑا۔
کوئی نہ ہی میری آنکھ کھل گئی۔

طاہرہ نہایت توجہ سے اس کی گفتگو سن رہی تھی۔ اس نے کہا یہ عجیب خواب ہے یہ
مگر آپ اطمینان رکھیں مجھے پریونہ سے یہ توقع نہیں ہے۔ کہ وہ مجھے دھوکا دے گی۔

منذر نہ۔ لیکن مجھے خدشہ ہے۔

طاہرہ نہ۔ اس خدشہ کو اپنے دل سے دور کر دیجئے۔

منذر نہ۔ آپ جانتی ہیں کہ پریونہ عیسائی لڑکی ہے اور یہ عیسائی لڑکیاں اکثر خطرناک
طبیعت ہوتی ہیں۔

طاہرہ نہ۔ میں کبھی کسی لڑکی سے نہیں لی ہوں۔ اور نہ ان کے واقعات سے خبردار
ہوں۔

منذر نہ۔ عیسائی کر کے ایک احتیاط کیجئے۔

طاہرہ نہ۔ کیا؟

منذر نہ۔ اس کے ساتھ فکر سے دور نہ چلی جائے مگر۔

طاہرہ نہ۔ سب اچھا۔

منذر نہ۔ بھائی حادثہ یہاں نہیں ہیں۔

طاہرہ نہ۔ نہیں۔ وہ شاید سالار اعظم کے خیمہ پر گئے ہوں۔

منذر نہ۔ سب خراب۔ میں وہیں ان سے ملوں گا۔

منذر نے چلنے کا ارادہ کیا۔ طاہرہ نے کہا کیا آپ ان کے آنے کا انتظار نہیں کریں
گے۔

منذر نہ۔ جی تو یہی چاہتا ہے لیکن مناسب نہیں سمجھتا۔

طاہرہ نہ۔ خاموش ہو گئی۔ منذر چلا گیا۔ اس کے جانے کے چند ہی منٹ بعد پریونہ

آئی۔ اس نے کہا۔ طاہرہ تھلے سے پاس کھنکھایا۔ طاہرہ نے شرمیلے لہجہ میں کہا۔ بھائی
جان کے دوست آئے تھے۔

پریونہ نہ۔ کیا منذر تھے۔

پریونہ کو معلوم ہو گیا تھا کہ حادثہ کا دوست منذر ہے۔ اور ان دونوں میں بے حد
دوستی ہے۔

طاہرہ نے کہا۔ ہاں وہی تھے۔

پریونہ نہ۔ کیا کہتے تھے وہ۔

طاہرہ نہ۔ بھائی جان کو دریافت کرنے کے لیے آئے تھے۔

پریونہ نہ۔ کیوں۔

طاہرہ نہ۔ ان کا ارادہ پہاڑ پر غار کھیلنے کے لئے جانے کا ہے۔

پریونہ نہ۔ یہ عجیب بات ہے۔ آج میرا ارادہ بھی پہاڑ پر جانے کا ہے۔ طاہرہ! یہ پہاڑ
ایسا دلکش اور اس کے مناظر ایسے دلچسپ ہیں کہ انسان انہیں دیکھ کر بے خود سا ہو جاتا
ہے۔ چونکہ میں نے اکثر ان تفریح گاہوں کو دیکھا ہے اس لئے ان کے دیکھنے کے لئے دل
پکڑتا رہتا ہے۔ طول اور ام ایمن کے پاس اس لئے گئی تھی کہ وہ دونوں بھی آئیں ہو جائیں تو
پہل کر پہاڑ کی سر کا لطف اٹھائیں۔ لیکن انہیں فرصت نہیں ہے اور انہوں نے انیسویں
کے ساتھ انکار کر دیا ہے۔ خوش قسمتی سے آج منذر اور ان کے حادثہ دوست دونوں پہاڑ
پر جا رہے ہیں اس لئے آج ہم دونوں بھی چلیں۔

ظاہرہ نے پس و پیش کرتے ہوئے کہا۔ ہم دونوں کا حوا جانا ٹھیک نہیں ہے۔
پریونٹ۔ کیا خوف ہے۔

ظاہرہ۔ ممکن ہے وہ ذات جنہوں نے ہمیں گرفتار کیا تھا ابھی تمہارے انتظام میں پہاڑ
پر ہی ہوں اور ہمیں دیکھ کر گرفتار کرنے کی کوشش کریں۔
پریونٹ۔ اطمینان رکھو وہ اپنے گئے ہوں گے۔ اس کے علاوہ ہم زیادہ دور ہی کیوں
جائیں۔ پہاڑ کے اس ہی طرف دیں گی۔ تاکہ وہ ہوں بھی بلدی سے بھاگ کر فکڑ کے
قریب نہ آسکیں۔

ظاہرہ۔ پھر بھی تمہارے لئے یہ مناسب نہیں ہے۔

پریونٹ۔ ظاہرہ! حادثہ اور مندر دونوں پہاڑ پر جا رہے ہیں۔ ہم بھی چلیں۔ جب وہ
ہمیں دیکھیں گے تو کس قدر حیران ہوں گے۔ انہیں حیرت زدہ دیکھ کر ہمیں بڑا لطف آئے
گا۔ مان جاؤ ظاہرہ! میری دل شکنی نہ کرو۔ آؤ چلو۔

ظاہرہ۔ جی تو نہیں چاہتا۔ مگر تمہاری بات بھی جلی نہیں جاتی۔ اچھا چلو۔

پریونٹ۔ یہ سن کر خوش ہو گئی۔ اس کی آنکھیں کسی اندہ دہلی جذبہ کے اثر سے چمکنے
لگیں۔ لیکن ظاہرہ بھولی بھولی اور سادہ لوح تھی۔ وہ نہ سمجھی اور اس نے ایک تجربہ اپنے
-امن میں چھپا لیا۔ ایک کھان خوری۔ دوسری پریونٹ کو دی۔ ایک ترکش اپنی پشت پر لٹکایا۔
دوسرا پریونٹ کو دیا۔

اس طرح یہ دونوں دشمن تیار ہو کر خیرہ سے تھیں اور پہاڑ کی طرف روانہ ہو
گئیں۔

ساتواں باب

مشورہ

مندرجہ ظاہرہ کے خیرہ سے نکل کر امیر مکر کے خیرہ کی طرف چلا۔ اس نے دیکھا کہ
تھم مسلمان کسی نہ کسی کام میں مشغول تھے مثلاً کوئی تھیام میل کر رہا تھا کوئی کپڑوں میں
پیرا لگا رہا تھا کوئی گزشتہ لڑائیوں کے واقعات بیان کر رہا تھا اور اس کے گرد بیٹھوں آدمی
بیٹھے سن رہے تھے کہیں نشانہ بازی کی مشق ہو رہی تھی کہیں صف بندی کی تعلیم دی جا
رہی تھی۔

مندرجہ ان باتوں کو دیکھتا ہوا چلا رہا اور حضرت عباس کے خیرہ پر پہنچا۔ وہاں پر قریب
قریب سب اہل الزام بیٹھے ہوئے تھے وہ سلام کر کے ایک طرف بیٹھ گیا۔ حادثہ اس کے
قاصد پر پیش آیا حضرت خالد کہہ رہے تھے۔ جو قرآن امیر المومنین حضرت عمر فاروق کا آیا
ہے اسے پڑھ کر سنا دیجئے تاکہ پھر آسانی سے مشورہ دیا جاسکے۔
مندرجہ سمجھ گیا کہ عین المسلمین کا کوئی فرمان آیا ہے اور اس وقت اس کے متعلق
مشورہ کرنے کے لئے لوگوں کو بلایا گیا ہے۔

حضرت عباس نے فرمان نکالا۔ یہ ایک خط تھا جو ایک باریک چٹڑی پر لکھا ہوا تھا یہ خط
عربی زبان میں لکھا ہوا تھا جو تاریخوں میں محفوظ ہے ہم اس کا ترجمہ لکھتے پر اکتفا کرتے
ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم من عبدالله بن عمر امير المؤمنين علي عباس غنم
الاشعري سلام عليك

یعنی شروع کرتا ہوں میں ساتھ نام اللہ کے جو بڑا مہربان اور رحم والا ہے مجھ بندہ خدا
امیر المومنین عمر کی جانب سے عباس بن غنم الاشعری پر سلام ہو۔ میں تعریف کرتا ہوں
اس خدا کے بزرگ و برتری جو انکلا ہے قادر مطلق ہے بندگی کے لائق ہے اور دودھ بھیجتا
ہوں حضرت محمد صلعم پر اور گواہی دیتا ہوں کہ وہ خدا کے بندہ اور اس کے رسول تھے اس
کے بعد میں تعریف کرتا ہوں ان پیادین کی جنہوں نے جہاد کر کے اسلام کو رومی دی ہے
اور مسلمانوں کی غیر مسلموں پر دھاک بٹھا دی ہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم راس العین کی
طرف بڑھنے میں پس و پیش کر رہے ہو۔ شاید ہمیں یہ خیال ہے کہ دشمنوں کی تعداد زیادہ
ہے اور مسلمان کم ہیں۔ لیکن ہمیں خوب معلوم ہے کہ اکثر معرکوں میں مسلمان بہت
تھوڑے اور دشمن بہت زیادہ تھے اور پھر خدا نے فتح مسلمانوں کو دی مسلمان بھروسہ
کرتے ہیں خدا پر اور اس لئے خدا ان کی اعانت کرتا ہے تم بالکل غلط نہ کرو خدا ہد کرے
گا۔ میں چاہتا تو یہ ہوں کہ تم فوراً پیش قدمی شروع کر دو۔ لیکن اہم جہت کے لئے یہ
مناصب سمجھتا ہوں کہ ایک قاصد اخلاط کے بادشاہ کے پاس روانہ کر دو۔ اور اس سے کہو
کہ وہ شریاض کا ساتھ نہ دے بلکہ مصالحت کرے جو شرائط وہ پیش کرے اس پر اس سے
مصالحت کر لو کیونکہ اگر اس سے مصالحت ہو گئی تو اس کا نتیجہ یہ ہون بھی مصالحت کرے
گا اور امید ہے کہ سلسلہ بھی صلح کی طرف ہلک جائے گا۔ اس طرح شریاض کے کسی
حاجتی کم ہو جائیں گے اور اگر وہ صلح کرنے پر آمادہ نہ ہو تو پھر تم خدا کا نام لے کر بدعو

اور دشمنوں پر فتح حاصل کرو۔ میں نے ابو عبیدہ کو تمہاری مدد کے لئے لشکر روانہ کرنے کے واسطے لکھا تھا۔ انہوں نے مصر سے واپس آ کر ابو العول کو مع چار سو جانناز مجاہدین کے تمہارے پاس پہنچنے کی ہدایت کر دی ہے تم واپس ابو العول کے کارناموں سے خوب واقف ہو۔ وہ نہایت بہادر اور جسے مدد میں بغیر ہم نے ہر قتل اعظم کو خلع کھسا ہے کہ حاسم بن رواحہ مرتد ہو کر اس کے پاس قلعہ بنیہ چلا گیا ہے وہ اسے وہاں سے نکال دیں۔ اگر وہ جزیرہ میں آجائے اور توبہ کر کے مسلمان نہ ہو تو اسے اور اس کے ساتھیوں کو جہاں وہ ملیں قتل کر ڈالو۔ جو مرتد ہو جائیں ان کی بھی سزا ہے باقی سلام تم پر اور جمع مسلمان پر۔ تمام لوگوں نے نہایت اطمینان اور توجہ سے اس خط یا فرمان کو سنا۔ حضرت عیاض نے کہا یہ خط ہے جو رات صادر ہوا ہے اب مشورہ دو کہ پیش قدمی کی جائے یا پہلے قاصد بھیجا جائے۔

حضرت خرار نے کہا۔ میں تو یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ ہمیں بالکل بھی نہیں دیر پیش نہیں کرنا چاہئے۔ آگے بڑھ کر دشمنوں سے جہاد و قتال شروع کر دینی چاہئے۔ حضرت خالد نے کہا۔ چاہتا تو میں بھی یہی ہوں۔ لیکن امیر المومنین نے پیش قدمی کرنے سے پہلے قاصد روانہ کرنے کا حکم دیا ہے اس لئے ہمیں پہلے قاصد ہی بھیجنا چاہئے۔ نعمانؓ۔ لیکن امیر المومنین نے پیش قدمی سے ہمیں باز ہی نہیں رکھا ہے۔ مقدمہ۔ یہ بات نہیں ہے بلکہ انہوں نے صاف طور پر حکم دیا ہے کہ پہلے قاصد ہی روانہ کیا جائے۔

حارثؓ۔ حقیقت یہی ہے کہ پہلے قاصد روانہ کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ عیاضؓ۔ میں نے بھی یہی کہا ہے اور اس لئے ہمیں قاصد ہی بھیجنا پڑے گا۔ خالدؓ۔ دراصل اگر کچ پہنچو۔ تو یہ قہر نہایت ہی مناسب ہے اول تو اس لئے کہ اگر اغلاط کا بادشاہ مصالحت پر آمادہ ہو گیا تو شریاض کی قوت کمزور ہو جائے گی۔ دوسرے اگر وہ صلح پر آمادہ نہ ہوا تو کسی نہ کسی طرح سے ان کی تیاریوں کا علم ہو جائے گا اور یہ دونوں باتیں ہمارے لئے بہتری کی ہیں۔

نعمانؓ۔ چنگ اس طرح تو مصلحت ہی یہ ہے کہ قاصد روانہ کیا جائے۔ خرارؓ۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں ہمارا جوش اس قسم کی عاقبت امنی سوچنے کی مصلحت ہی نہیں دیتا۔ لیکن اب جو میں نے ان باتوں پر غور کیا ہے تو قاصد کا بھیجا جانا ہی مناسب معلوم ہوا ہے۔

عیاضؓ۔ اس لئے پروردگار عالم نے حکم دیا ہے کہ مسلمانوں تم نہیں میں مشورہ کر لیا کرو۔ مشورہ کرنے سے واقعہ کے ہر پہلو پر روشنی پڑتی ہے اور ہر نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہیں رہتا۔ میرے خیال میں اب سب اصحاب اس بات پر متفق ہو گئے ہیں کہ پہلے قاصد بھیجا جائے یا اگر کسی صاحب کو اب بھی کوئی اختلاف ہو تو وہ اپنی رائے آزادی سے پیش کریں۔

سب نے کہا کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ عیاضؓ۔ اچھا تو اب یہ طے کر دو کہ کسے قاصد بنا کر بھیجا جائے۔ مقدمہ۔ میرے خیال میں تو ہر شخص جائے پر تیار ہو جائے گا اس لئے مناسب یہ ہے آپ خود ہی کسی کو تجویز کریں۔ خرارؓ۔ اگر سب کی رائے ہو اور آپ بھی مناسب سمجھیں تو مجھے اجازت دیں۔ میں اس خدمت کو انجام دینے کے لیے تیار ہوں۔

خالدؓ۔ لیکن آپ کا بھیجنا مناسب نہیں ہے۔ آپ میں جوش زیادہ ہے اور اس لئے فوراً ہی غصہ آجاتا ہے۔ ضرورت ایسے شخص کی ہے جو حد درجہ متحمل مزاج ہو۔ عمروؓ۔ اور ایسا شخص میں ہوں۔ مجھے کبھی کسی کی بات پر غصہ ہی نہیں آتا۔ خالدؓ۔ ہاں تم مناسب ہو۔

خرارؓ۔ بات یہی ہے۔ یہ غصہ جانتے ہی نہیں۔ عیاضؓ۔ میرے خیال میں بھی یہی مناسب ہے۔ چنانچہ عمرو کا انتخاب خود انہیں کی خواہش پر عمل آگیا۔

یہ ظاہر ہے کہ وہ قاصد بنا کر اغلاط کے بادشاہ کے پاس بھیجے جا رہے تھے۔ اغلاط کا بادشاہ سیرانی تھا اسے کسی قسم کی بھی مسلمانوں سے بددلی نہیں تھی۔ نہ اس کی رعایا کو مسلمانوں کا کوئی لحاظ و پاس تھا۔ اور اس طرح قاصد کی جان خطرہ میں تھی۔ لیکن اس زمانہ کے مسلمان کسی خطرہ کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔

بات یہ ہے کہ وہ دنیا کو چند روزہ سمجھتے تھے۔ شہادت کے خواہگار تھے۔ اس لئے بے دھڑک ہر کام کرنے پر مستعد ہو جاتے تھے۔ چنانچہ عمرو بھی تھا جیسے پر آمادہ ہو گئے۔

حضرت عیاض نے انہیں حکم دیا کہ وہ تیار ہو کر آجائیں۔ عمرو اللہ کر پلے گئے۔ عیاض نے خط لکھنا شروع کر دیا جس عرصہ میں خط لکھا گیا اسی عرصہ میں عمرو بھی تیار ہو کر

آگئے۔

عیاض نے خط ان کے والد کیا اور کہا دیکھو۔ ہوشیار رہنا۔ تم عیسائیوں کے ملک میں
خدا جا رہے ہو۔ قدم قدم پر دشمنوں کا سامنا ہو گا اگر ہوشیار نہ رہے تو نقصان اٹھا جاؤ
گے۔

جب تم والے اغلاط کے پاس پہنچو تو حمایت نری سے شکوکہ کرنا۔ کوئی بات سخت نہ
کہنا اشتعال دلائے جانے پر بھی خسر میں نہ آنا۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ
اگر وہ یا اس کی قوم کا کوئی شخص اسلام یا مسلمانوں کی توہین کرے تو تم اسے بھی برداشت
کر لو۔ نہیں ایسی شکوکہ کا جواب منہ توڑ دینا۔ مسلمان اور تو سب کچھ برداشت کر سکتا ہے۔
لیکن اسلام بانی اسلام اور خدا کی توہین برداشت نہیں کر سکتا۔

عمودۃ المہمان رکھنے میں موقع دیکھ کر شکوکہ کروں گا۔

عیاض نے میرا بھی مطلب ہے چونکہ تم را۔۔۔ سے عداوت ہو اس لئے تمہارے
ساتھ ایک راہبر کیا جاتا ہے۔

چنانچہ عیاض نے ایک شخص کی طرف اشارہ کیا۔ وہ اٹھا۔ یہ شخص عیسائی تھا اسی
ملک کا باشندہ تھا۔ اس نے اس سلسلہ میں اپنے اور اپنے ممال کے لئے ایمان طلب کر لی تھی
کہ وہ راست بتاتا تھا عیسائیوں سے مل کر عیسائی بادشاہوں کے حالات معلوم کر کے
مسلمانوں کو سنا تھا۔ ایسے لوگ ذی کلمات تھے مسلمانوں پر ان کی حفاظت کرنا فرض تھا۔
عیاض نے اس سے کہا۔ تمہیں عمود کے ساتھ جانا چاہئے اور جہاں کوئی خطرو ہو
انہیں اس سے آگاہ کر دینا چاہئے۔

ذی عیسائی نے کہا۔ بہت بھروسہ۔

عیاض نے تمام مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

بھائیو! عمود کی سلامتی کے لئے دعا مانگو۔

اب عمود گھوڑے پر سوار ہوئے راہبر بھی ایک گھوڑے پر سوار ہوا۔ عمود نے
مسلمانوں کو سلام کیا اور دونوں روانہ ہو گئے۔

ان کے چلے جانے کے بعد مسلمان اٹھ اٹھ کر چلے گئے۔ حادثہ بھی اٹھا اور منذر
کے ساتھ ایک طرف کی طرف کو چل پڑا۔

روح فرسا نظارہ

منذر نے کچھ دور چل کر کہا۔ تم شکار مچھنے کے لئے تیار نہیں ہوئے۔

حادثہ نے کہا۔ میں تیار ہوں۔

منذر نے کیا تیار ہو تم۔

حادثہ نے مسکرا کر کہا۔ اور کی بھی کیا ہے۔

منذر نے ہتھیار لئے۔ نہ گھوڑا ہے۔ یہ بھی کوئی تیاری ہے۔

حادثہ نے گھوڑے پر جانے کا تو میرا ارادہ نہیں ہے۔ ہتھیار موجود ہیں۔

منذر نے تو کیا پیدل چلو گے۔

حادثہ نے جب پاؤں پر چٹا ہے تو پیدل ہی چلنا چاہئے۔

منذر نے اور ہتھیار کہاں ہیں تمہارے۔

حادثہ نے ہتھیار میں نے نعمان کے خیمہ پر رکھ دیئے تھے وہاں سے لے لوں گا۔

منذر نے اچھا تو چلے۔

دونوں چل کر نعمان کے خیمہ پر پہنچے۔ حادثہ نے ہتھیار اٹھا کر لگائے اور منذر کے

ساتھ پہاڑ کی طرف روانہ ہوا۔

جب یہ اسلامی لشکر سے نکلے تو منذر نے کہا۔ دوسرے ایک بات جانا۔

حادثہ نے منذر کی طرف دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔ کیا

منذر نے کہا۔ تم پروردہ کو کیا سمجھتے ہو۔

چونکہ حادثہ کو پروردہ سے محبت ہو گئی تھی اس لئے وہ یہ سمجھا کہ منذر پروردہ کی

خوبصورتی کے حلقہ دریافت کر رہا ہے حالانکہ اس کا یہ غلط فہم ہو چھ رہا تھا اس کی

عادۃ خلعت کے حلقہ۔

حادثہ نے کہا۔ وہ نہایت خوبصورت ہے۔

منذر کو بے ساختہ ہنس آئی۔ حادثہ اسے ہنسنے لگے دیکھ کر کچھ شرمندہ ہو گیا۔ کچھ

وقت کے بعد اس نے کہا۔ کیوں! ہنسنے کیوں گئے تم؟

منذر نے میں اس لئے ہنساکہ میں نے اس کی عادت کے حلقہ دریافت کیا لیکن

معلوم ہوتا ہے کہ تم اس کی راف گرہ گیر میں اسیر ہو گئے ہو۔ اس لئے اس کی خوبصورتی

کے حلقہ سمجھو۔

حادثہ نے عادت بھی اچھی ہے اس کی۔

منذر نے حادث کو چرانے کے لئے کہا۔ لیکن آپ کہتے ہیں کہ وہ خوبصورت ہے۔
 حادثہ کیا آپ کو اس کی خوبصورتی میں کچھ کام ہے۔
 منذر نے کام وہ خوبصورت ہے ہی کہاں۔
 حادث نے حیرت کی نگاہوں سے منذر کو دیکھتے ہوئے کہا۔
 خوبصورت نہیں ہے وہ۔ تو کیا آپ اسے بد صورت دیکھتے ہیں۔
 منذر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ میں ہی کیا سب ہی ایسا دیکھتے ہیں۔
 حادث نے تنبیہ کی سے کہا۔ بس تو سب ہی کے دماغ میں خلل ہے۔
 حادثہ۔ اس میں کچھ شک بھی ہے۔ ایسی پری پیرہ۔ دلریا اور حیز کو بد صورت
 کہتا یا سمجھتا ان ہی لوگوں کا کام ہے جن کے دماغوں میں فزور ہے۔
 منذر نے اچھا تو میرے دماغ میں تو فزور ہے نہیں۔
 حادثہ۔ تو تیار تم پر یونہی کو کیا سمجھتے ہو۔
 منذر نے سوکھا سامنہ بنا کر کہا۔ اب اگر میں پھر بد صورت کوں گا تو پھر آپ مجھے
 پاگل کہہ دیں گے اس لئے میں اسے خوبصورت ہی ماننے لیتا ہوں۔
 حادثہ۔ لیکن وہ خوبصورت ہے نہیں۔
 منذر نے بڑا اسے بد صورت کہہ کر کون اپنے آپ کو پاگل کھائے آپ بھی سمجھ لیں
 کہ وہ خوبصورت ہے۔
 حادث نے خوشی میں آکر کہا۔ میں تو پہلے ہی سے سمجھے ہوئے۔
 منذر نے قطع کام کرتے ہوئے کہا پہلے ہی سے کب سے۔
 حادثہ۔ جب سے میں نے اسے دیکھا ہے۔
 منذر نے میں نے بھی یہی سمجھا تھا۔
 حادثہ۔ کیا مطلب ہے اس سے آپ کا۔
 منذر نے یہی۔ کہ آپ کو پر یونہی سے محبت ہو گئی ہے۔
 حادثہ۔ اور یہ جج ہے منذر۔
 منذر نے مگر وہ عیسائی لڑکی ہے۔
 حادثہ۔ اس کا مجھے تجربہ ہو گیا ہے۔
 منذر نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔ کیا تجربہ ہوا آپ کو۔
 حادث نے جواب دیا وہ کڑی عیسائی ہے اور مجھے بھی عیسائی بنانا چاہتی ہے۔
 منذر نے خوب پھر تپ نے کیا کہا۔

حادثہ۔ وہی جو ایک مسلمان کو کہتا چاہئے۔
 منذر نے یقینی۔ انکار کر دیا۔
 حادثہ۔ بالکل۔
 منذر نے پھر کیا کہا اس نے۔

حادث نے اب اپنی داستان مثالی شروع کی۔ یہ دونوں باتیں کرتے جاتے تھے اور
 پہاڑ کی طرف بڑھتے جاتے تھے یہاں تک کہ جب حادث کی داستان ختم ہوئی تو وہ پہاڑ کے
 نیچے پہنچ گئے تھے۔

اب انہوں نے پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا۔ منذر نے کہا۔ میں یہی کہتا تھا وہ عیسائی ہے
 اس لئے اسے مسلمانوں سے کوئی بددلی نہیں ہو سکتی دیکھ لیجئے۔ وہ روئی بھی۔ اس نے
 خوشامد بھی کی۔

سب کچھ کیا۔ لیکن اس بات پر آمادہ نہیں ہوئی اگر وہ خود مسلمان ہو جائے۔
 حادثہ۔ بے شک۔

منذر نے صاف کرنا۔ مجھے خیال ہے کہ وہ کوئی قریب رہنا چاہتی ہے۔

حادثہ۔ نہیں منذر! وہ قریب کار نہیں ہے۔

منذر نے خدا کرے نہ ہو۔

حادثہ۔ وہ بھولی اور صاف ہاتھ ہے۔

منذر نے مجھے اس میں کام ہے۔

حادثہ۔ کیا تمہاری اس سے کوئی سمجھو ہوئی ہے۔

منذر نے نہیں۔

حادثہ۔ پھر کیسے خیال کر لیا تم نے۔

منذر نے محسوس کی بنا پر۔

حادثہ۔ قیاس آزمائی ٹھیک نہیں ہوتی۔

منذر نے کچھ ہو۔ میں اس کی طرف سے مشکوک ہوں اور اس لئے مطمئن نہیں ہو

سکتا۔

حادثہ۔ پھر کیا جانتے ہو تم۔

منذر نے میں اسی کے ساتھ کسی مسلمہ شیوہ کا اتنا جانا مناسب نہیں سمجھتا۔

حادثہ۔ اور تو کوئی اس کے ساتھ کہیں آنا جانا نہیں۔ البتہ کبھی کبھی ظاہر و چتر

حادثہ ٹھیک کئے ہو۔

اب دونوں نے آگے بڑھنا اور اپنی تیز نظموں سے ظکار کو دیکھنا شروع کیا۔
لیکن وہاں درخت چٹان اور اس کثرت سے کھڑے تھے کہ دس قدم کی بھی کوئی چیز صاف نظر نہ آتی تھی۔

یہ دونوں فرمت افزا سبز اور روح پرور پھولوں کو دیکھتے ہوئے بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے وہ سطح میدان طے کر لیا جو سبزہ سے لدا ہوا تھا۔ اب وہ ایک چٹان پر چڑھنے لگے۔ یہ چٹان بدترجیع بلند ہوتی چلی گئی تھی۔ اور اس لئے اس کے اوپر چڑھنے میں کوئی وقت نہ معلوم ہوتی تھی۔

اس چٹان پر نہ زیادہ درخت تھے اور نہ کثرت سے پھولوں کے پورے تھے۔ کیسے کہیں درخت کھڑے تھے اور پھولوں کے پودوں کا تو نام بھی نہ تھا۔

جب وہ اس کے اوپر پہنچ گئے تو انہوں نے دیکھا کہ اس کی چوٹی زیادہ چوڑی نہیں ہے پھر ہی قدم چل کر اس کے دوسری طرف نہایت عجیب عمارت تھے اور عمارتوں کے سامنے سے ایک اور چٹان اس پہلی چٹان کے عین سامنے تھی۔

ان دونوں چٹانوں میں ۶-۷ گز کا فاصلہ تھا۔

حادث نے یہاں پہنچ کر کہا۔ مندر بھی وہ مقام معلوم ہوتا ہے۔ جہاں پر یونہی کو ڈاکو لے کر آئے تھے۔ اور جس جگہ سے وہ کوہ کر بھاگی تھی۔

پر یونہی نے اپنی داستان میں جن چٹانوں کا ذکر کیا تھا۔ یہ دونوں چٹانیں وہی ہی معلوم ہوتی تھیں۔ مندر کو بھی یہ بات تسلیم کرنی پڑی اس نے کہا بے شک جب نہیں ہو پر یونہی اس جگہ آئی ہو اور اس جگہ سے بھاگی ہو۔

حادث نے کہا۔ اب تو آپ قائل ہو گئے کہ پر یونہی نے کوئی داستان دل سے گھڑ کر نہیں بیان کی تھی۔

مندرجہ۔ اس جگہ کو دیکھ کر تو قائل ہونا چاہا۔

حادث دیکھو اس دوسری چٹان کے اس طرف کیا دنگل مقام ہے۔

مندرجہ۔ جھگ۔ یہ سارا پھاڑی نہایت دنگل ہے۔

حادث۔ یہی بات ہے۔

مندرجہ۔ سامنے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ خدا جانے اسے کیا نظر آیا کہ اس کے چہرے سے کچھ گھبراہٹ کے آثار ظاہر ہوئے اس نے حادث کو متوجہ کر کے اچلی سے اشارہ

کے کنارے تک آجاتی ہے اگر تم اس کی طرف سے ایسے ہی ملو کہ ہو تو میں تجھ کو ظاہر کو منع کر دوں گا۔ وہ بھی اس کے ساتھ نہ آیا کرے گی۔

مندرجہ۔ میرا غلطی تھا۔ بلکہ میرا تو یہ خیال ہے کہ اس نے جو داستان اپنے گرفتار ہونے اور بھاگ آنے کی بتائی ہے وہ اس کی حافی استخراج ہے۔

حادث۔ اس قدر بدگمانی بھی ٹھیک نہیں۔ ایسی حسین۔ کم سن اور بھری لڑکی ایسی داستان اپنے دل سے نہیں گھڑ سکتی۔

مندرجہ۔ میں وقتوں سے نہیں کہہ سکتا مگر مجھے شک ہے۔

حادث۔ خیر اس ذکر کو چھوڑو۔ دیکھو کیا فرمت افزا مقام ہے کیسی سبزہ دار چٹانیں ہیں۔

دراصل یہ دونوں باتوں میں کچھ ایسے خوب رہے تھے کہ دوسرے اور دوسری باتیں اٹھا اٹھا کر نہ دیکھتے تھے۔ سر بھگائے باتیں کرتے چلے جا رہے تھے۔ اب جو انہوں نے نظروں اٹھا کر دیکھا تو قدرت کی گلکاری دیکھ کر حیران رہ گئے۔

پھاڑ کا یہ حصہ نہایت ہی سرسبز شاداب تھا۔ ہر چٹان اور ہر چٹان کا ہر پتھر سبزہ سے لدا ہوا تھا۔ عمارت اور اونچے اونچے درختوں کے جھنڈ کھڑے تھے۔ ان کے سایہ میں پھولوں کے پورے کھڑے لکھا رہے تھے۔ خوں سے بھیں لپٹی ہوئی تھیں اور پودوں اور پھولوں پر خوش رنگ اور خوشبودار پھول کھل رہے تھے۔

جس طرف اور جہاں تک نظر جاتی تھی۔ سبزہ ہی سبزہ اور خوش رنگ پھول نظر آتے تھے۔

مندرجہ نے کہا۔ بے شک۔ یہ جگہ بشت دار ہے۔

حادث۔ یہی چاہتا ہے کہ ایسی ہی جگہ رہنے کوں۔

مندرجہ۔ لیکن جس بشت کا پھر دگر عالم نے ہم سے وعدہ کیا ہے۔

حادث۔ وہ اس سے بڑا ہی درجہ افضل اور اعلیٰ ہے۔

مندرجہ۔ پھر اس جگہ رہنے سے فائدہ۔

حادث۔ کچھ نہیں۔ لیکن دل میں جو بات پیدا ہوئی تھی وہ کہہ دی۔

مندرجہ۔ دنیا اور اس کی دھڑکیاں انسان کو اپنے جال میں پھنسا کر خدا پرست انسان کو بھی خدا کو چھوڑ کر دنیا کی دنگلیوں میں نہیں پھنسا۔

مندرجہ۔ بے شک۔ اچھا اب گھٹو بد کو اور ظکار کو دیکھو۔

— 44 —

U

1998

کے لیے

24

 $\frac{1}{2} \sqrt{2}$

طی

10

وہ

10

16. $\frac{1}{2} \leq \frac{1}{4}$

۱۰۰

طالع بدست اگر در صورتی که مراد از آنکه مراد از آنکه مراد از آنکه

$\frac{1}{2} = \frac{1}{2}$

کے دیئے لی اور وہ ضرور ہے۔ لیکن جو ضرور مانگے ہے۔

چہوتہ کے سوا اربعہ 16 ام لڑنے ہوئے تھا۔ ہم بڑے وچ باری چاروں ہو قطرہ لولی

نہیں ہے۔

ظاہر ہے۔ اچھا اتنی درج انتظار کرو کہ بھائی جان اور ان کے دوست آجائیں۔

میں نے اس کے جواب میں کہا کہ میں اس کے ساتھ نہیں جاؤں گا۔

$\sigma_1(\bar{B}) = \frac{1}{2}, \quad \sigma_2(\bar{B}) = \frac{1}{2}, \quad \sigma_3(\bar{B}) = 0, \quad \sigma_4(\bar{B}) = \frac{1}{2}, \quad \sigma_5(\bar{B}) = 0$

اور ان کے پاس ہی اس ملک کے راز ہیں۔

ظاہر ہے سادگی سے کہا۔ لیا میں نے سب سے جیسے ہی میں نے بتا دیا تھا کہ وہ دونوں بھی

پہاڑ پر شکار مچانے کا ارادہ کر کے آئے والے ہیں۔

برنارڈ نے اسے انداز سے جھٹک کر بھولی بھولی بات باز آگئے۔ ہاں تم نے کہا تھا۔

محکم دلائل سے مزین و متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

طالع: طالع خیر و برکت است.

پک ڈھڑی پر چلتے گئیں۔

پک۔ ڈھڑی اس قدر ٹھک تھی کہ دو آدمی ایک وقت میں برابر برابر نہیں چل سکتے تھے چنانچہ یہ دونوں آگے پیچھے چلی جا رہی تھیں۔

اس پک ڈھڑی کے ایک طرف پٹانوں کا سلسلہ اونچا اونچا چلا گیا تھا اور دوسری طرف غاردار بھانڑیاں اس کثرت سے گھڑی تھیں کہ ان کی طرف ذرا بھی جھک جانے سے کاسے کپڑوں کو تار تار کر کے جسم میں خراش ڈال دیتے تھے۔

دونوں توں کر کے ان دونوں نے پک ڈھڑی کو عبور کر لیا اور اب وہ ناموار چھوٹی پر چلتے گئیں۔ یہ پھر کچھ بھروسے رنگ کے تھے ان پر سبزہ لگا ہوا نہیں تھا۔ البتہ کسی قدر فاصلہ پر کھنکان درختوں کی باز شریع ہو چکی تھی۔

یہ دونوں بدھتی رہیں۔ ظاہر نہ آئے کہ پہلے اس پہاڑ پر آئی تھی نہ راستوں سے واقف تھی البتہ پریونہ یہاں کئی دفعہ آچکی تھی اور وہ اچھی طرح جانتی تھی اس وقت وہی رہتا تھی اور ظاہر اس کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔

چلتے چلتے وہ ایک ایسی جگہ پر پہنچیں جہاں پر چٹان پھٹ کر نہایت سیب غار پیدا ہو گیا۔ یعنی ہوئی پٹانوں کے پھر ایک دوسرے کے سارے سے اس طرح کھڑے تھے کہ ہر لمحہ ان کے گر جانے کا اندیشہ تھا۔

پٹانوں کے پھر جانے سے جو شکاف یا غار پیدا ہو گئے تھے وہ ایسے گہرے تاریک اور خوفناک تھے کہ ان کی طرف بھاگ کر دیکھنے سے بھی خوف اور سرگھسنے لگتا تھا۔

ظاہر ہے انہیں دیکھتے ہوئے کہا کہ کسی قدر خوفناک شکاف ہیں یہ۔

پریونہ نے کہا میں نے اپنے بھائی سے سنا ہے کہ ایک مرتبہ نہایت سخت زلزلہ آیا تھا۔ اس زلزلہ سے کئی چٹانیں پھٹ گئی تھیں اور پٹانوں کے پھٹنے سے سیب غار پیدا ہو گئے تھے۔

ظاہر ہے خدا کی قدرتیں بھی عجیب ہیں۔ کہیں زمین کو قائم رکھنے کے لئے پہاڑوں کی نیکیں گاڑ دی ہیں اور کہیں پٹانوں کو پہاڑ کی معدنیات اگلا دی ہیں۔

پریونہ نے حیرت سے ظاہرہ کو دیکھ کر کہا۔ کیا پہاڑوں کے پھٹنے سے معدنیات نکل آتی ہیں۔

ظاہرہ۔ ہاں اکثریت ایسا ہی ہوتا ہے۔

پریونہ۔ تم نے سچ کہا۔ سنا ہے یہ یہ بنائیں یعنی جس تو کی جسم کی وحدت نکل

تھی۔

ظاہرہ۔ لوگوں نے خوف کی وجہ سے ان شکافوں کو اچھی طرح دیکھا نہیں ہے۔ اگر نور سے دیکھا جاتا تو معلوم ہو جاتا کہ کس قدر سونا چاندی پہاڑ نے اگل دیا ہے۔

پریونہ۔ بھلا کون ان خوفناک غاروں میں اترنے کی جرات کر سکتا ہے۔

ظاہرہ۔ وہ انسان جو چاندی سونا حاصل کرنا چاہیں۔

پریونہ۔ جسے اپنی زندگی عزیز نہ ہو۔ وہ ایسی کوشش کر سکتا ہے۔

ظاہرہ۔ اگرچہ اس کام میں خطرہ ضرور ہے لیکن جان کا اندیشہ نہیں ہے پہلے یہ جوئے والے پھر کرائے جائیں اور پھر ریشم کے ڈوروں کے ذریعہ سے اتر کر دیکھا جائے۔

پریونہ۔ ہو گا۔ آؤ اور آگے چلیں۔

ظاہرہ۔ چلو۔

دونوں آگے بڑھیں اور کچھ دور چل کر ایک ایسے پر خطا مقام پر پہنچیں جہاں ہر پٹان اور ہر پھر پر سبزہ لگا ہوا تھا۔ پھولوں کے تنچے کے تنچے کھڑے لہلہا رہے تھے اور ان کی بھیجی بھیجی خوشبو سے وہ جگہ منک رہی تھی۔

ظاہرہ نے اس بہشت زار کو دیکھ کر کہا۔ کیا پر فرما مقام ہے۔

پریونہ۔ آگے اس سے بھی دلکش مقامات ہیں۔

انہوں نے پھر چلتا شروع کر دیا اور اس فرشتہ افروہ مقام کو عبور کر کے ایک ایسی جگہ پہنچیں جہاں پہاڑ کا حصہ ختم ہو گیا تھا جس پر یہ دونوں تھیں اور تقریباً بیس گز کشادہ درہ پھوڑ کر پھر پٹانوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ قدرت نے ان دونوں پہاڑوں کو ملحق کرنے کے لئے ان پر ایک چٹان کو اس طرح لٹا دیا تھا جیسے مشہور مناہوں اور سبک تراشوں نے بنایا تھا دیا ہو۔

یہ دونوں پہاڑوں پہ چڑھ گئیں اور اسے عبور کرنے لگیں۔ جب وہ درمیان میں پہنچیں تو ظاہرہ نے سچے بھاگ کر دیکھا ایک نہایت کرا درہ مشرق سے مغرب کی طرف گیا تھا اس میں ایک سفید سی لکیر نظر آتی تھی جس کے دیکھنے سے پایا جاتا تھا کہ کسی زمانہ میں اس میں دریا رواں تھا جو عرصہ ہوا خشک ہو گیا تھا اور اب اس کا سفید نشان باقی رہ گیا تھا۔

اس پہاڑ کو عبور کر کے وہ دوسرے پہاڑ پر جو اسی پہاڑ کا ٹکڑا تھا پہنچیں یہ مقام نہایت ہی دلچسپ اور فرشتہ بخش تھا۔ عجیب قسم کے پھولوں نے خوشنادرخت کھڑے تھے پھولوں کے پودے اس کثرت سے تھے کہ تمام جگہ گھزار معلوم ہوتی تھی۔ پودوں پر نہایت

ظاہرہ نے محکوک نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ سمارا شامسا ہے اور وہ کون ہے۔

پریونہ: قریب آجائے دو۔ خوری معلوم ہو جائے گا۔
اس عرصہ میں بیانی قریب آگئے اور انہوں نے آتے ہی دونوں کے گرد حصار قائم کر لیا۔

قرباقوس نے پریونہ سے کہا۔ شاید پریونہ شایاں تم نے خوب کام کیا۔
پریونہ نے کہا بھائی جان! جس قریب کی تعلیم تم نے مجھے دی تھی۔ میں اس میں کامیاب ہو گئی اور اس بھولی اور حسین دوشیزہ کو دامِ نکاح میں پھنسا کر سمارے پاس لے آئی
اس وقت میرا ضمیر مجھے لعنت کر رہا ہے مجھے اس معصوم دوشیزہ کو دھوکا نہیں دینا چاہئے تھا۔

یہ گفتگو ان دونوں میں کچھ عرصے اور کچھ دیر زبان میں ہوئی۔ جس سے ظاہرہ نے ان کا مقصود سمجھ لیا اب اس کی آنکھوں سے قریب کا پردہ اٹھا۔ اس نے پریونہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ پریونہ تم نے مجھے قریب دیا۔

پریونہ نے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا۔ ہاں میں نے جسیں قریب دیا اور اب میں بچتا رہی ہوں۔

ظاہرہ: الموس تم نے احسان فرما سوتی کی۔
پریونہ: اور عمن کشی بھی۔

قرباقوس نے کہا۔ ہم وقت کو پاؤں میں نہیں گنوا سکتے ہم نے ابھی اس سامنے والی نشان پر دو مسلمانوں کو دیکھا ہے اگر انہوں نے دیکھ لیا اور وہ یہاں آگئے تو یہ آسان کام مشکل ہو جائے گا۔

ظاہرہ سے: عملی دوشیزہ کو ہمارے ساتھ چلو۔
ظاہرہ نے جوش میں آکر کہا۔ میں نہیں چلی سکتی۔ بے دین بیانیوں کے ساتھ ہرگز نہیں جا سکتی۔

قرباقوس: یہ پہلے ہی سمجھ لیا گیا تھا کہ تم آسانی سے نہ چلو گی (بیانیوں سے)
بلادر پیاز! اسے گود میں اٹھاؤ۔

فوراً دو بیانیوں نے چوہ کرناڑک انعام ظاہرہ کو گود میں اٹھا لیا۔ اگرچہ اس نے اپنی رہائی کے لئے بہت کچھ جدوجہد کی۔ لیکن ان قوی دکل بیانیوں کے پنجہ سے رہائی نصیب

نہیں اور خوشیوار پہل مکمل رہے تھے نیز خوشیوار ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔
یہ اس وقت ایک اونٹنی چٹان پر تھیں۔ انیس دور سے ایک گرجہ کی چنی نظر آئی۔
جس کے کنارے دھوپ میں چمک رہے تھے۔ ظاہرہ نے اسے دیکھتے ہوئے پریونہ سے دریافت کیا۔ یہ کیا چیز چمک رہی ہے سامنے۔

پریونہ نے جواب دیا۔ گرجہ ہے۔ وہی گرجہ جس میں میں رہتی تھی اس کا پادری نہایت ٹیک اور بزرگ آوی ہے۔

ظاہرہ: ہم بہت دور نکل آئے ہیں۔ دیکھو اتنی بلندی پر کھڑے ہونے سے بھی اسلامی نظر نظر نہیں آتا۔ کو اب واپس چلیں۔

پریونہ: ہاں چلیں گے۔ ابھی ٹھہر جاؤ۔ اس دھنسی مقام کو دیکھ کر میرا جی کچھ کانٹے کو بی چاہتا ہے۔

ظاہرہ: واہ واہ۔ یہ کانٹے کا کون سا موقع ہے۔
پریونہ: موقع ہی کیا ہوتا۔ آؤ بیٹو۔ میں تمہیں ایک گیت سناتی ہوں جس میں صحبت کے بارے میں کچھ کی تعریف کی گئی ہے۔

پریونہ بیٹھ گئی۔ اس کے اصرار کرنے سے ظاہرہ بھی بیٹھ گئی اب پریونہ نے گانا شروع کیا۔ اس کی آواز نہایت دلکش اور شیریں تھی۔ لہجہ سیرا اور نغمہ دار تھا۔ سہل بندہ مکیا۔
اگرچہ ظاہرہ کو سمجھ میں ایک لفظ بھی نہ آتا تھا کیونکہ وہ دوی زبان میں گاد رہی تھی لیکن اس کی سربلی آواز نے اسے مسحور کر لیا اور وہ ہمہ تن متوجہ ہو کر اس کی طرف دیکھنے اور اس کا گانا سننے لگی۔

ابھی پریونہ گا رہی تھی کہ ظاہرہ کھٹکھٹا سن کر بڑکی۔ اس نے اپنی ہوشیا نظروں اٹھا کر دیکھا اسے پندرہ بیانیوں نے ان دونوں کی طرف آتے ہوئے نظر آئے وہ گھبرا گئی۔ اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔ پریونہ! غصہ ہو گیا کہنت ڈاکو آگئے۔

پریونہ نے گانا بند کر دیا۔ اور بیانیوں کی طرف دیکھا۔ اسے سب سے آگے اس کا بھائی آتا ہوا نظر آیا۔ اس نے اطمینان کے لہجہ میں کہا۔ ڈاکو آگئے۔ آتے دو۔ ہمارا کیا کر سکتے ہیں۔

ظاہرہ نے گھبرائے ہوئے لہجہ میں کہا۔ بھاگو۔ پریونہ بھاگو۔

پریونہ نے کہا۔ بھاگنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ان میں ایک میرا شامسا ہے اور باقی اس کے ملازم ہیں۔

نہ ہوئی۔ طاہرہ نے کہا۔ پر یوت۔ پر یوت۔ میرائی کرو مجھے ان درندوں سے بچاؤ۔

پر یوت نے اپنا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں سے چھپا لیا۔ قریاقوس نے کہا فضول شور نہ کرو۔ پر یوت میری بہن ہے اور میں نے اسے جس لائے کے لئے بھیجا تھا۔

طاہرہ۔ تو پر یوت۔ تم سے ایسے مکر کی توقع نہ تھی۔

پر یوت نے اپنا چہرہ اٹھایا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس وقت سخت پریشان اور اپنے کئے کو بے پروا ہے وہ کچھ چاہتی تھی۔ کہ قریاقوس نے سپاہیوں سے کہا۔ دلہو۔ اسے لے چلو۔ جلدی کرو۔ فوراً سپاہی اسے لے کر روانہ ہوئے قریاقوس اور باقی سپاہی ان کے پیچھے چلے۔ پر یوت بھی کھڑی ہو گئی اور وہ بھی غمزہ صورت بنا کر فوکلڑاتے پیڑوں سے چلی۔

طاہرہ نے پھر اپنی دہائی کی جدوجہد کی۔ لیکن بہت کچھ کوشش کرنے پر بھی آزادی نصیب نہ ہوئی۔ مجبور ہو کر وہ اپنی پوری طاقت سے چلائی۔

آؤ مندر۔۔۔ مندر۔۔۔ آؤ آؤ۔۔۔ بچاؤ بچاؤ۔۔۔

اس درد بھری آواز کو سن کر مندر بے تاب اور بے چین ہو گیا تھا اور اس نے زندگی کی پرواہ نہ کر کے اس پٹان سے دوسری پٹان پر جست لگائی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ مندر نے نہایت جرات سے کام کیا تھا جس جگہ سے اس نے جست لگائی تھی اور جہاں وہ پہنچنا چاہتا تھا ان کے درمیان نہایت کشادہ اور گہرا شکاف تھا نہایت خطرناک کام تھا لیکن اس نے کسی بات کی پرواہ نہیں کی۔ اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر جست لگائی اور خدا کی شان کہ دوسری پٹان پر جا گوارا۔ وہاں اس نے ایک گہرا چکڑی اور اس طرح شکاف میں پھسلنے سے رک گیا۔ اور نہایت ہوشیاری سے کھڑا ہو کر اس طرف دیکھنے لگا جس طرف میرائی طاہرہ کو لے جا رہے تھے۔

اس نے جلدی سے تھوڑا میاں سے نکالی اور میرائیوں کی طرف دوڑا۔

قریاقوس اور اس کی جماعت نہایت اطمینان اور خاطر جس سے مگر کسی قدر حیرت قدی کے ساتھ چلے جا رہے تھے۔ ابھی تک وہ میرائیوں نے معصوم دیشیہ کو کندھوں پر اٹھایا ہوا تھا اب اس نے رہائی کی فضول جدوجہد کو چھوڑ دیا تھا اور چلاؤ اور غل چٹا بھی بند کر دیا تھا۔

ابھی میرائی کچھ دور ہی چلے تھے کہ طاہرہ کے دل میں آخری جدوجہد کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ اس نے آہستہ سے اپنا داہنا ہاتھ اٹھایا اور پتھر نکال کر اس بھرتی اور قوت سے ایک میرائی کے گھونپا کو کوئی اس کی کاروائی کو نہ دیکھ سکا۔ اور جس کے اس نے وار

لگایا وہ خوب کر گرا۔ اس کے گرے ہی طاہرہ بھی مری۔ دوسرے میرائی نے ڈر کر اسے چھوڑ دیا اور وہ کود کر الگ جا کھڑی ہوئی۔

قریاقوس اور میرائیوں نے طاہرہ دیشیہ کو دیکھا اس وقت اس کے ہاتھ میں پتھر تھا۔ چہرہ غصہ سے سرخ ہو رہا تھا آنکھوں میں لال لال اور سے کھینچ گئے تھے اور وہ جوش و خروش میں اتنی پتھر تالے کھڑی تھی۔

قریاقوس نے کہا۔ باز آفریں لڑکی! تم نے بڑی جرات کا کام کیا ہے لیکن سوچو تم لوگو ہم پر فتح نہیں چاہتی ہو۔ اور اس لئے تمہاری اس قسم کی جدوجہد محض بیکار ہی رہے گی۔ تم نے میرے ایک آدمی کو زخمی کر دیا ہے میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔ آؤ پتھر پھینک دو اور خوشی سے میرے ساتھ چلو۔

طاہرہ کا چہرہ ہلکا رہا تھا۔ اس نے غصہ کے لہجہ میں کہا۔ کبھی نہ چلوں گی۔ دغا باز کینوں! تم مجھے دندہ نہیں لے جا سکتے۔

قریاقوس ہنسا۔ اس نے کہا۔ خوب! کیا تم اس جھوٹے سے پتھر سے گرنے کا ارادہ رکھتی ہو۔

طاہرہ نے جوش میں آکر کہا۔ ہاں۔ میں عملی لڑکی ہوں۔ عملی خون میری رگوں میں دوڑ رہا ہے۔ میں لڑوں گی اور اس وقت تک لڑوں گی جب تک مجبور نہ کر دی جاؤں۔

قریاقوس۔ دیکھو تم حماقت نہ کرو۔ اندیشہ ہے کہ تمہیں تمہارے خواہش نہ آجائے۔

طاہرہ۔ اندیشہ نہ کرو۔ میں گرفتاری کی راست پر عزت کی موت کو ترجیح دیتی ہوں۔

قریاقوس نے فصر کی شان سے کہا۔ تو پھر مجبور ہو کر مجھے حملہ کرنا پڑے گا۔

طاہرہ۔ عمو بددل تو کیا حملہ کر سکتا ہے۔

قریاقوس کو طرارہ آگیا اس نے گوار کھینچ لی۔ اور طاہرہ کی طرف بڑھنے کا ارادہ کیا۔

ابھی وہ ایک قدم بھی نہ چلا تھا کہ پر یوت نے پیچ کر اسے روکے ہوئے کہا۔ ٹھہر جائے۔

آپ میرے سامنے ایک معصوم دیشیہ پر حملہ نہیں کر سکتے۔

قریاقوس۔ مگر میں مجبور ہو کر ایسا کر رہا ہوں۔

پر یوت۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اس معصوم صفت کی روٹی کو درغلا کر قریب دے کر لائی۔ اب پچھتا رہی ہوں تم۔۔۔۔۔ کیا کیا تم اسے میرے سامنے قتل کرنا چاہتے ہو۔

قریاقوس۔ لیکن اس نے میری توہین کی ہے۔

پر یوت۔ اسے غصہ ہے اور اس لئے اس کے کہنے پر خیال نہ کرو۔

اب پرچہ نہ طاہرہ کی طرف بڑھی۔ اس نے کہا۔ مٹی دھیرے دھیرے تھوک دو۔ ٹخڑے
دے دو۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ ان میں سے کوئی بھی تمہیں نقصان نہ پہنچا سکے گا۔

طاہرہ نے ہوش و غصہ میں آکر کہا۔ خیردار! قریب کار ساحر! میرے قریب نہ آنا۔ جو
کوئی بھی میرے پاس آئے گا۔ میں اسے ٹخڑا کر ہلاک کر دوں گی۔
پرچہ نہ ڈر گئی۔ اسے اس کے قریب جانے کی ہر بات نہ ہوئی۔

قزاقوس نے ایک سپاہی کی طرف کچھ اشارہ کیا۔ وہ کھوار بھیج کر پڑھا۔
طاہرہ غصہ ناک شہر کی طرف اس کی طرف بھجی۔ سپاہی نے کھوار اٹھائی۔ طاہرہ نے
بھینٹ کر اس کے ٹخڑے گھونپ دیا۔ وہ آکر کے پیچھے کی طرف گرا۔ طاہرہ نے ٹخڑے نکالا۔
اس سے خون کے قطرے چپکنے لگے۔

ابھی وہ اچھی طرح کھڑی بھی نہ ہوئی تھی کہ پیچھے کی طرف سے قزاقوس نے آکر اس
کا وہ ہاتھ جس میں ٹخڑے مٹی مٹی سے اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا۔

طاہرہ نے رہائی کے لیے جدوجہد کرتے ہوئے کہا۔ وقار باز بڑل کینڈا!
قزاقوس نے ہنستے ہوئے کہا۔ بس ٹخڑے پھینک دے۔

طاہرہ نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ہمارے بے قوم مدین کے مقابلہ کر۔
قزاقوس نے اس کا نازک ہاتھ موڑ کر ٹخڑے چھین کر پھینک دیا۔ اور اس کا نرم و
نازک ہاتھ اپنے آہل ہاتھ کی گرفت میں لے کر کہا۔ ناز آفرین دھیرے! تم لڑنے کے لئے
نہیں ہو۔ کوا چلو۔

طاہرہ نے زور کرتے ہوئے کہا۔ ہٹ جا بدکار! اپنے ٹپاک ہاتھ میرے جسم کو نہ لگا۔
طاہرہ ہوش میں بھری ہوئی تھی۔ اگرچہ وہ نازک اور نازنین تھی۔ مگر اس وقت اس
میں اس قدر قوت اور طاقت آگئی تھی کہ وہ قزاقوس کو ہلک کر دھکیل کر پیچھے ہٹا رہی
تھی۔

قزاقوس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کر کے کہا۔ اسے اپنے قابو میں کر کے لے چلو۔
فوراً۔ دو سپاہی بڑھے اور انہوں نے نازنین طاہرہ کو اپنی گرفت میں لیتا چلا۔

طاہرہ نے بلند آواز سے پکار کہا۔ "منذر۔ کو منذر۔"
ابھی اس کی آواز ہی گونج رہی تھی کہ ایک رعب دار آواز آئی۔ طاہرہ۔ طاہرہ۔
..... میں آیا۔

جب طاہرہ نے اس آواز کو سنا تو اس نے اس طرف جس طرف سے آواز آئی تھی۔

دیکھا۔ اسے منذر رہنما کھوار نے بھاگ کر آتا ہوا نظر آیا اسے دیکھتے ہوئے فرما سرت
سے اس کی آنکھیں چپکنے لگیں۔

ساتھ ہی قزاقوس اور اس کے ساتھیوں نے بھی دیکھا وہ اسے دیکھ کر حجب ہو گئے۔
قزاقوس نے جلدی سے کہا۔ طاہرہ کو چھوڑ دو۔ اور اس کو غوار بھیجنے کا مقابلہ کرنے کے
لئے تیار ہو جاؤ۔

بیسائی سپاہیوں نے طاہرہ کو چھوڑ دیا۔ وہ حیرت انگیز۔ چاکر سنی کے ساتھ بھاگ کر
منذر کے پاس پہنچی۔ منذر نے اپنے ہاتھ پھیلا رکھے۔ طاہرہ بے ساختہ اس کے سینہ سے جا
لگی۔

قزاقوس یہ نظارہ دیکھ کر مہل گیا۔ اس نے اپنے آدمیوں کو لگا کر کہا۔ دلیر! دیکھتے کیا
ہو بڑھو اور اس وحشی مسلمان کا غارت کر دو۔

بیسائی دیکھ چکے تھے کہ ایک نازک اندام مسلم دھیرے نے بے بس ہوتے ہوئے بھی دو
سپاہی دشمنی کر دیے تھے۔ منذر فوجوان اور پرہوش تھا۔ کھوار لے ہوئے تھا۔ غصہ ناک
لگاؤں سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا اس لئے انہیں اس کی طرف بڑھنے کی ہر بات نہ
ہوئی۔

قزاقوس اپنے سپاہیوں کی دونوں مٹی دیکھ کر آپے سے باہر ہو گیا اس نے گرج کر کہا۔
کینڈا۔ کیا دیکھ رہے ہو۔ بڑھو۔ اور اس اچل رسیدہ مسلمان کے دو ٹخڑے کر دو۔

بیسائی سپاہی تقریباً ۱۷-۱۸ تھے۔ جو ہوش میں آکر منذر کی طرف بھینچے۔

منذر نے آہستہ سے حدودش طاہرہ کو اپنے سینہ سے الگ کیا۔ وہ ایک طرف کھڑی ہو
گئی۔ بیسائی قریب آکر رکے منذر نے کہا۔ دیکھو تم اس بدکار شخص کے اہلکارے میں آکر
اپنی عزت جان کو نہ گھواؤ۔ پکار جنگ نہ کرو۔

ایک بیسائی نے کہا۔ آپ اس کو مصورت لڑکی کو ہمارے حوالہ کر دیں۔ پھر ہم جنگ
نہ کریں گے۔

منذر نے یہ لڑکی مسلمان ہے اور اس لئے اسے لے جانے کا تمہیں کوئی حق نہیں
ہے۔

وہی بیسائی۔ اور ہم حرم سے اس کی بھاش میں یہاں پڑے ہوئے ہیں۔

منذر نے مگر یہ بات شرافت اور انسانیت کے خلاف ہے۔

وہی بیسائی۔ ہم انسانیت اور شرافت کو جبر، جانتے۔

منذرتہ تو اطمینان رکھو اب یہ لڑکی نہیں دی جا سکتی۔

قراقوس نے کہا۔ بس جیت ختم ہو گئی۔ اب حملہ کرو۔

فورا بیسیائیوں نے گھوڑیں سمجھ لیں اور منذر پر حملہ آور ہوئے۔

منذر نے اللہ اکبر کا پر شور نعرہ لگا کر نہایت جوش سے بھجٹ کر حملہ کیا اس پہلے ہی حملہ میں اس نے ایک بیسیائی کو مار ڈالا۔

جب بیسیائیوں نے اپنے ایک ساتھی کو قتل ہونے دیکھا تو ان کے تن بدن میں ٹپک لگ گئی۔ انہوں نے جوش میں ڈر حملہ کر دیا۔

ایک دم کئی گھوڑیں منذر کی طرف لپکیں۔ اس نے بھی پھرتا ہل کر حملہ کیا۔ اس حملہ میں بھی اس نے ایک بیسیائی کو مار ڈالا۔

اب بیسیائیوں کے جوش و غضب کی انتہا نہ رہی انہوں نے قطب تک جو کر نہایت شدت سے حملہ کیا۔

منذر بھی غیظ و غضب میں بھرا ہوا تھا۔ اس نے پیترے بدل بدل کر حملہ آوروں کے دار خالی کر دیے اور پھر خود بھی بھجٹ کر حملہ کر دیا۔ اس حملہ میں بھی اس نے ایک بیسیائی کو قتل کر ڈالا۔ اس طرح اس نے اب تک تین بیسیائیوں کو اجل کی آغوش میں پھنسا دیا۔

جوں جوں منذر بیسیائیوں کو قتل کرتا جاتا تھا۔ اس کا چہرہ سرخ ہوتا جاتا تھا اور جسم میں چمکی اور بھڑکی آتی جاتی تھی پتہ نہ چلے کہ بھجٹ کر بھٹ کر مرنے کر رہا تھا۔

ایک طرف قراقوس کھڑا دیکھ رہا تھا۔ اسے منذر پر بڑا غصہ آ رہا تھا۔ وہ غصہ سے دانت ٹیس رہا تھا۔ مگر اتنی جرات نہ ہوتی تھی کہ خود بھی لڑائی میں شریک ہو جائے۔

ایک طرف پرہیزگاری جھڑکتی تھی لگاؤں سے منذر کو لڑے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اسے وہ دیکھ کر تعجب آ رہا تھا کہ عین ایک مسلم نوجوان کس طرح ۱۷-۱۸ بیسیائیوں سے کس بے جھکی کے ساتھ لڑ رہا تھا اور کیسے بیسیائیوں کو قتل کر رہا تھا۔

منذر کی پشت کی طرف مار مارہا کھڑی تھی جو امید و بیم کی نگاہوں سے منذر کو کھ رہی تھی اور اپنے دست باز اٹھائے تھا اسے اس کی فتح یا ہلکی کی دعا مانگ رہی تھی۔

منذر نہ قراقوس کو دیکھ رہا تھا۔ نہ پرہیزگاری اور نہ طاہرہ کو بلکہ وہ ان بیسیائیوں کو دیکھ رہا تھا جو اس سے لڑ رہے تھے اور ان پر لپک لپک کر حملے کر رہا تھا۔

اس نے کچے ہندو انکڑے وہ مٹے کر کے دو اور بیسیائیوں کو ڈھیر کر رہا تھا اور اس

طرح اب تک وہ پانچ آدمیوں کو مار چکا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کی کا دل گردہ ہے کہ وہ کسی خطرہ کا بھی خیال نہیں کرتے جب انہیں غصہ آجاتا ہے تو پھر چاہے کیسی ہی طاقت ان کے سامنے آجائے وہ اس کے مقابلہ میں ڈٹ جاتے ہیں۔

قدوت نے مسلمانوں کو ایسا جوش اور ایسی قوت عطا کی ہے کہ کوئی قوم ان کا مقابلہ ہی نہیں کر سکتی اور یہی جوش و قوت انہیں فتح یاب کر رہا ہے۔

منذر مسلمان تھا ڈرنا گھبرانا جانتا ہی نہ تھا ایسے جان لیوا حملے کر رہا تھا کہ ۸ بیسیائیوں کو قتل کر چکا تھا اور جس جوش و خروش سے وہ مٹے کر رہا تھا ان سے پایا جاتا تھا کہ وہ ان سب کو قتل کرنے کا ارادہ کر چکا ہے۔

اگرچہ وہ کدو کر اور دور سے بھاگ کر آیا تھا اور جب سے آیا تھا نہایت جوش و خروش سے لڑ رہا تھا۔ ان سے پایا جاتا تھا کہ وہ ان سب کے قتل کرنے کا ارادہ کر چکا ہے۔ اس لئے کسی قدر ٹھک گیا تھا لیکن اس پر بھی ابھی تک بڑے ہی جوش و خروش سے لڑ رہا تھا کسی کو یہ خیال نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ ٹھک گیا ہے۔

بسیائی بھی سمجھ گئے تھے کہ ایسے جن سے پالا پڑا ہے جو انہیں سب کو ہی قتل کر کے ام لے گا۔ وہ بھاگنا چاہتے تھے لیکن اس خوف سے نہ بھاگتے تھے کہ انہیں اندیشہ تھا کہ قراقوس انہیں قتل کر دے گا۔

وہ لڑ رہے تھے مگر اب جارحانہ حملے نہیں کر رہے تھے بلکہ اس کے صلیوں کو روک رہے تھے۔

منذر جوش میں ڈر بھجٹ کر مٹے کر رہا تھا۔ اور ہر حملہ میں ایک نہ ایک بیسیائی کو قتل کر ڈالتا تھا۔

بسیائی چپ تھے مگر بد زبانی ہو کر گرتا تھا۔ وہ اپنی خوشحاک چچ سے جہازی کو گونجا رہا تھا۔ یا جب منذر نعرہ بھیر بلند کرتا تھا تو گونج پیدا ہو جاتی تھی۔

قراقوس نے یہ کیفیت دیکھ کر سمجھ لیا کہ بیسیائی منذر کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اسے بڑا غصہ آ رہا تھا کہ ایک مسلم کو ۱۷-۱۸ بیسیائی ڈیرہ کر سکے۔ لیکن اس نے غصہ کو ضبط کیا۔ اور کدو قریب کا چال بچایا۔

وہ اپنی جگہ سے ہٹ کر آہستہ آہستہ بڑھتا طاہرہ کے قریب پہنچ گیا طاہرہ اس وقت ہر تن متوجہ ہوئی۔ منذر اور اس کی لڑائی کا حاشہ دیکھ رہی تھی اس نے قراقوس کو اپنی

طرف آتے ہوئے نہیں دیکھا۔

قریاقوس نے اس کے قریب پہنچنے ہی سے اپنی گود میں اٹھا لیا۔

چونکہ طاہرہ داخل کھڑی تھی اس لئے ارمی اور ڈرنے کی وجہ سے بے ساختہ اس کی پیچ نکل گئی۔

اس کی پیچ کی آواز مندر نے سنی۔ وہ بھر تڑپ اٹھا اور حملہ آور عیسائیوں کے سامنے سے ہٹ کر قریاقوس کی طرف بھجھا۔

بہنکی اصول سے یہ اس نے زبردست غلطی کی اسے یہ چاہئے تھا کہ وہ اپنے سامنے والوں سے اس وقت تک ہنگ کرنا رہتا جب تک ان کا خاتمہ نہ ہو جاتا۔ یا وہ ہتھیار نہ ڈال دیتے۔ لیکن اس نے ایسا نہیں کیا اور اس لئے اس کا خیرا نہ بچا۔

جوں ہی وہ عیسائیوں کی طرف سے ہٹ کر قریاقوس کی طرف بھجنا فرما ہی عیسائی اس کی پشت کی طرف سے اس پر ٹوٹ پڑے اور انہوں نے اس پر گمراہوں سے حملہ کیا۔ مندر کی ساری توجہ طاہرہ اور قریاقوس کی طرف تھی اس لئے وہ ان کے حملہ کو روک نہ سکا۔ ایک گمراہ اس کے شانہ پر پڑی جو گمراہ زخم لگاتی ہوئی گزر گئی۔

مندر کے زخم سے خون کا فوارہ جاری ہو گیا اس کے قدم لڑکھڑکے اور وہ ایک لمبی آہ بھینچ کر گرا۔

طاہرہ نے اسے گرتے ہوئے دیکھ لیا۔ اس کا چہرہ زرد ہو کر سفید ہو گیا آنکھیں پھرا گئیں اور اس پر غشی غاری ہو گئی۔

قریاقوس نے چابیوں سے کہا۔ آؤ آؤ چلو۔ کہیں اور مسلمان نہ آجائیں پر یونہی جلدی آ۔

پر یونہی مندر کی طرف بڑھی۔ اس نے کہا۔ جاؤ بھائی جان تم جاؤ میں نہیں جا سکتی۔

یہ کہہ کر وہ مندر کے پاس بیٹھ گئی اس وقت مندر بے ہوش ہو گیا تھا۔

قریاقوس نے اسے حیرت سے دیکھ کر کہا۔ تم نہیں پہنتی ہو۔

پر یونہی ہاں میں نہیں جاسکتی۔

قریاقوس نہ۔ کیوں۔

پر یونہی۔ اس لئے کہ میرے دل پر اس فوجیوں کی دھیری نے گمراہ اثر کر لیا ہے اور

میں اسے ختم چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔

قریاقوس نہ۔ مگر یہ مرنا ہے یا مرنے والا ہے۔

پر یونہی نہ۔ تم بناؤ۔ میں اس کے پاس رہوں گی۔

قریاقوس نے دو سپاہیوں کو وہاں رہنے کا حکم دیا۔ اور سمجھا دیا کہ جب پر یونہی کا غصہ فرو ہو اسے لے کر آجائیں اور ٹودے ہوش طاہرہ کو لے کر چلا اور چٹانوں کے پیچھے جا کر غائب ہو گیا۔

نواں باب

زخمی دوست

جب مندر اس چٹان پر سے گور پڑا۔ جس پر وہ اور اس کا دوست حادث کھڑے تھے تو حادث نے یہ سمجھ لیا کہ مندر غار میں گر کر مر جائے گا لیکن جب وہ صحیح و سالم دوسری چٹان پر پہنچ گیا تو حادث کو سخت تعجب ہوا۔ اس نے اس کی سلامتی پر خدا کا شکر ادا کیا۔ پھر بھی اسے یہ حیرت رہی کہ کون سا جذبہ تھا جس نے مندر کو بے چین کر دیا اور وہ ایسے خطرناک مقام سے جست لگا کر اس طرف پہنچ گیا۔

اس نے بھی چاہا کہ جست لگائے لیکن صحت نہ پڑی اور وہ ٹھک کر کھڑا کھڑا رہ گیا۔ اس میں شک نہیں کہ مندر کو جذبہ محبت ایسے خوفناک غار کے پار لے گیا ورنہ وہ بھی حادث کی طرح ٹھک کر رہ جاتا۔

جب حادث نے اس سے گمراہ سوئٹ کر بھاگتے ہوئے دیکھا تو وہ سمجھ گیا کہ دلیر و پرہوش مندر جانتے ہی عیسائیوں پر حملہ کر دے گا۔ وہ اس بات کا خیال نہیں کرے گا کہ عیسائی حملہ سنا ہیں اور وہ تمنا ہیں۔

اسے پھر اس کی سلامتی کی فکر لاحق ہو گئی اور وہ وہاں سے تیزی کے ساتھ چلا آکر کسی دوسرے راستہ سے خوفناک غار کو عبور کر کے اپنے دوست کی مدد کو پہنچ جائے۔

وہ حیرت انگیز تیزی کے ساتھ چٹان سے نیچے اترا اور کھڑا ہو کر وہ جلد سے جلد عیسائیوں کے پاس پہنچ جائے۔

چونکہ وہ پہاڑ پر پہلی ہی مرتبہ آیا تھا اس لئے اس سے بالکل بھی واقف نہ تھا۔ راستوں سے واقف تھا نہ چٹانوں اور غاروں کو جانتا تھا مگر اس نے خیال دوڑایا اور قیاس کی بنا پر دہانے کا تھک کی جانب روانہ ہوا۔

جس تیزی سے وہ چٹان سے نیچے اترا تھا اسی تیزی سے بلکہ اس سے بھی زیادہ تیزی سے دوڑا۔

راست ناموار تھا۔ ہر جگہ اور ہر طرف پھر بے ترنجی سے گھومتے چلتے تھے اور ان میں سے انکوں پر سبز لگا ہوا قدرت کھڑے تھے اس لئے ان پر تجزی کے ساتھ چلنا مشکل تھا۔

مگر حادثہ زیادہ دوڑ رہا تھا۔ چونکہ وہ اچیلے دامنوں کی مہا چنے تھا۔ اس لئے دوڑنے میں مہا کے دامن غاردار سمادوں یا دونوں کی شانوں پھلوں کے پودوں میں الجھ جاتے تھے اور چونکہ وہ دامنوں کو پھرانے کی کوشش نہ کرتا تھا اس لئے وہ پھٹتے جاتے تھے۔ لیکن اسے کسی بات کا خیال نہ تھا۔ اسے صرف ایک دامن جلد سے جلد مندر کی دھڑکے کے پچھلے کی تھی اور وہ اسی دامن میں دوڑا چلا جا رہا تھا۔

کئی جگہ میں ٹھوکر کھا کر جھکا اور مشکل سے گرتے گرتے چلا۔ لیکن سنبھلا۔ کھڑا ہوا اور پھر "بی" سے دوڑ چلا۔

وہ بی چٹانوں کو پھلانگ کر کئی گھاٹیوں میں ٹھس کر ایک کھلے ہوئے میدان میں پہنچا۔ یہ تمام میدان ابھی سبز دار تھا۔ اس میں گھاس کھڑی تھی اور درخت لہلہا رہے تھے۔

اس نے سب نگاہ اٹھا کر دیکھا تو اسے کسی گرجہ کے منارے دھوپ میں چمکتے نظر آئے وہ سمجھ گیا کہ غلطی ہے وہ اس جگہ سے جہاں مندر گیا ہے کچھ آگے بڑھ آیا ہے۔

وہ فوراً "کھوا" اور دوڑ کر ایک چٹان پر چڑھنے لگا اگرچہ یہ چٹان پھسلواں اور قدرے بیدھی تھی اس پر چڑھا وشار تھا مگر اس نے دشواری کا مطلق خیال نہیں کیا اور اس پر برابر تجزی سے دوڑا چلا گیا۔

جب وہ اس کے اوپر پہنچا اور اس نے کھڑا ہو کر سامنے نظری تو اسے مندر عیسائیوں سے لڑنا نظر آیا۔ وہ بے چین ہو گیا اور اس نے اس چٹان کے دوسری طرف اترنے کی کوشش کی لیکن راستہ ملا اور پھر پھرتی کے ساتھ چٹان کے اوپر سے نیچے اترنے لگا۔

پچھلی دیر اسے اس پر چڑھنے میں لگی تھی ابھی وہ اترنے میں لگی اس نے نیچے پچھلے ہی بائیں طرف رخ کیا اور ایک شکاف میں ٹھس گیا۔

یہ شکاف اس قدر تنگ تھا کہ وہ مشکل ہی سے اس میں چل رہا تھا اس کے دونوں بازو دونوں طرف اٹھنے والی چٹانوں سے مس ہوتے جا رہے تھے اور اوپر تقریباً پچیس فیٹ کی بلندی پر رکھ پھرتے ہوئے تھے۔ جنہیں دیکھ کر خوف معلوم ہوتا تھا کہ کہیں وہ گر نہ پڑے۔

لیکن اس پہلے اس خوف کی پرواہ کی اور نہ اس کی عقل کا خیال کیا وہ بے دھڑک

اس کے اندر گھستا چلا گیا۔

وہ خوب جانتا تھا کہ اس کا ایک ایک لمحہ جیتی ہے۔ مندر کی دھڑکے لئے جلد سے جلد پہنچنا ضروری ہے اس لئے نہایت تجزی سے جا رہا تھا۔

مگر پھر بھی اسے گھاٹیوں میں ٹکراتے عرصہ تک ہی گیا۔ سب وہ اس شکاف سے باہر نکلا تو اس نے دیکھا کہ وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گیا ہے جسے کنویں سے تعبیر دی جاسکتی ہے۔ گول دائرہ میں اونچی اونچی پٹائیں کھڑی تھیں۔ سوائے اس راستہ کے جس سے وہ آیا تھا اور کوئی راستہ کسی طرف چلنے کا نظر نہ آتا تھا۔

یہاں پہنچ کر اسے بڑی دشت ہوئی۔ اس نے ہندوستان کے شاعری اندر سمجھا نہیں پڑھی تھی۔ وہ وہ اس کنویں کو دیکھ کر بھی سمجھ لیتا کہ شاید وہ کنویں وہ جس میں راجہ اندر کے عزم سے گھٹا کو قید کیا گیا تھا۔

اس نے سب اوپر کی طرف دیکھا تو آسمان بہت دور تارہ کی طرح پھوٹا نظر آیا۔ وہ گھبرا گیا اور اس نے گھبرا کر اوپر اوپر دیکھا۔

اتفاق سے ایک طرف ایک پھولی سی ٹالی کی طرح ایک سوراخ نظر آیا۔ وہ بے دھڑک اس سوراخ میں ٹھس گیا بوں بوں وہ آگے بڑھتا تھا روشنی غائب ہوتی اور اندھیرا پھیلتا جاتا تھا۔

مگر اس نے اندھیرے کی بھی کوئی پرواہ نہیں کی اور برابر بڑھتا ہی رہا۔ کچھ دور چل کر اسے پھر روشنی نظر آئی اور اب اس نے روشنی میں دیکھا تو ایک تنگ گھاٹی بتدریج اوپر کو اٹھتی چلی جاتی تھی۔

وہ جلدی جلدی چڑھنے لگا جب گھاٹی ختم ہوئی تو وہ ایک چٹان پر کھڑا ہوا تھا اور اس چٹان سے ذرا ہی سے فاصلہ پر پیر پیر کو ایک زخمی کے پائوں پر اس نے بیٹھے دیکھا۔

وہ چٹان ہو کر دوڑا اور پیر پیر کے پاس پہنچ گیا اس نے پچھلی ہی نظر میں دیکھ لیا کہ زخمی چڑا ہوا ٹھس اس کا دست مندر تھا ہر بالکل بیوقوف تھا۔

اس کا دامن مہر پھوٹ چلا۔ وہ بے آہستہ دوڑا اور اس نے چاہا کہ دوڑ کر اپنے دوست سے مل جائے کہ آواز آتی خبردار۔

وہ سنبھل گیا۔ اب جو اس نے نظر اٹھائی تو اسے وہ عیسائی کلی گواریں لئے کھڑے نظر آئے۔

انہوں نے ان دونوں کو ٹھس دیکھا تھا اب جو دیکھا تو آنکھوں میں خون اتر آیا۔

جلدی سے گوار کھینچی اور صابیت جوش سے صدمہ کر دیا۔

ابھی میاں کی سنبھلے بھی نہ تھے کہ ان میں سے ایک پر حادث کی گوار پڑی اور اس کا سرا اڑ گیا۔

دوسرا اپنے ایک ساتھی کو قتل ہوتے دیکھتے ہی بے اختیار بھاگ پڑا۔

حادث جوش و غضب سے بھرا ہوا تھا وہ بھی اس کے پیچھے بھاگا اور اس کے قریب پہنچ کر اس کے سر پر گوار باری سر کی پھاگئیں کھل گئیں ان نے ایک خوفناک بیچ ماری اور مردہ ہو کر گرنا۔

اب وہ گوار اور منڈ کے پاس ہنر کھڑا ہوا اس نے اسے دیکھا۔ اس کے شانہ سے اب تک خون نکل نکل کر بہ رہا تھا چونکہ زیادہ خون نکل گیا تھا اس لئے وہ تیرہ ہو گیا تھا چوہ کا رنگ پیکا پڑ گیا تھا۔

حادث نے پریونہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ پریونہ! یہ کیا ہوا۔

پریونہ نے اپنی نگاہیں اٹھائیں۔ ان میں انداست کی جھلک تھی۔

اس نے کہا۔ میں بتاؤں گی.....

حادث نے یہ کون لوگ تھے؟

پریونہ۔ میلائی تھے۔

حادث نے کیا وہ طاہرہ کو پکڑ لے گئے۔

پریونہ۔ جی ہاں۔

حادث نے کچھ بتا سکتی ہو کہیں لے گئے ہیں وہ۔

پریونہ۔ بتا سکتی ہوں۔ مگر آپ کا وہاں جانا مناسب نہیں ہے۔

حادث نے کیوں۔

پریونہ۔ اس لئے کہ وہ بینکوں میں ہیں اور آپ اکیلے ہیں۔

حادث نے اس کی پروا نہ کرو۔ مجھے بتا دو۔ وہ بڑا بڑا مکان میں گئے۔

پریونہ۔ وہاں جانے میں آپ کی جان کا خطرہ ہے۔

حادث نے کچھ اندیشہ نہ کرو۔ مسلمان لڑنے اور لڑ کر شہید ہونے ہی کے لئے پیدا ہوا ہے ان کی تعداد کتنی ہو گی۔

پریونہ۔! اعلیٰ سوائے کے قریب ہیں۔

حادث نے کچھ پروا نہیں۔ ہم وہ ہیں جو ایک ایک آدمی ایک ایک ہزار سے لڑتے

ہیں۔ اس کا شاہد ہر سوک کا مشہور معرکہ ہے جو قسمت تک مسلمانوں کی یادگار باقی رکھے گی۔

پریونہ۔ لیکن تمہارا یہ دوست خطرہ کی حالت میں ہے پہلے اس کی خبر لیجئے۔ اگر خون

زیادہ نکل گیا اور روکا نہ گیا تو اندیشہ ہے کہ تمہیں ان کا طاقت نہ ہو جائے۔

حادث کھڑا ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ پریونہ نے کہا۔ یہ سوچنے کا وقت بھی نہیں ہے آپ

ان کے پاس گھسریں اور میں پانی لاتی ہوں۔ اس سے ان کا زخم دھو کر پٹی کس دیتے ہیں تاکہ

خون کی روانی بند ہو جائے۔

حادث نے۔ لیکن طاہرہ.....

پریونہ۔ وہ ابھی زندہ ہے۔ اور اللہ اللہ زندہ رہے گی۔ اس کے لئے کوئی اندیشہ

ہے نہ فکر کرنے کی ضرورت۔ لیکن ان کے لئے خطرہ ہے۔

حادث نے پانی کہاں ہے۔

پریونہ۔ یہاں سے قریب ہی ہے۔

حادث نے۔ تو کیوں نہ اسے اٹھا کر وہیں لے چلوں۔

پریونہ۔ یہ اور بھی اچھا ہے۔

حادث نے آہستگی سے مندر کو کنارہ پر لٹایا اور پانی سے زخم کو دھو کر اپنا ہاتھ چاڑ کر

پہنچا کہ وہ ایک پشہ کے کنارہ پہنچے۔

حادث نے آہستہ سے مندر کو کنارہ پر لٹایا اور پانی سے زخم کو دھو کر اپنا ہاتھ چاڑ کر

اور ایک دھجی کی گدی بنا کر زخم پر رکھی اور پٹی کس دی۔

مندر اس قدر کمزور ہو گیا تھا کہ اس نے نہ آنکھ کھولی نہ اسے جوش آیا۔ اب تو

حادث کو تعجب ہوا۔ اس نے کہا۔ پریونہ! اس میں زندگی کے آثار ہی نہیں معلوم ہوئے۔

پریونہ نے کہا۔ یہ زندہ ہے۔ صحت ہے ہاتھ ہے۔ میرے خیال میں اسے اٹھا کر

اسلامی لشکر گاہ میں لے چلیں۔

حادث نے۔ اور طاہرہ۔

پریونہ۔ مردہ اس کا خیال چھوڑ دیجئے۔

حادث نے جوتی میں آکر کہا۔ یہ نہیں ہو سکتا میں اپنے دوست کا مکار میاںوں سے

انعام لوں گا۔

پریونہ۔ ضرور انعام لینا ابھی نہیں۔ اگر تمہارے اس دوست کو طبی امداد پہنچ جائے

تو امید ہے کہ یہ بچ جائے گا اور اگر آپ لانے کے لئے پہلے گئے اور فرض کیجئے آپ نے اس کا انتقام بھی عیسائیوں سے لے لیا اور یہ مرگیا تو کیا آپ کو پھر بھی المیہ نہ ہو گا۔ میرے خیال میں آپ اسے فخر گاؤں میں پہنچا کر اور پند اور مسلمانوں کو لے کر یہاں آئیں اور پھر انتقام لیں تو زیادہ مناسب ہو گا۔

حادثہ:۔ تیسرا مشورہ مستعمل ہے۔ کیا تم بھی میرے ساتھ چلو گی۔

پریلنڈ:۔ ہاں اگر تم مجھے لے پنا مناسب سمجھو گے تو ہوں گی۔

حادثہ:۔ اچھا تو۔ میں اسے اٹھا کر لے چتا ہوں تم اگر راست سے واقف ہو تو میری رہبری کرو۔

پریلنڈ:۔ ہاں میں واقف ہوں۔ چلئے۔

حادثہ:۔ منہ مندر کو اٹھایا۔ پریلنڈ آئے آئے عبور راہبر کے پہلی اور حادثہ اس کے پیچھے روانہ ہوا۔

پرجوش اسلامی سفیر

عبور راہبر کے عہدہ روانہ ہو گئے تھے۔ چونکہ وہ جلد سے جلد وہاں پہنچنا چاہتے تھے۔ اس لئے رات دن چلے جا رہے تھے۔ بہت کم قیام اور آرام کرتے تھے انہیں راستہ میں یہ معلوم ہو چکا تھا کہ اس عیسائی کا پرشوا شریاض عظیم الشان اور کثیر التعداد لشکر فراہم کر کے مسلمانوں کے مقابلے میں آنے کی تیاری کر رہا ہے۔ انہیں مختلف لوگوں نے اس کے لشکر کی مختلف تعداد بھی بتائی تھی۔ بعض دو لاکھ کہتے تھے۔ بعض ڈیڑھ لاکھ اور بعض دو لاکھ سے زیادہ جاتے تھے۔

شریاض نے اس واقعات کو اندازے لکھے تھے ان میں سے زیادہ تعداد نے امدادی لشکر بھیج دئے تھے اور جو روکتے تھے وہ جیتنے والے تھے یا بھیج رہے تھے۔

عبور مشہور مقامات سورہ باسناج اور یلینس جانا ہوا اتفاقاً پہلی جس وقت وہ اطلاع کے قریب پہنچا۔ رات ہو چکی تھی اور رات ہو جانے کی وجہ سے قلعہ کا دروازہ بند ہو گیا تھا۔

چاندنی:۔ تم چار لوگ ہوا تھا۔ چاندنی ہنگ رہی تھی۔ اگرچہ زیادہ رات نہیں ہوئی تھی لیکن اسات غارت ہوئی یا رہی تھی۔ قلعہ کے باہر پائل سکوت طاری تھا البتہ کبھی کبھی قلعہ کے اندر سے کچھ دھم سے شور کی آواز آجاتی تھی جس سے معلوم ہوتا تھا

کہ قلعہ کے اندر رقص و سرور کی محفلیں گرم ہیں اور میٹھ و عشرت میں ڈوبے ہوئے لوگ محظوظ ہو کر قہقہے لگا رہے ہیں۔

عبور اور راہبر دونوں ایک درخت کے نیچے ٹھہر گئے۔ سڑی کا زمانہ تھا سرد ہوا کے خفیف جھونکے چل رہے تھے۔ عبور عریض جیسے گرم ملک کے رہنے والے تھے انہیں سردی زیادہ معلوم ہونے لگی تھی۔ وہ سیاہ کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ انہوں نے گھوڑا درخت سے باہر دیا اور تم گھوڑے گھاس پر چڑھا کر کاٹھی سہانے کی طرف دکھائی تھی۔ ایسا ہی ان کے ساتھی راہبر نے بھی کیا تھا۔ انہوں نے سب سے پہلے نماز پڑھی۔ پھر گھوڑوں نکال کر کچھ راہبر کو دیں اور کچھ خود کھائیں۔ پانی پیا اور خدا کا شکر ادا کر کے تم گھوڑے پر چڑ گئے۔

نہایت آرام سے رات بھر سوتے رہے صبح سویرے بیدار ہو گئے ضروریات سے فراغت کر کے وضو کیا۔ اذان گئی۔ نماز پڑھی اور اطمینان سے بیٹھ کر تلاوت کرتے گئے۔ تقریباً نصف پارہ قرآن شریف کا پڑھ کر اٹھے اور ذہن گھوڑے پر کس کر قلعہ کا دروازہ کھینے کا انتظام کرنے لگے۔

ان کے ساتھ جو راہبر تھا وہ عیسائی تھا۔ اس نے نہ محاورت کی نہ نہ ہاتھ دھوئے بلکہ ضروریات سے فراغت کر کے درخت سے ذرا فاصلہ پر دھوپ میں بیٹھ گیا۔

اس وقت آفتاب طلوع ہو چکا تھا دھوپ قلعہ کی فصیل دروازوں کی پوندوں اور کھلے ہوئے میدان میں پڑنے لگی تھی۔

کچھ دیر کے بعد قلعہ کا دروازہ کھلا اور عیسائیوں کے لشکر کے دستے مسلح ہو ہو کر باہر نکلے گئے۔

عبور نے قیاس کر لیا کہ شاید تیغ افراط سے یہی لشکر شریاض کی مدد کے لئے جا رہا ہے انہیں المیہ ہو کہ وہ ایک دوڑ پہلے کیوں نہ آئے مگر انہوں نے طے کر لیا کہ افراط کے پرشوا سے مل کر اور اسے تمام معاملات سمجھا کر اس امدادی لشکر کو واپس بلوانے کی کوشش کریں گے۔

عیسائی لشکر قلعہ سے نکل نکل کر میدان میں پھیل گیا تھا اور نہایت دستبج بھاری دائرہ بنا کر کھڑا ہوا جاتا تھا۔

عبور نے راہبر سے کہا۔ معلوم ہوتا ہے یہ لشکر کہیں باہر جائے گا اور وہ نہیں رہتا ہے۔ ورنہ دیھوی دائرہ بنا کر کھڑا ہونے کا کیا مطلب ہے۔

راہبر نے کہا۔ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے تو یہیں ٹھہریں میں جا کر خبر لے آؤں۔

راہبر نے جواب دیا۔ آپ کو دیکھ کر عیسائی عام طور پر عربوں سے خصومت رکھتے ہیں۔ وہ تمہیں دیکھ کر ہاتھ بٹھکے ہیں جب تمہیں جو حملہ کر دیں۔

عمو نے جس کر کہا۔ شاید انہیں اس لئے حملہ کرانے کی طمع ہوئی ہے کہ مجھے اکیلا دیکھ لیا ہے۔ مگر وہ نہیں جانتے کہ میں اکیلا ہی بہت کچھ کر سکتا ہوں لیکن میں قاصد ہوں اور قاصد اس وقت تک نہیں لڑتا جب تک اسے مجبور نہ کیا جائے۔ تم جاؤ اور ان لوگوں سے کہو کہ میں قاصد ہوں اور صلح کی دعوت دیتے تھا ہوں۔

راہبر نے بہت اچھا کہا اور چلا گیا۔ جس وقت وہ عیسائیوں کے قریب پہنچا تو اس نے افلاط کے بادشاہ کی سواری آتے ہوئے دیکھی۔

بادشاہ اوجڑ عمر کا تھا۔ اس کی داڑھی پاروں کی طرح لمبی تھی۔ نہایت بڑی قیمت پر سنس کپڑے اور سونے اور ہواہرات کے زیورات پہنے تھے۔ اس کا لباس اور زیورات جھلکا رہے تھے۔ تاج چمک رہا تھا اس کے جلو میں جو سوار تھے وہ بھی فوق العادہ لباس پہنے ہوئے تھے۔

اسے دیکھتے ہی تمام عیسائی رکوع کی شان سے ہٹ گئے۔ بول بول اس کی سواری لشکر کی طرف بڑھتی رہی لوگ سلام کے لئے جھکتے چلے گئے۔

بہت وہ لشکر میں پہنچا تو تمام سواروں نے اپنے دلوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے پھر جھک کر سامنے کی طرف بھجھا دئے۔

بادشاہ ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ فوراً "تخت سواروں نے اس کے گرد کھڑے ہو کر سونے کی ٹول پر جمی ہوئی چوہیاں اٹھائیں اور ان پر زور دیکھ کر سنس کپڑے کا ساہنہ تان دیا۔ یہ ساہنہ زور تھا۔ اس میں بچے موتیوں کی بھاری گلی ہوئی تھی۔

بادشاہ کے کھڑے ہوتے ہی تمام لشکر خاموشی سے کھڑا ہو گیا۔ عیسائیوں نے پھر شور کرنا شروع کیا۔ بادشاہ نے دریافت کیا۔ یہ کیا شور ہے۔

ایک افسر نے کہا۔ قریب پرورد۔ ایک عرب سامنے کھڑا ہوا ہے اسے دیکھ دیکھ کر مسیح نوران غل مچا رہے ہیں۔

بادشاہ نے حجب ہو کر کہا۔ عرب ہے؟ کیسے آیا وہاں۔

دوسری افسر نے علیحدہ کچھ کہا نہیں جاسکتا۔

پادشاہ نے اچھا اسے یہاں لاد۔

فوراً وہ افسر عمو کے پاس آیا۔ اس نے فکر دریافت کیا اور وحشی عرب کو یہاں کیسے

راہبر چلا لیا۔ عمو درخت کے سایہ میں بیٹھ کر اس کی داہنی کا انتظار کرتے گئے تھوڑی دیر کے بعد وہ آیا۔ اس نے کہا یہ لشکر کہیں جا نہیں رہا ہے بلکہ شہزادی طاریون کی بلنگہ کا قاتل دیکھنے اور انعام کرنے کے لئے آیا ہے۔

عمو کو طاریون کے متعلق کچھ معلوم نہ تھا۔ انہوں نے دریافت کیا یہ کیسی بلنگہ ہے جس کے ساتھ ہوگی۔

راہبر نے شاید آپ کو شہزادی طاریون کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہے۔

عمو نے ہاں مجھے کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔

راہبر نے شہزادی طاریون نہایت حسین اور بہادر ہے۔ اس نے عہد کیا ہوا ہے کہ جو شخص جنگ کر کے اس پر فتح پاب ہو گا وہ اس کے ساتھ شادی کرے گی چنانچہ بہت سے شہزادے بڑے دعووں کے ساتھ آئے لیکن آج تک کوئی بھی اسے ذرا نہیں کر سکا۔

عمو نے عجیب بات یہ ہے کہ ایک حسین لڑکی اور اس قدر بہادر ہے۔

راہبر نے کی ہاں وہ ایسی ہی بہادر ہے اب جیل السائن کے بادشاہ سلطنتور کا بیٹا سوئی آیا ہے وہ بھی خواہصورت اور بہادر ہے۔ آج شہزادی طاریون اس کے ساتھ جنگ کرے گی۔

عمو نے چلو ہم بھی بلنگہ کا قاتل دیکھیں گے۔

راہبر نے بہت سے لیکن ذرا توقف کیجئے جب عوام الناس آجائیں اور بادشاہ اور شہزادی آئیں تب چلے گا۔

عمو نے مناجاب ہے۔

جب لشکر کھڑا ہو چکا تو عام عیسائی جوق جوق آئے اور میدان میں کھڑے ہونے لگے اس کثرت سے لوگ آئے کہ تمام بھر گیا۔

چند عیسائیوں نے عمو کو دیکھ لیا چونکہ عیسائیوں کو معلوم تھا کہ عربوں نے جزیرہ کے زیادہ حصہ پر قبضہ کر لیا ہے اس لئے قدرتی طور پر ان کے دل میں عربوں کی طرف سے نفرت اور خصم پیدا ہو گیا تھا۔

عمو کو دیکھتے ہی انہوں نے عرش میں آکر شور کیا۔ شور کے بلند ہوتے ہی تمام عیسائیوں کی نگاہیں اس طرف اٹھ گئیں۔

عمو جلدی سے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ انہوں نے راہبر سے دریافت کیا۔ یہ لوگ شور کیوں مچاتے گئے ہیں۔

تیا ہے۔

عمروؓ نے اس کی انتہائی تائید کر دی۔ انہیں طیش آیا۔ ان کا چہرہ سرخ ہو گیا انھیں
پنگاموں پر لے گئے۔ انہوں نے کہا: "آتش بیانی میں قاصد ہوں۔"

افرن نے غصہ میں دیکھ کر کچھ مرعوب ہو گیا۔ اس نے نرم لہجہ میں کہا: آپ قاصد
ہیں تو چلئے آپ کو ہمارے شمشادہ نے یاد فرمایا ہے۔

عمرو اس کے ساتھ چل پڑے۔ دونوں عیسائیوں کے ہم غیر کو چرتے ہوئے بادشاہ کے
پاس پہنچے۔

افرن نے کہا: جہاں پہنچا یہ عرب قاصد ہے۔

بادشاہ نے کہا: قاصد ہے؟ کیا کوئی پیغام لایا ہے۔

عمرو نے کہا: جی ہاں میں ایک خط لایا ہوں۔

بادشاہ نے: کس کا خط ہے کس کے ہم ہے۔

عمروؓ نے: اسلامی لشکر کے سپہ سالار اعظم امیر میاض بن عمروؓ کا خط ہے اور آپ کے نام
پر ہے۔

بادشاہ نے: کیا لکھا ہے اس میں۔

عمروؓ نے مجھے معلوم نہیں ہے غالباً آپ کو صلح کی دعوت دی گئی ہے۔

بادشاہ نے غصہ میں آکر کہا: صلح کی دعوت دی گئی ہے۔

ایک مسلمان سپہ سالار کو اس کی کیسے جرات ہوئی۔

عمروؓ نے: ہمارے سپہ سالار کو دربار خلافت سے حکم صادر ہوا ہے کہ وہ پہلے آپ کو صلح
کی دعوت دیں تاکہ بدگمان خدا کا خون نہ پڑے۔

بادشاہ نے ہنس کر کہا: معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا خلیفہ عیسائیوں سے ڈر گیا ہے اور
اس لئے وہ صلح کرنی چاہتا ہے۔

عمروؓ کو یہ سن کر غصہ آگیا انہوں نے ہوش میں آکر کہا: کیا آپ کا یہ خیال ہے کہ
مسلمانوں کے خلیفہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ بڑا دل عیسائیوں سے ڈر گئے خدا کی قسم

یہ تمام مسلمانوں کی توہین ہے اور اس توہین کو کوئی مسلمان بھی برداشت نہیں کر سکتا۔

بادشاہ عمروؓ کو ہوش اور غصہ کی حالت میں دیکھ کر بڑا تعجب ہوا وہ جانتا تھا کہ عمروؓ اکیلا
ہے اور ہزاروں عیسائیوں کے درمیان میں محصور ہے ایسی حالت میں ہمارے سپہ سالار شخص

کو بھی ہوش و غصہ کرنا تو کیا بات کرنے کی بھی جرات نہیں ہوا کرتی۔ لیکن عمروؓ ہوش و

غضب میں آگئے تھے اور اس لئے اسے تعجب ہوا۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ مسلمان کسی خوف اور کسی رعب میں نہیں آتے۔

بادشاہ نے کہا: عربی ہوں! تمہیں ہوش آگیا۔ اس سے میرا مطلب تمہارے خلیفہ کی
توہین کرنا نہیں تھا بلکہ یہ تھا کہ ہم عیسائیوں نے یہ تہیہ کر لیا ہے کہ یہ دوست بائیس

کے یا مسلمانوں کو متاویں گئے۔ اس لئے ہمیں صلح کی دعوت دینا پڑا ہے ہم ماننے والے
نہیں۔

عمروؓ نے: ماننا یا نہ ماننا آپ کے اختیار میں ہے۔ لیکن امیر کا یہ خط تو ملاحظہ کر لیجئے۔

بادشاہ نے: اس کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ اپنے امیر سے کہہ دو کہ ہم صلح کے لئے
کسی طرح بھی تیار نہیں ہیں۔

عمروؓ نے: ممکن ہے کہ کسی وقت آپ اس وقت کو یاد کر کے بچتے ہیں۔

بادشاہ کو طرارہ آگیا۔ اس نے کہا: ہم بچتے ہیں۔ حضرت مسیحؑ کی قسم یہ بھی نہ ہو گا۔

ہم انہیں میں متحد ہو گئے ہیں اور اب ہم اس وقت تک چین نہ لیں گے جب تک وہ تمام
ممالک تمہارے ہاتھوں سے نہ چین لیں جنہیں تم نے فتح کر لیا ہے۔

عمروؓ نے یہ خیال خام ہے۔ جب ہر قل جیسا طاقتور شمشادہ عی مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر
سکا تو آپ یا وہ اس کی حمایت کے لئے آپ چارے ہیں کیا مقابلہ کریں گے۔ مناسب یہ

ہے کہ آپ فوراً کریں اور مسلمانوں کی صلح کی پیش کش کو نہ ٹھکرائیں۔

بادشاہ نے: میں ایک مرتبہ نو بات کہہ رہا ہوں اسی پر ڈال رہا ہوں میں نے مسلمانوں
سے جنگ کرنے کا ارادہ کر لیا ہے اور اب اس ارادہ کو کسی طرح بھی نہیں بدل سکتا۔

عمروؓ نے: لیکن اس کے انجام پر بھی آپ نے غور کر لیا ہے۔

بادشاہ نے: اچھی طرح۔

عمروؓ نے: بہت بہتر۔ آپ کو اس کی اس خود سری کا جواب بہت جلد مل جائے گا۔

بادشاہ نے طیش میں آکر کہا: آتش عرب! تم قاصد ہو۔ اس لئے تمہیں چھوڑا جاتا
ہے۔ ورنہ اس شکاری کی پاداش میں تمہارا سر ٹھوکریں گے! نظر آتا۔

عمروؓ کو بھی غصہ آگیا تھا اس نے کہا: مطہر بادشاہ! تم اس وقت میرے رحم و کرم پر
ہو۔ میں اس لئے تمہیں چھوڑتا ہوں کہ مجھے حالت مجبوری میں جنگ کرنے کی اجازت دی
گئی ہے ورنہ آپ کو معلوم ہو جاتا کہ کسی عرب کی توہین کرنے کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔

بادشاہ نے: اچھا اب میں اس گفتگو کو بند کرنا ہی مناسب سمجھتا ہوں۔

عمر و بست اچھا۔

عمر و بست اچھا۔ بادشاہ نے انہیں روک کر کہا۔ خصوصاً میری بیٹی طارقہ کے لئے اور جنگ کرنے والی ہے۔ تم اس کی لڑائی دیکھ کر چاہا۔ مگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ تاروے میں ہی نہیں جورتیں مگر یہاں اور نہایت سواروں سے جنگ کرتی ہیں۔
عمر و بست اچھا تھا اور وہ بھی بادشاہ کے قریب ہی کھڑے ہو گئے۔

دسواں باب

حسن مخرخیز

عمر و بست اب جو نظر اٹھا کر دیکھا تو انہیں قوی سپاہیوں کے پیچھے عام جیسائی کھڑے نظر آئے اور یہ عام جیسائی اس قدر تھے کہ قلعہ کے سامنے کا تمام میدان ان سے بھر گیا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے قلعہ کے تمام دن و فرزند نکل آئے ہوں۔ مورخیں اور بچے سب ہی تھے۔

شہزادی دم میں سواروں کا ایک دست آیا۔ اس دست کی دوری سرخ رنگ کی تھی جس کے جاشیوں پر ستری نہیں لگی ہوئی تھی۔ ان کے درمیان میں ایک نو عمر مگر حسین جوان تھا جو علاوہ پیش قیمت پوشاک اور بواہرات کے سر پہ سونے کا تاج دیکھتے تھے۔ یہی لوہو ان سوی تھا جو سلطان کا بیٹا تھا اور طارقہ سے شادی کرنے کی آرزو دل میں لے کر اس کا مقابلہ کرنے کے لئے آیا تھا۔

وہ بڑھ کر بادشاہ کے سامنے عمر اس سے اسے فاصلہ پر کہ لڑنے کے لئے میدان میں۔ میدان باقی رہ گیا تھا جا کھڑا ہوا۔ اس کے لشکر نے اپنی صفیں مرتب کر لیں اور وہ صفوں سے آگے بڑھ کر کھڑا ہو گیا۔

عام جیسائیوں نے اسے دیکھا۔ سب کو اس بات کا اعتراف کرنا پڑا کہ وہ وہیہ۔ قوی ہوئی۔ نو عمر اور خوبصورت ہے چنانچہ بعض جیسائیوں کی زبان سے تو بے ساختہ نکل گیا۔ کہ یہی جوان شہزادی کے لائق ہے اور شہزادی کو اس سے لڑنا نہیں چاہئے۔ بلکہ بغیر کسی ہی است پند کر کے اس سے شادی کر لینی چاہئے۔

اعلاؤ کا بادشاہ انہیں کی طرف انتہائی مروت سے کھڑا تھا۔ اور سوئی شہل کی جانب آخری گناہ پر کھڑا ہوا تھا۔ ان کے درمیان میں بست کافی میدان پر ادھر گیا تھا۔

اب سب شہزادی طارقہ کے آئے کا انتظار کر رہے تھے جن لوگوں نے شہزادی کو نہیں دیکھا تھا انہیں تو اس کے دیکھنے کی آرزو تھی اور جو لوگ اسے دیکھ چکے تھے انہیں دوبارہ دیکھنے کی قضا تھی۔

مور و مور مور تھی اسی آئے دیکھنے کے لئے ایسی ہی مشتاق تھیں جیسے مور۔
اس وقت آفتاب کسی قدر بلند ہو گیا تھا اور دھوپ میں اس قدر حرارت پیدا ہو گئی تھی کہ ہوا کے ٹھنڈے جھوٹے جاگوار نہیں گزر رہے تھے۔

تمام اناس کی نگاہیں قلعہ کے دروازہ کی طرف لگی ہوئی تھیں وہ نہایت بے صبری سے شہزادی طارقہ کے آئے کا انتظار کر رہے تھے۔

لڑاؤہ دور انہیں انتظار نہیں کرنا پڑا۔ کچھ لڑائیاں گھڑوں پر سوار نہایت شان اور آواز بان سے آتی ہوئی نظر آئیں۔

یہ لڑائیاں پیش قدمی یا گھیریں تھیں۔ سب نو عمر "نویز" شیریں اور حسین تھیں۔ اچھا لباس اور اچھے زیورات پہنے تھے۔ پری زاروں معلوم ہو رہی تھیں اب وہ لوگوں کے درمیان سے گزرنے لگیں تو مور انہیں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے۔

مگر وہ حسین لڑائیاں کسی طرف بھی نہ دیکھ رہی تھیں۔ وہ انہیں میں چل اور غبی مذاق کرتی مسکراتی نگاہوں سے بخوبی گرائی چل جا رہی تھیں۔

وہ بادشاہ کے پاس پہنچ کر ایک طرف کھڑی ہو گئیں۔ اب سب نے سمجھ لیا کہ شہزادی بھی مخرخیز آئے والی ہے۔ اسے دیکھنے والے سبھی سنبھل کر کھڑے ہو گئے۔

ان کے دیکھنے ہی دیکھتے ایک گروہ لڑکیوں کا یہ آہ ہوا۔ جن لڑکیوں کی پوشاک ایسی دیدہ زیب تھی کہ دور سے انہی معلوم ہو رہی تھیں۔ وہ ایسے زیورات پہنے ہوئے تھیں۔ آفتاب کی شعاعوں سے جگمگ کر رہے تھے۔ ان کے پیرے چاند کی طرح چمک رہے تھے۔

ان کے درمیان میں شہزادی طارقہ تھی جو گلابی رنگ کی پوشاک پہنے اور زیورات سے لدی ہوئی تھی۔ اس کا لباس اور اس کے زیورات جگمگا رہے تھے۔

اس کے سرخ رشت پر سیاہ نقاب پڑا ہوا تھا۔ اگرچہ نقاب مونے کپڑے کا تھا مگر اس کا حسن چمن چمن کر اس میں سے نکل رہا تھا۔ بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے چودھویں رات کے چاند پر ہلکا سا بار ٹپا ہوا۔

مشتاق دیدہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھ رہے تھے۔ لیکن وہ اور اس کی خوبصورت

نیزیں بغیر کسی طرف دیکھے نہایت شانِ استقامت کے ساتھ آ رہی تھیں۔
جب وہ لوگوں کے پاس سے گزرتے گئیں تو سب اس کے سلام کے لئے ہاتھ پھیلا
پھیلا کر جھٹکتے چلے گئے۔

شہزادی کے نازک سر پر جو تاج زرین تھا۔ وہ اس قدر چمک رہا تھا کہ اس پر نظر نہ
پڑتی تھی۔ جب وہ اپنے باپ کے پاس پہنچی تو اس کی تعظیم کے لئے جھک گئی۔ بادشاہ نے
نہایت پیار سے اس کے سر پر ہاتھ بھرا۔ جب وہ مسجد میں پہنچی تو بادشاہ نے کہا۔ جان پور۔
آج تمہارا مقابلہ کرنے کے لئے بیل السانہ کا ولی محمد مسعود کا بیٹا سوئی آیا ہے۔ میں نے
اسے دیکھا ہے تو نے بھی دیکھا ہو گا وہ نوحہ اور بھلا بول رہا ہے۔ میں اسے پتہ نہ کرنا ہوں۔
تجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ میں نے تجھی شادی کا اختیار تجھے دیا ہوا ہے۔ جس شہزادہ کو تو
پسند کرے اس سے شادی کر لے۔ تو نے مقابلہ کرنے اور فتح پاؤں کی شوق لگا رکھی
ہے۔ آج تک جیسوں شہزادے آئے لیکن تجھے ذرا نہ کر سکے اگر تو مناسب سمجھے تو سوئی
سے لڑائی کا ارادہ ترک کر دے اور اس کے ساتھ عہد کر کے تو اور وہ شہزادہ کی مدد کے
لئے مسلمانوں سے جنگ کرنے کے واسطے چلے جاؤ۔ لیکن یہ میرا حکم نہیں ہے بلکہ مشورہ
ہے۔

طارون نے شیریں لہجہ میں دو ہزاروں غلوں سے بہتر تھا۔ کہا۔ پیارے باپ! اگر یہ
صحیح ہے کہ سوئی اور شہزادوں سے دیدار ہے لیکن میں اس کے لئے اپنا عہد نہیں توڑ
سکتی۔ وہ مرد ہے اور میں عورت ہوں اسے بہادری کا دعویٰ ہے۔ میں لڑکی ہوں اور کمزور لڑکی۔
اسے اپنے دل کی انگ انگ نکال کر اپنا حق ثابت کرنے دیجئے۔

بادشاہ۔ اچھا تمہاری خوشی۔ وہ دیر سے کھڑا تھا انتظار کر رہا ہے۔ تو میدان میں جاؤ
اور اسے قسمت آزمائی کا موقع دے۔

"نہت خوب۔" طارون نے کہا اور اس کی تعظیم کے لئے جھکی۔ بادشاہ نے پھر اس کے
سر پر دستِ شفقت رکھا۔

اب طارون نے اپنا گھوڑا بوسایا۔ اسے بوجھتے ہوئے دیکھ کر سوئی بھی چلا۔ دونوں پاس
آکر دے۔

لوگوں نے بڑے اشتیاق کے ساتھ ابھر ابھر کر دیکھنا شروع کیا ہر شخص خاموش ہو گیا۔
اس درجہ سکوت چھا گیا کہ مٹاؤں لینے کی تواریں بھی آنے لگیں۔

یہ میدان جس میں یہ مجمع تھا نہایت وسیع اور عریض تھا۔ سارا میدان لوگوں سے بھرا

ہوا تھا۔ گویا انسانوں کا سمندر لہریں لے رہا تھا۔ ہر شخص کی نگاہیں طارون پر پڑ رہی تھیں۔
اگر وہ اس وقت بے نقاب ہوتی تو اسے کسی نہ کسی دیکھنے والے کی ضرور تفرنگہ جاتی۔
جس وقت سوئی اس کے قریب آکر کھڑا ہوا تو اس کے بدن میں لرزہ طاری ہو گیا۔
اگرچہ اس نے اس وقت تک اس کی صورت نہ دیکھی تھی لیکن اس کے حسن کی تعریف
سنی تھی اور اس وقت محض یہ خیال کر کے کہ وہ حسین شہزادی کے رویہ کوڑا ہے۔ رعب
حسن سے کچلنے لگا تھا۔

شہزادی طارون نے اپنی مخصوص ترنم ریز آواز سے کہا۔ شہزادہ۔ تم کانپ کیوں رہے
ہو۔ اگر لڑنا نہیں چاہتے ہو تو واپس لوٹ جاؤ۔

اس کی آواز کے شیریں لہجہ نے سوئی کے دل پر اور قیامت ڈھادی وہ کچھ ارا خود
رفتن سا ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد سنبھلا۔ اس نے کہا۔ حسن کی ملک! تمہارا رعب حسن مجھ پر
طاری ہو گیا ہے میں یقین دلاتا ہوں کہ آج تک جس کسی سے میں لڑا ہوں بیش اس پر فتح
پائی۔ لیکن تمہارے سامنے اگر ساری دہری اور بہادری کوچ کر گئی ہے۔

طارون نے مسکرا کر کہا۔ اسی لئے تو کہتی ہوں کہ تم واپس لوٹ جاؤ۔ تم مجھ پر فتح
نہیں پاسکتے۔

سوئی۔ یہ ٹھیک ہے لیکن قسمت آزمائی تو کر ہی لینے دیجئے۔

طارون۔ تمہاری خوشی۔ اچھا تو گھوڑا نکالو اور مقابلہ میں آؤ۔

یہ کہتے ہی طارون نے اپنی ہتھی دوش گھوڑا کھینچ کر بلند کی اور گھب کے بند بھی کھول
ڈالے۔ سوئی نے بھی گھوڑا نکال لیا۔ طارون نے کہا۔ شہزادہ! عہد کرو۔

سوئی نے کہا۔ میری یہ بھال نہیں ہے کہ پہلے خود حملہ کروں۔ تم حملہ کرو پہلے۔

اچھا تو سنبھلو۔ طارون نے کہا اور گھوڑا بڑھا کر اس پر حملہ کیا۔

سوئی نے جلدی سے ڈھال سامنے کر دی۔ طارون کی گھوڑا ڈھال پر پا کر اچھٹ گئی۔

سوئی نے کہا۔ کچھ اب سنبھلئے۔

یہ کہہ کر اس نے بھی گھوڑے کے ایڑ لگائی۔ گھوڑا بڑھا۔ اس نے گھوڑا سنبھالی اور
جوش سے حملہ آور ہوا۔ لیکن جب وہ طارون کے پاس پہنچا تو کسی فوری خیال سے اس کا

ہاتھ رک گیا اور وہ حملہ نہ کر سکا۔ اس کا ہاتھ بڑھا میں اتھا کا اتھا رہ گیا۔

طارون نے کہا۔ کیوں حملہ کیوں نہیں کیا آپ نے۔

سوئی نے ہست لہجہ میں کہا۔ شہزادی معاف کرنا ہے دل پیار کرنے لگتا ہے اس پر

اب دونوں ایک دوسرے پر نہایت جوش و خروش سے ملے کر رہے تھے کمبواؤں کے ایسے ایسے ہاتھ دکھا رہے تھے کہ دیکھنے والوں کی زبان سے واہ واہ کے نعرے نکل رہے تھے لوگوں کو ان کی لڑائی کا کشادہ دیکھنے میں بڑا لطف آ رہا تھا۔ ہر شخص نہایت خود اور پوری توجہ سے دیکھ رہا تھا۔

ایک مرتبہ سوئی نے حملہ کر کے اس کی ڈھال کے دو ٹکڑے کر دیے طاریوں نے ڈھال پھینک دی۔ سوئی نے اس کی کمبواؤں کے ڈالنے کے لئے جلدی سے دوسرا حملہ کیا۔ طاریوں اس کی اس کارروائی کو سمجھ گئی۔ اس نے جلدی سے اس طرح اپنا نقاب الٹ دیا جیسے اتفاق ہو کر ہموار کے ہموار سے الٹ دیا گیا ہو۔ نقاب پڑنے ہی سوئی کی نظر اس کے رخ روشن پر پڑی۔ وہ اس قدر حیران تھی کہ سوئی حملہ کرنا بھول گیا اور بت کی طرح کھڑا کا کھڑا رہ گیا۔ شہزادی نے فوراً نقاب درست کر لیا اور جلدی سے بڑھ کر سوئی کی کمبواؤں پر اپنی کمبواؤں کی اس کی کمبواؤں کے دو ٹکڑے ہو گئے کمبواؤں کے ٹوٹنے ہی اس نے دوسرا وار کیا۔ اور سوئی کی پیشانی کے وہ بال لہ لہات ڈالے جو تاج سے باہر نکلے ہوئے تھے۔

شہزادی کی یہ پھرتی اور یہ جرات دیکھتے ہی واہ واہ کا غل مچ گیا۔ ہر طرف سے شہزادی کی آوازیں آنے لگیں۔

طاریوں نے ذرا نقاب نیچے نگاہوں سے سوئی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ فضول آپ نے میرے مقابلہ میں آنے کی کوشش کی۔

اب سوئی اپنے حواس میں آ گیا تھا۔ وہ شرمندہ معلوم ہوتا تھا۔ اس نے کہا۔ اسے حسن کے آفتاب! دنیا میں کوئی شخص بھی جس کے سینہ میں دل ہو قصداً مقابلہ نہیں کر سکتا۔

طاریوں نے شرفی سے کہا۔ جاؤ اپنے حسن کے صدقہ میں میں تمہیں چھوڑتی ہوں۔ یہ کہتے ہی وہ لوٹی اور بادشاہ کی طرف چلی۔ سوئی بھی شرمندگی سے اپنا سر جھکا کر اپنے ہراپیوں کی طرف پلٹا۔

ہاتھ میں اٹھا کر۔

طاریوں نے۔ بس تو اپنی شکست تسلیم کر لیں آپ۔ سوئی نے۔ شکست خود تو میں ہوں ہی لیکن اگر تم مجھ پر مہربان ہوئے کا اقرار کر لو تو میں شکست کا اعتراف کر کے عوام کے سامنے اپنی ذلت قبول کر لوں۔

طاریوں نے۔ مجھے منظور نہیں ہے۔ اگر تم مہربانی کے ساتھ مجھے بھی حاصل کرنا چاہتے ہو تو مجھ پر فتح یاب ہونے کی کوشش کرو۔

سوئی نے۔ مشکل یہ ہے کہ میں تم پر حملہ ہی نہیں کر سکتا۔

طاریوں نے۔ تو لانے کے ارادہ سے آئے ہی کیوں تھے۔

سوئی نے۔ بت سمجھنا! میں لانے کے خیال سے نہیں آیا تھا۔

طاریوں نے۔ اور کس خیال سے آئے تھے۔

سوئی نے۔ عرض حال کرنے کے لئے۔

طاریوں نے۔ جب تو تم بیکار ہی آئے۔

سوئی نے۔ میں تمہیں ایسا شکست نہ سمجھتا تھا۔

طاریوں نے۔ اس میں شکست کی کو دخل نہیں ہے۔

سوئی نے۔ اور۔

طاریوں نے۔ پاس عہد کا خیال ہے۔

سوئی نے۔ لیکن جو شخص عہد کرتا ہے۔ وہ اسے توڑ بھی سکتا ہے۔

طاریوں نے۔ میں ان میں نہیں ہوں۔

سوئی نے۔ تو تم یہ چاہتی ہو کہ میں ذلیل ہو جاؤں۔

طاریوں نے۔ نہیں۔ ہاں یہ چاہتی ہوں کہ تم مجھ پر فتح یاب ہو کر نام آور ہو جاؤ۔

سوئی نے۔ اچھا تو میں کوشش کرتا ہوں۔

طاریوں نے۔ ہاں ضرور کوشش کرو۔

سوئی پیچھے ہٹا اور اس نے پھر گھوڑا بڑھا کر حملہ کیا۔ طاریوں نے ڈھال سامنے کر دی اس کی کمبواؤں ڈھال پر پڑی۔

اب طاریوں نے حملہ کیا۔ سوئی نے اس کا حملہ روکا۔

دونوں جس انداز سے ملے کر رہے تھے اس سے معلوم ہوتا تھا کہ اسلوب جنگ سے

توجہ واقف ہیں۔

شعل امید

بادشاہ اپنی بیٹی طاریون کو فتح یاب دیکھ کر رعایت خوش ہوا۔ اس نے عمرو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ عرب دونوں تم نے دیکھا۔ ہمارے یہاں کی لڑکیاں اس قدر بہادر ہیں۔

عمرو نے ہنس کر کہا۔ بہادر ہیں لیکن عیسائی مردوں کے مقابلہ میں۔

عمروؓ میں ایک عرب اور ایک لڑکی سے مقابلہ۔

بادشاہ نے حیرت سے عمرو کو دیکھ کر کہا۔ گویا تم اس میں اپنی توہین سمجھتے ہو۔

عمروؓ زبردست تو ہیں۔ ایک مرد کے لئے کس قدر قابل شرم بات ہے کہ وہ ایک باز آفریں لڑکی سے جھگڑے۔ اور کتنی ذلت ہے کہ اس پر فتح یاب نہ ہو۔

بادشاہؓ۔ شہزادی تھک گئی درخت سداڑا امتحان بھی لیا جاتا۔

عمو نے جوش میں آکر کہا۔ "امتحان اچھا امتحان لو۔ شہزادی سے کہو وہ تم کو اور

ناجیل لے لے۔ اور میں سنا رہوں گا۔ اگر وہ بہادر ہے تبھی تھے ہوئے کو زخمی کرے ورنہ میں اس کی تمکواریں نہیں لوں گا۔

بادشاہ اور وہ لوگ جو قریب تھے عمرو کی گفتگو میں کچھ حیران رہ گئے چونکہ انہوں نے مسلمانوں کی بہادری کے واقعات سنے ہوئے تھے اس لئے انہیں حیرات نہ ہوئی کہ وہ عمرو کی جوش کو دیکھ کر شہزادی کے شہزادی کے لئے گئے کیسے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ فتح یاب عمرو ہی ہیں گئے۔

اس غصہ میں طاریون بادشاہ کے پاس آئی۔ بادشاہ نے کہا۔ شہزادی میری بہادر بیٹی شہزادی۔ آج میری ذات پر مجھے غرہ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر میرے کوئی بیٹا ہو تو وہ اتنا بہادر نہ ہو گا جس قدر تو ہے۔

طاریون نے قہقہہ جھک کر کہا۔ حضور کی عزت افزائی کا شکریہ۔

بادشاہؓ۔ بیٹی! یہ عرب کہتا ہے کہ تو بہادر اور ذلیل لے لے اور یہ کہتا ہے۔ اور پھر وہاں آتا۔ لو۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ تو تھک گئی ہو گی۔

طاریون نے عمرو کو دیکھا۔ اس نے کہا یہ برابر کا مقابلہ نہیں کھلایا جاسکتا۔

بادشاہؓ۔ اور۔

طاریونؓ۔ ہتھیار میرے پاس ہیں وہی ان کے پاس بھی ہوں اور پھر یہ بھی ہوسکتا تھا کہ۔

بادشاہؓ۔ اے اللہ! میرے لڑکوں سے عمرو کو دیکھتے ہوئے کہا۔ تم نے سنا میری بہادر بیٹی کیا

کہہ رہی ہے۔

عمو نے کہا۔ بی بی ہاں سنا۔ پھر کب مقابلہ ہو گا۔

بادشاہ نے طاریون کی طرف دیکھا۔ طاریون نے کہا۔ اس وقت جب اس کا موقع ہو گا۔

عمروؓ۔ اور وہ موقع کب ہو گا۔

طاریونؓ۔ جب شہنشاہ فرمائیں۔

عمو نے بادشاہ کی طرف دیکھ کر کہا۔ آپ فرمائیے۔ کب اس کا موقع دیں گے۔

بادشاہؓ۔ جب مسلمانوں پر فتح حاصل کرنی چاہئے گی۔

عمو نے ہنس کر کہا۔ خوب۔ نہ یہ بات آپ کو نصیب ہو گی اور نہ آپ یہ موقع دیتے گے۔

بادشاہ کو طرارہ آگیا۔ اس نے جوش میں آکر کہا۔ تم دیکھو گے۔ کہ کس قدر جلد

مسلمانوں کا غارت کر دیا جاتا ہے۔

عمو نے برحقگی سے کہا۔ "ممکن ہے آپ کو ہی یہ بدخبری پہنچے کہ مسلمانوں نے عیسائیوں کا غارت کر دیا۔

بادشاہؓ۔ اچھا تم بھی دیکھو اور میں بھی دیکھا ہوں۔

بادشاہ کو غصہ آگیا تھا۔ اس نے طاریون سے مخاطب ہو کر کہا۔ بیٹی! تو جلد سے یہ

فکر لے کہ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے جاؤ اور ان کا غارت کر کے واپس آؤ۔ میں چاہتا ہوں کہ کل ہی روانہ ہو جاؤ۔

طاریون نے کہا۔ میں حضور کے حکم کی تعمیل کروں گی۔ اور مسلمانوں کو دیکھ دوں گی کہ بہادری کسے کہتے ہیں۔

عمو نے فرمایا۔ "شہزادی! اس کا خیال رکھنا کہ مسلمان عیسائی نہیں ہیں۔

طاریون نے جوش میں آکر کہا۔ میں خوب جانتی ہوں مسلمانوں کا عیسائیوں سے مقابلہ۔

عمروؓ۔ ہاں اگر تم اس قدر بہادر ہو کہ مسلمانوں سے عیسائیوں کو بہادر سمجھتی ہو۔

ممکن ہے کہ اسلامی لشکر تک پہنچ سکے۔

طاریون نے عمرو کی طرف دیکھ کر کہا۔ "مورنہ"

عمروؓ۔ ممکن ہے کہ تم اسلامی لشکر تک پہنچ سکو۔

طاریونؓ۔ کون روک سکے گا مجھے۔

عمروؓ۔ وہ خدا جس کے ہاتھوں میں کائنات کا نظام ہے۔

طاروں نے ہنس کر کہا۔ علی قاصدا میرے غم کو کوئی ہستی بھی نہیں روک سکتی۔

عمروؓ۔ اس قدر غور۔

طاروںؓ۔ مجھے اپنی طاقت پر غور ہے۔

عمروؓ۔ یہ طاقت برکتی رہ جائے گی۔

طاروںؓ۔ تم خود کچھ لوگے کیا ہوتا ہے۔

عمروؓ۔ میں ہی کیا اسے دیا دیکھ لے گی اور تم اس وقت بیچتا کی شراوی۔

طاروںؓ۔ اس وقت تم میرے محل پر افسوس نہ کرنا۔

عمروؓ۔ تم غور شاید اپنے حال پر افسوس کرو۔ لیکن میں.....

طاروںؓ۔ تم کیا چاہتے ہو۔

عمروؓ۔ نہیں چاہتا کہ تمہیں اس حالت میں دیکھوں ہنس کا مجھے اندیشہ ہے۔

طاروںؓ۔ ہنس چاہی۔ اس نے کہا۔ تمہاری اس بھر دہی کا شکر ہے۔

عمروؓ۔ اس وقت کا شکر ہے تو ضرور ہے لیکن ہاں ممکن ہے کہ میں آپ کی کوئی ایسی مدد کر سکوں جس سے حقیقی طور پر آپ شکرے ادا کریں۔

طاروںؓ۔ ہاں تب ہی دل سے مشکور ہوں گی تمہاری۔

بادشاہؓ نے کہا۔ دیکھو وہ سوئی آؤرہ خاطر ہو کر جا رہا ہے۔ کوئی بلا اور اسے میرے

نہ پا کر لاؤ۔ میں اسے کچھ کھانا چاہتا ہوں۔ فوراً کئی سوار بول گئے۔

بادشاہؓ نے سچ کہا تھا۔ سوئی نقشیں و حزمین اپنے سواروں کے ساتھ شرم و ندامت سے

سر ہٹا کر چل رہا تھا۔

شاہی سواروں نے اس کے قریب پہنچ کر اسے سلام کیا اور بادشاہ کا حکم اسے بتایا۔ وہ

اور واپس لوٹا اور بادشاہ کے قریب ڈاکر تعظیم کے لئے بھاگا۔

بادشاہؓ نے کہا۔ سوئی مجھے افسوس ہے کہ تم رخِ باب نہ ہوئے حالانکہ میری دل تیرا

نہ تھی۔

سوئیؓ نے آؤر دہی کے لہجہ میں کہا۔ "میری قسمت حضور۔"

بادشاہؓ۔ ہاں یہ تمام معاملات قسمت سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں نے طاروں سے

مدد کی سفارش کی تھی۔

سوئیؓ۔ حضور کی اس بے پایاں حمایت کا شکر ہے۔

بادشاہؓ۔ میں تمہیں حقیقت میں بہادر سمجھتا ہوں۔ یہ دوسری بات ہے کہ تم طاروں

پر فتح حاصل نہ کر سکے اور یہ اتفاق تھا۔

سوئیؓ۔ نہیں حضور! اصل یہ ہے کہ شراوی ہیں ہی نہایت بہادر۔

اب شراوی نے سوئی کو دیکھا۔ اس وقت وہ اسے کمال حسین معلوم ہوا۔ وہ اسے

لنگنی لگا کر دیکھنے لگی۔

سوئیؓ کی نظریں بھی اس کی طرف اٹھ گئیں اگرچہ اس کے چاند سے چہرہ پر غائب تھا

لیکن حسن کی شعاعیں غائب سے چمن چمن کر برابر نکل رہی تھیں۔ سوئیؓ پر ایک کیف سے

خودی طاری ہو گیا اور وہ شراوی کو محبت بھری نظروں سے دیکھتا رہ گیا۔

بادشاہؓ نے کہا۔ کیا تم طاروں کو حاصل کرنا چاہتے ہو سوئیؓ؟

سوئیؓ نے جواب دیا۔ "دل و جان سے۔"

بادشاہؓ۔ اچھا تو سنو میں اسے حاصل کرنے کی تدبیر بتاتا ہوں۔

سوئیؓ بادشاہ کی طرف دیکھنے لگے۔ اس نے کہا۔ "ارشاہ فرمائیے۔"

بادشاہؓ۔ تمہیں معلوم ہے کہ جزیرہ میں سلطان تمہیں کسے ہیں۔

سوئیؓ۔ جی ہاں معلوم ہے۔

بادشاہؓ۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ شہنشاہ شریاض نے ان پر لشکر کشی کرنے کا ارادہ

کر لیا ہے۔

سوئیؓ۔ عالیجاہ! مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے روانہ ہو

گئے۔

بادشاہؓ۔ ٹھیک ہے۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ مسلمان پھیلانے اور عیسائیوں کو

مسلمان بنانے کے لئے کسے ہیں۔

سوئیؓ۔ یہ بات تو ساری عیسائی دنیا جانتی ہے۔

بادشاہؓ۔ تو سمجھ لو کہ عیسائیت کے لئے زہر سے خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔

سوئیؓ۔ بیکج۔

بادشاہؓ۔ اس خطرہ کے دور کرنے کی کوشش کرنا ہر عیسائی کا مذہبی فرض ہے۔

سوئیؓ۔ بالکل ٹھیک فرما رہے ہیں حضور۔

بادشاہؓ۔ میں نے شراوی طاروں کو حکم دیا ہے کہ وہ لشکر لے کر ملک شریاض کی مدد

کے لئے روانہ ہو جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم بھی اپنے باپ سے اجازت لے کر لشکر لے

اور طاروں کے ساتھ میدان جنگ میں جاؤ۔ اگر تم فتح کر کے لے آؤ تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ

طارقون کی شہادی تھامے ساتھ کر دیں گے۔

سوئی اس بات کو سن کر خوش ہو گیا۔ اس نے کہا۔ میں حضور کے اس حکم کی تعمیل کروں گا۔

بادشاہ۔ تمہاری دایچی پر میں بھی اپنا اقرار پورا کروں گا۔

سوئی۔ اگر حضور شہزادی صاحبہ بھی اپنی تہا پر مبارک سے اس کا اقرار کر لیں تو میرا خدو صلہ چھ جائے۔

بادشاہ۔ ٹھیک ہے (طارقون نے) بیٹی بھلوری کا اہتمام ہو چکا۔ میں نے سوئی سے جو اقرار کیا ہے تو بھی اس کی تائید کر دے۔

طارقون نے دھڑبھڑ انداز سے کہا۔ مجھے کیا طرہ ہو سکتا ہے۔ حضور۔

سوئی کے دل میں امید کی شعلہ چمکی اور اس قدر خوش ہوا کہ اس کا چہرہ چمکے لگا۔ اس نے کہا۔ اس میں اتنا ہی چاہتا تھا حضور۔ میں آج روانہ ہو جاؤں گا اور جلد سے جلد فکڑ لے کر آجاؤں گا۔

بادشاہ۔ ہاں تم آج ہی نہیں بلکہ ابھی چلے جاؤ۔

سوئی۔ بہت بہتر ہے۔

سوئی نے بادشاہ کو سلام کیا اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔

بادشاہ نے غم سے کہا۔ میری قاصد! تم اپنے امیر سے چاکر کہہ دیا کہ ہمیں صلح کرنی منظور نہیں ہے۔

بہت بہتر۔ غم نہ کیا اور وہاں سے واپس لوٹ۔ راست میں راہبر بھی مل گیا۔ یہ دونوں امیر ایک لمحہ ضائع کے اسلامی لشکروں کی طرف روانہ ہو گئے۔

سلاشی

حادثہ منذر کو لے کر چل رہا تھا۔ پر یونہی اس کے ساتھ تھی وہ راست بتاتی جاتی تھی۔ پر یونہی حادثہ کی طرف دیکھ لیتی تھی اسے نظر آ رہا تھا کہ وہ بد دور ہے۔ معلوم ہے اسے فزہ دیکھ کر اس کے دل میں رحم و مہاشائی کے جذبات پیدا ہوتے جاتے تھے۔

حادثہ واقعی بہت زیادہ غمگین تھا ایک تو اس لئے کہ اس کی عزیز از جان بہن کو یہودی زبردستی لٹا کر لے گئے تھے۔ دوسرے اس لئے کہ اس کا دوست جس کی دوستی پر اسے بھروسہ تھا اور جسے وہ اپنے بھائی سے بھی زیادہ پیارا سمجھتا تھا شہید طور پر زخمی ہو گیا

تھا۔

وہ نہایت پریشان اور غم و رنج میں جھکا ہو گیا تھا اگرچہ وہ قوی دلیر اور مضبوط خیر خواہ تھا۔ منذر کا بوجھ اٹھا کر لے چلتا اس کے لئے کوئی بات بھی نہ تھی لیکن بھگم غم و آلام نے اس کی طاقت کھو دی تھی اور اب اس سے منذر کا بوجھ مشکل ہی سے اٹھایا جا رہا تھا۔ وہ چلتے ہوئے ٹھوکریں کھا رہا تھا۔ مگر چل رہا تھا۔

جب وہ پہاڑ سے نیچے اترے تب اس نے کہا۔ "پر یونہی! تم لشکر گاہ میں چلی جاؤ اور ہر مسلمان بھی تمہیں ملے اسے ساتھ لے آؤ۔"

پر یونہی روانہ ہو گئی۔ حادثہ نے نرم گھاس پر منذر کو لٹا دیا۔ وہ جسد غم بن کر اس کی صورت دیکھنے لگے۔

تھوڑی ہی دیر میں پر یونہی دو مسلمانوں کو لے آئی۔ انہوں نے آتے ہی منذر کو دیکھا۔ واقعات پر دیکھے۔ حادثہ نے مختصر طور پر واقعہ سنایا۔ انہیں بڑا غصہ آیا اور انہوں نے پہاڑ کے صریف وہ دونوں ہی پہاڑ پر چڑھ کر عیسائیوں کو تلاش کریں۔ لیکن حادثہ نے سمجھا بھٹا کہ انہیں اس بات پر تیار نہ کر لیا کہ پہلے منذر کو لشکر گاہ میں لے چلو اور پھر امیر لشکر سے اجازت لے کر عیسائیوں کی تلاش میں چلیں گے۔

مسلمانوں نے اس بات کو مان لیا۔ انہوں نے منذر کو اٹھایا اور لشکر کی طرف چلے پر یونہی اور حادثہ ہو گئے۔

جب وہ لشکر گاہ میں داخل ہوئے تو ہر شخص منذر کے حصول دریافت کرنے لگا۔

وہ اسے اپنے ہی خیمہ پر لے گئے اور چلتے ہی چراغ کو جو اس وقت مسجودہ ڈانگڑوں کی حیثیت رکھتے تھے بلایا۔ انہوں نے آتے ہی اس کا زخم کھولا صاف کیا اور مریم لگا کر پٹی کس دی۔

حادثہ پر یونہی کو منذر کے پاس چھوڑ کر امیر عسکر حضرت عیاض بن غنم کے پاس پہنچا اور تمام واقعہ ظاہر کو زبردستی لے جانے اور منذر کے زخمی ہونے کا سنایا۔

عیاض کو اس واقعہ کے سننے سے بڑا رنج ہوا۔ انہوں نے حضرت خالد بن ولید کو بلا کر سارا قصہ سنائے کے بعد دو سو سواروں کو لے کر پہاڑ پر جانے اور عیسائیوں کو تلاش کر کے ظاہر کو چھڑا لانے کے لئے کہا۔ وہ جوش و شغف میں بھر کر اٹھے اور دو سو پونہوش کھیلوں کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ حادثہ بھی مسلح ہو کر ساتھ ہو گیا۔

یہ جو تھلا دست پہاڑ پر پہنچا۔ حادثہ انہیں اسی جگہ لے گیا۔ جہاں منذر زخمی ہوا تھا۔

حضرت خالد الفکر کو لے کر آگے بڑھے وہ چٹانوں سے بچتے دروں اور گھاٹیوں میں گھومتے ہیں گرجہ کے سامنے جا پہنچے۔

گرجہ ایک اونچی چٹان پر تھا۔ نہایت بلند اور مستحکم عمارت تھی جس وقت چلیجیہین گرجہ کے سامنے پہنچے تو انہوں نے کیلیوں کو گرجہ کے دروازہ پر کھڑا دیکھا۔

وہ مسلمانوں کو دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا تھا۔ حضرت خالد نے کہا معزز پادری آگے آؤ۔ ہمیں تم سے کچھ دریافت کرنا ہے۔

پادری چونکہ اراا ہوا تھا اس لئے کہتے ہی بڑھ کر ان کے پاس ٹھہرا۔ پاس آتے ہی اس نے کہا۔ فرمائیے کیا دریافت کرنا ہے آپ کو؟

خالد نے تمہارے پاس کچھ عیسائی شہرے ہوئے ہیں۔

کیلیوس نے۔ ہاں شہرے ہوئے تھے۔

خالد نے۔ کون تھے وہ؟

کیلیوس نے۔ اخلاط کا وزیراعظم اور ان کے چند فوجی پاسی۔

خالد نے۔ اب وہ کہاں ہے۔

کیلیوس نے۔ وہ اس گرجہ سے صبح ہوتے ہی چلے گئے تھے۔

خالد نے۔ کس قدر آوی تھے وہ۔

کیلیوس نے۔ مجھے ان کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہے کیونکہ گرجہ میں صرف ۱۸ آدمی آئے تھے۔ مگر مجھے معلوم ہوا تھا کہ ان کے کچھ آدمی اور بھی قریب ہی شہرے ہوئے تھے۔

خالد نے۔ وہ کیوں آئے تھے یہاں۔

کیلیوس نے۔ وہ میرے ساتھ ہیں اکثر آتے رہتے ہیں۔

خالد نے۔ صاف کرنا ہمیں شک ہے کہ وہ لوگ گرجہ میں چھپے ہوئے ہیں اور اس لئے ہم گرجہ کی تلاش کرنا چاہتے ہیں۔

تلاش کا نام سن کر پہلے تو پادری کچھ پریشان ہوا لیکن فوراً ہی چٹان کے کنارے اپنے چوہ سے دور کر کے بولا۔ کچھ ہنس نہیں آتے تلاش کرنا ہمارے لئے ممکن نہیں۔

چنانچہ حضرت خالد۔ عمارت اور دو آدمی اور گھوڑوں سے اتر کر پادری کے ساتھ چلے چوہہ پر چڑھے اور گرجہ کے اندر داخل ہوئے۔

آہرچہ باہر کی طرف سے بھی گرجہ کافی بڑا معلوم ہوتا تھا لیکن اندر سے اور بھی بڑا معلوم ہوا۔ اس میں شہرہ دیکھتے تھے اور ہر کمرہ کافی بڑا تھا۔

انہوں نے تمام کمرے چھان ڈالے لیکن وہاں ایک عیسائی بھی نظر نہ آیا البتہ قریب گاہ کے قریب چند بڑھے راہب بیٹھے ہوئے تھے۔

اپنے خیال میں اچھی طرح تلاشی لینے کے بعد مسلمان گرجہ سے باہر نکل آئے حضرت خالد نے باہر آکر کیلیوس سے کہا۔ اس گرجہ میں جو شخص رہتی تھیں وہ کہاں گئیں۔

کیلیوس نے۔ جب سے مسلمان اس پہاڑ کے دامن میں آکر شہرے ہیں اس وقت سے ہم عیسائیوں کو اندیشہ ہو گیا تھا اس لئے ہم نے انہیں یہ بخش میں بھیج دیا ہے۔

خالد نے۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ آیا وزیراعظم چلا گیا یا کہیں غاروں میں چھپ گیا۔

کیلیوس نے۔ وہ چھپ نہیں سکتا ضرور چلا گیا ہو گا۔

خالد نے۔ اگر ہم اس کا تعاقب کریں۔

کیلیوس نے۔ میں منع نہیں کرتا۔ لیکن میرے خیال میں آپ اس تک نہ پہنچ سکیں گے۔

خالد نے۔ اس وجہ سے کہ ہمیں دریا ہو گئی ہے۔

کیلیوس نے۔ جی ہاں۔ اس کے علاوہ وہ پہاڑ کے ایسے راستوں سے داخل ہے جو لمبے راستہ کو مختصر کر دیتے ہیں۔

خالد نے۔ لیکن پھر بھی ہمیں ان کا تعاقب کرنا ضروری ہے۔ کیا آپ ہماری راہبری کریں گے۔

کیلیوس نے۔ میں تو مجبور ہوں۔ زیادہ دیر میں کہیں آجائیں سکتا لیکن آپ کے ساتھ ایک راہب کو کہنے دیتا ہوں وہ راستہ بتا دے گا۔

خالد نے۔ آپ کا شکریہ۔

کیلیوس گرجہ کے اندر گیا اور ایک اونچے حجرے کے ساتھ لے کر آیا۔ اس نے آتے ہی خالد سے کہا۔ یہ شخص تمام راستوں سے خوب واقف ہے آپ کی راہبری خوب کرے گا۔

خالد نے۔ بہت خوب۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

راہب ایک غریب سوار ہو کر آگے آگے چلا اور چلیجیہین اسلام اس کے پیچھے چلے جب وہ کچھ دور نکل گئے تو کیلیوس تمنا کر بولا۔ اس نے آپ ہی آپ بیڑا تے ہوئے

کہا۔ ان مسلمانوں کو بڑا سمجھدار اور مدبر پایا جاتا ہے میں تو انہیں بے وقوف سمجھتا ہوں اسحق میرے ایک ہی فقرہ میں آگئے۔

گرج کے دروازوں میں سے قیاقوس سکرانا ہوا نکلا۔ اس نے کیلوس کے قریب آکر کہا: "خوب بیکر دیا آپ نے۔"

کیلوس نے آکر کر کہا: "چنگ؟ میں نے اندازہ لگا لیا ہے کہ مسلمان سادہ لوح ہیں اور انہیں نہایت آسانی سے دھوکا دیا جاسکتا ہے۔"

قیاقوس نہ: آپ نے کہاں مل دیا انہیں۔

کیلوس نہ: اپنے خیال میں اغلاط کی طرف آپ کا تعاقب کرنے مجھے چاہیے۔

قیاقوس نہ: مجھے خوف پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں پریون نے یہ خانہ کا تذکرہ نہ کر دیا ہو اور سیدھے وہیں نہ چلے جائیں۔

کیلوس نہ: جب ان کے سردار نے گرج میں حاشی لینے کے مطلق کہا تو میں بھی رز گیا۔ مگر پھر فوراً ہی مجھے خیال ہوا کہ پریون ایسی لڑکی نہیں ہے جو مسلمانوں کو اپنی قوم کے خلاف تمام باتیں بتا دے اس لئے کچھ بہت پڑ گئی اور میں نے انہیں حاشی لینے کی اجازت اسے دی۔ لیکن ایک بات ضرور کہوں گا۔

قیاقوس نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے دریافت کیا: کیا؟

کیلوس نہ: مسلمان نہایت شریف ہیں ایسی حالت میں جبکہ ان کی ایک دو چیز کو عیسائیوں نے زبردستی اٹھا لیا تھا اور ان کے ایک ساتھی کو زخمی کر ڈالا تھا۔ اگر وہ جوش و غضب میں آکر گرج کو سہارا دیتے اور عیسائیوں کو قتل کر ڈالتے۔ تو کچھ تعجب نہ تھا۔ لیکن ان کا رویہ شیطانہ رہا۔ اور انہوں نے کچھ بھی نہیں کیا۔

قیاقوس نہ: اچھا تو اب مجھے بھی روانہ ہو جانا چاہئے۔

کیلوس نہ: نہیں تم راستہ کو روانہ ہو۔ اب جاؤ اور یہ خانہ میں پھپھ جاؤ اندیشہ ہے کہیں کوئی اور مسلمان اس طرف نہ آئے۔

قیاقوس نہ: بہتر ہے۔

کیلوس نہ: دیکھو اس عہد دو چیزوں کی حفاظت و نگرانی نہایت ہوشیاری سے کرنا۔ وہ نہایت پرہیز اور دلیر لڑکی ہے اس نے تمہارے دو ساتھیوں کو زخمی کر دیا ہے اگر اسے موقع ملا تو وہ اور لوگوں کو بھی قتل و زخمی کرنے سے دریغ نہ کرے گی۔

قیاقوس نہ: میں نے امتیاطی تدابیر اختیار کر لی ہیں۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ صرف یہ ہی لڑکی نہیں۔ بلکہ مسلمانوں کی ساری ہی لڑکیاں اور عورتیں ہمارے ہوتی ہیں جب وہ موقع دیکھتی ہیں لڑتی ہیں اور نہایت جوش و خروش سے موت کی لڑائی لڑتی ہیں۔

کیلوس نہ: یہی بات ہے مجھے ان پر رکھ آتا ہے ایک وہ ہیں جو میدان جنگ میں نکل کر لڑتی ہیں ایک ہماری عورتیں ہیں جو اس قدر آرام طلب ہو گئی ہیں کہ ہر وقت محفل گدول پر چڑا رہتا پسند کرتی ہیں۔

قیاقوس نہ: اچھا تو میں جا رہا ہوں لیکن آپ ہمیں چن کر دیکھتے رہیں کہ اور مسلمان تو نہیں آتے۔

کیلوس نہ: دیکھ رہوں گا۔ مگر اس لڑکی کی دہلوی میں کوئی واقعہ نہ اٹھا رکھنا۔

قیاقوس نہ: بہت اچھا۔

قیاقوس چلا اور گرج میں داخل ہو گیا۔ کیلوس چوتھ پر بند کر نظر اٹھا اٹھا کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔

بارہواں باب پشیمان حسینہ

حضرت خالدہ راہب کی رہبری میں روانہ ہو گئے تھے۔ راہبر اس فوج کے تمام راستوں سے بخوبی واقف معلوم ہوتا تھا وہ انہیں اپنے دور میں سے لے کر چلا جو قدرے تنگ تھا۔ یعنی اس قدر تنگ کہ اس میں سے چار سوار پہ یک وقت گزر سکتے تھے۔ جس وقت یہ لوگ درد سے باہر نکلے تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ انہوں نے تمام پہاڑ کو بٹے کر لیا ہے۔ راہب نے حضرت خالدہ سے مخاطب ہو کر کہا۔ حضور! پہاڑی راست ختم ہو گیا اب یہ سیدھا راست اغلاط کو گیا ہے اگر اجازت ہو تو میں واپس لوٹ جاؤں۔

خالدہ نے اسے واپس جانے کی اجازت دے دی۔ وہ سلام کر کے چلا گیا۔

اب انہوں نے نہایت جیزی سے چلنا شروع کر دیا وہ گھوڑے اڑاتے تو عین پانچ چو میل نکل گئے تھے کہ اس طرف سے چند عیسائی آتے ہوئے ملے انہوں نے روک کر دریافت کیا۔ کیا کچھ عیسائی سوار اس طرف سے گئے ہیں۔

انہوں نے جواب دیا۔ "نہیں۔"

خالدہ: کیا راست اغلاط کو جانا ہے۔

ایک عیسائی نہ: جی ہاں۔

خالدہ: کیا اس سامنے والے پہاڑ سے اور راستے بھی اغلاط کو گئے ہیں۔

وہی عیسائی نہ: جی ہاں کئی راستے گئے ہیں۔

خالد کچھ گھنٹے کے درمیان حکم کسی اور راستہ سے نکل گیا ہے۔ انہوں نے اب واپس لوٹنا ہی مناسب سمجھا۔ چنانچہ واپس لوٹنے اور لشکر گاہ میں اگر عیاض کے پاس پہنچے اور قرام واقعات انہیں سنا دے۔ عیاض نے افسوس کے لہجہ میں کہا۔ مجھے ظاہر کی طرف سے بڑا ٹکر پڑا ہو گیا ہے۔ جی تو یہ چاہتا ہے کہ ان نامور ہڈوں اور بدکار عیسائیوں پر فوراً ہی حملہ کر دوں۔ لیکن امیر المومنین کے قربان سے مجبور ہوں۔ اچھا عمو کی واپس کا انتظار کرو۔ دیکھو وہ کیا بواب لڑاتے ہیں اور پھر..... پھر ان عیسائیوں کو بیٹوں کا کہ کسی مسلم دشمن کو جرم لے جانے کی سزا کیا اور کیسے ملا کرتی ہے۔ حادثہ! چندے مہر کو اور دیکھو یہ وہ لہجہ سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔

خالد کے ساتھ حادثہ بھی گھٹے گھٹے۔ انہوں نے کہا۔ خدای کو یہ منکوح تھا کہ بڑے میں اگر میرے خلاف ایسا فاسوس کی دھجیاں اڑیں۔

عیاض نے خوشی میں ہنسنے کہا۔ حادثہ! اگر زندگی ہے تو تم دیکھو گے کہ عیسائیوں کی زندگی کی دھجیاں اڑائی جائیں گی۔

خالد نے انتہاء انداز کیا اور وہ اور حادثہ لوٹ آئے۔ خالد اپنے ٹیم پر پہلے گئے اور حادثہ اپنے ٹیم پر آئے۔ انہوں نے اگر دیکھا کہ منذر کو ہوش آیا ہے اور وہ نہایت بے چینی سے تڑپ رہا ہے۔ پوچھ نہ اس کے سہانہ بیٹھی ہے۔

حادثہ اس کے قریب بیٹھ گیا اس نے دریافت کیا۔ کیا تمہارے زخم میں نہیں ہے منذر۔

منذر نے غصہ آواز میں کہا۔ نہیں نہیں نہیں ہے۔

حادثہ۔ پھر دیکھ کیسی ہے۔

منذر۔ کیا ظاہر مل گئی۔

حادثہ۔ نہیں ٹی۔ ہمارے جانے ہی سے پہلے اسے۔ منشی عیسائی لے گئے۔

منذر نے لہجہ سانس بھر کر کہا۔ افسوس! افسوس! آتش میں زخمی نہ ہوتا۔

حادثہ۔ افسوس نہ کرو منذر! امیر عیاض نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اس جتو میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑیں گے۔

منذر چپ ہو گیا۔ حادثہ کچھ گیا کہ منذر کو بے حد غل ہے اس نے بھی اس وقت مزہ تشکر کرنی مناسب نہیں تھی۔

پوچھ نہ اور حادثہ دونوں منذر کی نہایت بددلی اور دوسوڑی کے ساتھ تھوڑا داری کرتے

رہے۔

منذر خود بھی جلد اچھا ہونے کی کوشش کر رہا تھا اس کا معالجہ اور اس کے چہرہ دار جو پرائیویٹ سے کرتے تھے وہ ان پر کاربند رہتا تھا۔

دن گزرتے رہے اور اس کا زخم اچھا ہوتا رہا۔ تقریباً ایک ہفتہ سے پہلے وہ بالکل اچھا ہو گیا۔ جس سے باہر جانے آئے گئے۔

جون جون وہ اچھا ہوتا جا رہا تھا اس کے دل میں ظاہر کو رہا کرانے کی خواہش اور تڑپ پیدا ہوتی جاتی تھی۔

یہ وہ بالکل اچھا ہو گیا تو یہ خواہش اور بھی زیادہ بڑھ گئی۔ چنانچہ ایک روز حادثہ سے کہا۔ دوست! نہیں کہا جا سکتا کہ معصوم ظاہر کس حال میں ہے۔ میں اس کے لئے بہت زیادہ بے چین ہوں اور چاہتا ہوں کہ تمہارا اس کی تلاش میں نکل جاؤں۔

حادثہ نے کہا۔ کبھی ایسی قلعش نہ کرنا۔ امیر عیاض قاصد کے آنے کا انتظار کر رہے ہیں وہ آیا اور انہوں نے پورش کی۔

منذر۔ لیکن اگر اس عرصہ میں بے رحم و وحشی عیسائیوں نے اس معصوم کو قتل کر ڈالا۔

حادثہ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ ایسا خیال نہ کرو۔ میرا دل کہتا ہے کہ عیسائی اس کا بل بھی بچا کرنے کی جرات نہ کریں گے۔

منذر۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔ مگر مجھے اطمینان نہیں ہے۔

حادثہ۔ تم ظاہر سے واقف نہیں ہو۔ وہ نہایت خوددار اور بہادر لڑکی ہے۔

منذر۔ میں جانتا ہوں۔ مجھے یہی خوف ہے کہ کہیں خودداری ہی اس کے لئے اس کی دہل جان نہ بن جائے۔

حادثہ۔ جس قدر وہ خوددار اور بہادر ہے اسی قدر عاقبت اطمینان بھی ہے۔

منذر۔ مجھے خیال ہے کہ وہ کسی سازش کا شکار ہوئی ہے۔

حادثہ نے منذر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا مطلب ہے اس سے تمہارا۔

منذر۔ وہی جو میں پہلے ہی کہ چکا ہوں۔

حادثہ۔ یقین۔

منذر۔ مجھے پوچھ نہ شہ ہے وہ اسے قصداً درگاہ کر وہیں لے گئی اور گرفتار کر دیا۔

حادثہ۔ نہیں نہیں۔ میں اسے یقین نہیں کر سکتا۔ اگر پریونہ اسے لے جا کر گرفتار کر دیتی تو خود بھی چلی جاتی۔ کون اسے روک سکتا تھا۔ بس میں وہاں پہنچا ہوں تو وہ تھا قصورے پاس بیٹھی تھی۔
منفرد۔ یہ عیسائی لڑکیاں بڑی چالاک ہوتی ہیں۔ ممکن ہے اب وہ اور کسی مسمی سازش میں مشغول ہو۔

حادثہ نے قدرے مسکرا کر کہا۔ چونکہ تم شروع ہی سے اس کی طرف سے مشکوک ہو اس لئے ایسا خیال رکھتے ہو۔

منفرد۔ ہاں میرا ایمان ہی خیال ہے اور میں نے معافی کے ساتھ ظاہر کر دیا۔

حادثہ۔ خود ظاہر اگر اس کی تردید کر دے گی۔

منفرد۔ خدا ایسا ہی کرے۔

اس گفتگو کے بعد منفرد باہر چلا گیا اور حادثہ بیٹھا رو گیا۔ اس وقت پریونہ حضرت خواجہ کے پاس گئی تھی لیکن جوں ہی حضور گیا فوراً ہی وہ آگئی۔ حادثہ نے اسے دیکھا اس وقت اس کے چہرے سے شرم و ندامت کی علامتیں ظاہر ہو رہی تھیں وہ آتے ہی ہاتھ ہوڑ کر گھڑی ہو گئی۔ حادثہ اسے اس حالت میں دیکھ کر حجب ہوا۔ اس نے کہا۔ پریونہ! کیا بات ہے کیوں تم ایسی حرکت کر رہی ہو۔

پریونہ نے شرمندگی کے لہجہ میں کہا۔ ”شریف انسان! آج میں اپنے قصور کا اعتراف کر کے معافی چاہتی ہوں۔“

حادثہ اور بھی حیران ہوا اس نے کہا۔ ”قصور!..... تم نے کیا قصور کیا ہے۔“

پریونہ۔ میں معافی دل کے ساتھ اس بات کا اقرار کرتی ہوں کہ ظاہر کو میں دروغا کر لے گئی تھی اور میں نے ہی اس مسموم اور پاکباز دوست کو مصیبت کے جال میں پھنسا دیا ہے۔

حادثہ نے کمال حیرت سے پریونہ کو دیکھا۔ اس نے بولنا چاہا۔ لیکن کچھ ایسا حیرت زدہ ہو رہا تھا کہ نہ بول سکا۔

پریونہ نے کہا۔ مجھے افسوس ہے کہ شیطان کے بھانے میں آگئی۔ نیک دل مسلم نوران! مجھے معاف کر دو۔

حادثہ پریونہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے دریافت کیا۔ کس نے پھیلایا تھا قصیر۔

پریونہ نے جواب دیا۔ ”میرے بھائی نے۔“

حادثہ۔ کس وجہ سے۔

پریونہ۔ اس نے ظاہر کو دیکھا تھا اس کے دل میں اس کی محبت پیدا ہو گئی تھی۔ اب حادثہ کی آنکھوں کے سامنے سے پردہ سا ہٹا نظر آیا۔ اس نے کہا اور اس نے تمہارے بھائی نے قصیر اس مسموم کو دروغا کر لانے کے کئے سمجھا تھا۔

پریونہ۔ جی ہاں۔

حادثہ۔ تم عیسائی کس قدر عیار ہو۔

پریونہ۔ میں نے قصیریں فریب دیا۔ میرا ضمیر مجھے لعنت کر رہا ہے۔ مجھے معاف کر دو۔ حادثہ۔

حادثہ نے کسی قدر جوش میں آ کر کہا۔ معاف کر دوں۔ مجھے تیار کر دیا۔ صرف غم رہا دیا۔ حسین ساحل کس قدر قریب رہا ہے تم نے۔ اس غم کی جگہ اٹھتا ہے۔

پریونہ۔ میں ملامت ہوں مجھ پر، غم کر۔

حادثہ۔ میرے دوست منظر نے تمہاری طبیعت کو پہلے ہی سمجھ لیا تھا۔

پریونہ۔ میں واقف تھی۔ اس کی تیز نگاہوں کو پہچانتی تھی مگر.....

حادثہ۔ مگر کیا۔

پریونہ۔ جس وقت ظاہر گرفتار کر لی گئی اس وقت میری آنکھیں کھل گئیں۔ میرا ضمیر مجھے ملامت کرنے لگا اور باوجود اس کے کہ میرے بھائی نے میری خوشامد کی اور اپنے ساتھ لے چلے پر اصرار کیا لیکن میں نہیں گئی۔

حادثہ نے افسوس بھرے لہجہ میں کہا۔ برا کیا تم نے پریونہ.....

پریونہ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ مجھے خود اعتراف ہے کہ میں نے برا کیا ہے بہت ہی برا۔ اچھے حادثہ! مجھے معاف کر دو۔

حادثہ۔ میں معاف نہیں کر سکتا۔ تم نے میرا دل توڑ دیا ہے۔

پریونہ اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو گیا۔

اس نے روتے ہوئے کہا۔ حادثہ! تو مجھے معاف کر دو یا سزا دو۔

حادثہ۔ سزا دوں..... سزا کیا سزا دوں قصیریں۔

پریونہ اٹھی اور خیمہ میں گئی ہوئی کھار اٹھا لائی اور کھوار کو میان میں سے نکال کر حادثہ کی طرف پھمکتے ہوئے کہا۔ یہ کھوار سمجھو ہے اور میرا سر حاضر ہے۔ وار کر دو اور اپنا انتقام لے لو۔

حادث سوچنے لگا جب لڑوہ دیر ہوئی تو پریونہ نے کہا۔ کس سوچ میں پڑ گئے ہو معاف کر دو یا میرا سزا دو۔

حادث نے پریونہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ یہ ناممکن ہے کہ میں تمہارا سزا دوں۔
پریونہ نے محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا کس لیے ناممکن ہے۔
حادث نے اس لئے کہ تم عورت ہو اور عورت کو قتل کرنا روا نہیں ہے۔
پریونہ نے اور وہ محبت کا دعویٰ کیا۔

حادث نے وہ بھی سچا ہے قریب کار حسد میں تجھے چاہتا ہوں۔
پریونہ نے چاہتے ہو تو میرا قصور معاف کر دو۔
حادث نے اچھا معاف کر دیا۔

پریونہ خوش ہو گئی۔ اس نے کہا۔ اب منوہ ظاہرہ کو میں نے گرفتار کر لیا ہے اور میں اسے رہا کر لاؤں گی۔
حادث نے پھر اسے تعجب خیز نظروں سے دیکھا۔ وہ تنک دیکھنے کے بعد کہا کیا تم چیرا لڑاؤں گی اسے؟

پریونہ نے ہاں میں لاؤں گی۔
حادث نے کس طرح۔

پریونہ نے جس قریب سے میں نے اسے گرفتار کر لیا ہے اسی قریب سے رہا کر لاؤں گی۔

حادث نے اگر تم نے ایسا کیا تو میں اور تمام مسلمان تمہارے منکھڑ ہوں گے۔
پریونہ نے ایک بات کی اٹھا اور ہے آپ سے۔

حادث نے کس بات کی۔

پریونہ نے جب تنک میں ظاہرہ کو یہاں نہ لے آؤں آپ میری مکانی کا تذکرہ کسی سے بھی نہ کریں۔

حادث نے میں اور کسی سے نہ کہیں گا لیکن اپنے دوست منذر سے نہ چھپاؤں گا۔
پریونہ نے لیکن اسے بھی آپ ہدایت کر دیں کہ وہ کسی سے نہ کہے۔

حادث نے یہ ممکن ہے میں اس سے کہ دوں گا اور وہ کسی سے تذکرہ نہ کرے گا۔
پریونہ نے اچھا اب آپ مجھے مسلمان کر لیجئے۔

یہ سن کر حادث کو اس قدر حیرت ہوئی کہ اس کی آنکھیں پھٹی اور منہ کھلا رہ گیا اس

نے کہا۔ مسلمان ہونا چاہتی ہو۔ کس وجہ سے۔

پریونہ نے مسجد کی طرف اشارہ کیا۔ وہ کوئی نہیں ہے۔ بلکہ تمہارے اخلاق نے مجبور کر دیا۔
حادث نے لیکن پہلے یہ بتاؤ کہ کیا تم اسلام کو سچا مذہب سمجھتے تھی۔

پریونہ نے اگر سچا مذہب نہ سمجھتی تو کبھی مسلمان نہ ہوتی۔
حادث نے خدا کا شکر ہے۔

خ کھڑوٹا خدا خدا کر کے

حادث نے کل پڑھا کر اسے مسلمان کر لیا۔ مسلمان ہونے کے بعد پریونہ نے کہا۔
اب مجھے اجازت دیجئے کہ میں ظاہرہ کو چھڑانے کے لئے روانہ ہو جاؤں۔

حادث نے کیا اسی وقت۔

پریونہ نے جی ہاں۔

حادث نے اور تمنا۔

پریونہ نے اگر کسی ذی حیثیت پر تمہیں اعتبار ہو تو اسے میرے ساتھ کر دیجئے۔
حادث نے اچھا خصوصاً کسی کو دیکھ کر لاتا ہوں۔

حادث اٹھا اور خیمہ سے باہر چلا گیا۔ پریونہ سفر کی تیاری کرنے لگی تھوڑی دیر میں حادث واپس آیا۔ اس نے کہا۔ خوش قسمتی سے ایک نہایت معتبر توبی مل گیا ہے۔

پریونہ نے مسکرا کر کہا۔ آپ کا شکریہ۔

وہ حادث کے ساتھ خیمہ سے باہر آئی۔ یہاں ایک عیسائی گھوڑے پر سوار ایک اور گھوڑے کی ہانگ پکڑے کھڑا تھا۔ پریونہ گھوڑے پر سوار ہوئی اور حادث کو سلام کرتے عیسائی سوار کے ساتھ روانہ ہو گئی۔ حادث اسے اس وقت تک دیکھ رہا تھا کہ وہ نظر آتی رہی جب وہ عیموں کے پیچھے چلی گئی تو وہ ٹھنڈا سانس بھر کر لوٹا اور خیمہ کے اندر جا گیا۔

کھوج

حضرت عیاض کو خالد کو اور تمام ان مسلمانوں کو جنہیں ظاہرہ کے متعلق علم ہو گیا۔
سبے حد رنج و غصہ تھا۔ مسلمان سب سے سرزمین حجاز سے نکلے تھے آج تنک انہوں نے بھی کسی عیسائی لڑکی کو نہ درگھایا تھا نہ انوکھا تھا نہ جبراً انہا کو لائے تھے۔ کچ پرچہ تو وہ انوکھا کے نام سے بھی واقف نہ تھے۔

ایک وقت تھا جب اور ممالک کی طرح عربستان میں بھی بدکاری ہوتی تھی۔ عورتوں کی

ایک روز جبکہ وہ عشاء کی نماز پڑھ کر عیاض کے خیمہ پر پہنچے تو انہوں نے خالدؓ فرما کر منع فرمایا اور عبدالرحمنؓ کو پیٹنے ہوئے پایا۔

عبدالرحمنؓ حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ اول کے بیٹے تھے۔ نہایت بیمار اور بے چلے نوجوان تھے۔ وہ جب کبھی جنگ میں بھی شریک ہوتے تھے اسے فتح کر کے ہی لوٹنے تھے۔ حادثہ اور مندر بھی سلام کر کے چلے گئے۔ عیاضؓ نے کہا: "میرا بھائی جس میں وقت میں نماز کے لئے جا رہا تھا اس وقت وہ آئے تھے چونکہ لڑائی ہو چکی تھی اور میں نماز پڑھنے کے لئے چل چلا تھا اس لئے میں نے مناسب نہ سمجھا کہ ان سے کچھ دریافت کروں چنانچہ انہیں یہ کہہ کر کہ وہ نماز کے بعد آویں۔ میں نماز پڑھنے کے لئے چلا گیا تھا۔ یقین ہے کہ وہ کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر اب آتے ہی ہوں گے۔ ان کی محنتوں سے کہ اور یہ معلوم کر کے کہ انہوں نے بادشاہ کا کیا ارادہ ہے ہمیں اس وقت یہ خطرہ نہ لیتا ہے کہ اب کیا کرنا چاہئے۔"

حضرت خالدؓ نے کہا: "میرا خیال ہے کہ انہوں نے بادشاہ کے صلح کرنے سے انکار کر دیا ہے۔"

عیاضؓ نے خالدؓ کی طرف دیکھتے ہوئے دریافت کیا اور یہ خیال سب کا کس بنا ہے۔ خالدؓ نے اگر وہ صلح کر لیتا تو میرا صرف ایک تھا یہ کہہ کر صلح ہو گئی ہے امیں میں کہتے تھے۔

عیاضؓ نے انہوں نے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن میں نے منع کر دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ اذان ہو گئی ہے اور اس لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ نماز سے پہلے کوئی بات کی جائے۔ خالدؓ کچھ کہنا چاہتے تھے کہ میرا بھی آگئے۔ انہوں نے آتے ہی السلام شکر و رحمت اللہ و برکاتہ یعنی سلام ہو آپ پر اور رحمت اللہ کی اور برکت اس کی کہا اور عیاضؓ کے سامنے جا کر بیٹھ گئے۔

عیاضؓ نے دریافت کیا: "کسے انہوں نے بادشاہ کے صلح کی پیشکش کا کیا رد کیا ہے۔" میرا جواب دیا کہ نہایت مغرور بادشاہ ہے اس نے کسی طرح بھی صلح کی دعوتی ظاہر نہیں کی بلکہ اور چڑھ گیا اور یہاں تک بگڑا کہ آپ کا خط بھی دیکھنے سے انکار کر دیا۔

عیاضؓ نے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے اس کے کان میں پھونک مار دی ہے۔ عمروؓ وہ خود مجسم شیطان ہے اور اس کی لڑکی شیطان زادی ہے۔ عیاضؓ یہ کیا تم نے اس کی لڑکی کو دیکھا ہے۔

کوئی عزت نہ بھی جاتی تھی۔ انہیں جانوروں سے بدتر خیال کیا جاتا تھا جو حالت آج یورپ کی ہے وہی حالت اس وقت عرب کی تھی۔ یعنی شام کو منع کیا جاتا تھا اور صبح ہی طلاق دی جاتی تھی۔ یا عورتوں سے کام لئے جاتے تھے وہ نہ کر سکتی تھیں۔ اس کے علاوہ ایک اور وحشیانہ رسم بھی رائج تھی اور وہ رسم زندہ لڑکیوں کو دفن کرنے کی تھی۔ یہ درد باپ لڑکی کو اپنے ہاتھ سے گڑھا کھود کر دفن کر دیتا تھا اور پھر زندہ ہی کو اور اس بات پر فخر کیا جاتا تھا کہ اس نے اپنی اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کیا ہے۔ یہ وحشیانہ اور بے رحمانہ رسم اور عادت آفرین عورتوں کی بے عزتی اسلام سے پہلے رائج تھی۔

دب اسلامؓ نئی شان کے ساتھ آیا اور حضرت محمد صلعمؐ نے اسلام کی تبلیغ کی تو بہت سے لوگ اور کفر و شرک کی ممانعت کے علاوہ دختر کشی کی مہم دم نہ کرنے کے بھی تہمتیں لگی۔ خدا کے احکام بتائے عورتوں کی عزت کرنے کا حکم دیا۔ عورتوں کی تحقیریں انہوں نے خدا کے ہر حکم کی اطاعت کرتی شروع کر دی۔

عرب پہلے اور بچے مسلمان بن گئے۔ ہر عورت کی خواہ وہ کسی نہ سب و ملت کی ہو عزت کرنے لگے۔

اسی لئے ہر خلیفہ نے خود آنحضور صلعمؐ نے یاد بار تاکید کے ساتھ حکام جاری کئے کہ عورتوں کا احترام کیا جائے۔ دشمنوں کی عورتوں کو کسی وقت میں بھی قتل نہ کیا جائے۔ چاہے پچھلے عورتوں کو اسلام نے حقوق دئے انہیں جتنی کے گڑھے سے نکالا اور دیا ہو کہ یہ بتا کہ عورتوں کی عزت کرو۔ چنانچہ مسلمانوں کی دیکھا دیکھی دوسری قوموں نے بھی عورتوں کے حقوق تسلیم کئے اور اس طرح مسند قازک کا طبقہ بھی عزت کی تحفوں سے رہا جانے لگا۔

چنانچہ مسلمان ایام جاہلیت کی باتوں کو میسر نہ پہنچے تھے اور وہ عورتوں کی بہت زیادہ عزت کرتے تھے۔

انہیں غم اور غم تھا اس بات پر کہ ایک عیسائی نے جو ایک ملک کا وزیر اعظم ہے مسلمان عابد کو اغوا کر کے نہایت نفی سوچات اور کینہ حرکت کی ہے۔ وہ عرو کی داہنی کا انتظار کر رہے تھے۔

حادثہ نے برصغیر کی تمام محنت اور اس کے وہاں سے عابد کو رہائی دلانے کے ارادہ سے جانے کا تمام حال سنا دیا تھا۔

عمروہؓ کی ہاں دیکھا ہے۔

عیاضؓ: سنا ہے بہت زیادہ بیمار اور عذر ہے۔

عمروہؓ: خاک بھی بیمار نہیں ہے البتہ حسینؓ ہے بہت کوئی اس سے لڑا ہے اور لڑنے والا اس پر غالب آئے لگتا ہے تو وہ اپنا غلبہ اٹھالیتی ہے اور اس طرح لڑنے والا غالب ہوتے سوتے مغلوب ہو کر رہ جاتا ہے۔

عیاضؓ: تو اس سے یہ پتہ چلا کہ وہ بے حد حسینؓ ہے۔

عمروہؓ: یہ بات بھی نہیں ہے ایسی بہت زیادہ حسینؓ نہیں ہے۔ چہرہ مکمل ہے نکتہ اچھا ہے، رنگ سفید ہے جیسا اکثر عیسیٰ عورتوں کا ہوتا ہے خصوصاً ان کا جو سرد ممالک میں رہتی ہیں وہ اکثر اپنے چہرہ پر غلبہ ڈالے رہتی ہیں اور چونکہ اس کے حسن کی شہرت زیادہ ہے اس لئے ہر شخص اسے دیکھنے کی تمنا رکھتا ہے۔ چنانچہ جب جنگ کرتے ہوئے وہ دیکھتی ہے کہ دشمن اس پر غالب آجائے گا تو وہ غلبہ پلٹ دیتی ہے اور لڑنے والے کے دل میں چونکہ اسے دیکھنے کا اشتیاق ہوتا ہے اس لئے وہ اسے دیکھنے لگتا ہے اور اسی عرصہ میں وہ اس پر غالب آجاتی ہے۔

عیاضؓ: خوب گویا یہ انطاہ کے بادشاہ نے ایک دھمک بنا رکھا ہے۔

عمروہؓ: میں یہی سمجھتا ہوں۔

عیاضؓ: اس نے صلح کرنے سے قطعی انکار کر دیا ہے۔

عمروہؓ: نہایت سختی سے انکار کیا۔ اس پاگل کو یہ خط ہے کہ اس کی بیٹی دنیا بھر کے بیمار لوگوں سے زیادہ بیمار ہے اور مسلمانوں کو تنہائی سے زیر کر لے گی۔

عیاضؓ: مسکرا کر کہا۔ بد بخت بادشاہ! یہ نہیں جانتا کہ مسلمان عیسائیوں کی طرح عورتوں کے شائق نہیں ہیں۔ اسے معلوم نہیں ہے کہ عربوں نے مسلمان ہو کر عین دُشمنیت سے کتارہ کھینچی کر لی ہے۔ عورتوں کی اہم شخصیت عورتوں کو بڑی کاستی پر دھا دیتی ہے اس سے دُشمن کو اپنی لڑکی کی بیماری پر باز ہے لیکن اسے بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ وہ غلطی پر تھا۔

عمروہؓ: اس نے اپنی لڑکی کو حکم دیا ہے کہ وہ لکڑی لے کر شریاض کی مدد کرنے کے لئے فوراً روانہ ہو جائے اور جبل الرمان کا وہی عہد سوچی جہاں اس لڑکی سے لڑنے کے لئے آیا تھا۔ بادشاہ نے اس سے وعدہ کر لیا ہے کہ اگر وہ اس کی لڑکی کے ہمراہ لڑائی پر جا کر مسلمانوں پر فتح حاصل کر لے تو وہ اس کی شادی اپنی لڑکی کے ساتھ کر دے گا۔

عیاضؓ: خوب۔ یہ عیسائی عجیب قسم کے انسان ہیں۔ ایسی باتیں کرتے اور کہتے ہیں جو ایک خوددار آدمی نہیں کہہ سکتا کہ اس قدر افسوس کی بات ہے کہ اپنی لڑکی کے متعلق یہ شرط لگا دی گئی ہے کہ اگر وہ فتح کر لے تو اس کے ساتھ اس کی شادی کر دی جائے گی کیا یہ خوداری کے معانی نہیں ہے۔

خالعہؓ: حدودِ بے حیائی کی بات ہے۔ کوئی خوددار شخص اس بات کو گوارا نہیں کر سکتا۔

عیاضؓ: کیا تمہارے رائے اس کا فکر روانہ ہو گیا تھا۔

عمروہؓ: نہیں۔ میں اسی وقت چلا آیا تھا۔ فکر اگلے روز روانہ ہونے والا تھا۔

عیاضؓ: بس تو محنت ختم ہو گئی۔ اب مشورہ دو کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔

ضرارہؓ: اب اور کس بات کا انتظار ہے حضرت امیرالمومنینؓ کے حکم کی تعمیل ہو چکی۔ میرے خیال میں اب توبہ حق نہیں کرنی چاہئے۔ حل الصلح فکر کو آگے بڑھنے کا حکم دے دینا چاہئے۔

عیاضؓ: لیکن آپ نے اس بات پر بھی غور کیا ہے کہ جزیرہ کے تمام لوگ اپنے شہنشاہ کی امانت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور انہوں نے ارادہ کر لیا ہے کہ اپنے بہترین اور بیمار بچہ پاؤں کو مسلمانوں کے مقابلہ میں لا کر کھڑا کریں۔

عبدالرحمنؓ: یہ ہو گا اور اس کا پہلے ہی سے خیال تھا۔ لیکن کیا ہم جزیرہ کے دیہوں سے ڈر جائیں۔

عیاضؓ: میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ مسلمان کسی حالت میں بھی نہیں ڈرا کرتے۔ ہر کس بات کا موت کا وقت مبین ہے اپنے وقت پر ضرور آئے گی۔ پھر خوف کیا جو دشمنوں کی کڑھٹ یا طاقت سے ڈر جائے وہ مسلمان ہی نہیں۔ مگر میں یہ کہہ رہا تھا کہ شریاض اس قدر فکر لائے گا جس کا شہر بھی نہ ہو سکے گا۔

خالعہؓ: لیکن جس قدر فکر ہر قہل اعظم یرموک یا احاکہ کے مقام پر لگا چکا ہے اس قدر وہ لاٹکے گا دنیا نے ان لشکروں کا انجام بھی دیکھ لیا ہے اور اب اس فکر کا انجام بھی دیکھ لے گی۔

عیاضؓ: میرے خیال میں آپ سب اصحاب کا مشورہ یہ ہے کہ خوش قدمی شروع کر دی جائے۔

ضرارہؓ: بے شک۔

عیاضؔ۔ اچھا تو تمام فطرت میں اعلان کرا دو کہ کل صبح کی نماز پڑھتے ہی روانہ ہو جائیں۔ راہبوں سے کہہ دو کہ وہ اس المین کی طرف رہنمائی کریں۔

عیاضؔ کے اس حکم کو سن کر تمام مسلمان خوش ہو گئے۔ انہوں نے خوش ہو کر کہا۔ بڑا نک اٹھ! بہشتی کا اعلان کر کے حج آپ نے ہمیں اس قدر خوش کیا ہے کہ ہم الفاظ کے ذریعہ سے اس کا اظہار نہیں کر سکتے۔

عیاضؔ۔ میں اب تک مسلمانوں کی شفقت کی ہی وجہ سے شذیپ تھا کہ جو چاہتا تھا کہ لاکھوں عیسائی مقابلہ میں آئیں گے اور ہم صرف آٹھ ہزار ہی ہیں اسی لئے میں نے دربار خلافت کو بھی امدادی فطر چھینے کے متعلق لکھا تھا لیکن چونکہ مسلمان دنیا میں ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں اور ہر طرف سے ان پر حملے کے جا رہے ہیں اس لئے مدد آتی مشکل ہو گئی مگر تبار خدا پر بھروسہ ہے۔ وہی ہماری مدد کرے گا اب میں بھی شہد و مہر نہیں کر سکتا۔ مجھے ظاہر کے معاملہ نے اور بھی بے چین کر دیا ہے میری دعا ہے کہ خدا اس معصوم کی حفاظت کرے۔

سب نے آمین کہی۔ عیاضؔ نے کہا۔ میرے خیال میں اسی وقت سے کوچ کی تیاری شروع کر دینی چاہئے۔

سب نے "امت اچھا" کہا اور سلام کر کر کے اپنے اپنے گھر روانہ ہوئے گئے سب کے بعد مندر اور عمارت اٹھے اور اپنے خیمہ پر پہنچ کر جاری کرنے لگے۔

افسروں نے جا کر تمام سپاہیوں کو امیر کے حکم سے مطلع کر دیا۔ سارا فطر تیاروں میں مصروف ہو گیا تقریباً آدھی رات تک سب تیاریاں کرتے رہے آدھی رات کے بعد سو گئے۔

صبح سویرے بیدار ہو کر سب نے ضروریات سے فراغت کر کے نماز پڑھی اور نماز پڑھتے ہی فطروں کی روانگی شروع ہو گئی۔

ذریعے اور چھوڑا دیاں اکھاڑ اکھاڑ کر اونٹوں پر بار کی گئیں۔ پیادے آگے روانہ ہوئے اور سوار ان کے پیچھے چلے سب کے بعد عورتیں چلیں۔ عورتوں کے پیچھے پانچ سو سواروں کا دستہ چلا۔

وہ سو سوار اس لئے پیچھے رہ گئے کہ جب سارا فطر روانہ ہو جائے تو وہ پڑاؤ کی دیکھ بھال کر کے یہ دیکھیں کہ کسی کی کوئی چیز تو گری چلی نہیں رہ گئی ہے۔

اسٹای فطر میں یہ قاعدہ تھا کہ جب فطر ایک پڑاؤ سے دوسرے پڑاؤ کی طرف روانہ

ہوتا تو کچھ سوار پیچھے رہ جاتے اور وہ سارے پڑاؤ کا جائزہ لے کر چلا کرتے۔ چنانچہ ان لوگوں نے بھی اچھی طرح محکمہ پھر کر دیکھا اور جو چیز بھی ملی اسے اٹھا کر ایک ٹرست بنالی اور ان چیزوں کو لے کر دوسرے کے قریب چل دیئے۔

پری جمال طاریوں کی روانگی

اخلاط کے بادشاہ نے اپنے فطر کا جائزہ لیا۔ چار ہزار فطر ایسا تھا جسے وہ میدان جنگ میں روانہ کر سکتا تھا۔ اس نے ان کے لئے مسلمان حرب و ضرب تیار کرانا اور دسویا کرنا شروع کر دیا۔

بست جلد تمام اطلاعات مکمل ہو گئے اب وہ سوئی کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ فطر شریاض کی مدد کے لئے بھیجا جانے والا تھا وہ قلعہ سے باہر اسی میدان میں خیمہ زن ہو گیا تھا جس میں چند ہی روز پہلے سوئی اور طاریوں کی جنگ ہوئی تھی۔

کچھ دنوں کے بعد سوئی بھی آگیا۔ اس کے ساتھ چھ ہزار آزمودہ کار سوار تھے۔ چونکہ اسے معلوم تھا کہ وہ شہزادی طاریوں کے ہمراہ جانے گا اس لئے بڑی شہن و شوکت سے آیا تھا۔

صرف ایک روز اس نے قیام کیا۔ دوسرے روز بادشاہ اور اخلاط کے ایمان اور اکابران سلطنت دونوں فطروں کو رخصت کرنے کے لئے قلعہ سے باہر آئے۔

اس وقت تمام میدان میں دھوپ بھیلی ہوئی تھی۔ ہوا کے خفیف خفیف جھونکے چل رہے تھے عیسائیوں کے بھنڈوں کے پھرنے لگا رہے تھے۔

تمام فطر کمر بستہ ہو گیا تھا سوار مسلح کھڑے ہوئے تھے آگے سوئی کا فطر تھا اور اس کے پیچھے شہزادی طاریوں کا۔

دونوں فطروں کے درمیان میں طاریوں اور سوئی مدد چند فوجی افسروں کے ایک دستہ سائینان کے نیچے گھوڑوں پر سوار کھڑے تھے۔

سوئی نہایت عمدہ و شہنشاہی پوشاک اور سونے کے ایسے زیورات جن میں جواہرات جڑے ہوئے تھے پہنے تھا سونے کا چنداں تاج سر پر تھا۔ نہایت شان سے کھڑا تھا۔

شہزادی طاریوں نہایت قیمتی ریشم کی تاریخی پوشاک پہنے تھی۔ کٹوں میں دو بلبلیاں تھیں۔ بلبلیوں میں سرخ رنگ کے دو لعل پڑے تھے جو انکاروں کی طرح دیک رہے تھے۔

گالے میں ایک بار تھا جس میں مختلف قسم و رنگ کے ہیرے اور جواہرات پروئے ہوئے

تھے۔ نہایت بیش قیمت تھا۔ اس میں سے مختلف قسم کی ایسی روشنی کی شعاعیں نکل رہی تھیں جو حد درجہ دلچسپ تھیں۔ لیکن دیکھنے والوں کی نظروں میں خیر کی چیز آکر دیتی تھیں۔

طار یون اپنے رخِ زیبا پر نقاب ڈالے تھی۔ نقاب سیاہ رنگ کا تھا اس میں موتیوں اور ہیرے کی نگاروں کی جھلک دیتی تھی نہایت خوبصورت نقاب تھا اور بالکل اس طرح سے ڈالا ہوا تھا جیسے چھٹی صدی ہجری میں بغداد کی مسلم عورتیں ڈالا کرتی تھیں۔ یعنی منور پوشانی اور دلکش آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ اس قدر درخشش و تاباں تھیں کہ دیکھنے والا دیکھتا ہی رہ جاتا تھا۔ باقی چہرہ ڈھکا ہوا تھا۔

ٹانگ سر پر خوبصورت اور پتلا اور آج تھا اس کے حسین چہرہ کا جس قدر حصہ بھی نظر آ رہا تھا نہایت دلکش۔

سوئی بار بار نظریں پراچا کر اس بہت سیم تن کو دیکھ رہا تھا۔ دیکھتا تھا اور پھر دیکھنے کی آرزو ہوتی تھی پھر دیکھتا تھا اور پھر تہمتا پیدا ہوتی تھی۔

کبھی کبھی اخلاط کی حسین کافرہ بھی اپنی ہوشیا نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھ لیتی تھی جب دونوں کی نگاہیں اتفاقاً چار ہوئی تھیں تو سوئی کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا۔ چہرہ کا رنگ اڑ جاتا تھا۔ آنکھوں سے حسرت برسے لگتی تھی۔ اور بلبلاں برسانے والی نگاہوں کے دیکھنے کی تپ نہ لاکر سوئی کی نظریں فوراً ہی جھک جاتی تھیں۔

بادشاہ اور اس کے اراکین سلطنت عہدہ جو طاریون کے پاس ہکر کھڑے ہوتے۔ سوئی بادشاہ کے سلام کے لئے گھوڑے کی زین پر اس قدر جھک گیا کہ اس کا سر گھوڑے کی نیال سے جا ملا اور طاریون کس قدر جھک کر رہ گئی۔

بادشاہ نے دونوں کو دنا دے کر طاریون سے مخاطب ہو کر کہا۔ "جان پہرہ" دنیا تیری ببادری کا لوبا مانے ہوئے ہے آج تک تجھ سے لانے کے لئے جس قدر دلیہ اور ہلار شہسوار آئے تو نے ان سب پر غلبہ حاصل کر لیا میری آرزو ہے کہ جس طرح تو عیسائی بادلوں پر غالب آتی رہی ہے اسی طرح مسلمانوں پر بھی غلبہ حاصل کر اور ان وحشی عربوں کو قتا دے کہ ہمارے ملک اور ہماری قوم کے لئے صرف مادی ہلار بلکہ عورتیں اور لڑکیاں بھی ان سے زیادہ دلیر ہیں۔

طاریون نے شہرے لہجہ میں کہا۔ ابا جان۔ آپ تھوڑے ہی عرصہ میں سن لیں گے کہ آپ کی پیادری اور جری لڑکی نے عربوں کو شکست دے کر بیٹھا دیا۔"

بادشاہ نے خوش ہو کر کہا۔ بس یہی تھا ہے مجھے۔ بلکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تو ان

منور اور خود سر عربوں کو شکست دے کر ان کے وطن حجاز پر بھی حملہ کر اور ان کے غلیظ کو گرفتار کر کے میرے سامنے لا۔

طاریون نے۔ کیا عجیب ہے کہ میں آپ کی یہ تمنا بھی پوری کر دوں۔

بادشاہ نے۔ اگر تو نے ایسا کیا تو حضرت مسیح۔ پاک ہاں (حضرت مریم) روح القدس (حضرت جبرئیل) اور خداوند کے باپ (خدا) تجھ سے بے حد خوش ہوں گے اور تیری دنیا تیرا شکر یہ لوار کرے گی۔ اچھا فوراً چٹھی! میں تجھے اخلاط کے تمام لشکر کا سپہ سالار بناتا ہوں۔ جا اور نام پیدا کر کے آ۔

طاریون نے دلکش انداز میں کہا۔ حضور کا شکر ہے!

سوئی نے بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہا۔ عالیجاہ! میری آرزو ہے کہ حضور شہزادی صاحبہ نے صرف اخلاط کے لشکر کی سپہ سالار رہیں بلکہ اخلاط اور جبل القلندہ دونوں لشکروں کی سالار معظم رہیں اور میں ان کی ماتحتی میں ان کے گھوڑے کی باگ سے اپنے گھوڑے کی باگ ملا کر اس جوش و خروش سے لڑوں کی دشمن اور دوست سب حیران ہو جائیں۔

بادشاہ نے خوش ہو کر کہا۔ نہایت اچھا خیال ظاہر کیا ہے تم نے۔ تم دونوں توجوان ہو۔ بہادر ہو۔ ہمارے دلوں میں جوش اور دل میں انگ اور حوصلوں میں استقلال ہے۔ یقین ہے کہ تم فتح یاب ہو گے۔

طاریون نے نگاہ واز سے سوئی کی طرف دیکھا سوئی پہلے ہی اس کی طرف دیکھ رہا تھا جن ہی نگاہیں چار ہوئیں سوئی کے دل پر ہزاروں تھوڑوں کی بوجھاڑ پڑی اور وہ دھم خورہ شکار کی طرح ڈپ کر رہ گیا۔

شہزادی نے نہایت پیارے لہجہ میں کہا۔ تمہارا شکر ہے سوئی۔ مگر یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ تمہارا لشکر بھی میرے تحت میں رہے۔

اگرچہ سوئی دلی کے متعلق میں مصروف تھا لیکن اسے فوراً ہی جواب دینا تھا اس لئے اس نے بول توں دل کو قابو میں کر کے کہا۔ کیا برائی ہے اس میں؟

طاریون نے۔ ممکن ہے تمہارے لشکر کے افسر یا سپاہی اس بہت کو گوارا نہ کریں۔

سوئی نے جی ہاں۔

طاریون نے۔ جب تو میں شکر کے ساتھ اس عزت کو منظور کرتی ہوں۔

یہ تھوڑا شہزادی نے کچھ ایسے ب و لہجہ سے اور ایسی دلچسپانہ کے ساتھ کہا کہ سوئی غریب ہو پہلے ہی سے ہم جمل ہو رہا تھا نکل ہو کر رہ گیا۔

اس نے اس بت بہ شریا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ شہزادی! منکھور میں ہوں کہ نہپ نے میری عرضداشت کو منکھور کر لیا۔

بادشاہ نے کہا۔ میرے بچ! تھواری اس وقت کی عرصہ صحت ہمیں گفتگو نے میرا دل خوشی سے بھر دیا ہے کہ تھواری یہ نظام اور تھواری یہ محبت پڑھتے رہیں۔ دیکھو جسیں رخصت کرنے کے لئے پوری آئے ہیں یہ تھواری لئے دعا کریں گے اور حسین بہ پارہ تیں ملتی ہیں یہ تھواری خداوند کی شان میں گیت گا کر خوش کریں گی۔

اب اس نے اپنی پشت کی طرف دیکھا کئی پڑھے پوری سفید ہے پتے اور اونچی اونچی فریاں اوڑھے۔ ریشم کی ڈوروں سے کمریں باندھے سینوں پر طلسم لٹکائے لمبی لمبی تھواری ہاتھوں میں لئے کھڑے تھے۔

بادشاہ نے کہا۔ مقدس بزرگوار! میری بچی کی فتح پالی کے لئے دعا کرو۔

پوری بڑھ کر شہزادی کے سامنے آکھڑے ہوئے۔ انہوں نے اپنی ہاتھوں سے مقدس انگلیں نکالیں۔ انہیں کھولا۔ آہستہ آہستہ کچھ آہستہ پڑھیں اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعا میں لگیں۔

جب پوری دعا مانگ چکے تب پری چل لڑکیاں دو سفید لباس پہنے تھیں آگے آئیں اور انہوں نے اپنے گداز سینوں پر ہاتھ رکھ کر نہایت خوش ظاہری سے ایک گیت شروع کیا۔
”سین لڑکیاں نے ہو کر چاکی تیں تھیں نہایت سریلے انداز اور نغمہ زار لہجہ میں گایا۔
جہاں تک ان کی آواز پہنچی وہاں بندھ گیا۔ لوگ گویا خود ہو گئے۔ سب پر خود فراموشی طاری ہو گئی۔

جب انہوں نے نغمہ بند کیا تو کچھ عرصہ کے بعد لوگوں کو ہوش آیا۔ بادشاہ نے کہا۔ کیا پر کیف نغمہ گایا ہے تم نے۔

لڑکیاں اعداد تقسیم کے لئے جھک گئیں۔ وہ ہٹ کر راستہ کے سرے پر جا کھڑی ہوئیں پوری بھی ان کے پاس ایک طرف جا کھڑے ہوئے۔

بادشاہ نے سہی اور شہزادی کے سروں پر ہاتھ رکھا اور وہاں سے ہٹا چاہتا تھا کہ ایک سوار تیزی سے گھوڑا دوڑائے آتا نظر آیا۔ بادشاہ وہیں رک گیا اس نے ایک افسر سے کہا۔ یہ سوار کوئی ضرور زرا غفرلے کر آ رہا ہے۔ اسے یہاں بلا لاؤ۔

افسر بڑھا اور جب سوار اس کے قریب آیا تو اس کو ساتھ لے کر بادشاہ کے پاس آیا۔ بادشاہ کو دیکھتے ہی سوار گھوڑے سے نیچے اتر کر زمین پر لیٹ گیا۔

اس وقت اونچی درجہ کے تھواری اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کو اسی طرح سلام کیا کرتے تھے۔ جب وہ سلام کر کے کھڑا ہوا تو بادشاہ نے دریافت کیا تم کہاں سے آ رہے ہو۔

سوار نے جواب دیا کہ راس العین سے حضور۔

بادشاہ نے کیا شہزادہ نے بھیجا ہے جسیں۔

سوار نے جی ہاں۔

بادشاہ نے کیا پیغام لائے ہو تم۔

سوار نے غریب پرور! شہزادہ راس العین سے روانہ ہو گئے ہیں۔ بادشاہ نے خوشی ہو کر کہا۔ بہت اچھا کیا انہوں نے۔

سوار نے ان کا ارادہ ہے کہ مسلمانوں پر چوری کر کے انہیں کشت دے کر بھاگ دے۔

بادشاہ نے نہایت مبارک ارادہ ہے۔

سوار نے وہ یہ بھی سوچ رہے ہیں کہ اگر کافی لشکر جمع ہو جائے تو پھر حجاز کے اوپر بھی حملہ کریں۔

بادشاہ اس خبر کو سن کر بڑھک اٹھا۔ اس نے خوشی کو ضبط کرتے ہوئے کہا۔ یہی میری تمنا ہے۔

سوار نے وہ چاہتے ہیں کہ جلد سے جلد اندادی لشکر آپ بھیج دیں۔

بادشاہ نے تم دیکھ رہے ہو یہ لشکر کوچ کرنے کے لئے بالکل تیار ہے۔

سوار نے کس قدر لشکر ہے حضور؟

بادشاہ نے دس ہزار ہے اس میں چار ہزار نظام کی طرف سے ہے اور چھ ہزار تہل الساتر کی طرف سے۔ اس کے علاوہ میں نے اپنے بھتیجے برغون کو بھی لکھ دیا ہے کہ وہ بھی کم از کم تین ہزار لشکر لے کر اس لشکر کے ساتھ مل جائے۔

سوار نے ملک شہزادہ بھی بھیج چاہتے تھے۔

بادشاہ نے شہنشاہ کس جگہ جا کر قیام کریں گے۔

سوار نے صبح رہبان میں۔

بادشاہ نے نہایت اچھا موقع ہے۔

سوار نے تو حضور مجھے بھی اجازت دیجئے کہ میں اس لشکر کے ہمراہ روانہ ہو جاؤں۔

بادشاہ نے تم شوق سے جانتے ہو۔

سوار بھی ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ اب بادشاہ اور اراکین سلطنت سب پادریوں کے پاس جا کھڑے ہوئے۔ طاریوں نے فکر کو ہڑنے کا اشارہ کیا۔ خادوں پر چوب پڑی تمام سوار ہوشیار ہو گئے اور جس وقت پانی کی سرلی آواز بلند ہوئی فوراً ہی لشکر نے چلتا شروع کر دیا۔

پادشاہ اور تمام لوگ اس وقت تک لشکر کو دیکھتے رہے جب تک وہ پہنچ کر غبار کے پیچھے غائب نہ ہو گیا۔

تیرہواں باب

کافر ادا حسین

شہزادی طاریوں سوئی کے ساتھ سو دس ہزار لشکر کے نہایت شان و شوکت سے سفر کر رہی تھی۔ تمام لشکر-لشکر کے سارے افسر اور خد سوئی اس کا بڑا احترام کرتے تھے۔ جب اور جہاں وہ کھینچی اسی وقت اور وہیں قیام کیا جاتا اور جس وقت کوچ کا حکم دیتی اسی وقت کوچ کر دیا جاتا۔

سوئی اس کے ہر حکم کی تعمیل نہایت تندی اور جستی سے کرتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ بے درد بے دم طاریوں اسے نظر التفات سے دیکھتے گئے اور اس کے چہرے دل میں اس کی دغا داری کا نقش ہو جائے۔

جب وہ اس سے باتیں کرتی تو اسے ایسا معلوم ہوتا جیسے فردوس بریں کی کوئی عورت اس سے ہمکلام ہو رہی ہے اس کی شرین گفتار اسے نقد و مدح پرور معلوم ہوتی تھی وہ چاہتا تھا کہ وہ ساری عمر اس سے باتیں کئے جائے اور وہ دل کی پیاس بجھانے کے لئے اس کے شرین غصے مست رہا۔

وہ اسے دیکھتا تھا۔ یا دیکھتا رہتا تھا اور جس قدر وہ دیکھتا تھا اسی قدر وہ ہنس دیا اور ہنستی تھی۔

طاریوں بھی کبھی کبھی دزدیہ نگاہوں سے اسے دیکھ لیتی تھی۔ جوں ہی وہ سوئی اپنی نظروں سے گزرتی۔

سوئی نہایت خوبرو خوبان تھا۔ رنڈ رنڈ طاریوں کے دل میں بھی اس کا خیال پیدا ہونے لگا وہ بھی اسے نظر ثلثت سے دیکھنے لگی۔

جب کسی جگہ وہ قیام کرتے اور سوئی اپنے خیمہ میں چلا جاتا تو جس طرح وہ طاریوں

کے لئے تہنیں ہو جاتا۔ اسی طرح یا اس سے کچھ طاریوں بھی بیکل ہو جاتی۔

لیکن وہ عورت تھی اور عورت کبھی اپنی طبیعت کی پیروی کو ظاہر نہیں کیا کرتی۔ نہایت عظیم اور صبر سے کام لیتی ہے طاریوں ضبط کئے ہوئے تھی اس کی کسی بات سے بھی اس کے دل کی دھکی کا مائل ظاہر نہیں ہوتا تھا۔

اب اس نے یہ طریقہ کر لیا تھا کہ جب سوئی کے پاس جاتی تو اس سے ہمکلام نہ ہوتی بلکہ بے رہی برتی۔

اس سے سوئی کو تکلیف ہونے لگی۔ وہ سمجھتا کہ شہزادی اس سے کسی بات پر کچھ خواہ ہو گئی ہے۔

چونکہ وہ اسے دل سے چاہتا تھا اس لئے اس سے اسے بھر رنج ہوتا تھا مگر اس قدر جرات نہیں تھی کہ اس سے لال خاطر کی وجہ دریافت کر لیتا۔

ایک روز جبکہ تمام لشکر سفر کر رہا تھا اور وہ دونوں لشکر کے درمیان میں زور آور سامان کے سایہ میں چلے جا رہے تھے وہیں کا وقت ہو گیا آفتاب نہایت تپ و تاب سے چمک رہا تھا دھوپ میں قدمے گرمی تھی طاریوں نے کہا۔ اے آج کس قدر گرمی ہے۔

کئی روز سے سوئی کو اس سے باتیں کرنے کا موقع نہیں ملا تھا جو ان سے یہ بات کی تو بحث وہ بول اٹھا۔ چمک گرمی ہے آپ بھی غازیں اس گرمی کو برداشت نہیں کر سکتیں۔ اگر اجازت ہو تو لشکر کے قیام کرنے کا حکم دے دیا جائے۔

طاریوں نے کہا میں قیام کرنے کی ضرورت نہیں ہے چاہو چلی چلی کر ہی ٹھہریں گے سوئی نے اس کے رخ انور کی طرف دیکھتے ہوئے کہا لیکن گرمی۔

طاریوں آپ بھی چوہ پر نقاب ڈالے ہوئے ہیں۔ اس لئے کہا۔ ہاں گرمی زیادہ ہے۔ سوئی نے۔ اچھا کچھ دیر آرام کیجئے۔

طاریوں نے۔ ہمارا ایک ایک کو قیمتی ہے۔ میں جلد سے جلد مرغِ دلفان میں پہنچ کر مسلمانوں سے لڑا جانتی ہوں۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں ہمارے جانے سے پہلے ہی جنگ شروع نہ ہو جائے۔

سوئی نے۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ شمشاد ہمارا انتظار کریں گے اس کے علاوہ شاید انہی سلطان بھی مرغِ دلفان میں نہ آئے ہوں گے۔

طاریوں نے۔ یہ ناممکن ہے وہ آگئے ہوں گے۔ ان کے آنے کی خبر سن کر ہی شمشاد نے بادشاہوں کے پاس کامد دوڑائے ہیں۔

سوئی نہ۔ یہ بھی ممکن ہے اور اسی وجہ سے میرا قیاس صحیح ہو سکتا ہے کہ جب ہم سب وہاں پہنچ جائیں گے وہ اس وقت جنگ کریں گے۔

طار یون نہ۔ میری یہی گمان ہے بلکہ میں تو یہ جانتی ہوں کہ سب سے پہلے جنگ کرنے کے لئے ہمارا الفکر سمجھا جائے۔

سوئی نہ۔ یہی میری بھی آرزو ہے۔

طار یون نے شرقی سے سوئی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ تمہاری بھی یہی آرزو ہے۔

سوئی نے نظریں جھکا کر جواب دیا۔ "ہی ہاں۔"

طار یون نے مسکرا کر کہا۔ لیکن تم مسلمانوں کا کیا مقابلہ کر سکو گے جبکہ ایک لڑکی ہی کا مقابلہ نہ کر سکتے۔

سوئی نے کسی قدر جرات کر کے کہا۔ میں انسانوں سے لڑ سکتا ہوں لیکن اس لڑکی سے نہیں لڑ سکتا۔ آسمانی موروں سے بھی زیادہ خوبصورت ہے۔

طار یون نہ۔ گویا تم حسن کے رعب میں آگئے تھے۔

سوئی نہ۔ بالکل یہی بات ہے جس وقت آپ نے نقاب اٹا تھا۔

طار یون نے ہمز نظریں سے سوئی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ میں نے نقاب اٹا تھا۔

سوئی ڈر گیا اس نے کہا۔ نہیں۔ جس وقت ہوا نے آپ کے رخِ زیبا سے نقاب اٹا دیا اور میری نظر چاند سے زیادہ روشن چہو پر پڑی تو میں بدحواس ہو گیا اور یہ خبر بھی نہ دئی کہ کہاں ہوں اور کیا کر رہا ہوں۔

طار یون نہ۔ خوب بات گھڑی ہے آپ نے۔

سوئی نے اٹھنا سانس بھر کر کہا۔ تو شہزادی! بات نہیں گھڑی ہے میں نے بلکہ جو واقعی بات ہے وہ عرض کی ہے۔

طار یون نہ۔ مگر تم کیا ذکر لے بیٹھے اور میں کیا کہہ رہی تھی۔

سوئی نہ۔ کیا فرما رہی تھیں آپ؟

طار یون نہ۔ میں کہہ رہی تھی کہ آج گری زیادہ ہے۔

سوئی نہ۔ اور میں نے عرض کیا تھا کہ تھوڑی دیر قیام کر کے آرام کر لیجئے۔

طار یون نہ۔ نہیں۔ میں آج نقاب اٹھائے رہتی ہوں۔ شاید اس سے کچھ گری کم ہو جائے۔

سوئی نے آج تک اسے بے نقاب نہیں دیکھا تھا وہ اس کی صورت دیکھنے کا بے حد

حسی تھا۔ توجہ قدرت نے غیب سے دیدار یار کا انتظام کر دیا تھا اس نے کہا۔ اس سے یقیناً گری کم ہو جائے گی۔

طار یون نے فوراً اپنا دست نازک پر جھکا کر ضیافت نازدارانہ سے نقاب اٹا ڈالا۔

جس وقت سوئی کی نظر جو روشن طاریوں کے بے نقاب چہو پر پڑی وہ اس کا جمال جہاں آرا دیکھ کر مبسوت و مستعد ہو کر رہ گیا۔

اگرچہ طاریوں نے اس کی تنہوی کی کیفیت دیکھ لی تھی۔ لیکن وہ لڑکی بن گئی جیسے اس نے کچھ دیکھا ہی نہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ طاریوں بے حد حسین تھیں۔ اس کے رخِ روشن کی طرف دیکھنا آسان نہ تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کے گلابی رخساروں میں بجلیاں بھردی گئی ہوں۔ آنکھوں میں ہو شرابا پنک تھی۔

سوئی حسن کی گمراہیوں میں غوطہ ڈلی کرنے لگا وہ بھول گیا کہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے۔

طار یون نے کہا۔ نقاب اٹاتے ہی کیسی ٹھنڈی ہوا لگتی ہے اور ذرا فرحت ہوئی ہے۔

سوئی عالمِ حسن میں پہنچا ہوا تھا۔ اسے خبر بھی نہ ہوئی۔ کہ طاریوں نے کیا کہا وہ چپ رہا۔

طار یون نے کچھ دیر جواب کا انتظار کر کے کہا۔ تم بولتے نہیں۔

اب سوئی چونکا اس نے کہا۔ کیا فرمایا حضور نے۔

طار یون نے مسکرا کر کہا۔ تم نے سنا نہیں۔

سوئی نہ۔ کی نہیں۔ صحت کیجئے میں اس وقت کچھ مستعد ہوا ہو گیا تھا۔

طار یون۔ کیوں۔

سوئی نہ۔ بخدا بتا نہیں رہا ہوں۔ آپ اس قدر حسین ہیں کہ کوئی آپ کو دیکھ کر اپنے حواس میں رہ ہی نہیں سکتا۔

طار یون نہ۔ کیا تم مجھ سے محبت کرتے ہو شہزادے؟

سوئی نہ۔ میں ظاہری نہیں کر سکتا کہ مجھے حضور سے کس قدر محبت ہے۔

طار یون نہ۔ لیکن ہم میدانِ جنگ میں جا رہے ہیں اور اس لئے ہمارے لئے یہ

مساب نہیں ہے کہ ہم آپس میں محبت کریں نہیں کیا جا سکتا کہ وہاں کیا ہو

سوئی نہ۔ جو ہو گا دونوں کے لئے ہو گا۔ میں.....

طارویں نے محکمہ کا انداز بدل کر دریافت کیا۔ یہ سامنے کیسی عمارت نظر آ رہی ہے۔
سوی! اب تک طاریوں کے چہرہ کو دیکھ رہا تھا اب اس کے توجہ دلانے پر اس نے
سامنے کی طرف دیکھ کر کہا۔ یہ قلعہ یہاں ہے آپ کے تمام بھائی برغون کا قلعہ۔

طارویں نہ۔ اچھا میں سمجھ گئی تھی کہ یہ ہم یہاں تک آگئے۔
سوئی نہ۔ دیکھو وہ سامنے سے نظر آ رہا ہے۔ شاید برغون حضور کے استقبال کے لئے
آ رہا ہے۔

طارویں نہ۔ میرا بھی ایسا ہی خیال ہے۔ سوئی! تم برغون کے سامنے نہ مجھ سے زیادہ
جانیں کرنا۔ میری طرف دیکھنا۔ وہ کچھ اچھا آدمی نہیں ہے۔ میں اس کی طرف سے مشکوک
ہوں اگر سب سے یہ شبہ ہو گیا کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو وہ ہم دونوں کو نقصان پہنچانے کی
کوشش کرے گا۔

سوئی نہ۔ میں حضور کے حکم کی تعمیل کروں گا۔

طارویں نہ۔ اس نکلے کی مرتبہ محبت تائے جیسے ہیں۔ مجھے خیال ہے۔ کہ وہ بھی مجھ
سے محبت کر رہا ہے۔
سوئی نہ۔ لیکن حضور کو اس سے نفرت ہے۔

طارویں نہ۔ تم نے ٹھیک سمجھا۔ دیکھو وہ نظر کے آگے آ رہا ہے تم ذرا پیچے
بست جاؤ۔

سوئی نے بہت اچھا۔ ”کہا اور ایک نظر شہزادی کے چہرہ پر ڈالی۔ اس وقت اس کے
میں چہرہ پر غبار کی ہلکی ہلکی تہ جم گئی تھی۔ اس غبار نے اسے اور بھی دلکش بنا دیا تھا۔

سوئی پیچھے ہٹ گیا۔ طاریوں نے اپنے چہرہ پر غلبہ سمجھ لیا۔ کچھ دور چل کر استقبال
کے لئے آنے والا نظر ایک طرف کھڑا ہو گیا اور برغون ٹٹا بیٹھ کر طاریوں کے پاس آیا اور
اس کی تعظیم کے لئے جھکا۔

طارویں نے کہا۔ برغون! میں مشکور ہوں۔ کہ تم میرے استقبال کے لئے قلعہ سے
باہر نکلے۔“

برغون بھر جھک گیا۔ اس نے عاجزی سے کہا یہ میری انتہائی خوش قسمتی ہے کہ حضور
میں تعریف لائیں۔ اور مجھے اپنی خدمت کا موقع دیا۔

طارویں نہ۔ میں شک گئی ہوں اور آرام کرنا چاہتی ہوں۔

برغون نہ۔ ہر بے قلعہ قریب ہی ہے۔ حضور قریب لے جائیں۔
طارویں نہ۔ یہی میری فضا بھی ہے۔
یہ کہتے ہی وہ چلی۔ لشکر بھی چلا۔ برغون ساتھ ہوا اور یہ سب یہاں کے قلعہ کی
طرف روانہ ہوئے۔

آغاز رشک

جس وقت شہزادی طاریوں یہاں کے قلعہ میں داخل ہوئی۔ اہل قلعہ اسے دیکھنے کے
لئے امنڈ آئے راستوں کے سروں پر مکانوں اور دوکانوں کی چھتوں پر عورتوں اور مردوں
کے ٹھٹھے آگئے۔ قلعہ والوں نے شہزادی کا استقبال نہایت شان کے ساتھ کیا۔
برغون نے طاریوں کو شاہی محل میں ٹھہرایا۔ لشکر چھتائی میں ٹھہرایا۔ سوئی کو لشکر کے
ساتھ رکھا گیا۔

شہزادی کی عمارت میں برغون نے اتنا کر دی وہ اور اس کے ملازم ہر وقت اس کی
خدمت میں حاضر رہے بہترین تحفے دے جاتے۔ اور اس کے آرام و آسائش کا مدد دوج
خیال رکھا جاتا۔

طارویں برغون کی خاطر واضح دیکھ کر اس کی جید مشکور ہوئی۔ اسے سب سے دل سے
امتیاز کرنا پڑا۔ کہ برغون نے اس کی ایسی خاطر کی ہے کہ شاید ہی کسی کی تنگی نے کی
ہو۔

اس نے ہر وہ چیز طاریوں کے سامنے پیش کر دی جو اسے مرغوب تھی۔ اسی قدر
تحائف دے جس کا طاریوں حساب بھی نہ لگا سکی۔

دراصل برغون اس کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتا تھا اور اس لئے اس کی باز برداری
کر رہا تھا۔

لیکن اس نے شہزادی کے پاس کسی اور کو نہیں آئے دیا اور تدبیر ایسی کی۔ کہ شہزادی
کو بھی شوق میں مگرا اور دوسروں کو بھی شکایت نہیں ہوئی۔ اگرچہ سوئی کو سخت ناگوار
گزارا مگر وہ کچھ نہ کہہ سکا۔

مگر جب زیادہ دیر ہوئی اور طاریوں نے سوئی کو نہ دیکھا تو وہ کچھ بے چین ہو گئی اور
اس لئے اسے بلا کر باتیں کرنا چاہا۔

برخون۔ نے جب سوئی کو دیکھا تھا اسی وقت سے یہ کچھ لیا تھا کہ جب نہیں کر
 شراوی کی طبیعت اس کی طرف راغب ہو گئی ہو۔ اس سے اس کے دل میں نفس پیدا ہو
 گئی تھی اور وہ اس فکر میں مشغول ہو گیا تھا کہ سوئی سے شراوی کو نہ ملے دے۔
 لیکن شام کے وقت جب برخون گھر کے پاس آیا تو طاریوں نے اس سے کہا آپ ذرا
 سوئی کو بلوادیں۔ میں اس سے صبح کو بچ کرنے کے معلق کچھ مشورہ کرنا چاہتی ہوں۔
 برخون کے دل پر اس کی اس بات کے سننے سے چکر لگا۔ اسے بڑا حید ہوا۔ لیکن
 اس نے اس کے شک اور رقابت کی خلاصہ اپنے چہرہ سے نمودار نہ ہونے دیں اور نہایت
 لاپرواہی کے انداز میں کہا۔ مجھے معلوم ہو گیا ہے شراوی کہ آپ اپنے اور سوئی کے فکرو
 کی سرکشی میں آپ کو کسی سے بھی مشورہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے جو دل میں آئے
 کہتے۔

طاریوں۔ اگرچہ یہ سچ ہے مگر سوئی کو مشورہ میں شامل کر لینا اس لئے مناسب ہے کہ
 اس کا زیادہ فکرو ہمارے ساتھ ہے۔
 برخون۔ مگر اس کی ضرورت اس لئے نہیں ہے کہ وہ بدلہ اختیار اسے آپ کو دے
 چکا ہے۔

طاریوں کو اس کی یہ بدش سخت ناگوار گزری۔ اس نے کہا۔ کیا آپ مجھ پر کوئی
 پابندی عائد کرنا چاہتے ہیں۔
 برخون۔ نہیں۔ میں آپ کا غلام ہوں اور ایک غلام کو مہدوم کے خلاف یہ جرات
 نہیں ہو سکتی۔

طاریوں۔ اگر یہ بات ہے تو آپ سوئی کو بلانے میں کیوں جھٹ کر رہے ہیں
 برخون۔ وہ ایک ناخبرہ کاو تو عمر ہے اسے کچھ بھی تجربہ نہیں ہے ایک ناخبرہ کار
 سے مشورہ کرنے سے کیا فائدہ۔

طاریوں مجھ گئی۔ کہ اس کی منتظر رہنا کا پہلے لئے ہوئے ہے۔ چونکہ وہ اس کے
 فکرو یہ یس میں ضروری ہوئی تھی اس لئے اسے اندیشہ ہوا کہ کبیں برخون اس کے ساتھ دغا
 بازی کر کے اسے اور اس کے ساتھ سوئی کو بھی قید نہ کر لے اس لئے اس نے اس منتظر
 کو حوصلہ دیا مناسب نہ سمجھا اور بڑی سے کہا۔ "یہ آپ سچ کہہ رہے ہیں۔ میں بھی اسے
 ناگزیر ہوا کارکن چکا سمجھتی ہوں مگر اس کو شروع سے اب تک مشورہ میں شریک کرتی رہی
 ہوں کہ اس کا فکرو بھی ہمارے ساتھ ہے۔"

برخون۔ لیکن اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔
 طاریوں۔ چنگ۔ آپ کی موجودگی میں اس کی ضرورت نہ رہے گی۔ آپ کے ساتھ
 کس قدر فکرو ہے۔

برخون۔ تمیں بڑا ہے۔
 طاریوں۔ کیا تم بھی شریاض کی مدد کے لئے روانہ ہونے کا ارادہ رکھتے ہو۔
 برخون۔ جب آپ تشریف لے جا رہی ہوں تو میں کیسے آپ سے چپے رو نکٹا ہوں
 طاریوں اس وقت بھی اپنے چہرہ مخور پر غائب ڈالے ہوئے تھی۔ لیکن اس کی چاند
 سے زیادہ روشن پیشانی اور چاند نگار آنکھیں نکلی ہوئی تھیں اس نے اپنی صمیم لگاؤں انھا
 کہ برخون کو دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا آپ مخلص میری وجہ سے چنگ میں شرکت کرنے کا ارادہ
 رکھتے ہیں۔

برخون اس کی نگاہوں کو دیکھ کر کچھ مسرور ہو گیا تھا۔ اس نے کہا۔ چنگ
 طاریوں۔ اگر میں لڑنے کے لئے نہ آئی۔
 برخون۔ تو میں بھی نہ آئی۔
 طاریوں۔ جب تو مجھے آپ کا مکتور ہونا چاہئے۔

برخون۔ اس میں شکریہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ میں تم سے محبت رکھتا
 ہوں اور اس محبت کے جذبہ سے مغلوب ہو کر شمارے ساتھ چل رہا ہوں
 طاریوں کو اس کی یہ بات نہایت شوق گزری۔ اس نے کچھ کہا چاہا۔ لیکن مصلحت
 وقت کچھ کر چپ رہی۔

برخون نے اس کی خاموشی کو یہ سمجھا۔ کہ شاید اس کے دل میں بھی اس کی محبت نے
 کچھ اثر کر لیا ہے اور وہ بھی اس سے انصیت کرنے لگی ہے۔ اس فرض خیال سے وہ بہت
 خوش ہوا اور اس طرح دونوں اپنے اپنے خیالات میں مستغرق ہو کر رہ گئے۔

کچھ عرصہ کے بعد طاریوں نے کہا۔ کیا آپ صبح ہمارے ساتھ تشریف لے چکیں گے۔
 برخون۔ ضرور۔ میں نے پہلے ہی سے تیاریاں کر لی ہیں۔
 طاریوں۔ خوب کیا آپ نے میں صبح سویرے روانہ ہونا چاہتی ہوں۔
 برخون۔ میں بھی تیار ہوں۔

طاریوں۔ اچھا تو آپ اور جو کچھ تیار رہی ہو اسے بھی کر لیں۔
 برخون۔ بہتر ہے۔

برغون سمجھ گیا کہ طاریون تھائی چاہتی ہے وہ اٹھ کر چلا گیا۔ طاریوں کو اس کے پاس لے بعد بڑا غصہ آیا۔ غصہ اس بات پر آیا کہ برغون نے اسے نظر بند کر دیا تھا یا نگر نہ کھینچے لگا تھا غصہ ظاہر کرنے کا وقت نہیں تھا۔ اور اس نے اسے منہ کیا۔
کچھ دیر کے بعد نکلتا آیا۔ اس نے کھانا کھایا اور بستر پر جا پڑی چونکہ اسے علم اور غصہ تھا اس نے اسے غیبت نہ آئی۔ دیر تک پڑی کہ لکھیں بدلتی رہی جب زیادہ رات گزر گئی تو غیبت آئی اور پھر صبح تک آرام سے سوئی رہی۔

صبح بہت سویرے بیدار ہوئی۔ ضروریات سے فراغت کر کے بیٹھی۔ فوراً ہی برغون آیا۔ اسے دیکھتے ہی طاریوں کو پھر غصہ آیا۔ مگر اس نے پھر منہ کیا اور جبرہہ جسم کے ساتھ کہا۔ غالباً آپ تیار ہو گئے ہوں گے۔
برغون نے جواب دیا ہانگل تیار ہو گیا۔

طاریوں نے پھر کب چلنے کا ارادہ ہے۔
برغون نہ۔ ابھی۔ صرف انتقاری ہے کہ ناشتہ تیار ہو جائے۔
طاریوں نہ۔ کچھ معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا لشکر کہیں ہے۔
برغون نہ۔ وہ بھی مقترب مروجِ رغبان میں پہنچنے والا ہے۔
طاریوں نہ۔ ان مسلمانوں کا پتہ ہمیں چلا۔ کہ کس چیز سے بچے ہیں۔ ڈرنا تو ہمارے

چاہتے ہیں۔
برغون نہ۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے بھی مسلمانوں سے زیادہ شیر دل اور ہمدرد کوئی نہیں دیکھا۔ نہ وہ ہماری کثرت سے ڈرتے ہیں۔ نہ ہمارے اتفاق سے خوف کھاتے ہیں ان پر کئی بات کا اثر ہی نہیں ہوتا۔

طاریوں نہ۔ مگر اب بہت جلد انہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ جن لوگوں سے ان کا اب مقابلہ ہونے والا ہے وہ نہایت جری اور بڈر ہیں۔

برغون نہ۔ اور جب وہ چپ کو لڑتے ہوئے دیکھیں گے تب اور بھی حیران ہوں گے۔
طاریوں نے مسکرا کر کہا۔ آپ کے حسنِ ظن کا شکر ہے۔
برغون اس بات پر شرمناک ہو کر ہمت بھری نظروں سے دیکھتا رہ گیا۔
کچھ عرصہ کے بعد ناشتہ آیا۔ طاریوں نے کھانا شروع کیا۔ برغون اٹھ کر چلا گیا جب وہ ناشتہ کر چکی تو سڑکا لباس پہن کر تیار ہوئی اور کمرہ سے باہر نکل۔
باہر نکل کر اس نے دیکھا کہ قسم شکر تیار کھڑا ہے۔ برغون کا لشکر بھی مستعد تھا اور

وہ بھی فوجی لباس پہنے کھڑے پر سوار کھڑا تھا۔

طاریوں اپنے کھڑے پر سوار ہوئی جب وہ برغون کے پاس پہنچی۔ تو غصہ پر چوب پڑی۔ باجہ نہایت سریلے انداز میں جھکا شروع ہوا۔
آہستہ آہستہ سواروں نے پلٹنا شروع کیا۔ طاریوں۔ سوئی اور برغون بھی چلے اور قلعہ سے باہر نکل کر قلعہ یثاق کی جانب روانہ ہوئے۔

چودہواں باب شیران اسلام رغبان میں

اسلامی لشکر دامنِ کوفہ سے روانہ ہو چکا تھا۔ اگرچہ یہ لشکر کل آٹھ ہزار ہی تھا کوئی قافلہ ذکر تعداد نہ تھی۔ لیکن اس زمانہ میں مسلمانوں کی دنیا بھر میں شہرت تھی اور جب سے انہوں نے ہر قل اعظم کی مضبوط و مستحکم اور پرانی سلطنت کو پارہ پارہ کر دیا تھا اس وقت سے اور بھی شہرت ہو گئی تھی۔ اور ہر شخص انہیں فوق الفلک انسان سمجھنے لگا تھا۔
اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت تک پہنچی بھی لڑائیاں ہوئی تھیں ان میں مسلمانوں کی تعداد بہت ہی کم اور دشمنوں کی تعداد بہت ہی زیادہ رہی تھی اور پھر فتح مسلمانوں کی ہوئی تھی۔

اور جب سے ہرموک کے مقام پر صرف ساٹھ مسلمانوں نے ساٹھ ہزار عیسائیوں سے سارا دن جنگ کرنے کے بعد انہیں شکست دے دی تھی۔ اور یہ بات مشہور ہو گئی تھی اس وقت سے اتھارے عالم میں مسلمانوں کی دھماک بیٹھ گئی تھی اور دنیا یہ سمجھنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ کہ مسلمان انسان نہیں ہیں یا ایسے انسان ہیں جن کے جسم گوشت پوست کے بنے ہوئے نہیں ہیں۔

اسی وجہ سے جب کسی عیسائی کو کوئی مسلمان نظر آتا تھا تو اس پر ہیبت طاری ہو جاتی تھی اور وہ کھڑا کر۔ آنکھ پھا کر راستہ کٹ کر نکل جاتا تھا۔

جب سے مسلمان تازیہ میں داخل ہوئے تھے اور انہوں نے دیر نکر اور ارضِ حبشہ کے کئی مشہور شہر وود مضبوط و مستحکم قلعے فتح کر لئے تھے اس وقت سے اس فوج میں بھی ان کی شہرت ہو گئی تھی اور ہر عیسائی پر مسلمان کا ہم لینے ہی سے لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔

جب اسلامی لشکر نے راس الصحن کی طرف پہنچنا شروع کیا تو ان کے خوف سے عیسائی

دعوات۔ قصبات اور شہروں سے بھاگ کر راس العین میں پہنچنے لگے تھے۔

ان بھاگ بھاگ کر آنے والے لوگوں میں سے جو قہوون اور لڑنے والے تھے انہیں وہاں کے شمشاد شہزاد نے فوج میں بھرتی کر لیا۔ اور بادلوں نے پر خوش تقریب کر کے انہیں لڑنے پر آمادہ کر دیا تھا۔

ان کے راس العین میں ملنے سے پہلے ہی شمشاد کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ تھی۔ اب ان کے پہنچنے سے اس تعداد میں کافی اضافہ ہو گیا تھا۔

مسلمانوں کو یہ قسم بائیں ان جاسوسوں کے ذریعہ سے معلوم ہو گئی تھی جو عیسائی تھے اور اپنی ٹوٹی سے مسلمانوں کا طرز عمل دیکھ کر اپنی قوم کی بائیں مسلمانوں کو سنا دیا کرتے تھے۔

ہات یہ ہے کہ اس زمانہ میں عیسائی بادشاہوں نے مانگواری اس قدر پیسا رکھی تھی جسے رعایا ادا نہ کر سکتی تھی۔ اور جو لوگ مانگواری ادا نہ کرتے تھے ان کی منگیجی نظام کی جاتی تھیں بلکہ عدم ادائے مانگواری کے جرم میں انہیں گرفتار کر لیا جاتا تھا۔ ان کا سامان ضبط کر کے فروخت کر دیا جاتا تھا انہیں ہمسائی انہیں دی جاتی تھیں۔ حتیٰ کہ ان کی عورتوں اور بچوں کو فروخت کر دیا جاتا تھا۔

محصولات (نکس) ایسے اور اتنے تھے جن سے غریب رعایا بھی اور دہلی سی جا رہی تھی اور کرنا چاہتی تھی لیکن بڑا کوشش کرنے پر بھی نہ ادا کر سکتی تھی۔

اس کے علاوہ لوگوں کی آمد بھی محفوظ نہ تھی جب مانگواری یا محصول وصول کرنے والے افسر مواضعات اور قصبات میں جاتے تھے اور وہ کسی قری کو پہنچ کر بیٹھتے تھے تو اس کی اور اس کے سرستوں کی مرضی کے بغیر اسے چھین کر لے آتے تھے۔

یہ نور اسی قسم کی اور دوسری دعوات ایسی تھیں جن سے عیسائی اپنی ہی حکومتوں سے ناخوش رہتے تھے۔

انہوں نے دیکھا اور سنا تھا کہ مسلمانوں نے جن شہروں اور قلعوں کو فتح کر لیا تھا وہاں دقانونی مانگواری کا طریقہ ادا کرنا اور سہل ترین طریقہ یہ جاری کیا تھا۔ کہ پیداوار کا دسواں حصہ وصول کرتے تھے۔

یہ اس قدر کم مانگواری تھی جسے ہر شخص نہایت آسانی اور بڑی خوشی سے ادا کر دیتا تھا اور عیسائی حکومت کے تمام محصولات منسوخ کر کے صرف جزیہ کا محصول رکھا تھا اور اس جزیہ کو بھی عیسائی ہی خوشی ادا کر دیتے تھے۔

چونکہ مسلمان غورقوں کا احترام کرتے تھے اس لئے کہ کسی کی یہ حال نہ تھی کہ کوئی ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکے۔

اس طرح عیسائیوں کی تمام مشکلات اور ہو گئی تھیں۔ اور اسلامی حکومت کو عداوی رحمت خیال کرنے لگے تھے اور انہوں نے مسلمانوں کے طرز عمل سے خوش ہو کر جاسوسی کی خدمات اپنے ذمہ لے لی تھیں۔

اسلامی لشکر نہایت شان اور بڑی بے خوفی سے مقام در مقام کوچ کرنا ہوا سرخ رغبان میں جا پہنچا تھا۔

سرخ رغبان میں ایک نہایت وسیع اور عریض میدان تھا۔ تقریباً تیس میل لمبا اور پندرہ میل چوڑا تھا اس میدان میں نہ ٹھیک ہوتی تھی اور نہ باغات تھے زمین ہموار اور مسطح تھی۔ اکثر جگہ کھد دست میدان تھا اور کہیں کہیں سرسبز قطعات بھی تھے۔ درختوں کے جھنڈ بھی تھے۔ خود وہ پھولوں کے تلخ بھی تھے۔

ایک زبردست دریا بھی وہاں تھا جو رغبان میں ہوتا ہوا راس العین کی طرف چلا گیا تھا۔

اسلامی لشکر اس وسیع میدان میں دریا کے کنارے پر اتر پڑا۔ انہوں نے قطار در قطار نیچے نصب کر دیے۔

اسلامی لشکر کی تعداد ہی بہت قہوڑی تھی لیکن حضرت عیاض نے اس تھوڑے سے لشکر کو اس طرح دور تک پھیلا دیا جس سے اس کی تعداد دو گنی سے بھی زیادہ معلوم ہونے لگی۔

یہاں اس طرح قیام کرنے کی یہ وجہ تھی کہ مسلمانوں کو معلوم ہوا تھا کہ عیسائیوں کا مذبی دل لشکر قریب آگیا ہے اور ایک دو روز میں ہی اس میدان میں آنے والا ہے۔ انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ عیسائیوں کا شمشاد شہزاد فیصلہ کن جنگ کرنے کے لئے لاکھوں سپاہیوں کو لے کر آیا ہے۔

یہ خبریں کچھ ایسے سادہ آئینہ طریقہ سے بیان کی جا رہی تھیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ جزیہ کے تمام بادشاہوں نے اپنے شمشاد کو بد کے لئے اپنے بڑا دریا ہموار سپاہی اور تجربہ کار افسر بھیج رکھے ہیں اور اس طرح شمشاد کے لشکر کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ ہر بادشاہ نے امدادی لشکر بھیجے ہیں۔ لیکن ان کی تعداد لاکھوں تک پہنچی تھی البتہ ڈیڑھ لاکھ کے درمیان ضرور تھی۔

مسلمانوں کو یہ بھی بتایا گیا تھا کہ پادریوں اور تیسوں نے پرجوش تقریریں کر کر کے جزیرہ کے تمام عیسائیوں میں مرنے اور مارنے کا جذبہ پیدا کر دیا ہے اور یہ جنگ مذہبی جنگ قرار دے دی گئی ہے۔

چنانچہ ہر پرجوش عیسائی لشکر میں شریک ہو گیا اور سپاہی کے دل میں جوش و غضب کا طوفان اٹھ اٹھا۔ اور اس طرح عیسائی لشکر دھجھ ہو کر جوش و خروش کے ساتھ مسلمانوں کو قتل کرنے کے لیے اٹھ اٹھے۔

لیکن مسلمانوں پر ان خوفناک اور لڑنے پر اندام خیزوں کے سختے سے کوئی بھی اثر نہ ہوا۔ نہ وہ گھبرا سکے۔ نہ ڈر سکے۔ عیسائی جاسوسوں کو ان کا اشتغال اور ان کی بے خوفی دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی۔

مسلمانوں کے پاس رسد کا ذخیرہ بہت کم باقی رہ گیا ہے اور چونکہ یہ خدشہ تھا کہ جنگ شروع ہوتے ہی رسد کا کوئی انتظام نہ ہو سکے گا اس لئے عیاض نے خالد بن ولیدؓ، مقداد بن عبد الرحمن بن ابی بکر صدیقؓ، قیسؓ، علفؓ، عاتقؓ، عباد بن جراحؓ اور نعمان کو طلب کر کے ان سے کہا اس مرتبہ جزیرہ کے عیسائیوں میں بے حد جوش و خروش پیدا ہو گیا ہے۔ اور انہوں نے اپنے ہمارے ہنگاموں کو تھامنے کے مقابلے کے لئے بھیج دیا ہے پھر اس قدر کثیر لشکر آیا ہے جو ہم سے چوبیس گنا ہے ان ہاتھوں کے علاوہ ان کا ملک ہے ان کے شہر قریب ہیں۔ انہیں بروقت مدد پہنچ سکتی ہے مگر ہمارا ملک دور ہے اسلامی لشکر چاروں طرف جنگ میں الجھا ہوا ہے۔ اور اس لئے ہمیں مدد پہنچنے کی کوئی امید نہیں ہے مگر ہم وہاں بھی نہیں لوٹ سکتے ہم خدا کے مہروسہ چ جنگ کریں گے دشمنوں کی کھوت ہمارے دلوں کو ڈگما نہیں سکتی۔ لیکن سروسٹ ایک اہم سوال پیش ہے اور وہ یہ کہ رسد کا ذخیرہ بہت کم باقی رہ گیا ہے دشمنوں کا لشکر قریب آگیا ہے اگر ہم نے فوراً ہی رسد کا کوئی انتظام نہ کر لیا تو اندیشہ ہے کہ پھر شاید کوئی انتظام نہ ہو سکے۔ اس لئے مشورہ وہ کہ اس کا کیا انتظام کیا جائے۔

خالد نے کہا۔ میں ہو سکتا ہے کہ کہیں سے فراہم کی جائے۔

عیاضؓ نے یہی تو سوچنا ہے کہاں سے فراہم کی جائے۔

عبد الرحمنؓ نے جو سرحدات قریب ہیں ان میں سے خریدی جائے۔

عیاضؓ نے۔ لیکن ہمارے ہاتھ غلہ فروخت کریں گے۔

نعمانؓ نے۔ فروخت نہ کریں تو ہمیں ذیہنی حاصل کرنا چاہئے۔

عیاضؓ نے۔ میں اس بات کو اچھا نہیں سمجھتا نہ پسند کرتا ہوں۔

مقدادؓ نے۔ پھر تو مشکل ہی سے رسد میسر آسکتی ہے۔

ضرارؓ نے۔ میرے خیال میں ایک تجویز آئی ہے۔

عیاضؓ نے۔ کیا۔

ضرارؓ نے۔ یہاں سے کچھ فاصلہ پر سور کا قلعہ ہے اور اس قلعہ کا بادشاہ طاہوت ہے۔

طاہوت نے ہم سے مصالحت کر لی ہے۔ اگر وہ چاہے تو ہمیں رسد مل سکتی ہے۔

عیاضؓ نے۔ آپ نے صحیح فرمایا۔ اس کے ذریعہ سے رسد فراہم کی جاسکتی ہے۔

عبد الرحمنؓ نے۔ یہی مشورہ مناسب ہے میرے خیال میں جتنا کہ کچھ مسلمانوں کے ہمراہ روانہ کرنا چاہئے چونکہ وہ طاہوت سے اور طاہوت اس سے ہاتھ میں۔ اس لئے یہ آسانی یہ کام ہو سکے گا۔

عیاضؓ نے۔ بالکل ٹھیک ہے اب یہ بٹے کرہ کتنے آوی رسد لانے کے لئے بھیجے جائیں۔

عیاضؓ نے۔ چپاس آوی کافی ہوں گے۔

عیاضؓ نے۔ چپاس آوی بہت کم ہے اس لئے کہ دشمن کا لشکر بہت قریب آگیا ہے

اندیشہ ہے کہیں اس کے کسی دستہ سے سامنا نہ ہو جائے۔

عبد الرحمنؓ نے۔ آپ کس قدر مناسب سمجھتے ہیں۔

عیاضؓ نے۔ میں خود ذمہ داری نہیں لینا چاہتا۔

خالدؓ نے۔ سو آوی مناسب ہوں گے۔

عیاضؓ نے۔ ہاں کم سے کم سو تو ہونے چاہیں اب ان لوگوں کو نامزد کیجئے۔

ضرارؓ نے۔ سب سے پہلے میں عام پیش کرتا ہوں۔

عیاضؓ نے۔ اچھا تو تم ہی اس دستہ کے سردار قرار دے جاتے ہو۔ اب سو آدمیوں کو تم خود ہی منتخب کر لو۔

"بہت اچھا۔" ضرار نے کہا اور نام لینے شروع کئے۔

جو کوئی انہوں نے منتخب کئے ان میں قاتل ذکر یہ لوگ تھے مقداد بن الاسود سعد بن

نعم الاسدی۔ سمیر بن مایہ۔ باری بن مراد القندی۔ بلال بن عامر الانصاری۔ غیب بن ارفع

الجبلی۔ اور حمر بن ابی شوش۔

یہ اور دوسرے وہ لوگ جو منتخب کئے گئے نہایت ہی بہادر تھے۔ ایسے بہادر جن سے

پر غضب ملاقات

طارقون اپنے فکر کی محبت میں سوئی اور برغون کے امرا سڑ کر رہی تھی اس نے اس بات کو سمجھ لیا تھا کہ برغون نہیں چاہتا کہ وہ سوئی سے بات بھی کرے حالانکہ اس کا دل اس سے باتیں کرنے کو چاہتا تھا۔

لیکن وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اگر برغون تھا تو کیا تو آج یہ سوئی کو نقصان پہنچا دے گا۔ اس لئے چپ چکی البتہ اس بات کی کوشش کر رہی تھی۔ کہ کسی طرح سوئی کو آگاہ کر دے کہ وہ اس سے صلح نہیں مل سکتی۔ مگر ابھی تک اس کا موقع نہیں ملا تھا۔

سوئی کو برغون پر بڑا غصہ آ رہا تھا وہ خوب کچھ رہا تھا۔ کہ برغون نے اس کے اوپر پابندی عاید کر دی ہے اور اسے طارقون سے ملنے اور باتیں کرنے کا موقع نہیں دیتا۔ اسے خوب معلوم تھا کہ وہ بھی شہزادی کو چاہتا ہے اس سے وہ رشک رقابت کی آگ میں جلا جا رہا ہے۔ اور پھر تک طارقون نے بھی اسے اپنے پاس نہیں بلایا تھا نہ خود اس کے پاس نکلی تھی جس کی وجہ سے وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ شہزادی بھی اس کی طرف سے بے وفائی کرنے لگی ہے اس سے اسے رنج ہونے لگا تھا۔

وہ رقابت کی آگ اور بے وفائی کے غم میں گھرا جا رہا تھا۔ مگر اس قدر حوصلہ نہ ہوا تھا کہ برغون کو اجازت کے بغیر طارقون سے ملاقات کر سکے۔

برغون کی شک ہو چکا تھا کہ سوئی کو طارقون سے محبت ہے اور طارقون بھی اس سے انصاف کرتی ہے چونکہ خود اسے بھی شہزادی سے محبت تھی اس لئے اسے بھی بڑا رنج تھا وہ چاہتا تھا کہ سوئی کا وجود ہو گا کائنات میں اس کے دل میں کلک رہا تھا ہمارے مگر کوئی بنانا اچھے نہ آتا تھا اور اتنی اس میں صبر نہ تھی کہ جلد اسے اسے موت کے گھاٹ اتار دے۔ اس لئے خاموش تھا اور صرف اس بات پر اکتفا کئے ہوئے تھا کہ اسے شہزادی سے نہ ملنے دے۔

یہ تین ہفتیاں تھیں اور تینوں اپنے اپنے خیالات میں مصروف۔ اور اپنے اپنے غم میں گرفتار تھیں۔

البتہ مسلمانوں سے جنگ کر کے انہیں شکست دینے کا خیال تینوں کے دل و دماغ میں رہا ہوا تھا اور اس لئے وہ برابر سڑ کر رہے تھے۔ غالباً ان میں سے ہر ایک نے یہ سوچ رکھا تھا کہ جنگ سے فائدہ ہو کر عشق و محبت کا فیصلہ کریں گے۔

اسی لئے وہ سڑ کرتے رہے یہاں تک کہ پدیس سے روانہ ہو کر قلعہ لیفا میں پہنچے اور

دشمن خوف کھاتے تھے جب اور جس صدمہ پر گئے تھے قریب ہو کر کھڑے تھے۔

جب سب لوگ ختیب کر گئے تھے۔ تو حضرت عبدالرحمنؓ نے افسردگی کے لیے میں کہا۔ یا ابن عمرؓ۔ آپ نے مجھے کیوں ختیب نہ کیا۔ میری خواہش بھی تو آپ کے ساتھ جانے کی تھی۔

خزاعہ نے کہا میں جانتا اور سمجھتا تھا۔ لیکن آپ کا کام لینا مجھے حوصلہ نہ ہوا۔

عبدالرحمنؓ۔ کیوں حوصلہ نہ ہوا۔

خزاعہؓ۔ اس لئے کہ آپ حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ اول کے صاحبزادے ہیں۔ اگر میرے اعمال اچھے ہیں۔ میں نماز روزہ کا پابند ہوں تو کسی شمار و تقاریر میں آسکتا ہوں۔ میں خود اپنا نام پیش کرتا ہوں۔

خزاعہؓ۔ میں بڑی طوفی سے منظور کرتا ہوں لیکن.....

عبدالرحمنؓ۔ لیکن کیا۔

خزاعہؓ۔ میں شہزادی کے عہدہ سے بیکدوش ہو کر آپ کو اپنی جگہ پیش کرتا ہوں۔ عبدالرحمنؓ۔ لیکن میری خواہش یا آزاد یہ ہے کہ میں آپ کی سرکردگی میں چلوں۔

خزاعہؓ۔ مگر میری تمنا ہے کہ آپ اس دست کے سردار ہوں اور میں آپ کے ساتھ ہوں مجھے امید ہے کہ آپ میری استدعا کو منظور کریں گے۔

عیاضؓ۔ کس قدر بے تعلقی کی باتیں ہیں جو آپ کر رہے ہیں۔ ہر شخص نمود چاہتا ہے افسردگی کی خواہش کرتا ہے لیکن آپ کو ان باتوں سے گویا نفرت ہے یقین ہے خدا آپ کی ان باتوں سے خوش ہو گا۔ چونکہ خزار خود بیکدوش ہو گئے ہیں اس لئے عبدالرحمنؓ خوشی سے افسردگی کا عہدہ قبول کر لیں۔

عبدالرحمنؓ۔ مجھے اس میں بھی کوئی عذر نہیں ہے۔

عیاضؓ۔ اچھا تو تیار ہو کر اسی وقت روانہ ہو جاؤ۔

بست فوب۔ سب نے کہا اٹھو۔ وہاں سے چلو۔ اور اپنے اپنے حصوں پر پہنچ کر مسلح ہوئے۔ اور گھوڑوں پر سوار ہو کر فطرت سے باہر نکلے۔ تھوڑی ہی دور میں ایک بڑھا محض آیا اس شخص کا نام جتا تھا۔ حضرت عیاضؓ نے اسے بھی بھیج دیا تھا اس کے آتے ہی مسلمانوں نے قلعہ سور کی طرف کوچ کر دیا۔

چونکہ سواڑ سڑ کرتے رہے تھے اس لئے تھکان دور کرنے کی وجہ سے ایک روز قیام کر دیا۔

یہ قلعہ بھی نہایت مضبوط اور کافی وسیع تھا۔ شہزادی طاریون۔ سوئی اور برنوں تینوں کے ساتھ چھو بڑا لشکر تھا۔ اور یہ لشکر قلعہ کے اندر ہی آیا۔

قلعہ لینا میں یقینی ہوتی تھی۔ بائٹ تھے۔ ایک سرخ تھی جس کا پانی تمام قلعہ اور قلعہ کی اراضی کو سیراب کرتا تھا۔

جس روز یہ لشکر قلعہ میں مقیم ہوا اس کے دوسرے دن صبح کے وقت طاریون اعلیٰ قسم کا لباس پہن کر ہیر کے لئے چلی اتفاق وقت سے برنوں کو خبر نہ ہوئی اور وہ اس کے ساتھ نہ جا سکا۔ لیکن سوئی نے دیکھ لیا اور وہ بھی ساتھ چو شاک پہن کر اس کے نقش قدم پر روانہ ہو گیا۔

شہزادی طاریون سر کے کنارہ کنارہ سبزہ زار کو پامال فرام کرتی پیادہ پا جا رہی تھی چند سیاحی اس سے آرا حاصل پر اس کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے۔

طاریون کچھ ہی دور چلی تھی کہ ایک پانیچے سر کے کنارہ ہی پر نظر آیا۔ وہ اس پانیچے میں گھس گئی اور انگوڑی کی سرسبز پتلیوں کے نیچے سے گزرتی ہوئی اس جگہ پہنچی جہاں پھولوں کے گچ تھے۔

یہاں ہر طرف پھول کھل رہے تھے خوش رنگ۔ پھولوں سے عجیب سحر نظر آ رہا تھا خوشبو سے تمام پانیچے تک رہا تھا وہ پھولوں کے گچ میں گھس گئی اور کچھ دور چل کر رہی اور پھول توڑ کر اپنے سر کی بائیں سیاہ پٹوں میں لگانے لگی۔

کچھ تو اسے پھولوں سے رغبت تھی کچھ یہ پھول تھے خوش رنگ اور خوشبودار وہ بڑے شوق سے توڑ توڑ کر سوگھ سوگھ کر سر کے بالوں میں پوشاک میں اور کانوں کے اوپر لگانے لگی۔

اس وقت آفتاب کسی قدر اونچا ہو گیا تھا۔ سفید سفید دھوپ پھولوں پر بکھری پڑی تھی۔ پھول چمک رہے تھے۔ اپنی پوری شادابی اور نازکی کے ساتھ۔

ہوا کے خفیف خفیف جھونکے چل رہے تھے پھولوں کی نازک شاخیں چمک رہی تھیں پھولوں کے ادھر ادھر جھونکے کھانے سے ایسا مسکون ہوتا تھا جیسے وہ حسین شہزادی کو دیکھ کر جھومنے لگے ہوں۔

طاریون انہیں دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہی تھی۔ اس کے خدام اس سے کسی قدر فاصلہ

پر ادب سے خاموش کھڑے تھے۔

طاریون محو نظارہ تھی کہ اس نے قریب ہی قدموں کی چاپ سنی۔ وہ چونک پڑی اور سر ہلکے کھڑی ہو کر دیکھنے لگی۔

اسے خوف ہوا کہ شاید برنوں آ رہا ہے وہ اس سے الگ تھلک رہنا پسند کرتی تھی ایک تو اس لئے کہ وہ اسے بالکل بھی پسند نہ تھا۔ دوسرے وہ نہیں چاہتی تھی۔ کہ سوئی اسے اس کے پاس دیکھ کر آزدہ خاطر یا بد گمان ہو۔

لیکن جب اس کی نظر ملتے ہو گئی تو اس نے سوئی کو آتے ہوئے دیکھا اسے دیکھتے ہی اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ عارض تاہیں پر سرخی وہ ڈگنی آنکھیں چمکنے لگیں مگر اس نے فوراً اس کی طرف سے نظریں ہٹا کر پھولوں کو دیکھنا شروع کر دیا۔

سوئی نظریں جھکائے آ رہا تھا اس نے طاریون کو اپنی طرف دیکھتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ اس کی رفتار بتا رہی تھی۔ کہ وہ پس و پیش کر رہا ہے۔ کچھ سوچتا ہوا قدم قدم آ رہا تھا۔ بالآخر اسے اندیشہ تھا کہ کہیں طاریون اس کے لیے وقت آنے پر کچھ ناخوش نہ ہو جائے۔

طاریون کا شوق ملاقات بڑھتا جاتا تھا۔ وہ دیرینہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ سوئی دے قدموں آکر اس کے قریب آگڑا ہو گیا۔ اور اس شش و پنج میں پڑ گیا کہ کس طرح اس بات سم تن کو مخاطب کرے۔

طاریون نے اسے اپنے پیچھے کھڑا ہوتے دیکھ لیا۔ چونکہ سوئی اس سے مخاطب نہ ہوا تھا اس لئے وہ کبھی کہ شاید وہ کچھ خفا ہے۔

اس خیال نے اس کے نازک دل پر چھس لگائی۔ قریب تھا کہ وہ خود ہی لوٹ کر اس سے باتیں شروع کر دے لیکن اس کی خود داری نے اسے اس کی اجازت نہ دی اور وہ شان استقامت سے کھڑی رہی۔

چند منٹ کے وقفہ کے بعد سوئی نے نرم لہجہ میں کہا۔ آہ۔

— شہزادی —

وہ اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکا۔

خاموش طاریون اس طرح چونک پڑی جیسے اچانک کسی نے آکر اسے ڈرا دیا ہو۔ اس نے اچھل کر حیرت بھری نظروں سے سوئی کو دیکھا۔

سوئی اس کے چونک کی اچھل پڑنے سے باؤم اور خوفزدہ ہو کر رہ گیا اسے آگے بڑھنے اور باتیں کرنے کی جرأت ہی نہ ہوئی۔

طارون اس کی طرف مخاطب ہوئی اس نے کہا۔ اچھا آپ بھی تعریف لے آئے ہیں۔
سوئی کے ہونٹوں پر ہنسی اور دھمکی تھی۔ اس نے نکتہ کرتے ہوئے کہا۔ بی بالہ.....
میں بھی انتہی اس طرف نکلا۔

طارون نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ میرا بھی ایسا ہی خیال ہے اور شاید آپ
والہیں جانے والے ہیں۔

سوئی نے اس کی اس گفتگو کو اس کی بے رخی پر محمول کیا۔ اسے برا صدر ہوا۔
اسے خیال ہوا کہ وہ برغون کے انتقاد میں وہاں کھڑی ہے اسی خیال سے اسے تھپی دج
ہوا۔ اس کا چہرہ پیکا پڑ گیا۔ اس نے کہا۔ معاف کرنا میں آپ کی تنہائی میں غل ہوا۔

طارون نے اس کا خیال نہ کیجئے۔ میں ہوا غوری کے لئے اس طرف آنکلی اچھا ہوا
آپ سے ملاقات ہو گئی۔

سوئی نے ذرا طعنے لہجہ میں کہا۔ مگر میں سمجھتا تھا کہ آپ شاید کسی کا انتقاد کر رہی
ہیں۔

طارون نے حیرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”میں؟..... اچھا کس کا انتقاد
کر رہی تھی۔

سوئی نے افسردگی کے لہجہ میں کہا۔ اسے یاد خدا جاتا ہے۔ اور یا آپ جانتی ہیں۔“
طارون نے۔ میں اطمینان دلاتی ہوں کہ میں کسی کا انتقاد نہیں کر رہی تھی۔

سوئی نے۔ معاف کرنا مجھے خیال ہوا تھا کہ شاید آپ برغون کا انتقاد کر رہی ہیں۔
طارون نے۔ یہ خیال آپ کا فحش نہیں ہے۔

سوئی نے آہ سرد بھرتے ہوئے کہا۔ شہزادی صاحبہ! جب سے برغون آپ کے ہمراہ
رہتا ہے میں پھر تکلیف اٹھا رہا ہوں۔

طارون نے۔ کیوں۔
سوئی نے۔ اس لئے کہ میں اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا۔

طارون نے۔ مگر ہم مذہبی جہاد کے لئے جا رہے ہیں۔ اور اس لئے ہمیں ایسی باتوں میں
نہ پڑنا چاہئے۔

سوئی نے۔ میں اسی وجہ سے خاموش ہوں۔ ورنہ ممکن تھا کہ کوئی خرابی ہو جاتی۔
طارون نے۔ دانشمندی یہی ہے کہ کوئی فتنہ نہ کھڑا کیا جائے۔

سوئی نے۔ شہزادی! کیا تم اپنے اس وعدہ پر قائم ہو ہو انصاف میں کیا تھا۔
طارون نے ہوشیار لگاؤ سے انکار کرنا دیکھتے ہوئے کہا۔ کونسا اقرار؟
سوئی نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ جہاں پناہ یعنی آپ کے والد بزرگوار نے عقد کے مطابق
وعدہ فرمایا تھا۔

طارون نے کسی قدر بے رخی کے ساتھ کہا۔ ابھی اس کا ذکر نہ کرنا۔
سوئی نے۔ اگرچہ اس تذکرہ کا یہ موقع نہیں ہے مگر.....

طارون نے قطع کام کرتے ہوئے کہا۔ خاموش ہو جاؤ۔
سوئی نے غون آریا ہے۔

سوئی نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ برغون تیز قدمی سے پھولوں کے پتوں اور تختوں کو
پھلانگتا رہا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ یہ کہنت کہاں آئیں۔

برغون بہت جلد ان کے پاس آئیں۔ اس نے کہا۔
شہزادی صاحبہ۔ آپ یہاں ہیں۔ میں آپ کو کئی جگہ تلاش کر رہا۔

طارون نے۔ میں سیر کرنے کے لئے چلی آئی تھی۔ اتفاق سے سوئی بھی آگئے۔ کسے
مجھے آپ کیوں تلاش کر رہے تھے۔

برغون نے۔ کوئی خاص کام نہ تھا۔
سوئی نے۔ اس نے سوئی کی طرف غصہ ناک نگاہوں سے دیکھا سوئی اسے پہلے ہی غیب

بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ دونوں کی طرف غصہ ناک نگاہیں چار ہوئیں طارون نے ان کی
نظریں دیکھ کر سمجھ لیا کہ دونوں کو جوش و خروش دیکھیں آریا ہے اس نے رخ شر کرنے کے لئے

کہا۔ اس وقت آلقاب کچھ بدلے ہو گیا ہے دھوپ میں گرمی آگئی ہے۔ آئیے لب والیں
بیٹیں۔

دونوں غصہ میں بھرتے ہوئے توبہ انوں نے طارون کی طرف دیکھا۔ طارون ان کے
درمیان میں آگئی تھی۔ دونوں نے آہستہ سے کہا۔ ہاں چلئے۔

شہزادی چلی۔ اس کے ایک طرف سوئی اور دوسری طرف برغون ہو گئے اور خاموشی
سے اس کے ساتھ چل چڑے ان سے کسی قدر فاصلہ پر طارون کے ظلم و دان ہوئے

پندرہواں باب

غزوہ حور

قربانوں نے ہر چند چاہا کہ پریٹ بھی اس کے ساتھ چلے لیکن وہ نہ چلی بھڑ ہو کر وہ دو سپاہیوں کو اس کے ساتھ چھوڑ کر ظاہرہ کو حراست میں لے کر چلا۔ اور چھوڑے پر اتنا چڑھا کہ گرد کے سامنے جا پڑا۔

گرد کے دروازہ پر پادری کیلوس کھڑا تھا۔ وہ ظاہرہ کو دیکھ کر شہادت خوش ہوا اس نے کہا: مسیح کی قسم شہادت جھین لڑی ہے گرد کو ایسی ہی لڑی کی ضرورت ہے۔

قربانوں نے کہا: یہی وہ لڑی ہے جس نے میرا آرام دہین کھو دیا ہے کیلوس نے براہ منہ بنا کر کہا: کیا ذکر لے بیٹھے تم۔

قربانوں نے مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں مسلمان اس لڑی کے تعاقب میں اس طرف نہ آجائیں۔

کیلوس نے: اچھا تو تم گرد کے اندر چلے جاؤ۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ یہ پریٹ نہ کہاں ہے۔

قربانوں نے: ایک مسلمان اتفاق سے وہاں آگیا تھا وہ غالباً اس کا کوئی رشتہ دار تھا۔ اس نے آتے ہی لڑا شروع کر دیا۔ میرے پہلور سپاہیوں نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ کسی فوری اثر سے اس کا دل متاثر ہو گیا اور وہ وہیں رہ گئی۔

کیلوس نے: تم نے برا کیا۔ اس معصوم کو وہاں نہ چھوڑنا چاہئے تھا۔ اگر مسلمان اسے پکڑ کر لے گئے تو کیا ہو سکتا۔

قربانوں نے: میں نے دو سپاہی اس کے پاس چھوڑ دیے ہیں اگر اسے اتنا ہو گا آجائے گی ورنہ۔۔۔۔۔

کیلوس نے: ورنہ تم اسے چھوڑ دو گے۔

قربانوں نے: اور کیا کیا جا سکتا ہے۔

کیلوس نے: تم چھوڑ دو لیکن میں اسے نہیں چھوڑ سکتا۔

قربانوں نے: آپ کی بڑی مہربانی۔ اچھا اب میں گرد کے اندر جا رہا ہوں قربانوں نے ظاہرہ اور اپنے سپاہیوں کو ساتھ لیا۔ اور گرد کے اندر داخل ہوا۔ اور دو کمروں کو طے کر کے قربان گھر کے سامنے جا پڑا۔

یہاں ایک طرف حضرت مریم کی تصویر رکھی تھی۔ وہ سپاہیوں نے پیچ کر تصویر کو اٹھا

کر ایک طرف رکھ دیا۔ اور جس چتر پر یہ تصویر رکھی ہوئی تھی اسے اٹھایا۔

اس کے اٹھاتے ہی ایک دروازہ نمودار ہوا۔ یہ دروازہ تہ خانہ کی بیڑیوں کا تھا۔

سب سے پہلے قربانوں اس کے اندر داخل ہوا۔ اس کے بعد سپاہی ظاہرہ کو لے کر پہنچے۔ اور یہ سب بیڑیاں طے کر کے ایک کمرہ میں پہنچے۔ اس کمرہ میں اس قدر روشنی نہ تھی۔ کہ اس کی سب چیزیں صاف طور پر نظر نہ آجائیں۔ ظاہرہ نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا مگر کچھ بھی نظر نہ آیا۔

یہ لوگ اس کمرہ سے دوسرے کمرہ میں پہنچے۔ وہ کمرہ اس سے زیادہ کشادہ اور روشن تھا۔ یہاں کئی سپاہی مسلح کھڑے تھے وہ قربانوں کو دیکھتے ہی جھک گئے

یہ جماعت ان کے پاس سے ہو کر نکل گئی۔ اور اس کمرہ سے پیچ کر ایک اور کمرہ میں پہنچی۔ یہ کمرہ پہلے سب کمروں سے بڑا تھا اور ضروری ساز و سامان سے آراستہ بھی تھا

یہاں کئی عورتیں اور مرد اچھی پوشاکیں پہنے کھڑے تھے وہ بھی قربانوں کے سلام کے لئے جھک گئے۔

احتیاط کا وزیر اعظم ایک کونچ پر بیٹھ گیا۔ ظاہرہ اس کے سامنے پیش کی گئی۔ قربانوں نے اس سے کہا: چلی دو بیڑیہ اب تمہیں ہمارے یہاں رہنا ہے ہم تمہیں شہادت آرام سے رکھیں گے۔

تم ہمارے پاس رہ کر وحشی اور مفلس عروں کو بھول جاؤ گی اس بات کو ذہن نشین کر لو کہ تمہیں ہمارے پاس سے اب کوئی طاقت واپس نہیں لے جا سکتی اگرچہ میں جانتا ہوں کہ تمہیں اپنے عزیزوں کے چھوٹنے کا ملال ہو گا لیکن اس ملال کو رفتہ رفتہ دور کرنے کی کوشش کرو۔

ظاہرہ کو بے حد رنج و غم تھا اس کا چہرہ پیکا پڑا ہوا تھا آنکھیں غم میں ادھلی ہوئی تھیں اس نے کہا: دعاؤں۔ تم نے یہ برا کیا۔ انیسویں کس قدر مکافہ ہو تم لوگ کہ تم نے اپنی بیٹی کو فریب کا جال بچھانے کے لئے بچھا۔

قربانوں نے غصے سے کہا: اب اس حد تک کا کیا موقع ہے۔ تم آزاد کردہ ہو گئی ہو۔ اپنی مرضی کی بنیاد پر۔ سروسٹ آرام کرو۔ تمہاری خدمت کے لئے عورتیں اور مرد مقرر کر دیئے گئے ہیں۔ تم ان سے خدمت لو۔ اور بے تکلف ہو کر رہو۔

ظاہرہ نے کہا: میں اس قوم کی عورت ہوں جو اپنا کام خود اپنے ہاتھوں سے انجام دیتی ہیں۔ میں بھی آج تک اپنے کل کام آپ ہی کرتی رہی ہوں مجھے نہ غلاموں کی ضرورت ہے اور نہ غلاموں کی ممانعت ہے۔

قرباقوس نے اس کے چاند سے چہرہ کی طرف دیکھ کر کہا۔ اور کیا چاہتی ہو تم۔

طاہرہؓ میں آزادی چاہتی ہوں تم مجھے بھڑو دو۔

قرباقوسؓ یہ ناممکن ہے۔

طاہرہؓ کیوں میں نے تمہارا کیا قصور کیا ہے۔

قرباقوسؓ تم نے ہاں تم نے قصور کیا ہے۔

طاہرہؓ نے غم و حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھ کر دریافت کیا کیا۔

قرباقوسؓ نے غصہ ساٹھ بھر کر کہا۔ تم نے چوری کی۔

طاہرہؓ اور بھی حیران ہوئی۔ اس نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ میں نے چوری کی ہے۔

قرباقوسؓ ہاں چوری کی ہے۔

طاہرہؓ کیا چرایا ہے میں نے؟

قرباقوسؓ بہت سی چیزیں۔

طاہرہؓ یا اللہ میں یقین دلاتی ہوں کہ میں نے کچھ نہیں چرایا ہے۔

قرباقوسؓ تم نے معصوم وہ شیرو! تم نے صبر و کلب لوت لے لیے ہیں شہید و

قرار ہاں والا ہے۔ دل دل چرایا ہے۔

طاہرہؓ یا تو تمہیں تھی۔ حسرت زدہ تھی یا ایک دم غصہ میں بھر گئی۔ اس کے چہرہ پر

جوش سے سرخی دوڑ گئی۔ اس نے لطیفانک لہجہ میں کہا۔ زبان دوکے۔ آپ شاید واقف

نہیں ہیں کہ ہم مسلم عورتیں جان سے زیادہ اپنی آبرو کو عزیز سمجھتی ہیں۔

قرباقوسؓ اس کے نگاہیں چہرہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی نگاہیں اس کے پھول سے

کالوں پر جھکی ہوئی تھیں وہ ان کا تیز شبانی رنگ دیکھ دیکھ کر لپکا رہا تھا۔ اس نے کہا۔ رشک

عور وہ شیرو! تم پر حالت میں پادری معلوم ہوتی ہو تمہاری ظہنیں صورت اگر دلرباب تھی۔

تو جوش و غصہ کی حالت نظر قریب ہے۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ تم اس قدر حسین ہو۔

طاہرہؓ نے قطع کام کرتے ہوئے کہا۔ میں متنبہ کرتی ہوں کہ آپ ایک عربی وہ شیرو کی

توجہ نہ کریں۔

قرباقوسؓ نے مسکرا کر کہا۔ اطمینان رکھو۔ اس کا موقع ہی نہ آئے گا۔

طاہرہؓ نے لطیفانک ہو کر کہا۔ تم بڑبڑاتے ہو۔ مگر دیکھاؤ کہیں یہ تمہاری نہیں

حسین روئے پر مجبور نہ کر دو۔ پادری کو جو زیادہ ہشتا ہے وہ زیادہ ہی روتا بھی ہے۔

..... قرباقوسؓ کو کچھ غصہ آگیا۔ اس نے کہا۔ مستطیع ہوئی۔ قیمت کچھ کہ مجھے غصہ نہیں

آتا ہے ورنہ بولنے سے پہلے میری زبان کاٹ ڈالی جاتی۔

طاہرہؓ مسلمان تھی۔ ایسی مسلمان جو خدا کے خلاف ایک لفظ بھی سننا گوارا نہیں

کر سکتی تھی۔ اس نے کہا۔ توبہ کر توبہ۔ خدا کی کا دعویٰ کرنے والی بڑی بڑی مغرور اور

طاقتور ہستیوں کو خدا نے جسے تم قدرت کہتے ہو آنکھ جھپکاتے مٹا دیا ہے۔

قرباقوسؓ میں اس وقت نہ بحث کرنا چاہتا ہوں اور نہ محفل کو مہل دینا منظور ہے

مجھے ابھی بہت سے کام کرنے ہیں۔ میرے سپاہیوں نے حسین آزاد کر دیا ہے۔ تم اس سے

خاند کے اندر جہاں چاہے جاؤ کوئی تمہاری مزاحمت نہ کرے گا۔ چاہے جسے جو حکم دو

تمہارے ہر فرمان کی تعمیل کی جائے گی۔ مگر اس سے خاند سے باہر نکلنے کا ارادہ بھی نہ

کرنا ورنہ تمہاری آزادی پھر پھینک لی جائے گی اور حسین ہندو دیا جائے گا۔ مجھے دیکھنا ہے

کہ وحشی مسلمان اس وقت کیا کر رہے ہیں یہ کہتے ہی وہ بغیر جواب کا انتظار کئے اٹھا اور

چلا گیا۔

غمرہ طاہرہ اسی کوچ پر بیٹھ گئی۔ جس پر قرباقوسؓ بیٹھا تھا۔ اس کی آنکھوں میں اس

وقت وہ نقشہ بھر گیا۔ جو اس نے منذر کو دکھا تھا۔

اسے معلوم نہیں تھا کہ منذر زندہ رہا یا مر گیا۔ اسے یاد کرتے ہی اس کے دل پر

چوٹ لگتی۔ اور وہ غمرہ ہو گئی۔ اس نے اپنا سر جھکا لیا اور غم و غصہ کے بحر میں غوطے

کھانے لگی۔

قرباقوسؓ وہاں سے چل کر زندہ کوٹے کرنے لگا جب وہ سب سے اوپر کی سیڑھی پر

پہنچا تو اس نے زیند کے دروازہ پر پھر لگا ہوا دیکھا۔ ساتھ ہی اوپر لوگوں کے قدموں کی

بھاری آواز آتی۔

یہ وہی وقت تھا جب حضرت خالدؓ گرجہ کی تلاش لینے کے لئے آئے تھے اور وہ قربان

گاہ کے کمرہ کو دیکھ رہے تھے۔

قرباقوسؓ اور اس کے ساتھیوں کے سے خاند میں جاتے ہی چند پادری آگئے تھے۔ اور

انہوں نے دروازہ پر پھر دھک کر اس پر حضرت یحییٰؓ کی تصویر دکھادی تھی۔

اسی لئے مسلمانوں کو اس سے خاند کا علم نہ ہوا۔ اور وہ تلاش لے کر داہیں چلے گئے۔

انہا کے جاتے ہی پادریوں نے پھر تصویر بنا کر پھر اٹھایا فوراً ہی قرباقوسؓ باہر نکلا۔

اس نے آتے ہی دریافت کیا۔ یہ کن لوگوں کے قدموں کی آواز تھی۔

ایک پادری نے جواب دیا۔ کہ حضرت مسلمان آگئے تھے۔

قریاقوس نہ کیا وہ چلے گئے۔

پاوری نہ جی ہاں چلے گئے۔

قریاقوس بڑھ کر گرجہ سے نکلا۔ اس نے خالد کو باتیں کرتے ہوئے دیکھا وہ جلدی سے واپس ہو کر لوٹ گیا۔

جب خالد کیلوس سے باتیں کر کے چلے گئے تب وہ مسکراتا ہوا آیا اور اسے کیلوس سے کہہ کر خوب پکڑ دیا آپ نے۔

اس کے بعد کیلوس اور اس کی بونگھٹو ہوئی وہ باہر نکلے ملاحظہ کر چکے ہیں۔

قریاقوس کیلوس سے باتیں کر کے گرجہ کے اندر چلا گیا۔ اور رات تک وہیں کمروں میں چھپا بیٹھا رہا۔

جب رات ہو گئی تب اس نے اپنے تمام سپاہیوں کو مدد طلبہ کے د خانہ سے باہر نکالا اور گھنٹوں اور دھڑوں میں سے گزر رہا تھا۔

ظاہرہ کو بڑا رنج اور کھل صدمہ تھا وہ کچھ دیر تھی۔ کہ وہ کچھ بھی نہیں کر سکتی ا، لئے چپ چاپ صبر و شکر کر کے اس کے ساتھ روانہ ہو گئی۔

نامہ و پیام

شہزادی طاریون۔ سوئی۔ برغون اور فلگر کی معیت میں برابر سر کر رہی تھی۔ وہ لیٹا سے دور نکل گئی تھی۔ اسے وہ کہہ کر الموس آ رہا تھا کہ وہ سوئی سے تھائی میں گھٹک نہ کر سکتی تھی۔ حالانکہ وہ دل سے یہی چاہتی تھی۔

اسے برغون پر بڑا غصہ آ رہا تھا مگر اس سے وہی تھی اس لئے چپ تھی۔ اور اس کی مداخلت اور زیادتیوں کو برداشت کر رہی تھی۔

سوئی بھی برغون کو بری بری نظروں سے دیکھتا تھا۔ اسے بھی بڑا غصہ اور بڑا رنج تھا خدا خدا کر کے اسے طاریون سے تھائی میں باتیں کرنے کا موقع ملا تھا۔ مگر برغون نے اس وقت جب کہ ان باتوں کا آغاز ہوا آکر مداخلت کر کے اس کی آرزوں کا خون کر دیا تھا۔ اور یہی وجہ اس کے غصہ اور رنج کی تھی۔

لیکن برغون کو ان دونوں سے زیادہ صدمہ۔ رنج اور ملال تھا۔ پہلے تو اسے یہ شک ہی تھا۔ کہ سوئی سے طاریون کو کچھ مل لگاؤ ہے مگر بعد میں ان دونوں کو ایک جگہ دیکھ کر یہ شک یقین سے بدل گیا اور اب وہ کچھ گیا کہ سوئی کو طاریون سے اور طاریون کو سوئی سے

محبت ہے۔

اس خیال باتیں نے اس کے دل کو دھک دھکیت کے صخر سے بھجوا کر دیا۔ وہ جب بھی تھا بیٹھتا اور اسے سوئی اور طاریون کے باتیں کرنے کا نظارہ یاد آتا تو اس کے دل پر ساپ سالوٹ جاتا اور اس قدر ملال ہوتا کہ اس کا سینہ غم و غصے سے بھر جاتا۔ اور اس صدمہ سے اس کی روح ٹھٹھکتے لگتی۔

اس نے اور بھی شدت سے ان دونوں کی نگرانی شروع کر دی تھی۔ نہ دونوں کو آپس میں ملنے دیتا تھا۔ نہ ان کے پاس ان کے خادموں کو آنے دیتا تھا۔

اس کی اس شدید نگرانی سے سوئی اور طاریون دونوں تنگ آ گئے تھے۔ مگر مجبور تھے اس وجہ سے نہ کچھ کہہ سکتے تھے نہ کر سکتے تھے کہ برغون شہزادی طاریون کا ہم زاو بھائی تھا اسے اس پر رشتہ داری کا اختصاق تھا۔ اور سوئی کو اس پر کوئی حق نہ تھا۔

برغون کو سوئی سے کوئی شکایت نہ تھی۔ کیونکہ وہ خوب جانتا تھا کہ طاریون خود اس کی طرف مائل ہے اور اس سے باتیں کرنا چاہتی ہے یا اسے باتیں کرنے کا موقع دیتی ہے۔

اسے طاریون کا شکوہ تھا۔ مگر وہ اس سے بھی شکوہ نہ کرتا تھا البتہ وہ کسی گہری تجویز یا فکر میں مشغول رہتا تھا۔

سوئی اور طاریون دونوں اس بات کو خوب جانتے تھے کہ برغون نہایت کھجور اور ذی ضم ہے اور ہلوار اور جری بھی ہے اس لئے وہ یہ تو سمجھ گئے تھے کہ وہ کسی گہری فکر میں ہے۔ لیکن وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ وہ کیا فکر کر رہا ہے۔

فلگر کے افسروں کو اس کے متعلق کوئی علم نہ تھا البتہ برغون نے اپنی فرج کے بعض سرداروں کو سوئی اور طاریون کی محبت کا حال سنا دیا تھا مگر انہیں نہ اس سے کوئی تعلق تھا نہ انہوں نے کسی دلچسپی کا اظہار کیا۔ فلگر کوئی و قیام کرتا تھا۔ ہاتھ میں پہنچا۔ یہ قلعہ ایک چتر کے کنارے پر آباد تھا۔ نہایت مضبوط۔ وسیع اور خوبصورت قلعہ تھا۔

چونکہ قلعہ کے باہر کا منظر نہایت ہی دلچسپ تھا۔ اس لئے فلگر بجائے قلعہ کے اندر ٹھہرنے کے باہر ہی چتر کے کنارے پر جائزہ اور سیر پار میدان میں شیعہ نصب کر دیئے گئے۔

طاریون کا فلگر چتر کے صحن کنارے پر قلعہ کی فصیل کے نیچے ہی ٹھہرا۔ اس سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر برغون کا فلگر منیم ہوا اور ان دونوں نظروں سے قدمے قاصد پر سوئی نے ہاتھ ڈال دیا۔

تینوں نظروں میں کافی فاصلہ تھا۔ لیکن تھے ایک دوسرے کے سامنے۔
تھوڑے پاشان کے عیسائیوں نے قلعہ سے باہر نکل کر قلعہ کے دروازہ کے عین سامنے
بازار لگا دیا تھا۔ او راس بازار سے تینوں نظروں کے لئے ضروریات کی چیزیں خرید رہے
تھے۔

چشمہ پڑا تھا۔ اس میں شیریں مہیں لیتا رہ رہا تھا اس کے دونوں کناروں پر ملائم
اور زردی باکی سبز گھاس کھڑی تھی جو دیکھنے والوں کو نہایت بھنی معلوم ہوتی تھی۔
چشمہ کا یہ دامن جس میں نظر فروکش ہوئے کسی قدر نصیب میں واقع تھا لیکن تھا
مسطح۔ صرف کبیں کبیں محدودے چند اونچے اونچے نیلے یا سرے سرے کتاؤ تھے جو کسی
وقت پانی نے گات گات کر بنا دئے تھے۔

یہ تینوں نظر دوسرے دھٹنے کے بعد اس میدان میں آگئے تھے اور اسی لئے شام تک
سارے میدان میں خوب چمک پھیل رہی۔ چاندی اوہر سے اوہر اور اوہر سے اوہر آتے
جاتے رہتے۔

دن چھپنے کے بعد اس نظر گاہ میں سینکڑوں جگہ آگ روشن ہوئی اس آگ کی روشنی
میں دور سے ٹپکے۔ گھوڑے اور چاندی نظر آتے تھے۔

ابھی تھوڑی ہی رات گئی تھی کہ شہزادی طاریون چشمہ کے کنارے سے واپس آکر
اپنے خیمہ میں داخل ہوئی تو اس کی کنیزوں نے بچہ کر اس کی پوشاک امانہ کر دوسرے
کپڑے پہن دئے جو کسی قدر سادہ تھے مگر سادہ کپڑے بھی بہت زیادہ پیش قیمت تھے ان کے
ماشینوں پر بھی مہری لپس گئی ہوئی تھی اور اس لئے انہیں سادہ کما ہی نہیں جا سکتا تھا۔
طاریون لباس بدل کر بیٹھی تھی کہ ایک کنیز آئی اور جب طاریون اس کی طرف
موجہ ہوئی۔ تو اس نے کہا۔ حضور ایک شخص پارہاب ہوا چاہتا ہے۔

طاریون نے دریافت کیا۔ کون ہے وہ؟
کنیز نے جواب دیا۔ "وہ شہزادہ سوئی کا قاصد ہے۔"

طاریون کے چہرہ پر سوئی کا نام سن کر ہلکی مرنی دوڑ گئی اس نے کہا۔ کس لئے آیا
ہے۔

کنیز نے۔ کچھ حضور سے عرض کرنا چاہتا ہے۔

طاریون نے۔ کیا سفارش کرنا چاہتا ہے۔

کنیز نے۔ میں حضور تک وہ کوئی پیغام لانا ہے۔

پیغام لایا ہے! طاریون نے جلدی سے کہا۔ اس کا تھا ساجلی... مسرت سے دھڑکنے
لگا۔ اس نے کہا۔ اچھا بلا لا اسے۔"

کنیز چلی گئی۔ طاریون سنبھل کر بیٹھ گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں کنیز کے ہمراہ ایک نوجوان
خیمہ کے اندر آیا اس نے آتے ہی خیمہ میں گر کر سلام کیا۔

جب طاریون سلام لے چکی تب وہ اٹھ کر طاریون کے دریافت کیا۔ کیسے آئے ہو تم۔
نوجوان نے کہا مجھے کچھ عرض کرنا ہے حضور۔"

طاریون نے۔ کو کیا کہنا چاہتے ہو۔
نوجوان نے۔ حضور میں کچھ تعالیٰ میں عرض کروں گا۔

طاریون نے کنیزوں سے کہا۔ تم سب خیمہ کے باہر چلی جاؤ۔ لیکن زیادہ دور نہ جانا۔
کنیزیں چلی گئیں۔ طاریون نے کہا۔ اب کو کیا کہنا چاہتے ہو۔

نوجوان نے آہستگی سے کہا۔ حضور والا میں قاصد ہوں اور مجھے شہزادہ سوئی نے بھیجا
ہے۔

طاریون نے۔ کیا پیغام لے کر آئے ہو تم۔
نوجوان نے۔ میں ایک خط لایا ہوں۔

طاریون نے۔ لاؤ۔
نوجوان نے اپنی وردی کھول اور بیت کے پاس سے ایک بڑا لٹاف نکل کر شہزادی کو
دیتے ہوئے کہا۔ "یہ ہے حضور! آپ اسے اطمینان سے پڑھ لیں۔"

طاریون نے لٹاف لے کر چاک کیا۔ خط نکالا اور کھول کر پڑھنا شروع کر دیا تھا۔
از جانب سوئی ولی محمد اجل السلام۔

ہمجاہد رشک حور حسن و جمال کی ملک شہزادی طاریون۔
حضور شہزادی صاحبہ! میں عرض نہیں کر سکتا کہ مجھے حضور سے کس

قدر محبت ہو گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اب میں بغیر حضور کے زندہ
ہی نہیں رہ سکتا۔ لیکن آپ کی تعالٰی شہزادی نے مجھے اس بات پر

آمادہ کر دیا ہے کہ میں نامراد اور پارہاں ہی دنیا سے اٹھ جاؤں۔ میں
حضور سے چند باتیں تعالیٰ میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کیا اچھا ہو کہ

حضور آج رات ہی کو مجھے حاضر خدمت ہو کر عرض حال کرنے کی
اجازت عطا فرما دیں۔ یہ اطمینان رکھنے کے میں یہ نون سے چھپ کر

اؤں گا۔ اور اسے میرے آنے کا مطلق بھی علم نہ ہو گا اگر آپ نے انکار کیا تو میں فوراً ہی اپنے آپ کو چشمہ میں ڈال دوں گا۔ اور صبح میری موت کی خبر حضور کے نازک کانوں تک پہنچ جائے گی۔ مجھ کو سوئی۔

طارقوں خط پڑھتی جاتی تھی اور بھی خوشی اور بھی غمگین ہوتی جاتی تھی جب اس نے خط ختم کیا تو ٹھکراٹھا کر فوجوں کو دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔ کیا تم اس خط کے مضمون سے بہرہ دار ہو۔

فوجوں نے اوپ سے ہنک کر کہا۔ نہیں حضور۔

طارقوں نے اچھا ٹھہرا! میں جیسے ابھی خواب لکھے دیتی ہوں۔

یہ کہتے ہی اس نے ہتھیلی بچائی۔ تھوڑی ہی دیر میں ایک کنیر تلی۔ طارقوں نے اسے کافہ اور حکم دوات لانے کا حکم دیا اس نے فوراً ہی سب چیزیں لا کر پیش کر دیں۔ اور خود چلی گئی۔

طارقوں نے اس طرح خط لکھتے شروع کیا۔

از جانب شترابی طارقوں وائی قلعہ طارقوں۔

بجانب دلی عہد نبیل المائدہ شترابہ سوئی۔

شترابہ آپ کا خط آیا۔ میں خود اس فکر میں تھی۔ کہ کسی طرح آپ سے شمالی میں ملاقات کروں۔ لیکن بد بخت برغون کی گھرائی کی وجہ سے مجبور تھی۔ اور مجبور ہوں۔ جس قدر آپ کو مجھ سے محبت ہے اسی قدر مجھے آپ سے ہے میں ایک صاف گو لڑکی ہوں اور اس لئے اس صاف گوئی پر مجھے بالکل بھی غلبہ نہیں ہوتا۔ مجھے وہ کہ افسوس ہوتا ہے کہ میں نے کیوں نہ اس وقت ہی آپ کو قبول کر لیا جب تم سے جنگ کرنے سے قبل میرے والد بزرگوار نے مجھ سے آپ کی سفارش کی تھی۔ کاش میں اسی وقت متکدر کر لیتی۔ مگر میری عقل پر پردہ پڑ گیا تھا اور میں نے اپنی غلط فہم کر لی۔ لیکن اب بھی کچھ نہیں گیا۔ میں آپ سے محبت کرتی ہوں۔ اور آپ مجھ سے لیکن آپ کی طرح میں بھی یہ چاہتی ہوں کہ عہد و اقوام۔ کہوں اس لئے آپ بخیرانی سے آج رات کو جب موقع سمجھیں آجائیں۔

لیکن برغون کی نگاہوں سے چھپ کر اور سیاہ لباس پہن کر آتا۔ میں کچھیلی رات تک آپ کی منتظر رہوں گی۔

شترابہ "طارقوں"

طارقوں نے ختم کر کے پڑھا۔ اور لفظ میں بند کر کے فوجوں کو دیتے ہوئے کہا۔ دیکھو یہ خط سوائے شترابہ کے نہ اور کسی کو دینا نہ دکھانا۔

فوجوں نے خط لے کر چھا اور کہا۔ حضور اطمینان رکھیں۔ میں اس خط کی اپنی جان سے زیادہ حفاظت کروں گا۔

طارقوں نے۔ میں بھی یہی چاہتی ہوں۔ جیسے اس کا کافی معاوضہ دیا جائے گا۔

فوجوں نے۔ حضور میں اس صلہ میں کوئی انعام لینے نہیں چاہتا۔

طارقوں نے۔ رہے چشم فوجوں! جیسے تمہاری خدمت کا صلہ ضرور دیا جائے گا۔ اور وہ اس قدر ہو گا کہ تم دنیاوی تحفوں سے بے نیاز ہو جاؤ گے۔ جاؤ اس خط کو جلد سے جلد اپنے آقا کو پہنچا دو۔

بہت اچھا۔ فوجوں نے کہا اور عہدہ میں گر کر پھر سلام کیا۔ سلام کر کے اٹھا اور خیمہ سے باہر نکل کر اپنے لشکر کی طرف روانہ ہو گیا۔

شترابی طارقوں نے جمع کی روشنی میں پھر سوئی کے خط کو پڑھنا شروع کر دیا جس شوق و شغف سے وہ پڑھ رہی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ اسے اس کے پڑھنے میں بڑا ہی لطف آ رہا ہے۔

سولہواں باب

عیسائی لشکر کی آمد

اسلامی لشکر کو دغمان میں آئے ہوئے چند ہی روز ہوئے تھے کہ عیسائی لشکر کے قریب سے قریب تر آجائے کی خبریں آنے لگیں۔

یہ خبریں نہایت ہی پریشان کن تھیں۔ بیان کیا جا رہا تھا کہ عیسائی لشکر لاتعداد ہے۔

بڑے سواروں سے آ رہا ہے۔ عیسائیوں کا ارادہ آتے ہی حملہ کر دینے کا ہے۔

مسلمان اس متوحش خبر کو مہر و سکون سے سن رہے تھے۔ ان کے مشاغل میں کوئی فرق نہ آ رہا تھا۔

دغمان ایک سرسبز و شاداب چراگاہ تھی جو مکلوں ہی اور چوڑی تھی چونکہ یہاں بھی

اجہی خاصی سردی پڑتی تھی اس لئے کھانا پکانے اور رات کو سوئے کے لئے کپڑوں کی زیادہ ضرورت ہوتی تھی اور اس لئے مسلمانوں نے دور دور تک کے درخت کاٹ کر ذخیرہ کر لئے تھے۔

دن بھر مسلمان مختلف کاموں میں مصروف رہتے تھے بعض ہتھیاروں کی صفائی کرتے تھے۔ بعض بے کپڑے بیٹھے تھے۔ بعض بیٹہ لگاتے تھے بعض دریا کے کنارے پر جا کر کپڑے دھوتے تھے۔

لیکن یہ کام صبح سے دوپہر تک کئے جاتے تھے اور ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد بو لوگ جانے تھے وہ قرآن شریف کا دور شروع کر دیتے تھے کچھ لوگ ان کے گرد بیٹھ کر سنتے لگتے تھے۔

بعض بعض مسئلے مسائل شروع کر دے جاتے تھے اور لوگ انہیں نہایت ہی توجہ سے سنا کرتے تھے۔

کبھی کبھی آنحضرت مسلم کی زندگی کے ذہین واقعات بیان کئے جاتے تھے اور سب سے زیادہ مجمع ہوتا تھا۔

بعض جگہ گذشتہ لوگوں کے واقعات بیان کئے جاتے تھے اور پر جوش فوجران ان واقعات کو سن کر اپنے جوش کو ناز کرتے رہتے تھے۔

مسلمان فکرمند لوگوں میں سے نکل نکل کر سبز سبز گھاس پر گرہ در گرہ بیٹھ جاتے تھے اور ان مختلف مشاغل میں مصروف ہو جاتے تھے۔ ایک مسلمان بھی نہ بیکار بیٹھا تھا نہ بیکار کام کرتا تھا۔

جب زمانہ قحط اور جھب لوگ تھے۔ یہ مشاغل ان کے اس وقت تھے جبکہ دشمن سر پر بڑھا چلا آ رہا تھا اور یہ بھی معلوم تھا کہ اس کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ جاسوس اس کا شمار ہی نہیں کر سکے۔

حقیقت یہ ہے کہ حیرت ہوتی ہے ان مسلمانوں کی جرات پر۔ اشتغال پر۔ جفا کشی پر۔ اور عزم و ارادہ پر۔

مذہر کو اب بالکل آرام ہو گیا تھا۔ کسی قسم کی کوئی شکایت باقی نہ رہی تھی۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اس کی صحت بحال ہوتی چلی جاتی۔ وہ اور کمزور ہوتا چلا جا رہا تھا اسے طاہرہ کا خیال ہر وقت ستاتا رہتا تھا۔ اور یہی وجہ اس کی کمزوری کی تھی۔

آرام ہو جانے پر اس کا ارادہ بالکل یہ ہو گیا تھا کہ وہ خود طاہرہ کو میمانیوں کے

جنگل سے چھڑانے کے لئے روانہ ہو جائے۔ لیکن مارٹ نے اسے سمجھا دیا تھا کہ پرچہ اسے لانے کے لئے روانہ ہو گئی ہے اور یقین ہے کہ وہ اسے ضرور لے آئے گی۔ اس لئے وہ دل پر جبر کئے ہوئے اس کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا مگر اسے یقین نہیں تھا کہ وہ اپنا امداد ونگار لے آئے گی۔

مارٹ کو پرچہ پر اب بھی اعتماد تھا اور اس لئے اسے یقین ہی نہیں۔ بلکہ حق یقین تھا کہ وہ طاہرہ کو لے کر واپس لوٹ آئے گی۔

عیاضؓ کو ان مسلمانوں کا فخر تھا جو رسد فراہم کرنے کے لئے گئے تھے۔ یہ فکر اس وجہ سے پیدا ہو گیا تھا۔ کہ میمانیوں کا لشکر بہت ہی قریب آگیا تھا۔

ایک روز کئی جاسوس کچھ گھبرائے ہوئے آئے اور سیدھے عیاضؓ کے خیمہ پر پہنچے۔ ظہر کی نماز ہو چکی تھی۔ عیاضؓ نماز پڑھ کر آگے بیٹھے ہی تھے کہ جاسوس آگے عیاضؓ

ان کی گھبراہٹ ہوئی صورتیں دیکھ کر کچھ کھٹک گئے۔ انہوں نے ان سے دریافت کیا۔ تم کیوں پریشان ہو۔ کیسے اور کہاں سے گھبرائے ہوئے آ رہے ہو۔

ان میں سے ایک نے کہا۔ ہم میمانیوں کے لشکر میں سے آ رہے ہیں۔ عیاضؓ بیٹھ۔ کیا خبر لائے ہو۔

جاسوس بیٹھ۔ میمانی اس قدر قریب آ گئے ہیں کہ شاید آپ ان کے گھوڑوں کے جھنڈے کی آوازیں سن رہے ہوں۔

عیاضؓ بیٹھ۔ کیا وہ آج ہی یہاں پہنچ جائیں گے۔ جاسوس بیٹھ۔ نہیں۔ کیونکہ انہوں نے قیام کر دیا ہے۔ لیکن کئی دوپہر سے پہلے یہاں آجائیں گے۔

عیاضؓ بیٹھ۔ کس قدر فکرمند ہے ان کا؟ جاسوس بیٹھ۔ لاتعداد اور بے شمار ہے۔

عیاضؓ بیٹھ۔ کچھ بڑے نہیں چلایا تم نے۔ جاسوس بیٹھ۔ بہت کوشش کی لیکن معلوم نہ ہو سکا۔

عیاضؓ بیٹھ۔ جھنڈوں سے اندازہ کر لیا ہوگا۔ جاسوس بیٹھ۔ فکرمندوں کا یہ اندازہ ہے شاید کئی روز تک آتا رہے گا اس لئے اندازہ

نہ لگایا جاسکا۔ عیاضؓ بیٹھ۔ تم اتنا زیادہ فکرمند کچھ کر گھبرا گئے۔

جاسوس نہ جی ہیں۔ فکر اٹکا زیادہ ہے کہ آپ بھی دیکھ کر گھبرا جائیں گے
عیاض نے مسکرا کر اطمینان رکھو۔ ہم سوائے خدا کے اور کسی سے نہیں ڈرتے۔
جاسوس نہ یہ ٹھیک ہے مگر اس فکر کے ساتھ ملک کے تمام بازار اور جنگجو لوگ
آئے ہیں۔

عیاض جیہ ہمارا خدا پر بھروسہ ہے اور وہی ہماری مدد کرے گا۔
جاسوس نہ حقیقت یہ ہے کہ ہم عیسائیوں نے تم مسلمانوں سے زیادہ غرور۔ ہمارے
اور جفاکشی قوم ہی نہیں دیکھی۔ اگر کوئی اور قوم ہوتی اور خصوصاً ہماری قوم تو اس خبر کے
سننے ہی گھبرا جاتی۔

عیاض جیہ گھبرانے سے فائدہ کیا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ موت کا وقت مقرر ہے وہ
اپنے وقت پر آئے گی اور ضرور آئے گی۔ پھر اس سے ڈرنا کیا۔

جاسوس نہ اس بات کو ہم بھی جانتے اور مانتے ہیں لیکن بھڑاتے ہیں۔
عیاض جیہ خیر اس ذکر کو چھوڑو۔ اب یہ بتاؤ کہ کیا فکر کے ساتھ کا پادشاہ شہر
یاض بھی آیا ہے۔

جاسوس نہ جی ہاں۔ بڑی تیاریوں اور جو خرچہ و خوش کے ساتھ آ رہا ہے اس کے
تمام ہمسایہ بادشاہوں نے اسے چوری پوری مدد دی ہے۔ اسی لئے اس قدر عظیم الشان جمع
ہو گیا ہے۔

عیاض جیہ شاید بعض بادشاہ خود بھی شریک ہوئے ہوں۔
جاسوس نہ اس کا ہمیں پتہ نہیں چلا۔
عیاض جیہ اچھا اب تم جانو۔

جاسوس اٹھ کر چلے گئے عیاض نے اپنے غلاموں کے ذریعہ سے اعلان کرا دیا۔ کہ
کوئی مسلمان اب اور اور نہ جانتے۔ عیسائی فکر قریب آ گیا ہے۔
دوسرے روز جبکہ آفتاب بہت کچھ لوہا ہو گیا تھا اور دھوپ تمام چراگاہ یا میدان میں
پھیلی ہوئی تھی۔ غداروں کی آواز تھی۔

تمام مسلمان سٹ کر فکر کھ کے قریب آ گئے عیاض نہ غلط۔ اور دوسرے سرد
اور وہ لوگ ایک اونچے نیچے پر کھڑے ہو گئے اور عیسائی فکر کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔
یہ غداروں کی آواز عیسائیوں کے فکر کی ہی تھی جو دہم کر جتی اور بدستی ملی
آ رہی تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں عیسائی فکر نمودار ہوا اور پیدلوں کی چٹنوں کا سلسلہ شروع

ہو گیا۔

پیدلوں کے دسے آ کر میدان میں پھیلنے لگے جس راستہ سے وہ آ رہے تھے اس پر
نہ نگاہ تک ان کا تانا بکھا تھا۔ گویا انسانوں کا سیلاب تھا جو سوہن لینا بیٹھا چلا آ رہا تھا۔
مسلمان فکر کے وقت تک انہیں آ کر میدان میں پھیلنے اور غیبے نصب کرتے دیکھتے
رہے۔ چونکہ نماز کا وقت آ گیا تھا اس لئے وہ نماز پڑھنے چلے گئے اور نماز پڑھ کر پھر آکر
دیکھنے لگے۔

عیاضی پیدلوں کا سلسلہ برابر جاری تھا اور وہ شام تک شروع کے ساتھ آتے رہے۔
مسلمانوں نے صبر اور صبر کے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔ اگرچہ اب دن چھپ گیا
تھا مگر پیدلوں کی ہمتیں اب بھی برابر آ رہی تھیں اور کچھ رات گئے تک مسلسل آتی
رہیں۔

آج تمام دن پیدلوں ہی آتے رہے اور ان سے میدان کا پورا حصہ ڈھک گیا
دوسرے روز بھی دوسرے ہی عیسائی فکر کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا کچھ سواروں
کی آمد شروع ہوئی اور برابر رات تک جاری رہی۔

تیسرے روز بھی سوار آتے اور میدان میں پھیلنے رہے اور آج کچھ رات
آتے رہے۔

چھ دنوں میں اس قدر فکر آ گیا کہ میل کا میدان ان سے بھر گیا چوتھے
روز شہزاد بادشاہ آیا اور وہ فکر کے درمیان میں ٹھہرا۔ اب اس میدان میں جو صاف پڑا
ہوا تھا ہر طرف اور جہاں تک نگاہ جاتی تھی عیسائیوں کی چوٹیاں۔ کھوڑے اور سپاہی نظر آتے
لگے۔

اس عظیم الشان فکر کو دیکھ کر بھی مسلمانوں میں کسی قسم کا ہراس طاری نہ ہوا۔ بلکہ
وہ اس بات کا انتظار کرنے لگے کہ عیسائی بادشاہ لانے کے لئے میدان جنگ میں نکل آئے۔
لیکن مسلم ہوتا تھا کہ عیسائی ابھی آرام کرنا چاہتے تھے اور اس لئے وہ ابھی میدان میں
نہیں آئے تھے۔

چونکہ مسلمانوں کو کسی طرف سے بھی مدد آنے کی امید نہیں تھی اور ان کا صرف خدا
ہی پر انحصار تھا اس لئے وہ خدا ہی کو یاد کر رہے تھے اور اسی سے اولوں کی دعاؤں مانگ
رہے تھے۔

سیاہ پوش کون تھا؟

اگرچہ سوئی کا خط کچھ زیادہ طویل نہیں تھا نہ ایسا بد خط لکھا ہوا تھا جس کے پڑھنے میں دقت ہوتی نہ ایسی لمبے دار عبارت تھی جس کے بار بار پڑھنے میں لطف آتا مگر شہزادی طاریوں اس خط کو لئے شمع کی روشنی میں بیٹھی پڑے انماک کے ساتھ پڑھ رہی تھی جیسے جتنی چپے کر کے پڑھا کرتے

شمع کی روشنی کا ٹکس اس کے خوبصورت رخساروں پر پڑ رہا تھا جس سے اس کے آنکھیں رخسار سے آنکھ کی طرح پتک رہے تھے۔

اس میں شک نہیں کہ طاریوں نہایت خوبصورت تھیں اس کا چہرہ انقلاب کی طرح روشن تھا۔ شمع کی روشنی نے اسے اور جھلکا دیا تھا۔ اور وہ اب اور بھی دلربا معلوم ہونے لگی تھی۔

اس نے اس کے خط کو کئی مرتبہ پڑھا۔ گویا اتنا پڑھا کہ اس کا ایک ایک لفظ اسے حفظ یاد ہو گیا۔

کچھ دیر کے بعد کھانے کی اطلاع ہوئی اور وہ دوسرے خیمہ میں کھانا کھانے چلی گئی۔ اپنے گداز زانوؤں پر رکھ کر ہاتھ کی جھیلیوں میں حسین چہرہ رکھ لیا۔ اور حسین نگاہوں کو دروازہ کی طرف ہٹا دیا۔

وہ دیر تک اس عالم میں بیٹھی رہی۔ چند کینیزیں اس کے سامنے نیم دائرہ میں گھڑی رہ کر اسے دیکھتی رہیں۔

چونکہ شہزادی خاموش تھی اس لئے کینیزیں بھی چپ تھیں اور ان سب کے خاموش رہنے کی وجہ سے کمرہ میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

کینیزیں چاہتی تھیں کہ شہزادی شب خوابی کے کپڑے بدل لے تو ان کا کام قسم ہو جائے اور وہ بھی جا کر دو گھڑی آرام کر لیں۔

لیکن شہزادی خیالات میں کھوئی ہوئی تھی اور آج وہ کپڑے بدلنے شاید بھول گئی تھی۔ یہ کینیزوں کی جال نہ تھی کہ وہ شہزادی کو حوجہ کر کے اسے کپڑے بدلنے کے کہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ملازم بھی غلام ہی ہوتا ہے اس کی بھی کوئی مرضی نہیں ہوتی۔ وہ اپنے آقا کی مرضی پر چلنے کے لئے مجبور ہوتا ہے۔

کچھ دیر کے بعد طاریوں چرنگی سنبھلی اور اس نے دروازہ کی طرف سے نگاہیں ہٹا کر

کینیزوں کو دیکھا اور کہا آج کچھ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے شاید مجھے کچھ رات گئے تک جاگنا پڑے میں تمہاری چاہتی ہوں تم باہر ٹھہرو جب تمہاری ضرورت ہو گی میں بلا لوں گی۔

کینیزیں تعظیم کے لئے جھکیں اور خیمہ سے باہر چلی گئیں۔

اب طاریوں سوئی کا انتظار کرنے لگی اسے یقین تھا کہ سوئی آئے والا ہے۔

کچھ دیر کے بعد خیمہ کے پشت کی طرف سے قدموں کی چاپ ہوئی۔ طاریوں سنبھلی کر بیٹھ گئی۔ وہ سمجھ گئی کہ سوئی آ رہا ہے اور اس کی اس ٹھنڈی سے وہ خیمہ کے پشت کی طرف سے آ رہا تھا مت خوش ہوئی۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ کسی کے سامنے اس سے ملے یا کسی کو اس کے ساتھ ملاقات کرنے کا علم ہو۔

اس نے اپنا رخ پشت کی طرف ہی کر لیا۔ اور کان آواز کی طرف اور نگاہیں چھوٹے سے دروازے کی طرف لگا دیں۔

اس کے دیکھتے ہی دیکھتے دروازہ پر پڑا ہوا پردہ اٹھا۔ اور کوئی سیاہ نقاب پوش جھانکنے لگا۔

طاریوں کا تارک دل دھڑکنے لگا۔ سوئی کی آمد کے خیال سے نہیں۔ کسی خرمی کی وجہ سے نہیں بلکہ کسی مظلوم خوف کی وجہ سے۔ یا اس سیاہ نقاب پوش کو دیکھ کر۔

حالانکہ اس نے سوئی کو پدایت کی تھی کہ وہ سیاہ لہادہ اوڑھ کر آئے اس لئے وہ خوب سمجھتی تھی کہ یہ سیاہ پوش سوئی ہی ہے۔

نقاب پوش خیمہ کا جائزہ لے کر بیٹھا اور خیمہ کے اندر گھسنا وہ سرے سے جھرتک سیاہ لہادہ میں چھپا ہوا تھا۔

طاریوں اسے دیکھتے ہی بے اختیار اٹھ کر گھڑی ہو گئی۔ اس نے کہا۔ بہت دیر کر کے آئے سوئی۔

لہادہ پوش نے اعلیٰ شاندار اپنے منہ میں رکھ کر شہزادی کو خاموشی رہنے کا اشارہ کیا۔ شہزادی نے مسکرا کر کہا۔ ”اعلیٰ تان رکھو۔ یہاں کوئی نہیں ہے۔“ تو بیٹھو۔ میں تو تمہارا دیر سے انتظار کر رہی تھی۔

لہادہ پوش بڑھ کر اس کے قریب آگھڑا ہوا۔ شہزادی نے پھر کہا۔

”تم بولنے کیوں نہیں۔ میں نے تمہیں اس لئے بلایا ہے کہ قریب مدد کر لیں کہ ہم دوسرے کے دھواڑ رہیں گے۔“

وہ اب بھی نہیں بولا۔ شہزادی نے چند خامیہ انتظار کر کے کہا۔ ”شاید آپ مجھ سے

اس لئے تھا جن کو میں نے توج تک تسماری طرف التفات نہیں کیا۔ خیر! تم خوب جانتے ہو کہ میں مجبور تھی اور اب بھی مجبور ہوں میرا بچاؤ بھائی پر غون کچھ مشکوک ہو گیا ہے اور وہ میری اور تسماری دونوں کی نگرانی کر رہا ہے..... تم چپ کیوں ہو۔ بولتے کیوں نہیں..... تو ہم عہد محبت کی.....

لبادہ پوش نے آہستہ سے کہا۔ "عہد محبت کی....."

طارون نے جلدی کہا۔ "تجربہ کر لیں۔"

لبادہ پوش پھر چپ ہو گیا۔ طارون نے کچھ وقفہ کے بعد کہا۔

سوئی! مجھے افسوس ہے کہ میں نے تسماری درخواست پہلے ہی کیوں منظور نہ کر لی۔ کیوں تم سے لڑی۔ کیوں شہادت ادا کی۔"

لبادہ پوش نے۔ اور اب.....

طارون نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ اب میں سمجھتا رہی ہوں۔ لیکن حقیقت یہ ہے میرے غور نے مجھے نچا دکھایا۔"

لبادہ پوش: کیا۔

طارون: میری خود ارادی جاتی رہی۔ اب میں تم سے زیادہ تسمارے لئے نہیں ہوں۔ میرے غور کو زبردست شکست ہوئی ہے۔

لبادہ پوش: کیوں۔

طارون: اس دل ناموس نے مجھے مجبور کر دیا ہے۔

لبادہ پوش: لیکن پر غون.....

طارون نے ذرا حیر اور کسی قدر غصہ بھری نگاہوں سے لبادہ پوش کو دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا تسمارا یہ خیال ہے کہ میں پر غون سے محبت کرتی ہوں۔

لبادہ پوش: ہاں۔

طارون نے جوش میں آکر کہا۔ اس خیال کو اپنے دل سے نکال دو تو نہ مجھے اس سے محبت تھی نہ ہے نہ کر سکتی ہوں۔

لبادہ پوش: لیکن.....

طارون: لیکن میں اس سے متفق ہوں۔

لبادہ پوش: ہاں۔

طارون: ابی نہیں بلکہ مصطفیٰ! کیا کرتی ہوں۔

لبادہ پوش: اور وہ مصطفیٰ.....

طارون نے جلدی سے کہا اسے دھوکا دینا ہے۔"

لبادہ پوش نے پیش میں آکر کہا۔ "دھوکا....."

لبادہ پوش کی آواز سن کر طارون حیرن ہو کر بچو گی۔ کسی فوری خیال سے ایک قدم اٹھی اور سر وہ کھڑی ہو کر حیرت بھری نگاہوں سے لبادہ پوش کو دیکھنے یا گھورنے لگی۔

دیر تک دیکھتی رہی کچھ دیر کے بعد بولی "تم کون ہو۔ دیکھا ہوں۔ جواب دو۔"

لبادہ پوش نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ طارون اس کی طرف بڑھی اس نے کہا۔ یولو فرقی تم کون ہو تسماری بھاری خواہ تا رہی ہے ہے کہ تم سوئی نہیں ہو۔"

لبادہ پوش نے اب کوئی جواب نہیں دیا۔ بلکہ وہ جواب دینے کے بجائے واپس لوٹا۔

اسے واپس لوٹتے دیکھ کر طارون جھپٹی۔ اس نے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ کر زور سے ہلاتے ہوئے کہا۔ مکار! تم کون ہو۔ تم بولتے کیوں نہیں! تو یولو۔ تم نے دھوکا دے کر میرا راز اگھوا لیا۔"

لبادہ پوش نے آہستہ سے کہا۔ "مجھے جانے دو۔ خیریت اس میں ہے۔"

طارون نے جوش سے ٹل کھاتے ہوئے کہا۔ کبھی نہ جانے دوں گی۔ اپنا نقاب اٹھاؤ.....

..... اتحاد جلدی اتحاد۔

یہ کہتے ہی اس نے اپنا ہاتھ اس کے نقاب کی طرف بڑھایا۔

لبادہ پوش نے اس کا ہاتھ ہٹک دیا۔ طارون نے غصہ میں بھر کر کہا۔ "تسماری یہ برات....."

لبادہ پوش نے آہستہ آہستہ اپنا ہاتھ نقاب اٹھانے کے لئے بڑھایا۔ طارون اس کا بازو چھو کر جیس اس کے سامنے کھڑی ہو کر اس کی طرف غور سے دیکھنے لگی۔

لبادہ پوش نے جلدی سے نقاب الٹ دیا۔ وہ پر غون تھا اس کا چٹا ڈاڑ بھائی۔ وہی جس کی اس نے ابھی اس کے سامنے توپن کی تھی خست سست کما تھا۔ سوئی کا رشتہ۔

طارون پر حیرت چھا گئی۔ وہ حیرت۔ غم اور افسوس بھری نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی۔

پر غون نے کراک کر کہا۔ "مہلاک حینہ! دیکھا میں کون ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے غصہ ناک نگاہوں سے اسے گھورا شروع کیا۔ ایسی تیز اور غصہ کی نگاہوں سے جیسے وہ نگاہوں ہی نگاہوں میں اسے کھا جائے گا۔

طارقون حیرت اور خوف بھری نظروں سے اسے دیکھتی رہ گئی۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ بجائے سوئی کے یہ خون اس طرح آجائے گا۔
اسے مضطرب دیکھ کر طارقوں کا غصہ، غوش اور حیرت جاتے رہے اور آپ اس پر غم و فکر کا غلبہ ہو گیا۔ اور وہ غور و فکر سے اسے دیکھنے لگی۔

ہولناک مظالم

قزاقوں معصوم طاہرہ کو ساتھ لے کر چل پڑا تھا۔ اس نے ایسا راستہ اختیار کیا تھا جو پتھر لگا کر اغلاط پہنچا تھا۔ اسے خوف تھا کہ مسلمان مجاہد طاہرہ کی جستجو کریں گے۔ مجب نہیں ہو پڑے۔ انہیں پتا دے کہ اسے لے جانے والا اغلاط کا وزیر اعظم ہے اور وہ اس کا تعاقب کریں اس لئے اس نے ایسا راستہ اختیار کیا جس پر ان کا سامنا ہونے کا ہی اندیشہ نہ رہتا۔

اس کی یہ تدبیر کامیاب ہو گئی اور وہ بغیر کسی خطرہ کے اغلاط پہنچ گیا۔ وہاں جا کر اسے معلوم ہوا کہ شزاری طارقوں چار ہزار لشکر لے شمشاد شہر ریاض کی امداد کرنے گئی ہے۔

جب اغلاط کے بارگشاہ نے اس سے مسلمانوں کے متعلق واقعات پوچھے تو اس نے کہا۔ مسلمان ہمارے نہیں ہیں۔ جیسے ہم انسان ہیں ایسی ہی وہ بھی ہیں۔ میرا ان کا سامنا بھی ہو چکا ہے۔ میں نے ان میں کوئی بات بھی نہیں دیکھی جس سے انہیں دنیا کے ہماروں میں شمار کیا جائے البتہ ایک بات ضرور ہے اور وہ یہ ہے کہ ان میں اخلاق و افعال بڑا زبردست ہے۔ شاید ان کی فتوحات کا یہی راز ہو۔

اغلاط کا بادشاہ اس کی اس گفتگو سے متحیر ہو گیا اور وہ یہ سمجھ گیا کہ شر باطن انہیں ضرور شکست دے کر ہکا بے گناہ اس بھین کی زیادہ تر وجہ یہ بھی تھی کہ اسے معلوم تھا کہ عیسائی لشکر دلاکھ کے قریب ہے اور مسلمان کل آٹھ ہزار ہی ہیں۔

اس کے علاوہ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ سامنے جزیرہ میں سے ہمارے اور جنگجو لوگ بہت بہت کر گئے ہیں۔ مسلمان کسی طرح بھی ان کا مقابلہ نہ کر سکیں گے اور شکست کھا کر بھاگ جائیں گے۔

قزاقوں کی بیوی زندہ تھی۔ اس لئے اسے یہ جرات نہ ہوئی۔ کہ وہ طاہرہ کو اپنے محل میں لے جاتا۔ کیونکہ وہ اپنی بیوی سے ڈرتا تھا اس لئے اس نے اسے ایک اور محل میں نصران۔ اور بیویوں کی اچھی خاصی چنگل اس کی خدمت کے لئے مقرر کر دی۔

طاہرہ ایک حیرت و خوف سے بھر پور صحنہ پیش کر رہی تھی۔ اس میں بڑے سردیوں کی۔

اگرچہ قزاقوں نے اس کے لئے پیش و آرام کا تمام سامان مہیا کر دیا تھا۔ رہتی کپڑے۔ اعلیٰ قسم کی کپڑے۔ ضروریات کی ہر سہولت حتیٰ کہ پیش قیمت زیورات سب ہی کچھ اس کے پاس لا رکھا تھا۔ مگر اس نے کپڑے تو بدل لئے تھے اور وہ اس لئے کہ اس کے پہلے کپڑے پہلے ہو گئے تھے۔ لیکن زیورات نہیں پہنے تھے۔ حالانکہ قزاقوں نے زیورات پہننے کے لئے بہت کچھ اصرار کیا تھا۔ لیکن اس نے کبہ دیا تھا کہ وہ عیٰ لڑکی ہے اور عیٰ لڑکیاں ایسے زیور نہیں پہنتیں۔ جو لڑکیاں اس کے ساتھ رہتی ہیں اور وہ ان سے کچھ مانوس ہوتی جاتی تھیں اور چونکہ بیٹھنے کے لئے کوئی اور جگہ نہ تھی اس لئے کوپلوں اور کرسیوں پر بیٹھتی تھیں۔

قزاقوں زیادہ تر اس کے پاس ہی رہتا تھا۔ وہ اسے اپنے دام قریب میں بٹھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن طاہرہ جس قدر ٹیک ٹینٹ۔ پاک باطن اور خدا شناس تھی۔ اسی قدر زود خرم اور ذی عقل بھی تھی۔ ہر بات کی نہ کو بیچ جاتی تھی۔

وہ خوب سمجھ گئی۔ کہ قزاقوں کی نیت خراب ہے اس کی بددینی سے وہ ٹھٹھ گئی تھی۔ اور اس لئے نہ وہ اس کے پاس جاتی تھی۔ نہ اسے اپنے پاس آنے دیتی تھی۔

اگر وہ بیٹھی ہوئی۔ اور وہ اس کے پاس آجائے تو چند ہی منٹ کے بعد اسے پھوڑ کر چلی جاتی اور مکان کے ایسے گوشہ میں جانتی جہاں کوئی اس کی غنائی میں مل نہ ہو سکتا۔

قزاقوں کو اس کی اس حرکت پر بڑا غصہ آتا۔ لیکن وہ اس کی ٹائیف قلوب کرنا چاہتا تھا اس لئے طرح دے جاتا تھا۔

لیکن جب کئی روز ہو گئے اور طاہرہ اس سے مانوس ہو تو درکنار اس کی طرف منتقل بھی نہ ہوئی تو اسے بڑا افسوس ہوا اور وہ یہ سمجھ گیا۔ کہ وہ آسانی سے اس کے قابو میں نہ آئے گی۔ چنانچہ آپ اس نے دور و جبر سے کام لگانا چاہا۔ اور پہلے معمولی طریقہ پر دھمکیاں دیں کچھ سختیاں بھی کیں۔ کھانا بند کر دیا۔ کبھی پانی نہ دیا۔ کبھی تھوہ و تار کو ٹھری میں بند کر دیا۔

لیکن طاہرہ پر اس کی ان باتوں اور سختیوں کا بھی کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ ہمہ کی جاسی اندھیری کو ٹھری میں تھا پڑی رہتی۔ کئی کئی دن گزار جاتے لیکن بد راق کی طرف نہ ہٹتی۔ قزاقوں کی مرضی پر پہلے کے لئے تیار نہ ہوتی وہ سمجھ گئی تھی۔ کہ خدا اسے آزاد رہا ہے اور اس کی آزمائش نے انہیں شکلیں اور غیبتوں میں اُل دیا ہے۔

نظریں اٹھا کر کہا۔ خوفزدہ ایک عربی لڑکی اور خوفزدہ ہو جاسکے۔

قربا قوس اس کی حالت میں فوراً ہی یہ تبدیلی دیکھ کر کچھ حیرت ہوا۔ لیکن وہ کمر قریب کا چال بچانے اور معصوم عربیہ شیڈ کو نفس پرستی کا شکار کرنے آیا تھا۔ اس لئے اس کی تعریف کر کے اس کے دل میں اپنا خیال پیدا کرنے کے لئے کہا۔ جنگ تم خوفزدہ نہیں ہو سکتی ہو۔ نہایت بہادر اور کھمدار لڑکی ہو۔ جس قدر تم خوبصورت ہو اسی قدر عقیدہ بھی ہو۔

ظاہر ہے اسے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا خاموش ہو گئی کچھ وقت کے بعد قربا قوس نے کہا۔ "میں ظاہر میں اس وقت تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں کہ تم سے اپنی اس آزادی کی معافی مانگوں جو میں نے تمہارے ساتھ کی ہے۔

ظاہر نے دلچسپ نگاہیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا کیا خدا نے تمہیں ہدایت کی۔ کیا تم نیک اور شریف انسان بن گئے۔

قربا قوس کا چہرہ کہہ رہا تھا۔ کہ اسے حوروش ظاہر کی گفتگو سخت ناگوار گزری ہے مگر اس نے حیرت کر کے کہا۔ "میں شریف انسان ہوں سارے عیسائی اس بات سے خوب واقف ہیں مجھے یہ احساس ہوا ہے کہ مجھے تم پر سختیاں کرا مناسب نہ تھا۔

ظاہر نے اگر تمہارے دل میں یہ خیال انسانی بد روی کی وجہ سے ہوا ہے تو جانتا ہوں کہ وہ ہے۔

قربا قوس نے گویا اس کی بات سنی ہی نہیں۔ اس نے کہا۔ میں نے عہد کر لیا ہے کہ جسے جس قدر آرام میں پہنچا سکتا ہوں پہنچاؤں تمہارے قدموں پر زور دواہر کے اجیراگا۔ وہاں تمہارے بچوں سے جسم کو پیش قیمت لباس اور اپنی قسم کے زیورات سے لاؤ وہاں تمہاری کینوں کی تعداد بڑھاؤں۔ تمہیں شہزادوں سے زیادہ شان کے ساتھ رکھوں۔

ظاہر نے تنبیہ کی کے ساتھ قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ مگر میں ان میں سے کوئی بچہ بھی نہیں چاہتی۔ میں عربی اور سلطان لڑکی ہوں سادہ طریقہ پر رہنا پسند کرتی ہوں۔ سادہ کپڑے پہنتی ہوں۔ زیورات کی خواہش نہیں ہوں سیم و زرہ میرے ہواہر۔ ان چیزوں کی مجھے ضرورت نہیں ہے اور چونکہ میں اپنا کام خود پسند کرتی ہوں۔ اس لئے مجھے کینوں کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

قربا قوس نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ پھر کیا چاہتی ہو تم۔

ظاہر نے میں عزت۔ عصمت اور آزادی چاہتی ہوں۔

اس نے حیر کر لیا تھا کہ زندگی کے آخری منٹ تک وہ مکالمہ ہدایت کرتی رہے گی اور مرتے دم تک بھی کلمہ صبیحہ نہ ہو گی۔

پھر وہ ایک وہ سخت پریشان قسمی زندگی سے تنگ آ رہی تھی۔ لیکن نماز ایک وقت کی بھی نہ پھوڑی تھی۔ لیکن جب نماز کا وقت آتا تھا اگر پانی میسر آجاتا تو وضو کر لیتی پانی نہ ملتا تو تنہا کر کے نماز پڑھتی۔

قربا قوس نے آخری مرتبہ اسے خوب سکھا دیا تھا۔ کہ اگر اس نے اس کی بات نہ مانی اور اس کی مرضی نہ پہلی تو اب وہ وحشتانہ حرم طرازی پر اتر آئے گا اور سوچنے کھینے کے لئے اس نے اسے صرف تین دن کی مسرت دی تھی۔

چنانچہ جب یہ مسرت کے دن ختم ہو گئے تو قربا قوس کیا اس وقت چار گزری دن باقی رہا تھا۔ دھوپ کی سفید سی سرسہ پان میں تبدیل ہو گئی تھی۔

ظاہر صبح کی نماز پڑھ رہی تھی۔ اسی تنگ اور اندھیری کوفری میں جس میں وہ قید کی گئی تھی۔

یہ کوفری اس قدر تاریک تھی۔ کہ پھر وہ ایک ایسی دن باقی تھا۔ لیکن کوفری کے اندر کافی اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔

قربا قوس وردانہ سے ایک قدم آگے بڑھ کر دیکھنے لگا۔

ظاہر کو اس کے آنے کی خبر نہ ہوئی۔ وہ اطمینان اور دلچسپی کے ساتھ نماز پڑھتی رہی۔

جب وہ نماز پڑھ کر اور دعا مانگ کر گزری ہوئی۔ اور اس نے پلٹ کر دیکھا تو اسے قربا قوس کھڑا ہوا نظر آیا۔

وہ اسے دیکھ کر کچھ گھبرا گئی۔ اس کے چہرہ کا گلابی رنگ اڑ گیا آنکھوں سے خوف ظاہر ہونے لگا۔

قربا قوس مسکراتا ہوا اس کی طرف بڑھا اور اس کے قریب پہنچ کر اس کے سسے ہوئے چہرہ پر نظریں گاڑ کر کہا۔ سو مت شایبہ تم میرے آنے سے خوفزدہ کیوں ہو گئیں۔

ظاہر کا خوف فوراً ہی دور ہو گیا۔ اسے اپنے لہجہ صبر کیا۔ کہ کہیں اس نے اپنے چہرہ پر خوف کی علامتیں ظاہر ہونے دیں۔

عربی خون اس کے ہاتھ جیسے صاف و شفاف چہرہ کی رنگوں میں دوڑنے لگا جسے اس کے سفید چہرہ پر سرتی جھلکی تھی۔ آنکھوں میں عرش کی وجہ سے چمک پیدا ہو گئی۔ اس نے

قربانوں کے بھرا کر کہا۔ عصمت! عزت۔ آزادی..... ہاں تمہیں آزادی دی جائے گی۔ لیکن عصمت کا پام نہ ہو۔

ظاہر نے ہوش میں آکر کہا۔ بغیر عصمت کے آزادی کس کام کی عورت کا جو ہر اس کی عصمت ہے۔ اگر عصمت چائی رہی تو پھر آزادی دولت اور حکومت سب بچاؤ ہیں۔
قربانوں نے تم سے وقف ہو دینا دولت و حکومت ہی سے عزت ملتی ہے۔
ظاہر نے۔ ایسی عزت ہے۔ ایسی دولت ہے۔ ایسی حکومت ہے۔ ایسی زندگی پر نعمت ہے جو عصمت کو کر لے۔

قربانوں نے غصہ میں آکر کہا۔ یہ وقف اور بد قسمت لڑکی تیرے دماغ سے ابھی عصمت کا جھوٹ نہیں گیا۔

ظاہر نے غصہ سے سرخ ہو کر کہا۔ عصمت کا خیال نہ کیا ہے نہ مرے دم تک جا سکتا ہے۔

قربانوں نے غصہ میں آکر کہا۔ ابھی جانتا رہے مجھ ابھی۔

اب تک تو میں خوشامد سے انسانیت سے اور شرافت سے اپنا مقدر حاصل کرتا چاہتا تھا لیکن اب..... اب میں وہ ہولناک حتم وہ لڑکھنڈ قلم۔ وہ عبرتناک بیداریاں کھول گیا کہ تو خود میرے قدموں پر گر کر میری خواہشوں کی تکمیل کی درخواست کرے گی۔

ظاہر نے لڑی اور غلامت سے کہا۔ تم مجھے شاید عیسائی لڑکیوں کی طرح سمجھ رہے ہو جو ذرا سی بختی سے گھبرا کر یا آدرا سے لالچ میں آکر عصمت فروشی پر آمادہ ہو جاتی ہیں مگر..... تم مسلمان لڑکیوں اور عورتوں سے واقف نہیں ہو۔ وہ سرچائی ہیں مگر عصمت فروشی پر آمادہ نہیں ہوتیں۔

قربانوں نے ہیش میں آکر کہا ہاں ہاں دیکھوں گا ابھی طرح دیکھوں گا کہ تو جہاں کو زیادہ عزیز سمجھتی ہے یا عصمت کو۔

یہ کہتے ہی اس نے اٹھتی بجائی فوراً ہی وہ خونخوار سپاہی داخل ہوئے دونوں سر جھکا کر کھڑے ہو گئے۔ قربانوں نے ان سے کہا۔ غدا پینے کا سامان لے آؤ۔

وہاں جلدی سے چلے گئے اور تھوڑی ہی دیر میں ایک بڑی قبیل کی انگریزی لائے اس انگریزی میں انکارے دیکھ رہے تھے۔ ایک بڑا بیڑہ تھا۔ ایک بڑا سی جہاز ایک سوئے حلقوں کی لوبہ کی ڈنڈر تھی۔

یہ سب سامان لا کر انہوں نے رکھ دیا۔ قربانوں نے کہا۔ تو نے دیکھا یہ سامان۔

ظاہر اس سامان کو دیکھ کر پھر سمجھ گئی۔ لیکن فوراً ہی دل کو قوی کر کے ہوئی۔ ہاں دیکھ لیا۔

قربانوں نے۔ اچھا تو اب تو غدا کے برداشت کی طاقت پیدا کر لے۔

ظاہر نے۔ خدا طاقت دے گا۔

قربانوں نے سخت غصہناک ہو کر کہا۔ دیکھوں گا میرے خدا کو اور تجھے بھی۔ دونوں کا دیکھوں گا۔

ظاہر نے ہوش میں آکر کہا۔ دیکھنا اور ابھی طرح دیکھنا۔

قربانوں نے سپاہیوں سے کہا۔ بیڑہ گرم کرو۔

فوراً سپاہیوں نے بیڑہ انگاروں پر رکھ دیا۔

انگریزی میں اس قدر آگ تھی کہ اس کی پیش سے تمام کو تھری گرم ہو گئی تھی۔

اس وقت آفتاب چھپ گیا تھا۔ مغرب کی نماز کا وقت آیا تھا۔ ظاہر نے کہا۔ اتنے

تم غدا کا سامان تیار کرو۔ اتنے میں نماز پڑھ لوں۔

قربانوں نے گرجندہ آواز سے قہقہہ لگا کر طنز کیا۔ ہاں ضرور نماز پڑھ لینا شاید تجھے یہ نماز ہی بچائے گی۔

ظاہر نے کہا۔ نماز خدا کی بندگی ہے۔ خدا اپنے باد کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

عبادت کرتا انسان کا فرض ہے۔ میں اس لئے عبادت کرتی ہوں کہ زندگی میں عبادت کا فرض باقی نہ رہ جائے اور حشر کے روز پر دردناک عالم باز پرس نہ کرے۔

یہ کہتے ہی وہ قہقہہ دو کھڑی ہو گئی۔ اور اطمینان کے ساتھ نماز پڑھنے لگی۔

جب نماز پڑھ چکی۔ تو اس نے دعا مانگی۔ کہ خداوند عالم مجھے قہقہے دے کہ میں صبر اور اشتغال کے ساتھ اس غدا کو برداشت کروں جو مجھ پر کیا جائے والا ہے مجھے زندگی کی پروا نہیں۔ لیکن اہم و عزیز ہے۔ زندگی رہے یا نہ رہے۔ مگر میری اہم و عزیز ہے میری عصمت کی حفاظت کر

دعا مانگ کر وہ کھڑی ہوئی۔ اور قربانوں کی طرف گھوم کر کھڑی ہو گئی

قربانوں نے کہا۔ احمق لڑکی اب بھی مان جا۔

ظاہر نے کہا۔ اگر میری جان بچا جائے تو تو لے لو۔ لیکن خدا کے لئے میری اہم و

نو۔

قربانوں نے سخت برا فرمودت ہو کر کہا۔ وہی خدا۔ وہی امتحان خیال۔ اچھا تو تیار ہو

جا۔

طاہر غاموش رہی۔ قریا قریس نے سپاہیوں سے مخاطب ہو کر کہا بیڑہ نکالو۔

سپاہیوں نے بیڑہ نکالا۔ وہ اس قدر سرخ ہو گیا تھا کہ انگاروں میں اور اس میں کوئی فرق نہ رہا تھا۔

قریا قریس نے ایک سپاہی سے کہا۔ تم اس لڑائی کا ہاتھ بکڑ کر اس کی پھیلی پھیلا دو (دوسرے سپاہی سے) اور تم یہ بیڑہ اس کی پھیلی پر رکھ دو۔

طاہر نے جرات کر کے کہا۔ میرے بدن کو کوئی شخص ہاتھ نہ لگائے میں خود پھیلی پھیلاتی ہوں۔

یہ کہتے ہی اس نے ہانک پھیلی پھیلا دی۔ بے درد سبہ دم سپاہی نے اس کی پھولی کی پھیلی پر انگارہ جیسے گرم بیڑہ کی آبی رکھ دی۔

طاہر کی پھیلی جل گئی۔ اس کے سارے جسم میں آگ سی لگ گئی۔ چہ منہ پر کیا شدت تکلیف سے آنکھوں میں آنسو جھلک آئے۔ اس نے شہید کرنے کے لئے اپنے لبوں کو دامن میں دیا تھا۔

اس نے ہار مارا ہاتھ جھٹک دیا۔ اور زور سے بھٹکا کہ سپاہی کے ہاتھ سے بیڑہ بھٹ کر نکلا اور آبی اس کے پیروں پر جا پڑی۔

اس کا پیروں پر مل گیا۔ اس نے سب اختیار ایک طرف لے کر چھوڑ دی۔

قریا قریس نے اسے خاموش کرتے ہوئے کہا تو صبر ہو کر پھانے لگا۔ اور یہ صورت ہو کر براشت کر گئی۔

سپاہی بیڑہ لے گیا اور کرب و بے چینی سے روتے لگا۔

قریا قریس نے وہ سب سپاہی سے کہا کہ تم طاہر کا بیڑہ الٹیں میں رکھ دو۔

اس حقیقی انقلاب نے سب سپاہیوں میں طاری ہوجا کر ان کی حالت میں رکھ دیا۔ فوراً ہی انھیں اور کہا۔ جھٹکتے۔ اور درد و تکلیف اس قدر بڑھ گئی کہ اس پر غشی طاری ہو گئی۔

اس وقت وہ بے ہوش ہو رہی تھی۔ اس نے پرچہ کو آٹے ہوئے دیکھا لیکن وہ خوب جانتی تھی کہ پرچہ وہاں نہ تھا۔ اس لئے وہ سمجھی کہ اس کے خیال نے اسے دھوکا دیا ہے اس میں شک ہے اور دیکھنے کی قوت باقی نہ رہی تھی اس پر غشی طاری ہوتی جا رہی تھی۔ آخر کار وہ بے ہوش ہو گئی۔

گرفتاری

طارون کو سوئی کا انتظار تھا۔ اس نے سپاہیوں کو دیکھتے ہی یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ آیا ہے اسی کا خط آیا تھا۔ اسے ہی اس نے جواب دیا تھا۔ مگر جب اس نے غائب اللہ اور طارون نے اسے دیکھا اور وہ پر غون اٹھ گیا تو وہ گھبرا گئی۔

پر غون کو یہ شبہ تھا کہ سوئی اور طارون پھپھپ کر بٹے۔ اور خدا و کتابت کرتے ہیں اس نے ان دونوں کی سختی سے نگرانی شروع کر دی تھی اپنے خاص خاص آدمیوں کو پاسی پر لگا دیا تھا۔ اور خود بھی تنگ واد میں لگا رہتا تھا۔

آج وہ خود طارون سے ملنے کے لئے اس وقت آپکا تھا جب اس نے سوئی کے قاصد کو خط کا جواب دے کر روانہ کیا تھا۔

قاصد کو پیچھے سے ٹپکتے ہوئے دیکھ کر پر غون کھٹکا۔ اور فوراً پیچھے ہٹ کر پیچوں کے سایہ میں پھپھپ کر گھڑا ہو گیا۔

جب قاصد اس کے برابر سے گزر کر آگے نکل گیا تو وہ آہستگی سے اس کے پیچھے چل پڑا۔ قاصد کو یہ شبہ بھی نہ ہوا کہ کوئی اس کا تعاقب کر رہا ہے۔

وہ نمائندہ اطمینان سے چلتا رہا۔ یہاں تک کہ طارون کے لشکر سے باہر نکل گیا اور اب سوئی کے لشکر کی طرف پہنچا۔

اب تک پر غون کو یہ شبہ ہی شبہ تھا۔ کہ یہ شخص جو طارون کے خیمہ سے نکل چلا تھا سوئی کا قاصد ہے لیکن جب وہ سوئی کے لشکر کی طرف بڑھا تو اس کا شبہ بچیں سے بدل گیا اور وہ برابر اس کے پیچھے چلتا رہا۔ یہاں تک کہ جب طارون کے لشکر سے دور نکل گیا اور سوئی کا لشکر بھی فاصلہ پر رہ گیا تو وہ سمجھتا اور اچانک قاصد کے پاس جا پہنچا۔

قاصد اسے دیکھ کر گھبرا گیا۔ پر غون نے ڈپٹ کر کہا۔ کون ہو تم۔

قاصد نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا۔ میں قاصد ہوں میرے مالک۔

پر غون نے قاصد کو غور سے دیکھا۔ اس نے کہا۔ اہا تم ہو انتولا۔

انتولا نے جواب دیا۔ جی ہاں میں ہوں آپ کا کلام۔

انتولا ایک لحاظ دلاہ تھا۔ اسے پر غون نے ہی پرورش کیا تھا۔ کسی بات پر اس سے ناخوش ہو کر نکال دیا تھا اور اب وہ سوئی کے پاس رہنے لگا تھا۔ پر غون نے دریافت کیا۔

خاریون:- یہ دونوں "سماں" ہیں۔
برخون نے دانت پیٹتے ہوئے کہا: گویا شمارا دل سوئی کی طرف راغب ہے۔
خاریون نے نظریں اٹھا کر برخون کو دیکھتے ہوئے کہا:
ہاں بھئی ہے۔"

برخون:- اور تم اس سے عقد کرنا چاہتی ہو۔
خاریون:- اس کے متعلق میں نے ابھی غور نہیں کیا ہے۔
برخون:- پھر سوئی کو کیوں بلا رہی تھیں تم۔
خاریون:- عہد محبت کو استوار کرنے کے لئے۔

برخون نے کڑک کہا: "شمارا شہزادی تو سوئی سے محبت بھی کرتی ہے محبت کے عہد کو مضبوط کرنا بھی چاہتی ہے۔ لیکن عقد کرنے کے متعلق ابھی تک بھی تو نے کچھ نہیں سوچا۔
خاریون کو کچھ غصہ آیا۔ اس نے کہا: اوپ و شرافت سے گر کر باتیں نہ کرو۔
برخون نے غصہ سے کہا: میں کیا غلط کہہ رہا ہوں۔ کون سی عیوی حرکت شرافت کے خلاف ہوئی ہے۔

خاریون:- تم مجھے نکار کر رہے ہو۔

برخون:- کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔

خاریون:- کیا نکاری کی ہے میں نے۔

برخون:- کیا تو نے سوئی کو اپنی محبت کا جین دلائے اور اس سے اپنی محبت کا اقرار کرانے کے لئے اسے نہیں بلایا تھا۔

خاریون:- ہاں اسی لیے بلایا تھا۔

برخون:- کیا محبت کا انجام عقد نہیں ہوتا۔

خاریون:- ہوتا ہے مگر میرا ایسا خیال نہیں ہے۔

برخون نے حیرت سے اسے دیکھ کر دریافت کیا: اگر اس کے ساتھ عقد کرنا نہیں چاہتی تو پھر اقرار محبت کیسا۔

خاریون:- برخون دراصل تم نے سب کچھ غلط سمجھا۔

برخون:- کیا مطلب ہے اس سے شمارا۔

خاریون:- میرا مطلب یہ ہے کہ سوئی اس جنگ میں محض اسی وجہ سے شریک ہوا ہے کہ میں شریک ہو رہی ہوں۔ میں اور میرے والد یہ چاہتے ہیں کہ تمام عیسائی مل کر

برخون کو خدا کے متعلق کچھ بھی علم نہ تھا اس نے قیاسی عقد مارا تھا جو نکاح پر لگا۔
نقلا نے خدا نکاح کر اسے دیتے ہوئے کہا: "یہ رہا حضور۔"
اس نے خدا کے کر اس سے کہا: "میں نے شمارا قصور معاف کر دیا اب تم میرے ہی پاس رہا کرو۔"

نقلا اس سے خوش تھا۔ سوئی کے پاس مجبوری سے گیا تھا۔ وہ یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ اس نے کہا: میں حضور ہی کا خادم ہوں۔ اور حضور ہی کے پاس رہنا چاہتا تھا۔
برخون نے میرے ہی پاس رہنا اچھا کہ۔

"دونوں والیں لوئے اور برخون کے لشکر کی طرف چلے۔ جو وہ اپنے خیمہ پر پہنچا تو اس نے نقلا کو ایک بھولہ ادوی میں نصرایا۔ اور تختائی میں بیٹھ کر خاریون کا خط پڑھنے لگا۔

خط پڑھ کر اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اس نے فوراً اپنے ہند خاص خادموں کو بلا کر انہیں کچھ ہدایتیں کیں۔ اور ایک سیاہ لہارہ لے کر خیمہ سے نکلا اور خاریون کے لشکر کی طرف چلا۔ جب وہ خاریون کے خیمہ کے پاس پہنچا۔ تو خیمہ کے پشت کی طرف جا کر لہارہ اودھ کے تھیلے دروازہ سے خاریون کے پاس پہنچ گیا۔

سوئی کو خبر بھی نہ ہوئی کہ برخون نے کیا چالاکی اختیار کی اور کیسے اس کے قاصد کو اپنے قلاب میں کر لیا وہ قاصد کی راہی ہی کا انتظار کرتا رہا۔

اس طرح برخون کو سوئی اور خاریون کی عقد و کتابت کا علم ہوا اور وہ خاریون کے خیمہ میں جا پہنچا۔

خاریون کو اس کی ان عیاریوں کا کچھ بھی علم نہ تھا۔ اس لئے وہ اسے اپنے خیمہ میں دیکھ کر پہلے حیران ہوئی۔ اور پھر اسے غضبناک دیکھ کر سمجھ گئی۔ اور غور و فکر سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

برخون غضبناک لگا ہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے غصہ کے لہجہ میں کہا: شہزادی! یہ کیا حرکت ہے تمہاری۔

خاریون پر اب براہ راست چھا گئی اس نے نگاہیں ہٹا کر کہا: میں نے کوئی حرکت خلاف تشبہ نہیں کی ہے۔

برخون کو بعد دوپ غصہ آ رہا تھا اس نے کہا: سوئی کو بلا کر عہد وفاق کرنا بھی تشبہ ہی میں داخل ہے۔"

مظلوموں سے قرب اور ہمیں قلت دے کر اپنے ملک سے نکال دیں۔ ہم اس صدم میں کامیاب ہو جائیں گے تب ہی یہی کو دھتا ہوا دوں گی۔

یرغون: کیا یہ قریب نہیں ہے۔

طاروں: قریب ضرور ہے لیکن مصلحت اس کی منتفی ہے۔

یرغون: پھر آپ کا ارادہ کس کے ساتھ عقد کرنے کا ہے۔

طاروں نے بہت بھری نظروں سے اسے دیکھ کر کہا: تمہارے ساتھ ہے یرغون۔

یرغون اس حرکت کی بے شرمیا نکاح دیکھ کر مسرور ہو گیا۔ اور اس کے روئے انور کو دیکھنے لگا۔

طاروں مسکرا رہی تھی۔ اس کے بے نقاب چہرے سے حسن کی شمعیں نکل رہی تھیں۔ وہ بے حد حسین معلوم ہو رہی تھی۔

کچھ دیر تک یرغون دیکھتا رہا۔ طاروں بھی اس پر نگاہ باز کے تیر برساتی رہی لیکن فوراً ہی وہ سنبھلا اور اس نے کہا: کہ اس کی کیا طاقت ہے۔ کہ تم مجھے بھی قریب نہیں دے رہی ہو۔

طاروں کو اس کی یہ بات سخت ناگوار گزری۔ اس نے چہاک اپنی جاگواری کا الفاظ کے ذریعہ سے اظہار کرے مگر کچھ سوچ کر بولی: کیا تم مجھے قریب کار مجھے ہو۔

یرغون: سوچ جو ایک شخص کو قریب دیتا ہے۔ کیا وہ دوسرے کو قریب نہیں دے سکتا۔

طاروں: تم جانتے ہو۔ لیکن سہی کو قریب دینے میں تو ایک مصلحت ہے۔ مگر عیس قریب دینے میں کیا مصلحت ہو سکتی ہے۔

یرغون: میری اس وقت کی گرفت سے رہائی۔

طاروں نے یرغون کو دیکھتے ہوئے کہا: تو کیا تم مجھے گرفتار کرنے کا خیال رکھتے ہو۔

یرغون: مجبوراً مجھے ایسا ہی کرنا پڑے گا۔

طاروں: مگر جانتے ہو اس کا انجام کیا ہو گا۔

یرغون: کیا ہو گا۔

طاروں: خون کی ندیاں بر جاویں گی۔ جس میں اپنی جان مشکل ہو جائے گی۔

یرغون: میں ایسی تدبیر کروں گا۔ کہ اس کی نصرت ہی نہ آئے گی۔

طاروں اس کے تیر اور اس کا استقلال دیکھ کر گھبرا گئی۔ اس نے کہا اور تم جو بیچ بیچا

سے میرے دل پر چڑے لگا رہی ہو۔

طاروں نے عاتقی سے کہا: اب ایسا نہ کروں گی۔

یرغون: کیسے نہیں آئے مجھے۔

طاروں: میری بات کا یقین کرو۔

یرغون: اچھا قسم کھاؤ۔ کہ تم میرے ساتھ عقد کر لی۔

طاروں پس و پیش کرنے لگی۔ اس کی نگاہیں جھک گئیں۔ وہ کچھ سوچنے لگی: "خیر"

اس نے نگاہیں اٹھائیں۔ اس کی آنکھیں عیاری کے ساتھ چمکنے لگیں۔ اس نے کہا: میں حضرت مسیح کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ جنگ کے بعد تم سے عقد کروں گی۔

یرغون برابر اس کے چہرہ اور آنکھوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا: لیکن شہزادی! جو کچھ تم کہہ رہی ہو تمہاری آنکھیں اسے غلط بتا رہی ہیں۔ اور چونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ تمہاری کوئی تیزبیلی نہ آجائے اس لئے میں اب زیادہ تفصیل باتوں میں نہیں کہتا۔

یہ کہتے ہی اس نے پھیل بھائی فوراً ہی چار سپاہی اس دروازے سے جس سے یرغون آیا تھا خیمہ کے اندر گھس آئے۔

طاروں ان سپاہیوں کو دیکھتے ہی سخت خوفزدہ ہو گئی۔

یرغون نے ان سے کہا: اس ہنگام شہزادی کو گرفتار کر لو۔ سپاہی بڑھے۔ طاروں پیچھے اٹلی۔ اس نے چلانے کے لئے اپنے لب کھولے۔ لیکن ابھی اس کی آواز نکلی بھی نہ تھی کہ

یرغون نے بڑھ کر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

سپاہیوں نے جلدی سے اسے رستم کی دود میں باندھ کر اس کے منہ میں کپڑے کی گیند لٹکائی دی۔

طاروں بے بس ہو کر رہ گئی۔ یرغون نے کہا: اسے اٹھاؤ۔ اور جلدی لے چلو۔

سپاہیوں نے اسے اٹھایا خیمہ سے باہر آئے اور یرغون کے لشکر کی طرف چلے۔ یرغون

بھی ان کے پیچھے چلا۔ عیسوں کی تعداد کتنی تھیجے ابے قدموں چل کر وہ لشکر گاہ سے نکلے اور

رات کے تاریک پردہ میں غائب ہو گئے۔

مظلوم خور

مظلوم دو شیرزا طاہرہ کو برب ہوش آیا۔ اور اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو خوار کو

ایک وسیع کمرے میں ایک لعدہ دار بیٹھ رہا تھا۔

کمرہ کے در پہلوں میں سے دھوپ آ کر دیوار پر پڑ رہی تھی۔ اسے یہ بات خوب یاد تھی۔ کہ جس وقت وہ بے ہوش ہوئی تھی اس وقت دن چھپ رہا تھا اور اس نے مغرب کی نماز پڑھی تھی۔ اور اس وقت سورج نکل گیا تھا۔

وہ یہ سمجھ گئی کہ غالباً وہ ہماری رات سے ہوش پڑی رہی ہے۔ اس کے جسم کے جو حصے آگ سے جل گئے تھے ان میں سوزش اور جلن اس قدر پیدا ہو رہی تھی جس سے اسے سخت تکلیف تھی۔

اس کے چہرہ کا پھول سے زیادہ گلابی رنگ اڑا ہوا تھا اور دھلے ہوئے لٹھا کی طرح سفید تھا۔ نازک اور نیرنگی بونٹ ہلکے پنازی رنگ کے ہو گئے تھے۔ آنکھیں درد و غم میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

اس نے آہ کر کے عالم کرب میں گھومتی جس طرف اس نے گھومتی تھی اس طرف پر یونہی بھی تھی۔

پر یونہی کے چہرہ سے بھی غم و غم کی علامتیں ظاہر ہو رہی تھیں۔

ظاہرہ۔ پر یونہی کو دیکھ کر چونک پڑی۔ اس نے تعجب توڑ سے کہا۔ پر یونہی! کیا تم ہی ہو یا میری آنکھیں دھوکا دے رہی ہیں۔

پر یونہی نے کہا۔ ”موصوم وہ بیڑو۔“ اس وقت بد بخت و چالاک پر یونہی ہمارے سامنے موجود ہے۔

ظاہرہ۔ تم نے تو!..... پر یونہی تم نے اس کے زخموں میں پھر جلن شروع ہو گئی اور وہ آہ کر کے خاموش ہو گئی۔ خھر پورا نہ کر سکی۔

پر یونہی نے گواہت آفریں نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”ہاں میں نے ہمارے ساتھ ظلم کیا ہے۔“

ظاہرہ نے المیہ مناک لہجہ میں کہا۔ مجھے تم سے ایسی توقع نہ تھی۔

پر یونہی۔ میں خود شرمندہ ہوں۔ اور اس وحشیانہ ظلم کو دیکھ کر میرا دل لرز اٹھا ہے۔

ظاہرہ۔ میں عیسائیوں کو اس قدر ظالم نہیں سمجھتی تھی۔

پر یونہی۔ مجھے بھی خیال نہیں تھا کہ اس قدر سنگدلی کی جائے گی۔

ظاہرہ۔ مجھے خیال ہوتا ہے کہ میں نے شاید خدا کی کوئی ناقربانی کی تھی۔ جس کے پاداش میں دنیا میں آگ سے جلنے کی سزا پائی۔

ظاہرہ کو اس قدر تکلیف تھی۔ کہ وہ رک رک کر آہ کر کے تکلیف کو جذبہ کرنے کے لئے لبوں کو داغوں میں بھیج بھیج کر منظر کو رہی تھی۔

پر یونہی نے کہا۔ ”یہ بات نہیں ہے۔ میں نے جسیں پابندی کے ساتھ نماز پڑھتے، قرآن شریف کی تلاوت کرتے اور روزے رکھتے دیکھا ہے میرے خیال میں تم نے خدا کی کوئی ناقربانی نہیں کی ہے۔ بلکہ خدا نے ہمیں آزمائش میں ڈالا ہے۔“

ظاہرہ۔ ممکن ہے یہی بات ہو اور اسی لئے مجھے کسی سے بھی کوئی شکوہ نہیں ہے۔

پر یونہی۔ مجھ گئی کہ مظلوم ظاہرہ اس سے شکایت کر رہی ہے کہ اس نے اسے دھوکا دے کر گرفتار کر لیا۔ فوراً وہ اسی کی وجہ سے جھٹائے مصیبت ہوئی اس نے کہا۔ ”موصوم ظاہرہ! تم شریف ہو۔ اس لئے شکایت زبان پر نہیں لاتی ہو۔ مگر میرا سر آج ذلت و ذمات سے ہمارے سامنے جھک گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ میں نے جسیں دھوکا دیا۔ میں نے جسیں گرفتار کر لیا ہے۔ میری وجہ سے جسیں تکلیف پہنچی ہے۔ لیکن میں یقین دلاتی ہوں کہ جس قدر تکلیف کی شدت سے ہمارے دل کو صدمہ پہنچا ہے۔ اسی قدر ہمارا کینیت دیکھ کر گھٹے دکھ ہوا ہے۔“

پر یونہی نے کہا۔ ”میں نے جو سلوک ہمارے ساتھ کیا ہے اس کا اقتضا یہی ہے کہ تم میری کسی بات پر یقین نہ کرو۔ لیکن میں یہ بتانا چاہتی ہوں کہ جس وقت میں اس کمرہ میں داخل ہوئی جس میں تم پر وحشیانہ ظلم کیا جا رہا تھا تو میں کاپ گئی تھی اور میں نے ہی ہے دم توڑ توں جو میرا بھائی ہے مگر اب مجھے بھائی کہتے مجھے شرم آتی ہے ہمارا سفارش کی اور جسیں اس بے رحم کے ہاتھوں سے بچا کر یہاں لائے۔ یہ میرا کمرہ ہے۔ یہ ایک کمرہ جس میں آرام ہو بے غمگی سے یہاں رہو اور جب آرام ہو جائے تب یہاں کوئی پہنچا دیا جائے گا۔“

ظاہرہ کی تمبیلیاں اور کمرے جل گئے تھے۔ بلکہ یہ کہنے کے جلاوٹے گئے تھے اگرچہ پر یونہی نے اس کا ظلم شروع کر دیا تھا ایک ہوشیار جراح نے مرہم لگا دیا تھا۔ مرہم اس قدر ٹھنڈا تھا کہ اس سے سوزش میں کمی ہو گئی تھی۔ اور کسی ایک پہلو بچیں نہ پڑا تھا اس لئے وہ بار بار کیونوں بدلتی تھیں چنانچہ اس نے اب بھی گھومتی پل کر کہا۔ ”کیا تم یہ اطمینان دلاتی ہو مجھے۔“

پر یونہی۔ ہاں میں اطمینان دلاتی ہوں۔

ظاہرہ۔ مگر ہمارا بھائی۔

پر پڑنا تھا۔ اسے خبر بھی نہ ہو گی۔ کہ تم کہاں چلی گئی ہو۔

ظاہرہؔ۔ لیکن کیا وہ میری گھرانی نہ کر رہا ہو گا۔

پر پڑنا تھا۔ اسے مجھ پر اعتبار ہے اس لئے اس نے چوکی پہن قائم نہیں کیا ہے۔

ظاہرہؔ۔ لیکن تم نے مجھے گرفتار کر لیا۔ مصیبت میں پھنسا دیا۔ میں کیسے مان لوں کہ تم مجھے بد بھی کرادو گی۔

پر پڑنا تھا۔ میں یہاں حبس رہائی دلانے کے لئے آئی ہوں۔

ظاہرہؔ نے حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھ کر کہا۔ مجھے رہائی دلانے کے لئے آئی ہو۔

پر پڑنا تھا۔ مجھ کی سے کہا۔ "ہاں۔"

ظاہرہؔ۔ یہ تو عجیب بات ہے۔

پر پڑنا تھا۔ تم اس لئے عجیب بات سمجھ رہی ہو کہ تمہارے بچے جانے کے بعد جو واقعات پیش آئے تو ان سے ناواقف ہو

ظاہرہؔ۔ ٹھیک ہے۔ ایسی کیا نئی بات ہوئی آؤ! میرے زخموں میں غلطی نہ کرتی ہو رہی ہے۔

پر پڑنا تھا۔ بھولی ظاہرہؔ دب کر آ کر کہتی ہو۔ یا سبہ لیکن یہ کر گروٹ بدلتی ہو یا منہ

کرنے کے لئے رانگوں میں ہونٹ دہائی ہو تو میری روح پر صدمہ ہوتا ہے کی چاہتا ہے کہ

تمہاری تکلیف میں شریک ہو جاؤں۔ لیکن دردِ تم اور تکلیفِ ہائے کی چیزیں نہیں ہیں اس لئے مجبور ہو کر رہ جاتی ہوں۔

ظاہرہؔ۔ اس وقت مجھے ناقابلِ برداشت تکلیف ہو رہی ہے۔ لیکن میں منہ نہ کر رہی ہوں۔ نہ کی جاتی ہوں۔ یہ ہائے کی جتنی ہے نہ تو واہ کرنے سے کم ہو سکتی ہے۔ مگر جب تکلیف کی شدت بڑھ جاتی ہے تب یہ سانس نہ لگ جاتی ہے۔

پر پڑنا تھا۔ میں جانتی اور سمجھتی ہوں۔

ظاہرہؔ۔ ہاں کیا بات تھی ہو گئی ہے۔

پر پڑنا تھا۔ میں مسلمان ہو گئی ہوں ظاہرہؔ۔

ظاہرہؔ کو یہ سن کر بڑی حیرت اور مستی ہوئی۔ وہ اس خوشی سے اپنی تکلیف بھول گئی۔ اس نے کہا۔ تم مسلمان ہو گئی ہو پر پڑنا تھا۔

پر پڑنا تھا۔ ہاں۔ لیکن ابھی اس بات کو چھپاتا۔ میں اپنے بھائی پر ظاہر کرنا نہیں چاہتی ہوں۔

ظاہرہؔ۔ میں اضیاء رکھوں گی۔ اب تم میری بہن ہو گئی ہو مجھے یہ بات سن کر بڑی خوش ہوئی ہے اب میں تم پر اعتبار کروں گی۔

پر پڑنا تھا۔ میرا طرز عمل خود حبس مجھ پر اعتبار کرنے پر مجبور کر دے گا۔

ظاہرہؔ۔ میرے بھائی کا کیا حال ہے۔

پر پڑنا تھا۔ اچھے ہیں۔ لیکن تمہاری وجہ سے بہت پریشان اور غمگین رہتے ہیں۔

ظاہرہؔ۔ اور میں

ظاہرہؔ منہ کے متعلق دریافت کرنا چاہتی تھی۔ لیکن شرم نے اجازت نہ دی اور اس لئے وہ فحشہ پرانہ کر سکی۔

پر پڑنا تھا۔ کچھ تھی۔ اس نے کہا۔ شریف اور قہوہ منہ اچھا ہو گیا ہے وہ تمہارے لئے بڑا سہ لیکن اور غمزدہ رہتا ہے۔

ظاہرہؔ نے جلدی سے دریافت کیا۔ "کیا وہ زندہ ہے۔"

پر پڑنا تھا۔ ہاں زندہ ہے اگرچہ وہ بری طرح زخمی ہو گیا تھا۔ مگر تمہارے بھائی جان نے بڑی توجہ سے اس کا علاج کیا اسے اب آرام ہو گیا ہے۔

ظاہرہؔ۔ خدا کا شکر ہے۔ ہزار ہزار احسان ہے۔

پر پڑنا تھا۔ ظاہرہؔ اب غم اور غم بھولا دیا۔ کوشش کر دے کہ جلدی اچھی ہو جاوے۔ سب ہمیں آرام ہو جائے گا تب یہاں سے نکل چلنے کی کوشش کریں گے۔

ظاہرہؔ۔ جو خدا کو منظور ہے وہ ہو گا۔ آنکھ کی دھبیں خدا ہی مٹا جاتا ہے۔ میں غرض دے کر کوشش کروں گی۔ کب نہیں ہو خدا مجھے بھی صحت عطا فرما دے۔

پر پڑنا تھا۔ تمہارا معالج کتنا تھا کہ حبس دو پہلے کے اندر آرام ہو جائے گا۔ ظاہرہؔ۔ خدا ہی کا شکر ہے۔

اب طیب آگیا ہے۔ اس نے پر پڑنا کو سلام کیا۔ اور قرش پر چلے گئے ظاہرہؔ کی بیوی کو کہ ڈرم دیکھا۔ عذرا۔ وہ انکی کوڈ پلار ڈاں کہیں دیں۔ پر پڑنا نے اس سے دریافت کیا۔ "زخموں کی کیا کیفیت ہے۔"

طیب نے جواب دیا۔ "شرابت اچھی ہے۔ مگر کی بات کوئی نہیں رہی ہے۔ زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ میں ڈرم منہ مل ہو جائیں گے۔"

یہ سن کر پر پڑنا کو بے حد مسرت ہوئی۔ ظاہرہؔ بھی خوش ہوئی۔ پر پڑنا نے کہا۔ "میں تمہاری صحت کا صلہ دوں گی۔"

خدا جانے کب تک بیٹھا رہا۔ جب چو کا تو کچھ شور کی آواز کانوں میں آئی اس نے سر اٹھا کر کان شور کی طرف لگا دئے۔ جب اس نے غور کیا تو اسے ایسا معلوم ہوا جیسے کہیں دور کچھ غل ہو رہا ہو۔

اسے اب یقین ہونے لگا کہ شاید نقلا کو طاریوں نے کوئی سزا دینا تجویز کر لیا ہے اور یہ شور خزاوی کے سپاہی کر رہے ہیں۔

وہ جلدی سے گھبرا کر خیمہ سے باہر نکلا۔ اس وقت اس کے فکرمیں خاموشی چھائی ہوئی تھی سوائے پہرہ والے سپاہیوں کے اور سب سو رہے تھے۔ آگ بھی بجھ چکی تھی۔

چاند کی درمیانی تاریکی تھی۔ آدھی رات کے وقت چاند نکلا کرتا تھا جب سوئی نے خیمہ سے باہر نکل کر دیکھا تو افق مشرق سے چاند بھانک نظر آیا۔ اس نے سوئی سے تمام افقی روشن ہو رہا تھا اور صیوں کی چوٹیاں چاندنی میں چمکنے لگی تھیں۔

چاند لے نکلنے کا منظر نہایت ہی پکارا معلوم ہو رہا تھا جوں جوں چاند بڑھتا جاتا تھا چاندنی چمکنی جاتی تھی۔ چاندنی کے پھیلنے سے ہر چیز چمکنی جا رہی تھی۔

سوئی نے پہرہ والوں سے دریافت کیا۔ "یہ کیسا شور ہے۔"

ایک پہرہ والے نے جواب دیا۔ "معلوم نہیں حضور۔"

سوئی نے۔ تم میں سے ایک آدمی براہ کرم دریافت کر آؤ۔

فوراً ایک پہرہ والا دوڑا گیا۔ سوئی کھڑا رہ کر اس کا انتظار کرنے لگا تھوڑی دیر میں پہرہ دار واپس آیا۔ اس نے کہا۔ "حضور والا۔ پر خون کا فکڑ کوچ کر رہا ہے۔"

سوئی یہ سن کر کچھ حیران رہ گیا۔ اس نے حیرت ناک لہجہ میں کہا۔ اس وقت..... تو اسی رات کو؟ کیا وہ واپس جا رہا ہے۔

پہرہ دار۔ نہیں حضور واپس نہیں جا رہا۔ بلکہ سور کے قلعہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔

سوئی نے۔ مگر آدھی رات کو چروہوں کی طرح بھاگنے کے کیا مئے ہیں۔

پہرہ دار۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

سوئی نے جس کر وہ یا تو بے وقوف ہے یا پاگل یہ وقت آرام کا ہے یا سفر کرنے کا۔

پہرہ دار۔ اس کے پاگل ہونے میں شک ہی کیا ہے حضور۔

سوئی نے۔ اچھا اس پاگل کو جانے دو۔ تم اپنا کام کرتے رہو۔

یہ کہہ کر سوئی خیمہ کے اندر تھس گیا اور بغیر لباس بدلے کوچ پر چڑھا۔ چونکہ اسے نقلا کے آنے کا خیال تھا اس لئے وہ اس کے آنے کا انتظار کرتا اور دیر ہو جانے کی

طبیعی۔ میں صلا کا خائبہ نہیں ہوں۔ مجھے اس لڑکی سے خود محبت ہو گئی ہے۔ میں اسے اپنی بیٹی سمجھنے لگا ہوں۔

ظاہرہ نے مشکورانہ نظروں سے اسے دیکھ کر کہا۔ "میں آپ کی بہت زیادہ مشکور ہوں۔ اگر میری زندگی ہے اور میں کسی قاضی ہوئی تو آپ کی خدمت کروں گی۔"

طیبہ ضعیفہ اصرار تھا۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ "بیٹی! مجھے تجھ سے ایسی ہی توقع ہے۔ میں نے سنا تھا کہ مسلمان دینی ہیں۔ یہ اخلاق ہیں۔ یہ دلم ہیں۔ لیکن تجھے کچھ کر میں سمجھ گیا ہوں کہ متعصب عیسائیوں نے مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لئے غلو خبریں اڑا دی ہیں۔ اچھا اب میں جا رہا ہوں تو دو روز اور پاگل آرام کر۔ اچھے بیٹھے کی کوشش نہ کر۔"

ظاہرہ۔ میں امتیاز کر رہی ہوں اور امتیاز کروں گی۔ طیبہ اچھ کر چلا گیا۔ ظاہرہ اور بریہ نے باتوں میں مشغول ہو گئیں۔

سوئی کا عزم

سوئی نے نقلا کو محبت نامہ دے کر خزاوی طاریوں کی خدمت میں روانہ کیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ خزاوی اس کے قتل کا جواب دے گی چنانچہ وہ اس کے انتظار میں بیٹھا رہا۔ تقریباً رات زیادہ آگئی اور وہ واپس نہ آیا تب اسے فکر ہوا۔ اسے خیال ہوا کہ کہیں خزاوی نے خطا ہو کر اسے قید تو نہیں کر دیا۔ یا وہ پر خون کے ہاتھوں میں تو نہیں چڑ گیا۔

اور اس نے اسے لٹکانے تو نہیں لگا دیا۔

چونکہ اس نے غصہ طریقہ سے اسے سمجھا تھا اور اس بات کو کسی سے کما بھی نہ چاہتا تھا۔ اس لئے ہمدرد گرد پریشانی کے اچھی تک بیٹھا۔ اس کا انتظار کر رہا تھا۔

جب انتظار کرج کرتے تھک گیا تو اچھ کر خیمہ سے باہر نکلا اور چل قدمی کرنے لگا۔ جہاں تک اس کی نظر گئی۔ اسے جگہ جگہ پر روشن فکڑ آئے۔ آگ کی روشنی میں

نہروں کی چوٹیاں اور ادھر ادھر جانے والے سپاہی نظر آئے۔ اس کی نگاہیں اس راستہ کی طرف گئی ہوئی تھیں جو طاریوں کے فکڑ گاہ کی طرف۔ جانے کے لئے رکھا گیا تھا۔

اب اسے اس طرف سے کوئی آنے والا نظر آتا تھا تو وہ اسے نقلا سمجھ کر دیکھنے لگا تھا۔ جب وہ کسی قریب کے خیمہ میں ٹھس جاتا تھا تب اسے تکلیف ہوئی تھی۔

چونکہ وہ کھڑا رہ کر اس کا انتظار کرتا رہا۔ آخر تھک کر پھر خیمہ میں چلا گیا اور بیٹھ کر خیالات کی گھبراہٹوں میں اتر گیا۔

دوہات سہنچا رہا۔ آخر اسی انتظار اور سوچ بچار میں اسے نیند آگئی اور ایسی غیبی آئی کہ کسی بات کا ہوش نہ رہا۔

صبح جب وہ اٹھا تو دن چڑھ گیا تھا وہ جلدی سے اٹھا اور خبردارت سے فراغت کر کے خیمہ سے باہر نکلا۔

چونکہ ایک روز پہلے ہی یہ طے ہو چکا تھا کہ آج صبح ہی لشکر کوچ کرے گا اس لئے جب اس نے باہر نکل کر دیکھا تو تمام نیچے اکھاڑے جا کر گاڑیوں میں لادے جا چکے تھے اور سپاہی مسلح ہو کر کوچ پر تیار کھڑے تھے۔

وہ بھی واپس خیمہ میں گیا اور سڑکی پر شاک بہن کر باہر نکلا۔ ایک خادم اس کا گھوڑا لئے کھڑا تھا وہ گھوڑے پر سوار ہوا۔ چند سپاہیوں نے اس کا خیمہ بھی گرا کر ایک گاڑی میں لادنا اور پار پر اداریوں کے پھڑکے روانہ ہوئے۔

لشکر کے کوچ کا یہ قاعدہ تھا کہ پہلے طاریوں کا لشکر روانہ ہوتا تھا اس کے بعد برغون کا اور پھر خود اس کا۔

یہ فوج کا لشکر رات ہی روانہ ہو چکا تھا۔ طاریوں کا لشکر تیار کھڑا تھا یہ اس لئے رکا ہوا تھا کہ جب شترابی کا لشکر چل پڑے تو وہ بھی روانہ ہو۔

لیکن سورج بہت کچھ اونچا ہو گیا۔ دھوپ پھیل گئی اور شترابی کے لشکر نے حرکت نہیں لے کی۔ سوئی کو یہ دیکھ کر برا تعجب ہوا اس کے پاس اس وقت اس کے لشکر کے چند سردار آگئے ہوئے تھے اس نے ان سے دریافت کیا۔ ان کا کیا بات ہے شترابی کے لشکر نے کیوں اب تک کوچ نہیں کیا۔

ایک سردار نے جواب دیا کچھ کتا نہیں جا سکتا۔ تمام لشکر کہ اس بات پر حیرت ہو رہی ہے۔

سوئی نے۔ اگر کوچ کا ارادہ نہ ہوتا تو شترابی کا لشکر چار بھی نہ ہوتا۔ وہی سردار نے۔ بلکہ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ابھی شترابی صاحب اپنا خیمہ سے برآمد نہیں ہوئی ہیں۔

سوئی نے۔ مگر وہ تو بہت سوچنے لگنے کی عادی ہیں۔ وہی سردار نے۔ شاید تاخیر کر رہی ہوں۔

سوئی نے۔ یہ ممکن ہے۔ ان دونوں کی نگاہیں شترابی کے لشکر کی طرف تھیں۔ انہوں نے اس طرف سے چند

سواروں کو گھوڑے دوڑاتے آتے دیکھا سوئی نے کہا۔ یہ کون لوگ آ رہے ہیں۔

سردار نے کہا۔ شترابی کے لشکر کے افسر معلوم ہوتے ہیں۔

سوئی نے۔ یہ کیوں آ رہے ہیں کوئی نئی بات تو نہیں ہوئی۔

سردار نے۔ ایسا ہی خیال ہوا ہے حضور۔

سوئی نے۔ آؤ بندہ کرانا سے دریافت کریں۔

سردار نے۔ چلے۔

سوئی بعد اپنے تمام افسروں کے اس طرف بڑھا۔ جس طرف سے وہ سوار گھوڑے دوڑاتے چلے آ رہے تھے وہ لشکر گاہ سے باہر نکل کر رک گیا۔ کچھ ہی دیر میں اسے واسلے سوار بھی اس کے قریب آ کر رک گئے۔

جب سوئی نے ان کے چروں کی طرف دیکھا تو وہ اسے پریشان حال اور مختصر معلوم ہوئے۔ سوئی نے دریافت کیا۔

تم کیوں گھبرائے ہوئے آ رہے ہو۔ خیریت تو ہے۔

ایک افسر نے کہا۔ خیریت کہاں ہے۔ حضور۔ برا غصہ ہو گیا۔

سوئی نے گھبرا کر دریافت کیا۔ کیا ہوا؟

افسروں۔ شترابی صاحب غائب ہیں۔

سوئی پر حیرت اور غم نے ایک ساتھ ہی حملہ کیا اس کی آنکھیں پھٹی۔ اور منہ کھلا رو گیا۔ اس نے کچھ وقفہ کے بعد کہا۔ شترابی صاحب غائب ہیں۔

افسروں۔ جی ہاں۔

سوئی نے۔ کب اور کیسے غائب ہو گئیں۔

افسروں۔ یہ خدا ہی کو خبر ہے حضور۔ صبح جب لشکر کوچ کے لئے تیار ہو گیا اور شترابی صاحب خیمہ سے برآمد نہ ہوئے۔ تب کئیوں نے جا کر دیکھا تو وہ غائب تھیں۔

سوئی نے۔ عجیب بات ہے یہ۔ ان کی پیش خدمتوں سے نہیں دریافت کیا تم نے۔

افسروں۔ دریافت کیا تھا وہ کہتی ہیں کہ رات شترابی صاحب کچھ پریشان اور مختصر تھیں۔ انہوں نے شب خوابی کے پکڑے بھی نہیں دے سکے تھے۔ کچھ رات گئے تک کئیوں

ان کے پاس رہیں۔ مگر انہوں نے کئیوں کو باہر بھیجا دیا۔ اور کہہ دیا تھا کہ جب آرام کرنا چاہیں گی تب انہیں بلا کر کپڑے بدل لیں گی۔ کئیوں آدھی رات تک انتظار کرتی رہیں لیکن انہوں نے نہیں بلایا۔ کئیوں کو غفلت کے خوف سے ان کے پاس جانے کی جرات نہ

ہوئی اور وہ خیمہ کے باہر ہو گئیں۔ صبح کو یہ چل نکلا۔

سوئی نہ بڑا عجیب ہے۔

افسرہ۔ جی ہاں نہایت حیرت ہے۔ کئیوں کا بیان ہے کہ وہ کسی کا انتقال کر رہی تھیں۔

سوئی کے دماغ میں فوراً ہی یہ خیال گزرا کہ کہیں یہ خون نے شہزادی کو نہ پھنسا لیا ہو۔ اس خیال سے اسے تلکی صدمہ ہوا۔ اب اسے یہ یقین ہونے لگا کہ ضرور شہزادی یہ خون کے ساتھ بھاگ گئی۔ اس نے کچھ کہنے کے لئے لب کھولے ہی تھے کہ ایک سوار آیا اس نے آتے ہی سوئی کو سلام کر کے کہا۔ حضور غضب ہو گیا۔

سوئی اور قدامت اصران اس کی طرف دیکھنے لگے۔ سوئی نے دریافت کیا۔ ”کیا ہوا۔“

سوار نے۔ ”بے رحم و ظالم یہ خون نے شہزادی صاحب کو گرفتار کر لیا۔“

اس کی یہ بات سن کر سب حیران رہ گئے اور حیران ہو ہو کر ایک دوسرے کا منہ جھٹے لگے۔ کچھ دیر کے بعد جب قورا حیرت کا غلبہ دور ہوا تو سوئی نے دریافت کیا۔ ”تمہیں کیسے معلوم ہوا یہ؟“

سوار نے جواب دیا۔ ”حضور میں رات پہرہ پر تھا۔ آدھی رات کے وقت میں نے کچھ آدمیوں کو جاتے ہوئے دیکھا۔ ان میں سے دو تو ہی ایک پتارہ سا اٹھائے ہوئے تھے مجھے شبہ ہوا۔ میں جب ان کی طرف بیٹھا تو ان میں سے ایک چابی پیری طرف آیا اور جب وہ بالکل ہی پاس آگیا تو میں نے پہچانا وہ یہ خون تھا۔ اس نے مجھے ہاتھ میں لگا لیا اور اس کے ہراسی بڑھے پٹے گئے جب وہ دور نکل گئے تب یہ خون بھی چلا گیا۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد میں نے اس کے فکر کے روانہ ہونے کا شور سنا مجھے شک پیدا ہوا اور میں دوڑ کر اس کے نظر میں جا ملا۔ اور ان کے ساتھ چلا رہا۔ صبح ہوتے ہی مجھے معلوم ہوا کہ یہ خون رات شہزادی صاحبہ کو گرفتار کر کے لایا تھا اور اب سوہ کے قلعہ کی طرف لے جا رہا ہے۔ میں یہ معلوم کرتے ہی واپس لوٹا اور اب حضور کے پاس یہ خبر بیان کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔“

اس سوار کے بیان سے شہزادی کے عاتب ہونے کا حال معلوم ہو گیا۔ افسر پر اور حیرت اور غم نے غلبہ کیا لیکن سوئی کو جوش اور غصہ آگیا اس نے غصہ پٹانگ لہجہ میں کہا۔

بد معاشی بائی..... خبر کچھ پردہ نہیں جاتا کہاں ہے سب چلو۔ جزی سے چلو اور اس مکار کو راستہ میں گھیر کر مار ڈالو۔

سوئی کی اس مختصر تقریر نے سب کے دلوں کو گرما دیا۔ شہزادی کے فکر کے افسر روان ہوئے انہوں نے فکر میں جاتے ہی یہ خون کی ندامت اور شہزادی کی گرفتاری کا حال سنا دیا۔ ہر چاہی اس خبر کو سن کر نہایت غصہ پٹانگ ہو گیا۔ فوراً ہی اس نے فکر لے کوچ کر دیا۔ اس کے پیچھے سوئی کا فکر بھی روانہ ہوا۔ کچھ دور چل کر یہ دونوں فکر گرد و غبار کے دامن میں بھپ گئے۔

اشھار ہواں باب

عجیب شور

قادر نہیں کرام بھولے نہیں ہوں گے کہ حضرت عبدالرحمن بن حضرت ابوبکر صدیق کی سرکردگی میں سولہ اور ان صف شکن رسد کے انتظام کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ یہ مختصر دست بین درمیان سوہ کے قلعہ کی طرف روانہ ہوا تھا۔ اگرچہ یہ لوگ جانتے تھے اور خوب جانتے تھے کہ ان کا ہر قدم دشمن کے ملک کی طرف اٹھ رہا ہے۔ قدم قدم پر دشمنوں کا خطرہ ہے پھر دشمن بھی سکوت سے ہیں لیکن انہیں کوئی اندیشہ نہ تھا وہ بڑی بے فکری سے نہایت اطمینان کے ساتھ بڑھے جا رہے تھے۔

جزیرہ کے جس حصہ ملک میں اس وقت وہ سفر کر رہے تھے۔ وہ نہایت پر بار اور سبز دار تھا۔ جہاں سے جہاں تک نظر جاتی تھی گھاس سبز غلے کا فرش بچھا ہوا نظر آتا تھا۔ تھوڑے تھوڑے سے فاصلہ پر چشمنہ نمایاں اور دریا بہ رہے تھے۔ باغات بھی سکرت سے تھے۔ باغوں میں مختلف قسم کے پھل آ رہے تھے۔

ایک روز مسلمانوں کو چلنے چلتے عصر کا وقت ہو گیا۔ سارا دن نہ کوئی گاؤں یا آبادی ملی نہ کہانا نصیب ہوا البتہ جب انہوں نے وضو کیا دو چار گھونٹ پانی کے ضرور پی گئے۔

عصر کے وقت انہیں بھوک زیادہ معلوم ہوئی۔ وہاں کیا دکھا تھا۔ چپ چاپ بڑھتے رہے کچھ دور چل کر وہ ایک ایسے جنگل میں جا گئے جس کی زمین ہموار تھی کہیں پہاڑ کی پٹانوں کی طرح اونچے اونچے ٹیلے تھے اور کہیں عمارتوں کی طرح گہرے شکاف تھے۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے پانی کے پھیرنے زمین کو کات کات کر کٹا کر دے ہوں۔ کہیں کہیں گھنٹیاں اور خاردار جھاڑیاں تھیں اور کہیں کہیں نیلوں پر نہایت موٹے اور لمبے درخت کھڑے تھے۔

یہ لوگ نہایت نہایت بدست اور اس دشوار گزار جنگل کو طے کرتے رہے تقریباً ایک میل چل کر یہ جنگل تمام ہوا اور اس کے اختتام پر ایک دریا نظر آیا۔ اس دریا کا وہ کنارہ جس پر یہ لوگ جا کر رکے بہت زیادہ اونچا تھا۔ کنارہ کے اوپر سے دریا میں کود پڑا آسمان نہ تھا۔

یہ لوگ رک گئے اور دریا میں اترنے کی تدبیر سوچنے لگے۔

جیسا بھی ان کے ساتھ کھڑا سوچ رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد اس نے کہ ہم نے اس طرف سے آنے میں غلطی کی۔ ہمیں واپس لوٹ کر دوسرے راستہ سے آنا چاہئے تھا۔

حضرت عبدالرحمن نے کہا: "اگر ہم واپس لوٹیں تو کتنی مسافت طے کرنی پڑے گی ہمیں۔"

جیٹا: دو تین کوئی کی۔

عبدالرحمن: فضول ہے۔ کیوں نہ ہم گھوڑوں سے نیچے اتر کر پہلے خود اتریں پھر گھوڑوں کو اتارنے کی کوشش کریں۔

جیٹا: یہ کوشش اس لئے سب سے سو رہے گی۔ کہ یہ کنارہ سیدھا اٹھا ہوا ہے۔

جیٹا: نے ٹھیک کہا تھا کنارہ اونچا اور سیدھا تھا۔ اور کنارے کے بالکل نیچے دریا بہہ رہا تھا۔

اگر کنارہ سے نیچے اترنے کی کوشش کی جاتی تو دریا میں گر پڑنا جتنی تھا۔ مگر عبدالرحمن نے اس خطرہ کی پروا نہیں کی۔

انہوں نے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ گھوڑا چلا۔ گورا اور اچھل کر دریا میں جا کر۔ گرتے ہی سنبھلا اور تیرنے لگا۔

عبدالرحمن کے بعد ضرار نے اور ان کے بعد ایک دو دو کر کے تمام مسلمانوں نے گھوڑوں کی میسرین لگا کر دریا میں ڈال دیئے۔ تمام گھوڑے ایک ایک کر کے کود گئے اور تیرنے لگے اگرچہ جتا کی بہت نہ پڑی کہ وہ اپنے گھوڑے کو گوداٹا اور دریا میں ڈال دیتا مگر اس کا گھوڑا اور گھوڑوں کی دیکھا دیکھی خودی گود گیا۔ اور وہ بھی دریا میں جا کر تیرنے لگا۔

اگرچہ یہ کام نہایت ہی خطرناک تھا۔ گھوڑوں کے چوٹ آجانے اور سواروں کے گر جانے کا اندیشہ تھا مگر مسلمان ایسا عزم مصمم رکھتے تھے۔ کہ انہوں نے نہ اندیشہ کی پروا کی اور نہ خطرے سے ڈرے اور ہر کام ناممکن تھا اسے ممکن کر دکھایا۔

پڑھا جاتا مسلمانوں کی یہ جرات دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ حقیقت یہ ہے کہ تم لوگوں کا خدا وعدہ کر رہا ہے۔ ورنہ تم سب اتنے اونچے کنارے

کے اوپر سے گھوڑے گودا کر دریا میں گر پڑتے۔ اور تم اور تمہارے گھوڑے سب ڈوب جاتے۔

حضرت عبدالرحمن نے مسکرا کر کہا: "یہ سچ ہے کہ خدا ہمارا حافظہ نامرہ ہے لیکن ساتھ ہی ارادہ اور ارادہ میں استقلال بھی شرط ہے۔ اگر ہم غور نہ کرتے اور استقلال سے اس ارادہ کی تکمیل کی کوشش ہی نہ کرتے تو خدا کیسے مدد کرتا۔ خدا کا ارشاد ہے کہ تم ارادہ کرو۔ میں مدد کروں گا تم کا سیلاب ہو جائے گا۔"

جیٹا: ٹھیک ہے۔ اگرچہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ مگر ابھی میرے دل میں مسلمانوں کا اس استقلال۔ عزم اور خدا پر اعتماد پیدا نہیں ہوا۔

ضرار: رفتہ رفتہ ہو جائیں گے۔

جیٹا: انشاء اللہ (اگر خدا نے چاہا)

یہ سب جماعت اطہریان سے گھوڑوں پر سوار رہے اور گھوڑے سین سے پانی کو چر کر پیتے رہے۔

دریا چڑھا اور گھرا تھا۔ پانی چھوڑ کے بعد یہ لوگ دوسرے کنارہ پر پہنچے۔ یہ کنارہ پتھر و پتھر سے آلود تھا۔ اس پر سب مختلف گھوڑے چڑھ گئے اور انہوں نے اس سطح میدان کو طے کرنا شروع کیا۔

اس تمام میدان میں گھومے ہر رنگ کی پھولی پھولی گھاس کھڑی تھی۔ چونکہ اس وقت آفتاب غروب ہونے کے قریب پہنچ گیا تھا اس لئے شام کا سا بہت پناہ لگ گیا تھا۔ اور یہ گھومے رنگ کی ہر گھاس سیاہی مائل نظر آنے لگی تھی۔

دریا کا پانی پانی بھی سیاہ معلوم ہونے لگا تھا۔ چونکہ آفتاب غروب ہونے لگا تھا اس لئے مسلمانوں کی نگاہ پھٹنے کے لئے رگ مچنے لگی۔

سورج کا موسم تھا۔ سردی نہ تھی۔ آفتاب چھوڑا پانی تھا۔ شام ہونے کی وجہ سے ٹھنڈا اور بھی بڑھ گئی تھی۔ لیکن خدا پرست مسلمانوں نے کسی بات کی بھی پروا نہ کی۔ سب گھوڑوں سے نیچے اتر آئے اور گھوڑوں کو چھوڑ چھوڑ کر دریا کے کنارے پر جا بیٹھے اور وضو کرتے لگے۔

وضو کر کے اٹھے۔ حضرت ضرار نے بلند آواز سے اذان کہی اور سب نے جماعت سے نماز پڑھی۔

نماز پڑھ کر پھر سارا ہوئے اور آگے چلے۔ تھوڑی دور چل کر وھلوان میدان قسم ہو کر ہموار زمین آئی۔
تقریباً دو میل چلنے کے بعد ایک باغ سراواں آیا۔ یہ لوگ سارے دن کے بھوکے تھے درختوں میں پھل اتر رہے تھے۔ جتانے کہا۔ آؤ اس باغ میں سے کچھ پھل توڑ کر کھالیں۔
صبح سے کچھ نہیں کھایا۔ کچھ تو سارا ہو جائے گا۔
حضرت عبدالرحمنؓ نے کہا۔ اگر باغ کا مالک موجود ہو اور وہ قیمت لے کر پھل دے دے تو ہم کھا سکتے ہیں۔
جیتانہ۔ اطمینان رکھئے۔ ایسے ہو کے مقام پر رات کے وقت کوئی بھی باغ میں نہ ہو گا۔

عبدالرحمنؓ: کیوں!

جیتانہ۔ اس لئے کہ عیسائی رات کو ایسے مقام پر رہتے ڈرتے ہیں۔
عبدالرحمنؓ: تو ہم بھلا مالک کی اجازت کے بغیر کھائے توڑ اور کھا سکتے ہیں۔ یہ چوری ہے۔ اگرچہ مالک اس وقت یہاں نہ ہو اور وہ ہمیں نہ دیکھتا ہو مگر وہ جو سب کا مالک ہے جو ہر جگہ موجود ہے جو سب کچھ دیکھتا ہے یعنی خدا وہ تو موجود ہے اس کی موجودگی میں ہم چوری نہیں کر سکتے۔
جیتانہ۔ تو کچھ لیجئے۔ کہ جس طرح آپ دن بھر بھوکے رہے ہیں۔ اسی طرح رات بھر بھی بھوکے رہیں گے۔

عبدالرحمنؓ: پورا نہیں۔ ایک دن اور ایک رات کیا۔ اگر ہم کئی دن اور کئی رات بھی بھوکے رہیں تب بھی چوری جیسا برا کام ہرگز نہ کریں گے۔
جیتانہ۔ معاف کرنا میں نے آپ کو اس لئے آزمایا تھا۔ کہ میں نے سنا تھا کہ مسلمان کسی وقت میں بھی کوئی برا کام کرنے پر تیار نہیں ہوتا۔ آج اطمینان ہو گیا۔ میں خود اسے برا سمجھتا ہوں۔ اور جب سے مسلمان ہوا ہوں اس وقت سے تو کور بھی برا سمجھنے لگا ہوں۔
باغ سے آگے بڑھ کر یہ لوگ کھلے ہوئے میدان میں پہنچے۔ یہاں پہ گھوڑوں سے اترے۔ زمین کھولے۔ گھوڑوں کو چاروں طرف کے لئے چھوڑ دیا اور پہلے سب نے عشاء کی نماز پڑھی اور پھر گھاس پر کھیل بچا بچا کر اور ایک ایک دو دو کھیل پیسے جس کے پاس تھے اور وہ اور کچھ کے پاس سے ہی سو گئے۔
صبح سویرے اٹھ کر ضروریات سے فراغت کر کے نماز پڑھی اور سورج نکلنے سے پہلے

ی منزل مقصود کی طرف روانہ ہو گئے۔

اس وقت یہ ایک ایسے میدان کو ملے کر رہے تھے جو بالکل کھلا ہوا تھا۔ جہاں تک نظر جاتی تھی میدان اور اس میں ہری ہری گھاس لعلاتی نظر آتی تھی۔
انہیں دور سے ایک اونچا اور زبردست قلعہ نظر آیا۔
عبدالرحمنؓ نے جتانے سے دریافت کیا۔ کیا یہی سور کا قلعہ ہے۔ جو سامنے نظر آ رہا ہے۔

جتانے نے غور سے دیکھ کر جواب دیا۔ جی ہاں یہ سور ہی کا قلعہ ہے۔
ان لوگوں نے گھوڑوں کو اور ذرا تیز کر دیا۔ اور دوسرے پہلے پہلے قلعہ کے نیچے پہنچ گئے۔

یہ سور ہی کا قلعہ تھا۔ اس کا مالک با وادی طاوت تھا۔ طاوت نے مسلمانوں سے صلح کر لی تھی۔ اولیٰ سنا جتا قلعہ کے اندر گیا اور طاوت سے جا کر ملا۔ یوں ہی اس نے مسلمانوں کے آنے کی خبر سنی تو فوراً ان کے استقبال کے لئے معزز اور اراکین سلطنت کے باہر نکل آیا۔ اور بڑے تپاک سے خیر مقدم کر کے قلعہ کے اندر لے گیا۔
اس نے جاتے ہی سب سے پہلے مسلمانوں کو کھانا کھلایا۔ ان کے لئے عیسے نصب کروائے کھانا کھلا کر ان میں انہیں نصرا دیا اور خود ان کے لئے غلہ فراہم کرنے لگا۔
مسلمان آرام اور اطمینان سے ٹھہر گئے۔ ان کے سامنے ہی غلوں کے پوروں کے انبار لگائے جا رہے تھے۔ طاوت کے آری غلہ خریدتے تھے۔ اور قیمت مسلمان دے دیتے تھے۔
تین روز تک غلہ کی خرید و فروخت جاری رہی۔ چوتھے دن کی رات کو مسلمانوں نے قلعہ کے باہر کچھ شور مچا دیا حیران ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے قلعہ کے عیسائی بھی شور و غل میں کن کر حیرت زدہ ہو رہے تھے۔

تقریباً آدھی رات کے بعد انہوں نے اللہ اکبر کا پر شور نوازا۔
صدائے گھنیر کے سنتے ہی وہ بے چین ہو گئے اور کھیل پھینک کر چلے۔ قلعہ کے دروازے پر پہنچ کر دروازہ کھلوا دیا اور قلعہ سے باہر نکلے۔
قریٰ مین کی دسلی مار پھینکی تھی۔ اس وقت چاند اقی مشرق سے سر نکالے ان قلعہ سے نکلنے والوں کو دیکھ رہا تھا اگرچہ ابھی اچھی طرح سے چاندنی نہ پگھلی تھی اور کافی روشنی نہ پھیلی تھی مگر پھر بھی کچھ نہ کچھ اچالا ہو ہی گیا تھا۔
اس غصہ سے ابلتا ہوا مسلمانوں نے گواہیں چلتی دیکھیں اور مختلف قسم کا شور

نہ۔ وہ کچھ مجھے کہہ چکا ہو رہی ہے۔

انہوں نے اپنے گھونڈوں کی پائیں ڈھیلی کر دیں اور بس طرف بنگ ہو رہی تھی اس طرف دوڑے۔

اسلام کا عالمگیر تآثر

یہ نوان شہزادی طاریوں کو ملے کہ اپنے لشکر میں پہنچے۔ اسے کامیاب واپس آنے سے بڑی خوشی ہوئی۔

وہ سیدھا اپنے خیمہ پر گیا۔ سپاہیوں نے طاریوں کو ایک کوچ پر لٹا دیا اس نے ان سے کہا کہ تم چلو افسروں سے کہہ دو کہ وہ سپاہیوں کو جنگ کر کوچ کرنے پر تیار کر دیں۔ سپاہیوں نے سلام کیا اور چلے گئے۔

یہ نوان کہ یہ خیمہ ڈیرا ہوا تھا۔ آرامت بھی خوب ہو رہا تھا۔ روشنی بھی کافی تھی۔ شہزادی کا چہرہ اس روشنی میں چمک رہا تھا۔

یہ نوان شہزادی کے پاس بیٹھ گیا۔ اس نے اس کے منہ سے کچھ نکالا۔ شہزادی کا دم گھٹا جا رہا تھا۔ اس پر آئندہ ہوئے جا رہے تھے۔ کچھ نکالے جانے سے ہوش ٹھکانے ہوئے اس نے اپنی ترسکی آنکھیں کھول کر یہ نوان کو دیکھتے ہوئے کہا "بد معاش! یہ تم نے کیا کیا۔"

یہ نوان اس کے روشن چہرہ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ تمہارے لئے یہ زیبا نہیں ہے کہ برا کہم اور گالیاں دو۔"

ابھی یہ نوان نے شہزادی کے بند نہیں کھولے تھے وہ بند ہی پڑی تھی۔ البتہ اپنی ربائی کے لئے بددعا کر رہی تھی۔ غصا ہو کر ہلو دیا رہی تھی۔ اس نے کہا۔

اور یہ تمہارے لئے زیبا تھا کہ تم مجھے گرفتار کر کے لے آئے۔

یہ نوان نے۔ میں یہ بات کیسے برداشت کر سکتا تھا کہ تم صوبائی کی ہو جاؤ۔

طاریوں نے ہنسا کر کہا۔ اپنی اور اپنے لشکر کی قیمت چاہتے ہو تو مجھے فوراً رہا کر دو۔

یہ نوان نے مسکرا کر کہا۔ "مہربان رکھو اب میرا کوئی بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

طاریوں نے گھور کر غصہ بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کے بھروسہ نہ رہتا جس وقت میری گرفتاری کی خبر مشہور ہو گی فوراً میرا لشکر تم پر حملہ کر دے گا۔ بلکہ سوئی کا لشکر بھی اور پھر تمہاری اور تمہارے لشکروں کی جائیں خلو میں پڑ جائیں گی۔

یہ نوان نے۔ میں اس کی نعمت ہی نہ آئے ہوں گا۔ تمہارے ہونے خواہوں کو تمہاری تم شہ کی یا گرفتاری کی خبر ہونے سے پہلے میں یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔

طاریوں خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی۔ یہ نوان نے کہا۔ اگر تم خوشی سے میرے سامنے چلے کر آؤ ہو جاؤ میں تمہیں آرام سے لے جاؤں اور اگر بچا غصہ کرنا شروع کر دو۔ اپنی ربائی کی فضول بددعا کر دو۔ تو جس طرح اور جس شہن سے تمہیں یہاں تک لایا ہوں اسی طرح یہاں سے بھی لے جاؤں گا۔

طاریوں کچھ گئی کہ وہ مجبور ہے اپنے کے پتہ میں بھٹن گئی ہے جو دلم اور صوبائی کرنا ہی نہیں جانتا۔ اس نے کہا۔ نہیں۔ نہیں۔ میرا منہ بند نہ کرنا اس سے مجھے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ میں خاموشی سے تمہارے ساتھ چلوں گی۔

یہ نوان نے۔ اچھا تو تیار ہو جاؤ۔

طاریوں نے حیرت سے دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔ کیا اسی وقت چلو گے۔

یہ نوان نے۔ ہاں۔ تم خوب جانتی ہو کہ صبح ہوتے ہی تمہاری گم شہ کی کی خبر عام ہو جائے گی۔ لوگ تمہیں تلاش کرنے کے لئے یہاں آئیں گے اور تمہیں یہاں دیکھ کر لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ میں نہیں چاہتا کہ فضول خونریزی ہو اس لئے اسی وقت کوچ کرنے کا ارادہ ہے۔

طاریوں نے۔ کیا واپس جانے کا قصد ہے۔

یہ نوان نے۔ نہیں۔ میں جہاد کے لئے نکلا ہوں۔ مسلمانوں سے لڑنے کے لئے بھیر لڑے واپس جانا بڑی سمجھتا ہوں اس لئے ملک شہزاد کے پاس جانا چاہتا ہوں۔

طاریوں نے۔ اچھا تو چلے میں بھی تیار ہوں۔ لیکن میری بندش کھول دیجئے۔ اس سے مجھے سخت تکلیف ہو رہی ہے۔

یہ نوان نے۔ بہت خوب۔ میری سرکار بہت خوب۔

یہ نوان نے اس کی بددھیں دور کر دیں۔ طاریوں ربائی یا کر انہیں اور بیٹہ کر زمینان کے ساتھ سامنے لینے لگی۔

یہ نوان خیمہ سے باہر نکلا۔ اس وقت چاند بہت چمک اڑھا ہو گیا تھا۔ چاندنی میدان میں پھیل گئی تھی۔ اس نے دیکھا کہ اس کے سارے کیمپ میں فیل چل ہی پگی ہوئی ہے۔ نیچے اور چھوٹا لڑیاں اکٹھا کرے جا کر بار ہزاروں میں لادے جا رہے تھے۔ سپاہی مسخ ہو ہو کر گھونڈوں پر سوار ہو رہے تھے۔ اس نے دو گھوڑے لائے کا حکم دیا۔ اور واپس خیمہ میں

اگر خود بھی مسلح ہوا اور غازیوں کو ساتھ لے کر خیمہ سے باہر نکلا۔ اسے وہ گھوڑے تیار
 تھے ایک چہ وہ اور دوسرے چہ شہزادی سوار ہو گئے۔ اس کا خیمہ بھی اکھاڑ کر لاد گیا۔
 چاہیوں نے مصلحیں مرتب کیں اور سور کے قلعہ کی طرف چلنا شروع کر دیا یہ دونوں بھی
 لشکر میں شامل ہو گئے۔

چونکہ یرغون کو اندیشہ تھا کہ شہزادی اور سوئی کے لشکر ان کا تعاقب نہ کرے اس
 لئے اس نے لشکر کو چھڑی سے چلنے کا حکم دیا۔ سپاہی نہایت تیز چلے۔

رات کو ستر کرنے سے نکلان نہیں ہوا اور فاصلہ بھی زیادہ طے ہو جاتا ہے اس لشکر
 نے صبح ہوتے ہوئے کافی مسافت طے کر لی۔ اور تعاقب کے خوف سے برابر ستر جاری
 رکھا۔ یہاں تک کہ شام کے وقت وہ سور کے سامنے والے میدان میں پہنچ کر خیمہ زن ہو
 گئے۔

چونکہ چھٹی رات سے انہوں نے ستر کیا تھا اور سارے دن بھی چلے رہے تھے۔ اس
 لئے قیام کر کے کھانا کھا کر جو پڑے تو کسی کو بھی سرویا کا ہوش نہ رہا۔ نہایت آرام سے
 غفلت کی غیظہ سو گئے۔

آدھی رات تک وہ اطمینان سے سوتے رہے۔ ہر طرف سکوت اور سکون طاری رہا۔
 لیکن آدھی رات کے ظلم خاموشی ٹوٹ گیا۔ زمین زلزلہ کے خلیف سے خستہ سے جلی
 ہوئی معلوم ہوئے گی۔

یرغون اور اس کے لشکری فوراً بیدار ہو گئے۔ وہ گھبرا گھبرا کر اوپر اوپر دیکھنے لگے
 انہوں نے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آوازیں سنیں فوراً سنی فوراً سنی فوراً سنی فوراً سنی
 دروازہ خیمہ چھڑا کر اپنے لشکر کے افسروں کو آواز دی۔ تمام سردار اس کی آواز سن کر
 دوڑے اور اس کے سامنے اکٹھے ہوئے۔

یرغون نے کہا: ”اے مسکھی جانہارا! جن گھوڑوں کے ٹاپوں کی تم آوازیں سن رہے ہو
 وہ غازیوں اور سوئی کا لشکر ہے جو تمہیں مار ڈالنے کے لئے اڑا چلا آیا ہے۔ میرا ارادہ تھا
 کہ میں مسکھی شہنشاہ ضیاض کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمانوں سے جنگ کروں۔ لیکن
 اب میرا یہ ارادہ بدل گیا ہے۔ شاید تمہیں تعجب ہو گا کہ میں نے اپنا ارادہ کیوں بدل لیا
 ہے۔ سنو۔۔۔۔۔

اس وقت علاوہ لشکر کے سرداروں کے ہزاروں سوار بھی اس کے سامنے اکٹھے
 ہوئے تھے اور وہ سب خاموش کھڑے یرغون کی تقریر سن رہے تھے۔

گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں قریب آتی جا رہی تھیں۔ ابھی چاند نہیں نکلا تھا۔ ہر
 طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ البتہ افق مشرق سے روشنی کی لوائیں نکلی تھیں جس سے معلوم
 ہوتا تھا کہ غنیمت چاند نکلنے والا ہے۔

یرغون نے سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا: ”تم سب خوب جانتے ہو کہ عیسائی دعویٰ تو
 یہ کرتے ہیں کہ وہ ایک خدا کو پوجتے اور مانتے ہیں لیکن انہوں نے ایک خدا کے تین خدا
 مان لئے ہیں۔ ایک خدا۔ ایک خدا کا بیٹا (معصرت عیسیٰ) ایک روح القدس (معصرت جبرئیل)
 جب ہم خدا کا بیٹا مانتے اور روح القدس کو خدا کی خدائی میں شریک جانتے تو ہم
 توحید پرست کہاں رہے۔ خدا اس اہتمام سے بری ہے۔ نہ اس کا بیٹا ہے نہ کوئی اس کی
 خدائی میں شریک ہے۔ وہ انکلا ہے۔ ازل سے ہے اور اب تک رہے گا۔ مسلمانوں کا بھی
 اعتقاد ہے وہ صرف خدا کی پرستش کرتے ہیں۔ اسی کو قادر مطلق مانتے ہیں۔ وحدانیت
 مسلمانوں میں ہے نہ کہ عیسائیوں میں۔ یہی وجہ ہے کہ خدا مسلمانوں کا سنی اور مددگار ہے
 انہیں ان کے دشمنوں پر فتح دیتا ہے۔ مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ زلزلے میں جو مسلمان قتل
 ہوتا ہے وہ شہید ہے جنت کا مستحق ہو جاتا ہے اور جو غیر مسلم قتل ہوتا ہے وہ جہنم میں جاتا
 ہے اگر تم چاہتے ہو کہ خدا کی وحدانیت کے سایہ میں آجاؤ اور جنت کے مقوار بن جاؤ۔
 تو مسلمان ہو جاؤ دیکھو میں تمہیں سب کو گواہ کر کے کھلیے پڑھ کر مسلمان ہوتا ہوں اگر
 تم مسلمان ہونا چاہتے ہو تو تم بھی کھلیے پڑھ کر مسلمان ہو جاؤ اگر مسلمان ہونا نہیں چاہتے تو
 میرا ساتھ چھوڑ دو۔ اور دلیلیں چنے جاؤ۔

یہ کہتے ہی اس نے صدق دل سے کہا۔ اشہدان لا الہ الا اللہ فایضدان
 محمد الرسول اللہ یعنی گواہی دیتا ہوں میں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں ہے
 اور اس بات کی بھی میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد معلم خدا کے رسول ہیں۔“
 جو لوگ اس کے سامنے کھڑے تھے وہ بلا کسی جبر و اکراہ اور ترغیب کے اپنی خوشی
 سے ظلم دل سے کھلیے پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

غیر مسلم تاریکوں کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ اسلام کھوار کے زور سے یا فطرت
 کے عین مطابق ہونے اور وحدانیت کی ستاروں کرنے سے عالمگیر ہوا اور دنیا کے گوش گوشہ
 میں جا پہنچا۔

آج عیسائیوں کی سینکڑوں نہیں ہزاروں آہستیں اور لاکھوں مسلح کڑوں روپے خرچ
 کر کے لوگوں کو عیسائی بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن دنیا جاتی ہے کہ انہیں کچھ بھی

اس وقت مشرق کی طرف سے روشنی کی جھلک نمودار ہونے لگی تھی۔ اگرچہ چاند نکل آیا تھا مگر ابھی اتنی ہی میں خیر رہا تھا۔ اور اس لئے چاندنی افق مشرقی کی طرف سے روشن ہونے لگی۔ اور چاند سرخ رنگ کا گولہ سا نظر آ رہا تھا۔ پھر بھی تاریکی بہت کچھ دور ہو چکی تھی اور اس قدر اجالا پھیل گیا تھا کہ قریب کی چیز صاف نظر آنے لگی تھی۔ اب گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز بہت قریب آگئی تھی۔ اور غور کرنے سے آنے والے سوار بھی نظر آنے لگے تھے۔

برغون اور اس کا لشکر آنے والوں کو دیکھ رہے تھے انہوں نے جان دینے اور جان لینے کا تیر کر لیا تھا۔

آنے والے سواروں کے دستہ گرد و غبار کے تاریک دامن میں سے اس طرح نکل رہے تھے جیسے یہ چاہ کے پٹے سیاہ چادر کو پھاڑ پھاڑ کر نکل رہے ہوں۔ وہ آ آ کر میدان میں پھیلنے جاتے تھے۔ برغون اور اس کے سوار ان آنے والوں کو دیکھ رہے تھے۔

غشی حد

تھوڑی سی دیر میں تمام لشکر آ آ کر برغون کے لشکر کے سامنے صف بستہ ہو گیا۔ اب چاند کسی قدر اونچا ہو گیا تھا اور چاندنی ٹپلے ہوئے میدان میں پھیلنے لگی تھی۔ ایک سوار آنے والے لشکر میں سے بڑھ کر برغون کے قریب آیا۔ برغون نے پہچان لیا وہ سوسنی کے لشکر کا ایک افسر تھا اس نے کہا: ”آپ شہزادی طارون کو ان کی مرضی کے خلاف گرفتار کر کے لے آئے ہیں۔ آپ کی اس حرکت نے شہزادہ سوسنی اور شہزادی طارون کے سپاہیوں کو اس قدر ناراض کر دیا ہے کہ وہ مرنے مارنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ آپ ٹھنڈے آ رہی ہیں اس وقت جب کہ مسلمانوں سے لڑائی شروع ہونے والی ہے خان جنگی ٹھیک نہیں ہے تمام افسروں نے مشورہ کر کے مجھے آپ کی خدمت میں اس لئے بھیجا ہے کہ اگر آپ شہزادی کو رہا کر دیں تو سوسنی اور سب آپ کا قصور معاف کر دیں گے اور اگر آپ نے انکار کیا تو میں یہ پیغام آپ تک پہنچا دوں کہ اس وقت تک جنگ جاری رہے گی جب تک آپ کا خاتمہ نہ کر دیا جائے گا۔“

برغون کو اس کی گفتگو سن کر بڑا غراہہ آیا۔ اس نے کہا ان نامزد ہڈیوں سے کمرہ دو کہ میں شہزادی کو رہا نہیں کر سکتا۔

آنے والے افسر نے جو قصہ تھا۔ حقائق سے کہا۔ لیکن یہ سوچ لیجئے کہ آپ کا لشکر

کامیابی نہیں ہو رہی ہے لوگ ہمسائیگی کی طرف پھٹنے لگی نہیں۔ جانتے ہیں کہ اس مذہب میں کچھ نہیں رہی ہے حضرت عیسیٰ کے باپوں نے دین کو محض کھیل بنا لیا ہے۔ کیا کوئی عقیدہ محض مان سکتا ہے کہ خدا کا بیٹا ہو سکتا ہے۔ کس قدر جید از عقل خیال ہے کہ خدا کا بیٹا حضرت عیسیٰ تھا۔ اور انہیں یہودیوں نے پھانسی دے دی۔ گویا خدا دیکھتا رہا اور اس کے بیٹے کو اس کے بندوں نے پھانسی چڑھا دیا۔ اس سے خدا کی کس قدر بے بسی ظاہر ہوتی ہے ہمسائیگی کو ایسا لکڑ اور پوچھ عقیدہ دیکھتے ہوئے شرم نہیں آتی۔

اس کے مقابلہ میں اسلام کو دیکھئے۔ کہ دنیا بھر میں کوئی بھی ایسی الجھن نہیں ہے جو غیر مسلموں میں تبلیغ کر کے انہیں مسلمان ہونے کی دعوت دے۔ لیکن اسلام کا اثر پھر بھی سیدہ ریحان کو کھینچ رہا ہے اور لوگ جوق جوق مسلمان ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

ہمیں غیر مسلموں کے ہونے پر اس لئے حیرت نہیں ہے کہ خدا نے آیت سے سادھے تیرہ سو سال پہلے اپنے حکام پاک قرآن شریف میں اپنے پیارے نبی حضرت صلعم سے ارشاد فرمایا تھا: *ہل یصلحون لی دین اللہ افواجہ*۔ یعنی داخل ہوں گے دین اسلام میں قرآن قرآن۔

پتا چلے خدا کا قول پورا ہو رہا ہے اور لوگ جوق جوق اسلام میں داخل ہو رہے ہیں اور قیامت تک ہوتے رہیں گے۔ دنیا کی کوئی طاقت اس کے بندوں کو مسلمان ہونے سے نہ روک سکتی گی۔

تیس سے ۲۵۰ سال پہلے دنیا بھر کے مسلمانوں کی تعداد صرف چالیس کروڑ تھی اور اب ستر کروڑ ہے اگر اسلام اسی طرح بڑھتا رہا تو کیا ایک ہی صدی کے اندر ساری دنیا مسلمان نہ ہو جائے گی یقیناً ایسا ہی ہو گا۔ کیونکہ دنیا نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے۔ کہ سوائے اسلام کے اور کسی مذہب میں بھی وحدانیت اور وحدانیت نہیں ہے جب برغون کے ساتھی بھی مسلمان ہو گئے تو اس نے کہا۔ میرے چاہنا ہمارا میں نے اور تم نے خدا کا مذہب اختیار کر لیا ہے جو فکر ہم سے لڑنے کے لئے آمادہ ہے اب ہمیں اس سے ڈرا بھی نہ ڈرنا چاہئے کیونکہ انہیں اپنی طاقت اور کثرت پر ٹھنڈ ہے۔ اور ہمیں خدا پر تازہ ہے۔ ہم خدا کے ہو گئے ہیں اور خدا ہماری مدد کرے گا تم سب مسیح ہو کر لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔

تمام لشکر اور سارے افسر و اہل لوٹے اور مسیح ہو کر صفیں مرتب کر کر کے یکپ سے باہر جا کھڑے ہوئے۔

تھوڑا ہے اور تھوڑا زیادہ ہے۔
 برغونہ۔ میں خوب جانتا ہوں۔ لیکن فتح و شکست وقت و کثرت پر منحصر نہیں ہے بلکہ حوصلہ و جرات پر مبنی ہے۔
 قاصدہ۔ گویا آپ اور آپ کا لشکر بامور ہے۔
 برغونہ۔ اگر تم اور تمہارا لشکر آئے تو اس کا امتحان ہو جائے گا۔
 قاصدہ۔ کیا آپ اسے مناسب سمجھتے ہیں کہ عیسائی آپس میں لڑ کر کٹ مریں۔
 برغونہ۔ میرا ایسا ارادہ نہیں ہے۔ لیکن اگر تم نے ایسی حماقت کی تو مجبوراً لڑنا ہی پڑے گا۔
 قاصدہ۔ مگر انجام کیا ہو گا۔
 برغونہ۔ جو خدا کو منظور ہے۔
 قاصدہ۔ خدا کو کیا منظور ہو گا۔ جب کوئی شخص پھاڑ سے سر کرانے لگے تو پھاڑ ٹوٹے گا یا سر۔
 برغونہ۔ یہ مثالیں فضول ہیں۔
 قاصدہ۔ بہتر ہو تاکہ آپ شہزادی کو ہمارا کر دیتے۔
 برغونہ۔ یہ ناممکن ہے۔
 قاصدہ۔ گویا آپ اپنے بھائیوں سے لڑنے کے لئے تیار ہیں۔
 برغونہ۔ عیسائی اب میرے بھائی نہیں رہے ہیں۔
 قاصدہ۔ حیرت سے اسے دیکھ کر کہا "اور کون ہیں۔"
 برغونہ۔ وہ عیسائی ہیں اور میں مسلمان ہو گیا ہوں۔
 قاصدہ کو اور بھی حیرت ہوئی۔ اس نے دریافت کیا۔ کس نے مسلمان کیا ہے تمہیں؟
 برغونہ۔ میں خود مسلمان ہو گیا ہوں۔
 قاصدہ۔ ایسا مذاق نہ کیجئے۔
 برغونہ۔ یہ مذاق نہیں ہے۔
 قاصدہ۔ جب تو آپ سے لڑنا ضروری ہو گیا ہے۔
 برغونہ۔ میں تیار ہوں۔
 قاصدہ نے بگڑ کر کہا۔ "بہتر ہے آپ شہزادی کو گرفتار کر لانے اور مسلمان ہو جانے کا طریقہ بتھکتے کے لئے تیار ہو جائیں۔"

یہ کہتے ہی وہ واپس لوٹ گیا۔ اور اس نے اپنے لشکر میں بھیج کر برغونہ سے جو منتظر ہوئی تھی وہ سب سرداروں اور سوئی کو سنا دی تمام عیسائی یہ باتیں سن کر نہایت غصیناک ہو گئے۔

سوئی نے ایک مختصر ہوش تفریح کر کے انہیں اور بھی گرا دیا اور جب لشکر کا ہر سپاہی غیظ و غضب میں بھر گیا تو اس نے حملہ کرنے کا حکم دیا۔
 باغیوں بھولے نہیں ہوں گے کہ سوئی کے ساتھ چھ ہزار لشکر تھا اور عادیوں کے ہمراہ چار ہزار گویا سارا لشکر دس ہزار تھا۔ اور برغونہ کے لشکر کی تعداد صرف تین ہزار تھی۔
 چنانچہ دس ہزار کا ہزار لشکر تین ہزار کے قلیل لشکر کو چیں ڈالنے کے لئے ایک عظیم شور کے ساتھ بڑھا۔

برغونہ نے اپنے سپاہیوں کو ہوش دلانے کے لئے کہا۔
 دیکھو! تم مسلمان ہو چکے ہو۔ تم نے مسلمانوں کی ہمدردی کی داستانیں سنی ہیں۔ وہ بیٹھ کر معرکہ میں کم رہے اور ہر محاذ پر عیسائیوں کی کثیر تعداد سے لڑے اور انتیاب ہوئے جاتے ہو کیوں ایسا ہوا اور ہو رہا ہے۔ صرف اس لئے کہ خدا مسلمانوں پر مہربان ہے۔ وہ غیب سے مسلمانوں کی مدد کرتا ہے یقین رکھو ہم بھی مسلمان ہو گئے ہیں اور خدا ہماری بھی غیب سے مدد کرے گا جو عیسائی ہم پر حملہ کر رہے ہیں وہ ذریعہ کم اور بڑھل ہیں۔ اور ہم مسلمان ہو کر نڈر اور بہادر بن گئے ہیں مسلمانوں کی شانیں یہ ہے کہ جب جنگ شروع کرے تو موت اور زندگی کے خیال کو چھوڑ دے حج اسی کو نصیب ہوتی ہے جو مرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے ہم نے خدا کا دامن پکڑا ہے خدا ہماری مدد کرے گا۔ یہ خوف ہو کر پوچھو اور دشمنوں کو دکھا دو کہ تم کیا بن گئے ہو۔

اس مختصر تقریر نے اس کے ہمراہیوں میں ہوش کا طوفان برپا کر دیا انہوں نے کھوار ہو کر بھجھ لیں اور جنگ کے لئے تیار ہو گئے۔
 سوئی کے لشکر نے پھر کر نہایت ہوش سے حملہ کیا اس کے سرداروں کی کھواروں چاندنی میں جھلکتی ہوئی انھیں اور برغونہ کے سرداروں پر بھجھیں۔
 برغونہ کے ہمراہیوں نے نہایت صبر اور استقلال سے ان کے حملہ کو روک دیا اور پھر اپنی جگہ پر رہے۔

جنگ شروع ہو گئی۔ کھواریں جلد جلد اٹھنے اور بھجھنے لگیں۔ سرخشاں سے شہر میں

نجات شروع کر دیا۔ زخمی ہلانے لگے خود اس قدر بڑھ گیا کہ دودھ دراز تک تھا اور چھینے لگی۔ چونکہ فرخین، جوش و غضب میں بھرے ہوئے تھے اس لئے نہایت دیر لڑی سے لڑ رہے تھے کمزوریوں خون میں ڈوب ڈوب کر اٹھ رہی تھیں خون کی چھٹیل پڑ رہی تھیں۔ ہاتھ۔ پی۔ اور سر کٹ کٹ کر رہے تھے۔

شور واز گیر چند ہو رہا تھا۔ رات کا قدمی سکوت ٹوٹ گیا تھا۔ فصاحیں سنا دیا تھا
سیدان جنگ کا پتہ ہوا معلوم ہوئے گا تھا۔

سرفروش نہایت خوش و خروش سے کر رہے تھے۔ ترتیب اور ضابطہ قائم نہ رہا تھا
محض دو سو سو روپے ہو گئی تھیں۔ ایک فریق دوسرے فریق میں تقسیم کیا تھا اور وہ جہاں پہنچ
تھے عادی وہیں لٹنے لگا تھا۔

ہنگو، مرغون کے ہمراہی کم تھے اس لئے جتنے ہوئے لا رہے تھے اور سوئی کے سوار ان کے جانوں طرف چھا گئے تھے۔

یہ خون ششیرہیزہ لئے گھوڑا دوڑائے مٹیں چرتا پھرتا وہ قادیانہ کی جڑوں
غضب میں بھرا ہوا تھا۔ لیکن ابھی تک اس کا سامنا نہیں ہوا تھا۔

سوئی بھی کہیں دکان بیٹھا تھا وہ بھی لا رہا تھا مگر غمون سے دور تھا اور چونکہ وہ خوب جانتا تھا کہ یہ غمون بہادر اور اس سے زیادہ جری ہے اس لئے وہ سامنے نہ آتا تھا۔ اس سے بچا ہوا اور دور رہتا تھا تب وہ قریب سے یہ غمون کی آواز سناتا تو وہیں سے نکلی جاتا اور فاصلہ پر پہنچ کر جنگ شروع کر دیتا۔

شہزادی عاراجون کے مفکری شہزادی کو رہائی دلائے کے لئے حمایت شعوبہ سے گزرتے تھے۔ وہ دروغ اور اس کے ہمراہوں کا جلد سے جلد خاتمہ کر کے شہزادی کو رہائی دلائے کے تھے۔

وہ خوب جانتے تھے کہ اگر وہ بغیر شہزادی کو چھوڑے وہیں لوگ تو اخلاط کا بادشاہ خضر ہیں۔ انہیں سب کو حق کرا دے گا۔ گویا ان کی زندگی کا انحصار ہی اس پر تھا کہ وہ لڑ بھڑک شہزادی کو رہائی دلائیں۔

اس لئے وہ فصاحت، جوش اور جہلی دھڑی سے لڑ رہے تھے۔ سچ پہ پھونچ ان کی یہ جرات و ہمت سے سڑکی کا لشکر میدان میں اڑا ہوا گر رہا تھا۔ ورنہ ممکن تھا اور بہت ممکن کہ پرغون کے ہر ایک اسے مار بیٹھا کرتے۔

یہ خون کے فتنے کا ہر سردار اور ہر سپاہی یہ خون ہی کی سی دلیہنی اور بہادری سے لڑ رہا

خداوند نے فرمایا: "وہی تمہیں اللہ اور اس صفہ نہیں کہتی، یہ اللہ کا ارادہ ہے۔ خدا
وہ کہتا ہے: میں نے تمہیں اپنے لئے پیدا کیا ہے۔"

جبکہ ایک انسانی اعضاء نے اور مرگ رہے تھے اور انہوں نے قاضی شہرہ شمس تھوڑوں
نے سہوں میں غلبہ پایا ہے تھے۔

اگرچہ سرنوٹوں نے خاصی بہت سی کم تھے مگر پھر بھی وہ نہایت بے نوبتی اور بڑی ہر اسے سے لڑ رہے تھے یہ ان کی ہی بہت تھی۔ اپنے ہی بھائیوں سے نکلتی ہوئے تھے وہ نے بھی ٹیپ ٹیپ مقابلے لڑ رہے تھے۔

سچی قوم علماء میں نے فکری سمجھ رہے تھے کہ وہ بہت بعد برسوں کے انفر کا آغاز کر
الیں گے لیکن یہ نکتہ نے ہل چڑھنا تو انھیں چاہیہ نہ کہ وہ انہوں نے حمایت کی تھی۔

اگرچہ یہ لوگوں نے امرائیں نے چڑی، اناری اور اطفال سے ان کا عملہ روکا نہیں
مگر بھی وہ جگہ چلیے بیٹھے پر بگوار وہ نے اور اس چلیے گئے سے ان کے بہت سے آدمی شہید
ہو گئے۔

برہمنوں نے یہ کیفیت، کچھ کر تو ان کی طرف سے اپنا سر اٹھا کر دوش کے بعد میں کہا۔
اے اعلیٰ نعمت والے خدا! ہم تجھے پاک مذہب اسلام میں داخل ہا گئے ہیں، تو بیش
مستغافوں کی عہد کرتا رہا یا اپنا نامی عہد نہ کرے گا۔ مجھ قیام سے عہد بھیجے، بچا۔ ہمیں
ان درختوں کے پاتھوں سے بچا۔

یہ دعا مانگ کر اس نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ اس کے خیر خواہوں نے اس کے تمام امراؤں سے یہ بات پوری حفاظت سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔

یکی وہ قوم اور یکی وہ قوم تھیں جنہوں نے حضرت عبدالرحمنؓ اور ان کے رفقاءوں نے سارے قحط کے آثار کو مٹا دیا۔

ہر قوم کے لوگوں نے عقیدہ لگا کر ضلالت و گمراہی سے غلط کیا۔ انہوں نے سوسنی اور
شعراوی کے نظریات کو تسلیم کیا کیونکہ وہ لکھا کہ سرکسٹ لٹریچر کی طرف اشارہ
کے۔ وچر زمین پر کر کے لکھتے ہیں کہ انہوں نے انہوں نے اہل کیا۔

سوئی کے سرداروں نے جہد کر حملہ کیا ان کے ہائی بھی پھرنے لگے انوں نے بھی تشدد دینی اور ان کے پر خون کے ماتحتوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔

انیسواں باب فتح

یہ حقیقت ہے کہ جب انسان غلوں دل سے خدا کو یاد کرتا ہے اور اس سے مدد چاہتا ہے تو خدا اس قدر مہربان اور رحیم ہے کہ باوجود بندہ کی تاغریبوں کے اس کے یاد کرتے ہی اس کی اعانت کرتا ہے اور جو مصیبت اس پر ہوتی ہے اسے چل دیتا ہے۔

لیکن صدا میں درد۔ نیت میں غلوں۔ دل میں درد۔ اور زبان پر اس کا نام ہو۔ خدا خود فرماتا ہے کہ جب بندہ تاغریبائی کرتا ہے مجھے بھول جاتا ہے مجھ سے دور ہو جاتا ہے اور جب مجھے یاد کرتا ہے میری طرف جھکتا ہے میں اس کے قریب ہو جاتا ہوں۔

یہ تصور بھی انسان ہی کا ہے کہ وہ اس کا بندہ ہوتے ہوئے اسے بھول جائے۔ کس قدر احتیال ہیں وہ جو خدا کو یاد رکھتی رہتی ہیں۔

یہ غلوں ابھی مسلمان ہوا تھا۔ مسلمان ہوتے ہی خدا پر اس کا اعتقاد اس قدر بچنے ہو گیا تھا کہ اس پر اعتقاد کرنے کی وجہ سے دھنوں کی کثرت کا اس پر کوئی اثر ہی نہ ہوا اور جب وہ گرفتار ہلا ہوئے لگا تو اس نے غلوں دل سے خدا کو یاد کیا۔ اس سے اعانت چاہی۔ خدا نے مدد بھیج دی۔

کہا جا سکتا ہے کہ یہ اتفاق تھا اس لئے کہ مسلمان سور کے قلعہ میں گھسے ہوئے تھے۔ یہ غلوں قلعہ کے باہر لڑ رہا تھا۔ مسلمان شور و غوغا اور اللہ اکبر کے غلوں کی آواز سن کر قلعہ سے نکل آئے اور بروقت یہ غلوں کی مدد کے لئے پہنچ گئے۔

لیکن اس اتفاق کو اتفاق بنانے والی بھی تو قدرت ہی تھی۔ خدا ہی کو تو یہ منظور تھا چونکہ وہ عالم الغیب اور آئندہ کا حال جانتے والا ہے اس لئے اسے معلوم تھا کہ یہ غلوں مسلمان ہو کر اس سے امداد چاہے گا اس نے پہلے ہی مسلمانوں کو وہاں بھیج دیا تھا۔

یہ سچ ہے کہ ہم نہ اس کی سختیوں کو کچھ سمجھتے ہیں نہ پہنچ سکتے ہیں یہ بہت ممکن ہے کہ ہم جس بات کو ترجیح اپنے لئے بہتر سمجھ رہے ہوں۔ وہ آگے چل کر ہمارے لئے معرہ ثابت ہو۔ اسی طرح یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس بات کو ترجیح ہم اپنے لئے بری سمجھ رہے ہیں یا مصیبت اور تکلیف ہوتے۔ سے خدا کی حکایت کر رہے ہیں کل وہی رحمت ہمارے لئے رحمت بن جائے۔

اسی لئے انسان کا فرض ہے کہ وہ نہ عارضی مسرت پر خدا کو بھول جائے اور نہ تکلیف و پریشانی میں اس کی حکایت کرنے لگے۔

یہ غلوں کے ہر ای ویسے بنے گئے۔ اب سوئی کے چند سردار بڑھے اور انہوں نے یہ غلوں کے گرد گھیرا ڈال کر کہا۔ الحق نہ ہو۔ شہزادی کو ہمارے حوالہ کر دو۔ ورنہ سمجھ لو کہ موت قریب ہے۔

یہ غلوں نے کہا۔ "مرد موت سے نہیں ڈرا کرتے۔ میری زندگی میں تم شہزادی کو نہیں لے جا سکتے۔

ایک سردار نے شک تم سچ کہہ رہے ہو۔ ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو قتل کر کے شہزادی کو چھڑائیں گے۔

یہ غلوں یاں اگر خدا کو یہی منظور ہوں۔

دوسرا سردار گویا تمہیں خدا سے اعانت کی امید ہے۔

یہ غلوں ہلکے۔ میرا عقیدہ ہے کہ خدا میری مدد کرے گا۔

وہی سردار اور یہ عقیدہ کیوں ہے تمہارا۔

یہ غلوں اس لئے کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ اور خدا مسلمانوں کی ہیبت مدد کر ہے۔

سردار نے ہنس کر کہا۔ "مرد دھرم رکھو۔ سبیت سے منکر ہو کر اسلام کے دامن میں پناہ لیجئے سے خدا خوش ہو گا؟ یہ خوف! اس اعتقاد خیال میں چڑ کر کیوں اپنی جان گھواتا ہے۔

یہ غلوں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ سور کے قلعہ کی طرف سے اللہ اکبر کے پر زور غلوں کی آواز تھی۔

اس آواز سے تمام میدان زہر و زہر ہو گیا۔ بیسائی لڑ گئے۔ یہ غلوں نے خوش ہو کر کہا اے خدا کے منکر! دیکھ لو خدا کی مدد آگئی۔

وہ سردار جو اسے گھیرے ہوئے تھے غلوں کی آواز سن کر حیران رہ گئے۔

اس وقت یہ غنم اور اس کے ساتھیوں نے مسلمانوں کے منہ کی توافقی تہانے
 دیکھ کر انہوں نے ہوش میں آکر اپنے اپنے ہاتھ لگایا اور نہایت شدت سے حملہ کر
 دیا۔

غنموں نے ملوثی سے ان افسروں کو منہ بھر کر مارا اور ان کے ہاتھ سے حملہ
 کیا پہلے ہی حملہ میں اس نے ایک افسر کا سر اڑا دیا اسی اور لوگ علیحدہ بھی نہ تھے کہ
 اس نے دوسرے پر وار کیا اور اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔

ان دو افسروں کے مارے جانے سے باقی سردار کھڑا کھڑا انہیں یہ غنم پر حملہ کرنے
 کی ہرارت نہ ہوئی وہ جیسے بچے اور بھانکے سے ڈرتے۔

ان کے دوست ی یہ غنم نے شہوت کر حملہ کیا اور افسر کو مار ڈالا۔

اب بقیہ افسر سر پر چڑھ کر بھاگے۔

اس وقت چاند بہت اونچا ہو گیا تھا اور چاندنی ابھی طرح پھیل گئی تھی۔ چاندنی
 نے چلتے۔ اس قدر اچھا کہ کیا تھا کہ صرف قریب ہی کی چیزیں نہیں بلکہ دور کی بھی
 صاف نظر آتے تھے تھی۔

یہ غنم نے دیکھا کہ کھڑا ہو کر دیکھا کہ یہ مسلمان دھم گاہ کے کنارے نظر آئے
 وہ سمجھ گیا کہ مسلمان اس غلوہ تشویش میں ہیں کہ کن لوگوں نے غرے لگائے تھے اور
 اس کی مدد کرنی چاہئے۔

پورا کہ یہ لائے والے جیساجوں کا سا لباس پہنے تھے اس لئے ایک مسلمان کو یہ سمجھا
 مشکل تھا کہ مسلمان کون ہیں اور کون کی انہیں مدد کرنی چاہئے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ قریب میں یہ تاتا ہے کہ دوسری قوموں کی وضع قطع
 اختیار نہ کرے۔ نہ ان کا لباس پہنے نہ ان کی ہی صورت بناو۔ لیکن مسلمان اس شرعی
 بہت کم عمل کرتے ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ اس عزم میں مصلحت کیا ہے اگر وہ دیر بھی غور
 کریں تو انہیں معلوم ہو جائے کہ اگر ایسا نہ کرے کہ انسان کی صورت وغیرہ "واقعہ" ہو جاتی
 ہے۔ فرض کیجئے کہ ایک غنم مسلمان ہے اور پرانی میں ہے وہ غیر مسلموں کا سا لباس
 پہنے ہے۔ اگر وہ اچانک مر جائے تو کیا مسلمان اس کی تجزیہ تحقیق کریں گے۔ نہیں۔ بھی
 ایسا نہ ہو گا۔ اسے غیر مسلم اپنی برادری سمجھ کر لے جائیں گے اور اس طرح وہ مسلمانوں
 کے گورنمن میں بھی ملے گی۔ یہ سب کچھ اسی لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ صورت بھی
 مسلمانوں کی رہیں اور انہیں بھی مسلمانوں ہی کا سا لباس۔

حقیقت یہی تھی کہ یہ غنم نے کبھی غمی نہیں۔ مسلمان خود غمیں سن کر آتے گئے تھے کہ

یہ یہ ان جنگ میں تار جوتا ہوں کہ کرتے ہو۔ دیکھا تو قریب میں تھا۔ وہ کہے۔ ان
 کی بیچ میں نہ آیا کہ مسلمان کون ہیں اور وہ اس کی مدد کریں۔

یہ غنم کھڑا ہوا اور ان کے قریب گیا۔ اس نے ان کے مسلمانوں میں اور سمجھا۔
 ساتھ والے مسلمان ہو گئے ہیں۔

عبدالرحمن نے دریافت کیا۔ اس نے "مسلمان" لیا ہے نہیں۔

یہ غنم نے جواب دیا۔ خدا نے یہ بات نہایت دل میں پیدا ہوئی۔ اور ہم خود ہی
 مسلمان ہو گئے۔

عبدالرحمن پر تم اس سے لڑ رہے ہو۔

یہ غنم جیل لائے۔ اس نے وہی جواب دیا ہے۔

عبدالرحمن کیا سوچی رہا ہے۔

یہ غنم کی ہلا۔

عبدالرحمن شاید اس کے ساتھ شہزادی عادیوں میں ہے۔

یہ غنم اس کا نظریہ سنی کے بہاد ہے۔

عبدالرحمن اور شہزادی۔

یہ غنم اسے میں نے گرفتار کر لیا ہے۔

عبدالرحمن یہ تم نے خوب لیا۔ تمہارا کیا نام ہے۔

یہ غنم میرا نام یہ غنم ہے۔

عبدالرحمن اچھا تم شہزادی کے بچا زاد بھائی ہو۔

یہ غنم کو یہ سن کر بڑی حیرت ہوئی۔ اس نے کہا۔ آپ نے ٹھیک سمجھا لیکن یہ بات
 یہ سمجھ گئے آپ؟

عبدالرحمن مسلمانوں کو عام طور پر تمہارے۔ شہزادی کے اور ساری کے تمام
 انعامات معلوم ہیں۔ اس وقت ان باتوں کا موقع نہیں ہے۔ بلکہ ہو رہی ہے ہم تمہاری
 مدد کے لئے آئے ہیں اپنے چاہیوں کی شناخت بنا کر ہم حملہ کرتے وقت ان کا خیال
 رکھیں۔

یہ غنم۔ میرے چاہیوں کی وادی میں ہی گھاٹ لگی ہوئی ہے اور دونوں شانوں پر
 سرخ رنگ کی طلیوں کا نشان ہے۔

عبدالرحمن نے بلند آواز سے تمام مسلمانوں کو یہ غنم کے نظریہ کی شناخت بنا کر انہیں

سب سے پہلے حضرت خراڑ غزوہ لے کر حملہ آور ہوئے۔ یہ وہ بزرگ تھے جو بیٹھ صرف ایک تہ بند باندھ کر ننگے بدن کھوڑے کی نگلی بیٹھ کر سوار ہو کر لڑا کرتے تھے۔ چونکہ اس وقت سردی تھی۔ اس لئے انہوں نے گاڑھے کی مہاپن رکھی تھی۔ لیکن کھوڑے پر زین نہیں تھی نگلی بیٹھ کر بیٹھے تھے۔ انہوں نے جوش میں آکر سوئی کے ہراپیوں پر حملہ کیا اور غزوہ کو جبراً دے کر اس زور سے مارا کہ انی سپاہی کا سپر توڑ کر پشت کے پار نکل گئی۔ انہوں نے جلدی سے غزوہ کھینچا اور دوسرے پر حملہ کیا دوسرے کا خاتمہ کر کے تیسرے پر اور پھر چوتھے پر غرض وہ غزوہ سے سواروں کے چپے چمیدے ہوئے چلے گئے۔ ابوہر عبدالرحمن نے جوش میں آکر کھوار سے حملہ کیا تو بھی ان کے سامنے آیا اسی کو انہوں نے مار ڈالا۔ جس طرف حملہ کیا صف کی صف اڑا دی۔ اور صرف ان دونوں ہی نے نہیں بلکہ تمام مسلمانوں نے چپے جوش اور بڑی دلیری سے حملہ کیا۔ شیران اسلام جس طرف جھکے کشتوں کے پیچھے لگاؤں جس صف پر حملہ کیا اسے درہم برہم کر دیا۔ اگرچہ سوئی اور خراڑی کا فکڑ نہایت دلیری سے لڑ رہے تھے لیکن مسلمانوں کی قوت و طاقت کے سامنے ان کی ایک پیش نہ جاتی تھی۔ ان میں جو کوئی بھی جرات کر کے کسی مسلمان پر حملہ کرنے کے لئے بڑھتا تھا قتل اس کے کہ وہ حملہ کرے خود ہی قتل ہو کر رہ جاتا تھا۔ پرجوش مسلمانوں نے ہر اس شخص کو مار ڈالا جو ان کی کھواروں کی زد میں آیا۔ چونکہ ہر مسلمان یہ چاہتا تھا کہ وہی دشمنوں کو سب سے زیادہ قتل کرے اس لئے ہر چاہہ نہایت جوش سے لڑ رہا تھا اور بڑی پرحمت سے قتل کر رہا تھا۔ ابوہر مسلمان انہیں قتل کر رہے تھے ابوہر پر خون اور اس کے سوار لڑ رہے تھے نہایت خون ریز جنگ ہو رہی تھی جیکر بڑی تیزی سے قتل ہو رہے تھے کسی کی جان محفوظ نہ تھی۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ موت کب اسے اچانک آکر پے گی۔ حضرت عبدالرحمن مارتے کانٹے حضرت خراڑ کے قریب پہنچ گئے۔ ہوں ہی خراڑ نے انہیں اپنے پاس آتے ہوئے دیکھا وہ جلدی سے چیسائیوں پر نوب پڑے اور انہیں بے دریغ قتل کرتے ہوئے گئے۔

جہاز کی ہر ہر سرور و دریغ سے سب کو اس کی قربت دیتے ہوئے اور ان تیزی سے مار دھاڑ شروع کر کے آگے نکل جاتے۔ آخر یہ دونوں لڑتے۔ مارتے سوئی کے قریب پہنچ گئے۔ سوئی انہیں موت کی لڑائی لڑتے ہوئے دیکھ کر سہم گیا اسے ان کا مقابلہ تو کیا ان کے سامنے کھڑا رہنے کی بھی ہمت نہ ہوئی۔ اس نے فرار کھڑا لوٹا اور بے خفاشا بھاگ کھڑا ہو گیا۔ اسے بھاگتے ہوئے دیکھ کر تمام افسر اور پھر سارا لشکر بھاگ پڑا اور کچھ ایسا ہے اوشان ہو کر بھاگا کہ پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھا۔ یہ خون۔ اس کے ہراپیوں اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور دور دور تک انہیں مارتے کانٹے چلے گئے۔ سب سوئی اور اس کا لشکر بہت دور نکل گئے تب یہ خون اور مسلمان متلفذ منصور ہو کر واپس لوٹے۔

خدمت اسلام کی ترغیب

یہ خون کو اس بات سے بڑی خوشی ہوئی کہ جس وقت اس نے خدا سے اعانت کی دعا مانگی اس نے اس کی مدد کی اور وہ دشمنوں پر فتح یاب ہوا۔ اس سے اس کا اعتقاد اور بڑھ گیا۔ اسے معلوم ہی نہ تھا کہ یہ کون مسلمان ہیں۔ قلعہ سود میں کیوں ٹھہرے ہوئے تھے اور کیسے اس کی مدد کے لیے آئے۔ جب وہ سود اپنے لشکر اور مجاہدین اسلام کے واپس لوٹ کر اپنے کیمپ میں پہنچا تو صبح صادق ہو چکی تھی۔ چاند بے نور ہو گیا تھا اور چاندنی چمکی پڑنے لگی تھی۔ شفق ظاہر ہو گئی تھی اور افق مشرق پر آگ سی لگی ہوئی تھی۔ کیمپ میں آتے ہی خراڑ بن اڑوہ نے اڑان دی۔ تمام مسلمانوں نے جن میں یہ خون اور اس کے ساتھی بھی شامل تھے وضو کیا اور ایک کھلے ہوئے میدان میں جمع ہو کر صبح کی نماز پڑھی۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو کافی دو مشن پھیل چکی تھی عبدالرحمن نے یہ خون سے کہا۔ اپنے آدمیوں کو دیکھو کہ کتنے شہید ہوئے ہیں اور اس کا اندازہ کرو کہ دشمن کس قدر مارے گئے ہیں؟

انہوں نے اپنے فتنہ کے پیادوں کو یہاں تک ہی روانہ کیا۔ اور انہیں جانے
 دے دی کہ انہوں نے یہاں میں سے کوئی بھی شے نہ لے کر لے جائیں۔
 اب عبد الرحمن نے اس سے کہا۔ میں تم سے تیسری تمام داستان یہاں آئے اور
 لانے لی جاتا چاہتا ہوں۔

برخون نے سدا واقف کہ بنایا۔ لیکن اسے طارقوں سے محبت ہوئی تھے سو ہی اور
 طارقوں نے۔ طارقوں نے سو ہی کی ضمانتی نے بال وقت ڈالے تھے اس سو ہی اور طارقوں
 اپنے اپنے فتنے کے مسلمانوں سے لانے کے لئے چلے۔ انہوں برخون ان کے ساتھ شامل
 ہوئے۔ لیکن اسے طارقوں اور سو ہی پر یہ شک ہوا کہ وہ انہوں انہیں میں محبت رکھتے ہیں۔
 انہوں وہ شہزادی طارقوں کو گرفتار کر لیا۔ یہ مسلمان ہوا۔ اور انہیں تک پہنچی۔
 یہ تمام واقعات اس نے اپنے گھیب انسان کی طرح بیان کیے۔

مسلمان اس کی داستان ثابت خاموشی سے بیٹھے تھے۔ سب وہ سب چمکے جان کر
 پکا شب عبد الرحمن نے کہا۔ ایک طرف خدا نے تم کی ضمانتی کی ہے اور دوسری طرف
 مسلمانوں پر حقیقت یہ ہے کہ خدا کی باتیں خدا ہی جانتے۔ بہت ممکن تھا کہ ہم کسی اور
 طرف رسد فرما کر لے گئے ہوتے لیکن یہ تو قدرت کہ ہم سے تمہاری امانت
 کرائی تھی اس لئے اس طرف بھیجا اور اس طرح جہاں تم فرج پاب ہوئے وہاں مسلمانوں کو
 بھی یہ فائدہ ہوا کہ جیسا کہ ایک ذہیر دست فتنہ کھا کر بھاگ گیا۔ اور وہ اپنے
 بادشاہ کی مدد کرنے کے لئے مسلمانوں کے مقابلہ میں نہ جا سکا۔

برخون نے ہاں اس بڑا فتنہ پرانہ ہوا کیا۔ مجھے سب سے زیادہ خوشی اس بات کی
 ہے کہ خدا نے اسلام بھی دولت عطا فرمائی۔

عبد الرحمن ہاں یہ اس کا خاص انعام ہے۔
 اسی عرصہ میں وہ لوگ بھی آگئے جو مروں کو شمار کرنے اور زمینوں کو دیکھنے گئے تھے۔
 وہ ایسے تھے زخمی میدان جنگ سے اٹھا کر لائے جن میں زندگی کے آثار تھے یہ تھیں
 برخون کے ساتھی تھی فوراً ان کے دلم و دم کر دیا کئی اور بچی کسی گئی۔

ان لوگوں نے آکر بیان کیا کہ برخون کے ساتھیوں میں سے ایک سو سترہ شہید ہوئے
 ہیں اور سو ہی اور طارقوں کے دو ہزار سات سو بیس آدمی مارے گئے ہیں۔

عبد الرحمن نے انہوں کے لیے میں کہا۔ یہ برا ہوا۔ کہ تمہارے اپنے آدمی شہید ہو
 گئے۔ لیکن خدا کو یہی منظور تھا۔ شہزادی طارقوں کہاں ہے۔
 برخون میرے نذر میں ہے کیا مانگے اسے۔

عبد الرحمن میں۔ ہم ان کی برکات کو میں دیکھتے۔ اعداد انہوں ان واقعات
 جاننے کے لئے آخر تک فتنے فتنے کے ساتھ جانا چاہتے ہو تو تیار ہو جاؤ۔
 برخون اب میں مسلمان ہو گیا ہوں تو اب مسلمانوں کی کے ساتھ رہوں گا۔
 عبد الرحمن اچھا تو ہم اتنے رہا ہوا کہ انہیں اتنے تم تیار ہو جاؤ۔
 برخون۔ بہتر ہے۔

عبد الرحمن سدا اپنے ساتھی مسلمانوں کے چلے اور فتنہ سور میں داخل ہو گئے۔
 برخون نے نیلے اٹھا کر پار کرنے کے حکم دیا۔ اس کے پیادوں نے جلد جلد نیلے گرا کر
 بار باروں میں اس سے اور یہ ساتھیوں کے پھڑکے فتنہ باروں کی طرف روانہ کر دئے
 گئے۔

چونکہ ابھی فتنے کے دوران ہونے میں دیر تھی اس لئے پیادوں نے کھانا تیار کرنا
 شروع کر دیا۔

شب آفتاب بہت چمک اٹھا ہوا کیا اور صبح میں گرمی آگئی۔ تب مسلمان سور کے
 فتنہ میں سے نکلے ان کے ساتھ بڑا دروں بڑھتے جن پر تلے کی پوراں لادی ہوئی تھیں۔

برخون کا فتنہ بھی کھانا کھا کر تیار ہو گیا تھا۔ مسلمانوں کو دیکھتے ہی وہ بھی کھانوں
 پر ہوا ہو گئے اور ان کے ساتھ چلے گئے۔

چونکہ برخون کے ساتھی راست سے خوب واقف تھے۔ اس لئے وہ اس فتنہ کو اپنے
 راست سے لے گئے جو ہوا اور کشادہ تھا کھر کے وقت یہ فتنہ اسی دیر پر پہنچا جسے پار
 کرنے کے لئے مسلمانوں نے اونچے کنارہ سے کھڑے ڈالے تھے۔

دیر پار ہو کر سب نے نماز پڑھی نماز پڑھ کر پھر روانہ ہو گئے۔ اور اب اسی دشوار
 گزار جنگ کو طے کرنے گئے جس میں جھانپاں اور درخت کثرت سے کھڑے تھے اور
 راست بھی ناموار تھا۔

کچھ دیر چل کر یہ فتنہ ایک کھلے ہوئے میدان میں نذرانہ ہو گیا۔ اور وہاں شب
 پاش ہوا کہ پھر روانہ ہوا اور شام کے وقت فتنہ باروں میں جا پہنچا۔

فتنہ باروں نے کہ کھج کر لیا تھا اور اب وہ مسلمانوں ہی کے فتنہ میں تھا۔
 اس فتنہ میں پہنچ کر ان لوگوں نے آرام اور اطمینان سے رات گزار دی شب صبح
 ہوئی اور انہوں نے نماز پڑھ لی تو جتنا برخون کے پاس پہنچا اس وقت برخون۔ عبد الرحمن
 کے پاس بیٹھا تھا اور عبد الرحمن کے پاس خزانہ مقدادین الاسود۔ معمر بن ماجہ اور سعد
 بن نعم الاسود بیٹھے تھے۔

جنا بھی ایک طرف بیٹھ گیا۔ عبدالرحمن روانہ ہونے کے احکام صادر کر رہے تھے۔
 جتا نے کہا۔ شہزادہ یرخون! میں کچھ آپ سے کہنا چاہتا ہوں۔
 یرخون نے جتا کی طرف دیکھ کر کہا۔ فرمائیے۔
 جتا آپ مسلمان ہو گئے ہیں اور اس لئے آپ پر اسلام اور مسلمانوں کی اعانت
 فرض ہو گئی ہے۔

یرخون بے شک۔
 جتا آپ کو معلوم ہے کہ اس قلعہ کے قریب ایک قلعہ کفر تھا ہے۔
 یرخون ہاں مجھے معلوم ہے۔
 جتا کیا تم کسی تدبیر سے اسے فتح کر سکتے ہو۔
 یرخون میرے ذہن میں ایک تدبیر آئی ہے۔
 جتا کیا۔

یرخون معاف کیجئے میں اس کا اہتمام کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔
 جتا اگر کوئی راز کی بات ہے تو ہم بھی دریافت کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔
 یرخون بات یہ ہے کہ جو تدبیر اس وقت میرے دماغ میں آئی ہے اگر میں نے بتا
 دی تو اندیشہ ہے کہ کہیں دشمنوں تک نہ پہنچ جائے۔

جتا تمہارا یہ خیال دانشمندی پر مبنی ہے۔ ہونٹوں سے غلی کوٹھوں پر چرمی کی مثل
 مشور ہے آپ نہ جاکیں مگر کب عمل کریں گے آپ اس پر۔
 یرخون میں آج رات کو روانہ ہو جاؤں گا۔
 عبدالرحمن کیا ہماری امداد کی کچھ ضرورت پڑے گی۔
 یرخون نہیں۔ انشاء اللہ میں خود ہی سب کچھ کر لوں گا۔
 عبدالرحمن شہزادی طاریون کو بھی اپنے ہمراہ لے جاؤ گے۔
 یرخون اس کا لے جانا مناسب نہیں ہے۔

عبدالرحمن تو اسے بیس قلعہ ماریون میں چھوڑ جائے۔
 یرخون میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اسے آپ اپنے ساتھ لے جائیں۔
 عبدالرحمن مناسب ہے۔

جتا کیا میں آپ کے ساتھ چلوں۔
 یرخون آپ سے لوگ واقف ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ آپ مسلمان ہو گئے ہیں۔

اس لئے آپ کا چلنا میں حیکم میں ہے۔
 جتا بہت خوب تو آپ اپنے لشکر والوں کو سمجھا دیں کہ وہ ابھی اپنے اسلام کو لوٹوں
 پر ٹھہر نہ کریں۔
 یرخون میں سمجھا دوں گا۔
 عبدالرحمن چونکہ ہمیں جلد سے جلد رسد پہنچانی ہے اس لئے میں آج ہی روانہ
 ہو جاؤں گا۔

یرخون آپ تشریف لے جائیے میں رات کو عشا کی نماز پڑھ کر روانہ ہوں گا۔
 عبدالرحمن نے اپنے ساتھیوں کو تیار ہو جانے کا حکم دیا تھوڑی ہی دیر میں وہ تیار ہو
 گئے۔ شہزادی طاریون بھی تیار ہو گئی اور یہ مختصر کردہ غلہ لے کر روانہ ہو گیا۔
 یرخون نے اپنے تمام سپاہیوں کو سمجھا دیا کہ وہ بالکل خاموش رہیں اور کسی سے اپنے
 مسلمان ہو جانے کا ذکر نہ کریں۔

سارا دن یہ لوگ قلعہ ماریون میں مقیم رہے۔ رات کو کھانا کھا کر عشا کی نماز پڑھی
 اور نماز پڑھتے ہی قلعہ سے باہر نکلے اور قلعہ کفر تھا کی طرف روانہ ہو گئے۔

فرار

معلوم دو شیرو ظاہر کو آرام ہو گیا تھا۔ اگرچہ پھیلی اور نکوا دونوں اچھے ہو گئے تھے
 مگر ان میں زخم کی جگہ سیاہ داغ رہ گئے تھے۔ لیکن یہ عجیب بات تھی کہ یہ داغ بد نما نہیں
 معلوم ہوتے تھے بلکہ جس طرح گورے گال پر سیاہ قی خوش نما معلوم ہوا کرتا ہے اس
 طرح گوری پھیلی پر یہ سیاہ داغ اچھا معلوم ہوتا تھا۔

جتا پھر پریون اکثر اس کی پھیلی اپنے ہاتھ میں لے کر دیکھا کرتی تھی۔ پریون نے ظاہر
 کی بڑی خدمت کی تھی۔ جب وہ بھروسہ پڑی ہوتی تھی اور غلیب نے اسے حرکت کرنے کی
 بھی ممانعت کی ہوئی تھی اس وقت پریون ہی تھی جو ہر وقت اس کے پاس بیٹھی رہتی۔
 ساری ساری رات جاگتی اور اس کی طبیعت ہلانے کی کوشش کرتی۔

دراصل پریون نے اس کی خدمت کر کے اپنی وقاداری کا ثبوت دیا تھا۔
 اول تو ہر مسلمان میں یہ بات ہے کہ وہ کسی سے سوتے ظن رکھتا ہی نہیں۔ اور اگر
 کسی سے کسی بات پر شکوک یا بدظن بھی ہو جاتا ہے اور اس کی طرف سے کوئی ایسی بات
 کہتا ہے جس سے ہمدردی ظاہر ہوتی ہو تو فوراً اس کا دل صاف ہو جاتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام نے مسلمانوں کو تعلیم دی ہے اور یہی گوشت کھانا ہے
میں کھانے کو۔ اگر آپس میں لڑاؤ تھا تو ہمیں روزے سے زیادہ بغض یا کینہ نہ رہے اور اگر کینہ نہ
ہو تو خدا تعالیٰ کا قہر نہ ہو جائے گا۔

ایک دفعہ علامہ مسلمان تھے وہ سب تکلیف بردہ تھے اور بھلی بھلی تھی۔ پرچونہ کی
کے لئے اس نے سفرِ دل سے مسلمانوں کا رشتہ جوڑ دیا۔ خصوصاً اس بات سے کہ وہ
مسلمان ہو گئی ہے۔ وہ اسے اپنی ختی میں سمجھ گئی۔

پرچونہ نے بھی کوئی بات نہیں کی تھی اس سے علامہ کو تکلیف کا موقع ملا اس نے اسے
انکار دیا اس کی یہ تکلیف لی تھی اس پر ہم تھے اور اب اس کی خدمت کر کے اپنی تکلیف
کا ازالہ کر رہی تھی۔

اس نے قریا توں کو بھی سمجھا رہا تھا کہ وہ علامہ پر شکریاں نہ کرے یہ مسلمان بہت
اور کبھی مسلمان نہ رہتی تھے وہ ام نہیں ہو سکتا۔

پانچویں قریا توں نے بھی شکریاں علامہ اور پرچونہ کی سے ہاتھ بٹھکی لیا تھا۔ لیکن
اس نے پرچونہ سے کہہ دیا تھا کہ وہ اسے کوئی خاص کام اس کی طرف نہ کرے۔ اس کا
اس نے وعدہ کیا تھا۔

لیکن یہ وعدہ ایسا ہی تھا جس سے شرم نہ ہونے کی ضرورت ہی نہ تھی اس نے علامہ
کو لے لیا تھا کہ مصالحت اسی میں ہے کہ وہ قریا توں سے عزت کا اظہار نہ کرے۔

ایک دفعہ علامہ پر قریا توں نے انسانی عدالتِ عظام کے لئے اسے اس سے نفرت ہونا
تھی اور شرمناک بات تھی لیکن وہ انسانی عدالت اور تیل منشی تھی کہ اس سے بھی نفرت
نہ آتی تھی۔ البتہ یہ بھی ہوتی شرم کی وجہ سے اس سے بائیں لڑتی شرماتی تھی۔

پرچونہ پرچونہ کی سہولت میں پرچونہ نے کہتے سے اس سے بھی کبھی باتیں نہ کیا کرتی
تھی۔

پانچویں پرچونہ نے قریا توں کو اطمینان دلایا تھا کہ علامہ کے دل سے وہ نفرت اور
کینہ نہ رہے۔ وہ سب میں ہے اس کی قیادت کی وجہ سے پیدا ہو گئے تھے اور اب وہ نہیں رہتے
تیار ہے اس نے قریا توں کو اس کی زیادہ کھائی نہ کرنا تھا۔ اس نے اجازت دے دی
تھی کہ وہ پرچونہ کے ساتھ کھانا پر سوار ہو کر ہوا خوری کر لیا کرے۔

دراصل یہ اجازت بھی پرچونہ نے بہت کچھ کہنے سے ہی دے دی تھی اور وہ بھی
اس وقت پرچونہ پر قریا توں کو نہیں ہو گیا تھا۔ کہ علامہ بھاگنے والی نہیں ہے اور اگر بھاگے بھی

تو راست سے بھاگے ہوئے کی وجہ سے نہیں جانتیں تھی۔

پانچویں علامہ کھانا پانا کیا رکھتی تھی ایک وقت لی بھی کھانا کھانا کرتی تھی
وہ اس وقت بھی برابر کھانا پکھاتی رہی تھی۔ ایک دفعہ تھی اور دشمنوں کی وجہ سے پناہ
پھرنا تو کیا ضرورت بھی نہ کر گئی تھی۔ اس نے پرچونہ سے بھی کھانا پانا کھانا دیا۔ بھی کھانا
پانہ ہو گئی تھی۔

ایک روز شام کے وقت دونوں کھانے پرچونہ کے کھانے کے لئے گئے۔ پرچونہ نے بھی کھانا کھا
اور چینی تھی۔ پانی غاسنی سے بہا رہا تھا۔ وہ پانی سے کھانا کھا کر انہوں کی پناہوں پر چڑا
گئی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ اس نے پناہ چل رہے تھے اور ان سے کھانا کھانا کھانا
پورے کھانا رہے تھے ان دونوں کے کھانا کھانا پانی ان کی گھر کی چوٹیاں پر پڑے ہوئے تھے۔
تھے وہ دونوں اپنی زندگی بھر میں کھانا کھانا سے اپنے کھانا پانی کو کچھ دیکھ رہی تھیں۔

ان کے سامنے پرچونہ کے دوسرے کھانا پکھانا کھانا کھانا ان کے کھانا کھانا کھانا کھانا
تھا۔ اس تمام میدان میں وہ کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا
اور وہ میدان اس کھانا کی وجہ سے تکلیف لی اور قریب مسلمان ہو رہا تھا۔

پھر وہ وقت کے بعد علامہ نے سرانجام پرچونہ کو دیکھا۔ اٹھان سے پرچونہ کی ٹانگہ کھانا
ی تھا کہ علامہ پرچونہ کی جا پڑی اس نے مسکرا کر کہا
علامہ! کیا تم مجھ کو کھانا چاہتی ہو۔

علامہ نے جواب دیا۔ "ہاں۔"
پرچونہ سمجھ کر دل نے کچھ پہلے ہی نہ دے دی تھی۔
علامہ اور یہ اس لئے کہ سب وہ دونوں میں محبت پیدا ہو جاتی ہے تو ایسا نہ ہے۔
کے آئینہ دار ہو جاتے ہیں۔

پرچونہ بالکل دوست کھانا کے لئے..... کہہ لیا کھانا چاہتی ہو تم؟
علامہ تم باتیں ہو کہ میں اپنے دل پرچونہ کے لئے یہاں ہی ہوں۔
پرچونہ ہاں میں جانتی ہوں۔

علامہ تم نے کہا تھا کہ تم مجھے کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا
پرچونہ میں نے کہا تھا۔
علامہ کیا تم اپنے دوسرے کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا کھانا
پرچونہ نہیں سمجھتی ہیں۔ مجھے خوب یاد ہے۔

ظاہرہ یاد ہے تو پورا کیوں نہیں کرتی ہو۔

پریونہ دراصل مجھے یہ خیال ہوا تھا کہ تم خاموش ہو اور اس لئے کچھ نہیں کہتی ہو کہ شاید تمہیں یہ قلم اور اس کے ساتھ پیندہ تنگے ہیں۔

ظاہرہ غریب خیال کیا تم نے۔

پریونہ اگر یہ بات نہ تھی تو تم اب تک خاموش کیوں رہیں۔

ظاہرہ کھنکھاس اس وجہ سے کہ مجھے تم سے کہنے کی ہمت نہ پڑی۔

پریونہ اس میں ہمت کی کیا ضرورت تھی۔

ظاہرہ تمہارے احسانات سے میں پہلے ہی دہی جا رہی ہوں۔

پریونہ نے افسرہ ظاہرہ کو کرکنا۔ میرے احسانات سے آؤ! بھئی

ظاہرہ میں وہ بد بخت ہوں جس نے تمہیں دھوکہ سے گرفتار کرنا کر جھگڑے مصیبت کیا۔ میری محنت کی وجہ سے تم نے تلخیاں اٹھائیں۔ ظلم سے۔ کیا یہ میں نے تم پر احسان کیا۔ خدا کی قسم جب میں اپنی اس محنت آفریں غلطی کا خیال کرتی ہوں تو شرم سے پانی پانی ہو جاتی ہوں۔ میرے دل پر ایک گھونسا سا لگتا ہے اور میں وہ منظر جب تمہارا نازک ہر انگلیشتی میں آؤ گھونوں پر رکھا تھا اور تمہارا پیرہن سفید ہو رہا تھا یاد کرتی ہوں تو دل پاش پاش ہو جاتا ہے۔

ظاہرہ گڑبڑ ہوتی باتوں کو یاد کرنے سے سوائے غم کو نازد کرنے کے اور کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ مگر تم نے غلطی کی۔ اور تمہاری غلطی سے میں نے تلخیاں اٹھائیں لیکن تم نے میری بد بختی کو اس کا ارادہ کر دیا۔

پریونہ میں نے تجھے نہیں کیا۔ اگر میری جان تمہارے کام آجائے تب سمجھوں کہ میں اس لیے فرض سے آوا ہوئی۔

ظاہرہ ایسی بات نہ کہو۔ اس کے سننے ہی سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔

پریونہ تو کسی قدر صاف دل اور محبت والی لڑکی ہے۔

ظاہرہ مجھے تعلیم دی گئی تھی کہ مسلمان دشمنی ہیں۔ ان کے سرور میں اور بے سبب دشمنی و درندہوں سے زیادہ غور خواہ ہوتے ہیں میرے دماغ میں یہی سفید اور دیکھ جاتا تھا۔ اسی خیال نے مجھے تمہارے ساتھ قریب دہی پہ تھما دیا۔ لیکن جب تم پہلی آئیں تب واقعتاً نے اور تمہارے بھائی کی ہم نشینی نے مجھے بتایا کہ میں غلطی پہ تھی مجھے ملکہ تعلیم دی گئی تھی جیسا کہ میں نے مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لئے بھولی باتیں اور بھولی

افواہیں اڑا دی ہیں خیر ہو چکا اب اس پر بھگتنا لاحاصل ہے۔ میں تمہارے بھائی سے کہہ کر آئی ہوں کہ میں نے ہی ظاہرہ کو گرفتار کرایا تھا اور میں ہی رہا کرنا کرناؤں گی۔ اب تم سے بھی یہی کہتی ہوں کہ میں نے ہی تمہیں مصیبت میں پھنسا دیا تھا اور میں ہی تمہیں رہائی دلاؤں گی۔

ظاہرہ پر کب۔

پریونہ میں فکر میں ہوں۔ تم یہ نہ سمجھو کہ میں غافل ہوں۔ نہیں۔ غافل نہیں ہوں اپنا کام کر رہی ہوں اور وہ کام قریب قریب مکمل ہو گیا ہے۔

ظاہرہ کیا کام کیا ہے تم نے۔

پریونہ تمہیں معلوم نہیں ہے کہ میرے بھائی قریا قوس نے ظاہرہ مجھے اور تمہیں آزادی دے دی ہے۔ ہم تم جہاں چاہتے ہیں آتے جاتے ہیں لیکن حقیقت یہ نہیں ہے ہماری نگرانی کی جاتی ہے ایک خاص دستہ ہر وقت ہمارے گرد و پیش اس لئے رہتا ہے کہ اگر ہم بھاگنا چاہیں تو وہ میل بھی نہ چاہیں۔

ظاہرہ نے حیران ہو کر کہا۔ تمہیں یہ کیسے معلوم ہو گیا تھا۔

پریونہ اس دستہ کا جو افسر ہے (شری کار) وہ مجھ سے محبت کرتا ہے ایک روز محبت کے جوش میں اگر اس نے خود ہی مجھ سے کہا تھا۔

ظاہرہ مگر میں نے تو بھی سپاہی یا سوار کو اپنے یا تمہارے قریب نہیں دیکھا۔

پریونہ انہیں حکم دیا ہوا ہے کہ وہ ہم سے دور رہیں اور دور ہی سے نگرانی کریں۔ ہماری آزادی ہے۔ ہماری باتوں میں خلل نہ ہوں البتہ اگر ہم بھاگنے کی کوشش کریں تو وہ فوراً ہمیں گرفتار کر لیں۔

ظاہرہ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے بھائی کو بھی تم پر اطمینان نہیں ہے۔

پریونہ نہیں بلکہ وہ سمجھتا ہے کہ عربی لڑکیاں نہایت چالاک ہوتی ہیں کیسے تم مجھے ہمارے کر کے نہ بھاگ جاؤ۔ یا مجھے بھی اپنے ساتھ نہ لے جاؤ۔

ظاہرہ اگر ہم اس وقت بھاگ چلیں۔

پریونہ ناگہن ہے۔ دیکھو قلعہ کی طرف سڑنے والے میدان میں کچھ سوار تھے انداز کی مشق کر رہے ہیں۔ ظاہرہ یہ لوگ کام میں مصروف ہیں لیکن دراصل وہ ہماری نگرانی کر رہے ہیں۔

ظاہرہ نے سزا تھا کر دیکھا اسے بہت دور پہنچا سوار تھے انداز کی مشق کرتے نظر

آئے۔ اس نے کہا۔ ہاں سوار ہیں تو ہیں۔ میں نے بھی یہ کہانی نہیں لیا کہ اندری کھڑی
لی جا رہی ہے۔
پریوٹ پہلے میں نے بھی اس کا ہال نہیں لیا عادیہ تو اس نے وہ قلعہ لے لیا تھے
نہا۔

ظاہرہ جب تو ہوتی تھی وہی۔

پریوٹ کمر میں نے اس کو بھی لے لیا ہے۔

ظاہرہ اس نے۔

پریوٹ خدایا اس نے۔ ان میں تلواریں تھیں۔

ظاہرہ اس نے پاس دیکھ کر اس کی طرف اشارہ کیا۔ پریوٹ نے سر کوئی نے سر میں اتنا
شروع لیا وہ قوت ہائی تھی اور ظاہرہ سطراتی پاتی تھی اب وہ قوت لے رہی تھی اسے شہادت
تھی اور اس نے اور دیکھ کر ظاہرہ کا سینہ کل پتہ نہ لیا۔

ظاہرہ نے وہ دیکھ کر شہادت کی نظر سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ یہ لیا یا تم نے
پریوٹ نے اس کی نظروں اور صورت بنائی تھی۔ پتہ نہ لیا۔ اس نے کہا۔ لیا
لیا میں نے۔

ظاہرہ خیر پریوٹ اب تلواریں بھی میں ہی۔

پریوٹ نے جوابت سے کہا۔ نہ تلواریں دیکھتے ہو۔

ظاہرہ کمر تلواریں یہ حرکت.....

پریوٹ یا اللہ انہی میں نے لیا اس نے لے لیا۔

ظاہرہ پریوٹ نے تم۔

پریوٹ نے کھڑکی کی شان سے کہا۔ ٹوبہ! پہلے شہر لیا اب شہر۔ اور پتہ نہ

ظاہرہ اچھا میں نے۔ یہی وہی۔

پریوٹ نہیں ہے۔ ٹوبہ ہے۔ یہی میرے لئے۔ کہ بتاؤ۔ پہلے اس بات پر نقل
ہے۔

ظاہرہ جیسے پتہ معلوم ہی نہیں۔

پریوٹ معلوم ہو تا تو پتہ بھی ہی نہیں۔

ظاہرہ قلم سے.....

پریوٹ نے ساخت میں پڑی۔ اس نے ہنسنے ہوئے کہا۔ "اچھا..... یہ بات تھی۔ میں
ابھی کون ایسی بات سے کیا حرکت ہو گئی وہ تو تم ہی میرے اور چکی ہوئی تھیں میں نے وہ
ذرا دیکھا تھا تم نے تو راہ ہی لیا....."

ظاہرہ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ اچھا میں رہنے دو۔

پریوٹ گویا تھا ہو گئیں۔ تھا ہونے سے تو یہ اچھا ہے کہ تم مجھے سزا دے دو

ظاہرہ نے اسے دیکھ کر قدرے جھنجھکا ہوا نظر کیا۔ کیا سزا دوں میں نہیں۔

پریوٹ ہوئی چاہے یا مناسب سمجھو تو معاف کر دو۔

ظاہرہ خیر اب تو معاف کر دو۔

پریوٹ نے مسکرا کر کہا۔ "پریوٹ صوابی کی۔"

ظاہرہ اب چلا۔ آفتاب ڈوبنے والا ہے۔ مغرب کی نماز کا وقت قریب آ رہا ہے۔

پریوٹ نے دھنسنے ہوئے کہا۔ "چلو۔"

دونوں اٹھ کر گھوڑوں پر سوار ہو گئیں اور چلیں۔ جب وہ قلعہ کے قریب پہنچیں تو
انہیں قلعہ کے اندر دوڑنے پہنچنے کی آوازیں آئیں یہ دونوں ہیں دیکھ کر آواز میں من کر
جیران ہو گئیں۔ جب وہ اس جگہ پہنچیں جہاں کچھ سوار تھے انداز ہی کی منتظر کر رہے تھے تو
انہوں نے دیکھا کہ وہ سوار بھی ان کے آگے سے پہلے ہی قلعہ میں داخل ہو چکے ہیں۔

جب وہ بین قلعہ کے بالفاظ پہنچیں تو انہیں پریوٹ کا ایک ملازم دروازہ سے نکلتا ہوا
دیکھا۔ پریوٹ نے اس سے دریافت کیا۔ کیا حادثہ ہو گیا قلعہ کے اندر

ملازم نے کہا۔ قلعہ کے اندر کوئی حادثہ نہیں ہوا.....

پریوٹ پھر یہ لوگ کیوں چھا رہے ہیں۔

ملازم سوئی اور شہزادی ملازمین کا نظریہ شکست کھا کر واپس آیا ہے۔

پریوٹ کس نے شکست دی انہیں۔

ملازم کچھ مفصل معلوم نہیں ہوا۔ سنا ہے مسلمانوں نے شکست دی ہے اور شہزادی
کو بھی گرفتار کر کے لے گئے ہیں۔

یہ سن کر ظاہرہ اور پریوٹ دونوں کو تعجب بھی ہوا۔ اور خوشی بھی ہوئی۔ پریوٹ نے
درافت کیا کہ شاید اس وقت قلعہ کے اندر داخل ہی ہوئی ہو گی۔

ملازم جی ہاں ایک کو دوسرے کی کچھ خبر نہیں ہے۔

پریوٹ اچھا تم واپس جاؤ۔ اور ہم دونوں کے لئے وہ دو لباس کے تولے اور

اولی چادر میں لے کر وہ جلدی کرو۔ ہم ذرا آگے بڑھ کر کھڑی ہوں گی تم وہیں آجنا۔
 ملازم بہت اچھا کر چلا گیا۔ ظاہر ہے دریافت کیا۔ کیا اسی وقت بھاگ چلے گا ارادہ
 ہے؟

پرجہ نے جواب دیا اور اس سے اچھا موقع کب مل سکتا ہے۔ تو ذرا بڑھ کر آگے
 نکل چلیں۔
 ظاہر ہے۔

دونوں آگے بڑھ کر قلعہ کی دیوار کے سایہ میں کھڑی ہو گئیں۔ اس وقت آفتاب
 غروب ہو چکا تھا اور میرا چھپنے لگا تھا۔ دونوں نے گھوڑوں سے اتر کر منسوب کی نماز پڑھی
 جب وہ نماز سے فارغ ہوئیں تو ملازم کو سامنے سے آتے ہوئے دیکھا۔ وہ مضبوط کپڑے لٹا
 رہا تھا۔

دونوں جلدی سے گھوڑوں پر سوار ہوئیں اور بڑھ کر ملازم سے کپڑے لے کر اپنے
 شانوں پر ڈال کر چل پڑیں۔

چلتے وقت پرجہ نے ملازم سے کہا۔ کسی سے ہمارے چلے جانے کا تذکرہ نہ کرنا یہ
 کہتی ہی وہ گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا کر تائب ہو گئیں۔ یہ چارہ ملازم کچھ بھی نہ سمجھا وہ ان
 کی طرف ہکا بکا ہو کر نکتا رہ گیا۔

ایک قاصد

پرجہ نے اپنے لشکر کے رات کو روانہ ہو گیا تھا۔ کھڑوتی کا قلعہ بارہویں کے قلعہ سے
 کچھ دور تھا۔ پرجہ بھی ایک منہل ضرور تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ صبح ہونے سے پہلے قلعہ کے قریب
 پہنچ جائے اور کوئی ایسا ہتھیار چلے جس سے قلعہ والے قلعہ کا دروازہ کھول دیں۔

اسے یقین تھا کہ ساری مورطاریان کا لشکر قلعہ کے گرد گھومتا ہے۔ وہ کسی ایک طرف نہ
 گیا ہو گا۔ بلکہ مختلف اطراف میں۔ مختلف قلعوں میں اور مختلف شعبوں اور قلعوں میں پناہ
 ہو گا۔ اور جہاں کہیں بھی ہو قلعہ لیا ہو گا وہیں اس نے یہ سنا دیا ہو گا کہ پرجہ کی مسلمان
 ہو گیا ہے اور اس نے شہزادی کو گرفتار کر لیا ہے۔

یہ بھی اسے یقین تھا کہ کھڑوتی والوں نے بھی اس خبر کو سن لیا ہو گا اور اس لئے وہ
 آسانی سے قلعہ کا دروازہ اس کے لئے نہ کھولیں گے۔

مگر وہ جب سے مسلمان ہوا تھا خدا پر بھروسہ کرنے لگا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اگر خدا کو

اسلام اور مسلمانوں کی اعانت اور صلاح منظور ہے تو کوئی نہ کوئی ایسی کھیل کھیل دے گا
 جس سے وہ قلعہ کے اندر داخل ہو جائے گا۔

وہ اس کا نظریہ خاموشی مگر تجوی کے ساتھ بڑھا چلا بنا رہا ہے۔

چونکہ رات اندھیری تھی اس لئے ہر طرف اندھیرا چھینا ہوا تھا۔ اور کچھ اس لطیف
 کا اندھیرا تھا کہ آنکھیں چار چار کر دیکھنے پر بھی کوئی چیز صاف نظر نہ آتی تھی۔

آسمان کا رنگ سیاہ ہو رہا تھا۔ سارے آسمان پر ستارے جڑے جڑے تھے اور پڑتے
 اندھیرا تھا اس لئے نہایت آب و تاب سے چمک رہے تھے۔

رات زیادہ آجائے کی وجہ سے ہر سمت سکوت طاری تھا۔ ایسی خاموشی چھائی ہوئی تھی
 کہ ہوا سے چوں کے گرانے کی گواہ بھی صاف سنائی دیتی جاتی تھی۔

اپنے وقت میں یہ لشکر راست پر بغیر کچھ دیکھے بھالے چلا جا رہا تھا۔ کائنات پر سکوت و
 سکون طاری ہونے کی وجہ سے گھوڑوں کے سول کی آواز دور تک جا رہی تھی۔ اگرچہ
 سوک پختہ نہیں تھی۔ مگر کھڑوتی کی زیادہ تعداد ہونے کی وجہ سے گواہ لڑکی اٹھ
 رہی تھی۔

رات کے سیاہ پڑے پھاڑا ہوا یہ لشکر قلعہ بارہویں سے دور نکل گیا تھا۔ نیکی سوار
 بارہویں راست سے واقف کے ہونے ابھی اندھیرا ہونے کی وجہ سے یہ نہ کچھ سکے کہ وہ اس
 وقت کہاں اور کس مقام پر سفر کر رہے ہیں۔

اب رات اوسمی سے کچھ زیادہ گزر گئی تو چاند نمودار ہوا۔ اور آہستہ آہستہ ابھرنے
 لگا ہوں ہوں وہ لوہا اٹھتا تھا چاندنی پھیلنے لگتی تھی اور چاندنی کے چھیلنے سے اندھیرے کی
 سیاہ چادر تسلی اور روشنی پڑھتی جاتی تھی۔

تھوڑی سی دیر میں چاند اچھی طرح نمودار ہو گیا۔ چاندنی ہر طرف پھیل گئی ہر طرف
 اچھلا ہو گیا۔ تاریکی کا مہیب مظہر دور ہو گیا۔

اس وقت پرجہ کی اپنے پانچ افسروں کے لشکر سے آگے بڑھا ہوا چلا رہا تھا۔ اس کی
 نظر سامنے راست پر تھی۔ اسے دور پر ایک سوار چلتا ہوا نظر آیا۔ پرجہ نے اسے دیکھ کر
 اپنے افسروں سے کہا۔ یہ آگے کون گھس جا رہا ہے۔

سب نے اسے دیکھا۔ وہ دور تھا پہچان نہ جا سکا۔ ایک افسر نے کہا کچھ نہیں کرنا چا
 سکتا۔

پرجہ نے پرجہ کی قسم کے توہین میں سے یہ کوئی ہو سکتا ہے۔ یا تو یہ ہمارا ہے

اور تیرے دواں ہونے کی خبر کفر تو آئے قلعہ والوں کو متانے جا رہا ہے اور یا یہ قاصد ہے اور حیرت۔ دہاں سے ملک شریاض کے پاس سے آ رہا ہے۔

وہ صرا افسر تہ حضور کا خیال صحیح ہے۔

یہ غون تہ میں چاہتا ہوں کہ اسے روکا جائے۔

”جست بہتر“ افسروں نے کہا۔ اور گھوڑوں کی باتیں دھیلی کر دیں۔ باتیں دھیلی ہوتے ہی گھوڑے سمجھ دیتے۔

یہ غون آگے جا رہا تھا اس نے گھوڑوں کے بائیں بازو میں۔ حیرت سے پیچھے کی طرف دیکھا۔ وہ خلاف وقت اور خلاف توقع چند سواروں۔ آپ پیچھے آ کر دیکھ کر گھبرا گیا۔

ابھی اتنے قاصد تھا کہ اگر وہ گھبرا نہ جاتا تو گھوڑا اڑا کر ان کی گرفت سے باہر نکل جاتا۔ مگر یہ اس ہونے کی وجہ سے وہ کچھ بھی نہ کر سکا بلکہ گھوڑا روک کر کھڑا رہ گیا۔

یہ غون کے سوار گھوڑے دوڑا کر اس کے قریب پہنچے۔ اور اس کے چاروں طرف کھڑے ہو گئے اس نے حیرت اور خوف بھری نگہوں سے انہیں دیکھا ان میں سے ایک شخص نے کہا۔ گھبراؤ مت ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں۔

سوار نے کہا۔ مگر آپ نے مجھے زندہ میں کیوں لے لیا ہے۔

ایک افسر تہ حضور اور غون تم سے کچھ دریافت کرنا چاہتے ہیں۔

سوار تہ بہت خوب چلنے میں ان کے پاس چلنے کو چار ہوں۔

افسر تہ نہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ یہیں تشریف لے رہے ہیں۔

یہ لوگ خاموش ہو کر کھڑے ہو گئے۔ گھوڑی ہی در میں یہ غون ان کے پاس آ پہنچا۔

اسے دیکھتے ہی سوار گھوڑے پر ہی تیرہ کی شان سے سلام کرنے کے لئے جھک گیا۔

یہ غون سے اس سے دریافت کیا۔ ”تم کون ہو؟“

سوار نے جواب دیا۔ ”مستور دہاں میں قاصد ہوں۔“

یہ غون تہ کہاں سے آ رہے ہو؟

قاصد تہ ملک شریاض کے پاس ہے۔

یہ غون تہ کیا رہا غون تہ؟

قاصد تہ لی ہاں۔

یہ غون تہ کہاں جا رہے ہو۔

قاصد تہ قلعہ کفر تو آ رہا۔

یہ غون تہ کس لئے۔

قاصد تہ ایک پیغام پہنچانے کے لئے۔

یہ غون تہ کیا پیغام ہے؟

قاصد تہ حضور کفر تو آئے والی نے یہ اندیشہ ظاہر کیا تھا کہ سلطان قلعہ مارویں میں محصور ہوئے ہیں۔ اندیشہ ہے کہ کہیں کفر تو آ کر حملہ نہ کر دیں اس لئے مدد بھیجی جائے۔

یہ غون تہ پھر بادشاہ نے کیا جواب دیا۔

قاصد تہ مجھ سے پہلے ایک قاصد اور گیا ہے۔ اور اس کا جواب وہ لے گیا ہے۔

یہ غون تہ تم کیا پیغام لے جا رہے ہو۔

قاصد تہ میں یہ پیغام یا خبر لے جا رہا ہوں۔ کہ لشکر تیرج رات کو نہیں بلکہ کل رات کو آئے گا۔

یہ غون تہ کس قدر لشکر آئے والا ہے۔

قاصد تہ مجھے اس کا علم نہیں ہے حضور۔

یہ غون تہ شاید پہلا قاصد یہ خبر لے گیا ہے کہ لشکر آج ہی رات کو پہنچنے والا ہے۔

قاصد تہ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

یہ غون تہ اچھا تمہارے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم خود کفر تو آئی جا رہے ہیں تمہارا پیغام پہنچا دیں گے۔

قاصد تہ تو کیا میں وہاں چلا جاؤں؟

یہ غون تہ نہیں۔ تمہیں قلعہ مارویں میں جانا ہو گا۔

قاصد نے حیرت سے یہ غون کو دیکھ کر کہا۔ وہاں کیا کروں گا میں حضور۔

یہ غون تہ ہمارے وہاں آئے تک تم وہیں رہنا۔

قاصد تہ لیکن ملک شریاض خفا ہو جائیں گے۔

یہ غون تہ ہوتے دو۔ وہ تمہارا کچھ نہیں کر سکتے۔

کتے ہی وہ افسروں کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔ اس قاصد کو اپنے سواروں کے ہمراہ کر کے انہیں جہالت کر دو۔ کہ اسے قلعہ مارویں میں حفاظت سے اس وقت تک رکھیں جب تک ہم وہاں پہنچیں۔

قاصد سخت حیران ہو رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ”ایسا حضور مجھے گرفتار کر لیا گیا ہے۔“

یہ غون تہ ہاں تم حراست میں لے لئے گئے ہو۔

قاصد نے دروازہ میرا قصور کیا ہے۔
 برغونہ نہ قصور، کچھ نہیں ہے۔ ایک مصلحت سے گرفتار کئے جاتے ہو۔
 قاصد نے اور وہ مصلحت کیا ہے حضور؟
 برغونہ نہ، دروازہ مت ہو۔

قاصد نے اپنی آواز سے کہا۔ "تریب پر دروازہ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ وہ رہا
 نہ جائیں گے۔
 برغونہ نہ! مہمانِ رحیم نہیں قتل نہ کیا جائے گا بلکہ کفر و نفاق سے واپس آئے پر دیا
 کر دیا جائے گا۔

قاصد نے ہاتھ دوا کر نہایت عاجزی سے کہا۔ یہاں پتا ابھی رہا کر دیجئے۔
 برغونہ نے گڑا کر کہا۔ نفوس یک یک کر کے اپنی موت کو نہ بلاؤ جو کہ دیا گیا ہے
 نہ چاہا۔ اس کی تعمیل کرو۔"
 قاصد یہ نہ سمجھ سکا کہ تم سن کر رو کیا۔ اس نے کہا۔ "بہت سوچ میں حقیقی نعم کے
 لئے جا رہی ہیں۔"

اس دیر میں برغونہ ناخوش بھی اس کے قریب آکر رک گیا تھا ایک افسر نے اس
 کو اور لشکر میں سے بٹھو کر کے قاصد کو ان کے حوالہ کر کے سمجھا دیا۔ کہ وہ اسے قند
 مارچ میں سے جاتا کر رہے ہیں اور برغونہ کی واپس تک اس کی ہمدانست کریں۔
 قاصد کو قند میں لے کر روانہ ہوئے۔ ان کے جاتے ہی برغونہ نے معد لشکر
 کے کھڑکی کی طرف کوچ کیا۔

بیسواں باب بھوتوں کا مسکن

دونوں زمین اور دلہا لڑکیاں ساتھ اور وقت سے قائمہ انہما کر تھا چل پڑی تھیں۔
 رات کا وقت تھا ان کے ساتھ کوئی راہبر تھا نہ ان کے پاس کوئی ہتھیار تھا۔ تھا
 اور اتنی خدا پر بھروسہ کہ ان کے اگلے کڑی ہوئی تھیں۔

رات انہمیری تھی۔ چاند آج رات کے بعد نکلے والا تھا۔ ہر طرف اندھیرا پھیلا ہوا
 تھا اس وقت چاند سے بڑھ کر اور درخت سے بڑھ کر گاہوں میں چھپ گئے تھے۔ لفظ ساکن

اور کائنات خاموش تھی۔ ہر سمت سکوت طاری تھا۔
 بالکل جس میں یہ مادیہ و مادیہ و مادیہ و مادیہ تھیں ساکنیں اور دیا تھا انسان میں تارے
 جڑے ہوئے تھے اور ان کی چمک دھمک پر وہ لگاتار کو چاک کرتی کہ ارض تک پہنچ رہی
 تھی۔

یہ دونوں گھوڑوں کو تیز دوڑائے چلی جا رہی تھی۔ سردی کا وقت تھا جلالت میں انہوں
 نے سردی سے بچنے کے لئے کالی کپڑے بھی نہ پہنے تھے۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکے ان کے
 نازک بدن میں تھری طرح لگ رہے تھے مگر یہ نہ سردی کی پرواہ کر رہی تھیں نہ تھناتی کی۔
 انہیں صرف چلنے کا خیال تھا اور چلی جا رہی تھیں۔

کچھ دور چل کر ظاہر ہونے لگا۔ اب ہم قلعہ سے دور نکل آئے ہیں غائب کا اندیشہ کم
 ہو گیا ہے۔ سڑے کے نماز پڑھ لیں پھر المہمان سے ساری رات چلتی رہیں گی۔"

برغونہ نے کہا۔ کتنی تو ٹھیک ہو تمہارا وقت ذرا سردی زیادہ معلوم ہو رہی ہے تمہیں
 پر نماز پڑھنی پڑے گی جو اور بھی ٹھنڈی ہو رہی ہوگی کہیں سردی نقصان نہ دے جائے۔"
 ظاہر ہونے لگا۔ سردی ہوا کی ہے چلنے میں زیادہ ہوا نکلتی ہے۔ خسرے یا جینے سے ہوا نہ
 لے گی اور اگر سردی معلوم بھی ہو تو اس کے خوف سے نماز نہیں پھوڑی جا سکتی ہے۔ وہ
 کی تکلیف سے عاقبت کی تکلیف زیادہ ہے اگر ترجیح ہم اس ذرا سی تکلیف کا خیال نہ کر کے
 نماز نہ پڑھیں تو کل مٹر کے روز کیا جواب دیں گی قیامت کے دن سب سے پہلے نماز ہی
 کے متعلق پوچھا جائے گا۔ جو نماز پڑھتا رہا ہو گا اسے کوئی خوف نہ ہو مگر اور جس کی
 نمازیں قضا ہو چکی ہوں گی یا جس نے نماز نہ پڑھی ہوگی وہ سخت بدحواس اور پریشان ہو گا۔
 برغونہ نے مسترا کر کہا۔ اچھا اچھا زمین داغ! پہلے نماز ہی پڑھ لو۔

دونوں نے ایک درخت کے پاس پہنچ کر گھوڑے دو کے گھوڑوں سے پہنچے اتریں۔ دھو
 انہیں تھاپی نماز پڑھنی شروع کر دی۔

چونکہ زمین اور گھاس سب ٹھنڈی ہو رہی تھیں اس لئے انہیں نماز پڑھنے وقت زیادہ
 سردی معلوم ہوئی۔ ان کے نازک کپڑے پرانے رہے مگر انہوں نے پرواہ نہیں کی۔
 نماز سے فارغ ہو کر دونوں نے شاہیں لڑکیاں گھوڑوں پر سوار ہوئیں اور بھر چل
 چیں۔

ظاہر ہونے لگا۔ "ذرا تیز چلو پڑو۔"

برغونہ نے اچھا اچھا اور گھوڑے کو تیز کر دیا۔

ظاہرہ کا کھڑا خود بخود نہ رہا۔

یہ جنگل جس میں یہ سڑک رہی تھیں نہایت خوفناک تھا اس کے حلقہٴ افسوس اور میں ظاہرہ نے اس میں عجیب عجیب افواہیں مشہور کیں۔ بعض کا خیال تھا کہ کچھ عجیب روہیں اس جنگل میں دور دورہ کرتی رہتی ہیں اور وہ رات کے وقت آنے جانے والوں کو ستاتی ہیں بعض کہتے تھے کہ پانے والے میں برسات ہوئی تھی اور وہ لوگ اس جنگل میں مارے گئے تھے ان کی روہیں لگاتی پھر رہی تھیں۔ بعض اس بات کے قائل تھے کہ بھوتوں نے اس جنگل کو اپنا مسکن بنا لیا ہے۔ بہت کم لوگ یہ بھی مانتے تھے کہ جنگل لوگوں کی روہیں برسات آکر تیار ہو سکتی ہیں۔

بہر حال خیالات مختلف تھے مگر یہ سب مانتے تھے کہ اس جنگل میں روہیں یا بھوت رہتے ہیں۔

پرچونہ کو یہ بات معلوم تھی۔ وہ روہیں یا بھوتوں کے خوف سے باری اور سہمی جا رہی تھی۔ فرطِ رنجش سے بات تک نہ کرتی تھی۔ ظاہرہ نے اسے چپ چاپ دیکھ کر کہا۔ پرچونہ! خاموش! کیوں ہو باتیں کر۔

پرچونہ نے آہستگی سے کہا۔ چپ رہو۔ چپ۔ نام نہ نہ۔ تم نہیں جانتی ہو یہ جنگل کس قدر خوفناک ہے۔

ظاہرہ نے کیا بات ہے اس جنگل میں۔

پرچونہ نے یہاں روہیں رہتی ہیں۔ جس شخص کا نام لیا جاتا ہے اور وہ اس جنگل میں ہوتا ہے روہیں اسے تکلیف اور نقصان پہنچائے بغیر نہیں رہتی۔

ظاہرہ نے مانتہ نہیں پڑی۔ پرچونہ کو اس کی ٹیپی پر غصہ بھی کیا اور جھرت بھی ہوئی اس نے کہی جاتی آواز سے کہا۔ ”تم نہیں دینی ہو۔“

ظاہرہ نے کہا۔ ”انہوں نے تو کیا کروں۔ تم روہیں کے خیالی خوف سے اس قدر ڈر رہی ہو کہ تمہاری آواز تک نہیں نکلتی۔ بھلا ڈر کس بات کا۔“

پرچونہ نے۔ ”آر روہیں آجائیں۔“

ظاہرہ نے کہا کہیں گی۔

پرچونہ نے جلدی سے کہا۔ ”خدا کے لئے چپ رہو چپ۔ تم روہیں کی توہین کرنا جانتی ہو اس سے وہ صاف ہو جائیں گی اور پھر پھر نقصان پہنچائے نہ پائیں گی۔“

ظاہرہ نے۔ ”اے نقصان پہنچانے کی قدرت ہی کب ہے یہ ممکن ہے کہ یہاں روہیں

رہتی ہوں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ چلتی پھرتی بھی ٹھہر آتی ہوں لیکن وہ مجھ نہ ہونے کی وجہ سے نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔“

پرچونہ نے۔ ”شاید مسلمان اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ وہاں انسانوں کو نقصان پہنچا سکتی ہیں۔“

ظاہرہ نے۔ ”بے شک۔ مسلمان اس بات کا قائل نہیں ہے کہ روہ کسی کو تکلیف یا نقصان پہنچا سکتی ہے۔ ذمہ داری نقصان پہنچا سکتا ہے لیکن روہ بے بس ہو جاتی ہے وہ نہ تکلیف دے سکتی ہے نہ فائدہ پہنچا سکتی ہے۔“

پرچونہ نے۔ ”خیال تو قصداً صحیح ہے۔ مگر عیسائی روہوں سے بہت زیادہ ڈرتے ہیں۔“

ظاہرہ نے۔ ”اس بات کا نتیجہ ہے کہ تمہارے موزچوں کے سامنے روہوں کے واقعات خوف دلانے والے لہجہ میں بیان کرتے ہیں اس سے بچوں کے دلوں میں ڈر بیٹھ جاتا ہے اور وہ بڑے ہو کر بھی ڈرتے رہتے ہیں ہم مسلمانوں کے نہ بڑے لوگ روہوں سے ڈرتے ہیں نہ بچے وہ جانتے ہیں کہ روہیں کچھ نہیں کر سکتیں۔“

پرچونہ نے خوفزدہ لہجہ میں کہا۔ ”خاموش! دیکھو وہ کیسی روشنی نظر آ رہی ہے۔“

ظاہرہ نے سر اٹھا کر دیکھا۔ اسے کچھ فاصلہ پر روشنی نظر آئی۔ اس نے کہا۔ ”اس روشنی ہے لیکن اس سے روہیں کا کیا تعلق۔“

پرچونہ نے اپنے گرد و پیش دیکھتے ہوئے کہا۔ ”ظاہرہ! افسوس ہم راستہ بھول گئے۔ اور یہ روہیں نے ہی بھلا دیا ہے۔“

ظاہرہ نے مسکرا کر کہا۔ کس قدر تو ہم بہت اور ضعیف الاعتقاد ہو تم افسوس تم تو روہیں کی طاقت خدا کی طاقت سے زیادہ مانتی ہو میری بھولی بہن یہ شرک ہے اور مشرک کو خدا بھی مخالف نہ کرے گا۔ سوچ یہ طاقت صرف خدا ہی کو ہے کہ وہ دلوں کو پھیر دے۔ اور لوگوں کو بدل دے۔ روہیں کو اس میں مطلق اختیار نہیں ہے۔ رات کے اندھیرے کی وجہ سے ہم راستہ بھول گئیں تو اس میں روہیں کا دخل جاتی ہو۔“

پرچونہ نے۔ ”یہ روہیں پہلے راستہ ہی بھلا دیتی ہیں اور پھر وہاں لے جاتی ہیں جہاں ان کا مسکن ہوتا ہے۔ میں نے ایسے بہت سے واقعات سنے ہیں۔“

ظاہرہ نے۔ ”اور ان جھوٹے واقعات ہی کا یہ اثر ہے کہ تم اس وقت ڈری مری جا رہی ہو۔“

اور۔

پرچونہ نے۔ ”ابھار یہ روشنی کیسی ہے۔“

ظاہرہ نے تھنخان انداز میں کہا۔ جمود اور روحوں کے مسکن میں چراغ جل رہا ہے۔

پریونٹ۔ یہی بات ہے۔ جب ہم روشنی کے پاس پہنچیں گی تو روشیں ہمیں اپنی تلاش میں لے کر تارا خانہ گردیں گی۔

ظاہرہ نے ذرا جوش میں ڈر کہا۔ اطمینان رکھو۔ میں ان سب ہی کا خاتمہ کر دوں گی۔ پریونٹ نے سادست آغوش بھریوں سے دلچہ کر کہا۔ کہیں روحوں کا بھی خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔

ظاہرہ۔ میری بھئی کہیں روحیں بھی نقصان پہنچا سکتی ہیں۔

پریونٹ۔ اب تم خود ہی دیکھ لو گی۔

ظاہرہ۔ میں ہی نہیں تم بھی دیکھ لو گی اور قاتل ہو جاؤ گی۔

اب یہ دونوں روشنی کی طرف بڑھنے لگیں۔ ان کے واسطے اور بائیں باب ذرا ذرا نازلہ پر پہنچنے پر غور کے دن کاٹتے تھے۔ ایک تو اندھرا تھا ہی اور ان درختوں کی ٹھکی شاخوں نے اور بھی ٹوٹناک اندھرا پیدا رکھا تھا۔

روشنی سامنے نظر آ رہی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے چراغ جل رہا ہو۔ کہیں روشنی غائب ہو جاتی تھی اور ابھی صاف نظر آتے تھے تھی۔

اس وقت جس راست پر یہ دونوں چل رہی تھیں اس پر گھاس کھڑی تھی معلوم ہوتا تھا کہ یا تو یہ راست ہی نہ تھا اور یہ آمدورفت کے استعمال میں نہ آیا تھا اس لئے گھاس جم آئی تھی۔

گھاس کی وجہ سے گھڑوں کے سون کی آواز نہ ہوتی تھی۔ انہوں نے ایک بات یہ جیسہ دیکھی کہ جب دور سے انہوں نے روشنی کو دیکھا تھا سامنے اور پیچھے معلوم ہوتی تھی لیکن اب انہوں نے دیکھی کہ روشنی ابھی چلی گئی اس بات کا ان دونوں کو تعجب ہوا۔ جب یہ اور زیادہ قریب پہنچیں تو انہیں پہاڑ کی پہاڑی نظر آئی۔ اس وقت تو جی دانت سے زیادہ گڑ گئی تھی۔ چاند نکل آیا تھا۔ چاندنی چھینے لگی تھی اندھرا دور ہونے لگا تھا۔

انہوں نے اس غلطی ہی روشنی میں دیکھا کہ پہاڑ کے لوہ ایک گردہ بنا ہوا ہے۔ پہاڑ کی تمامیں گردہ کی اوٹنی لٹ پر پڑ رہی ہیں یہ ننگہ وہ پہاڑ کے نیچے چا کھڑی ہوئی تھیں اس لئے اب روشنی غائب ہو گئی تھی۔

انہوں نے گھوڑے اچیں چھوڑ دئے اور دونوں نے پہاڑ پر چڑھنا شروع کر دیا۔ اس

پہاڑ کو کات کر چڑھنے کے لئے داخل دار بنا دیا گیا تھا۔ چنانچہ انہیں چڑھنے میں کوئی دقت نہ ہوئی اور یہ اوپر پہنچ کر گردہ کے سامنے چا کھڑی ہو گئیں۔

اگرچہ گردہ ٹھکر اور چھوٹا تھا لیکن بنا نہایت خوبصورت تھا گردہ کے دروازے میں ایک شمع جل رہی تھی۔ یہی وہ روشنی تھی جو ان دونوں لڑکیوں کو دور سے نظر آئی تھی۔

ظاہرہ نے مسکرا کر کہا۔ ”دیکھا تم نے روحوں یا بھوتوں کا مسکن۔ پریونٹ نام ہو گئی۔ اس نے کہا۔ ”ہاں دیکھا شاید لوگ اس روشنی کو دور سے دیکھ کر ہی دار جاتے ہوں گے۔“

ظاہرہ۔ یہی بات ہے۔ آؤ گردہ کے اندر چل کر دیکھیں شاید کوئی دم دل پادری اندر ہو اور وہ ہمیں بقیہ شب گھسرنے کے لئے جگہ دے دے۔

پریونٹ۔ آؤ۔

دونوں گردہ میں داخل ہو گئیں۔ گردہ کے ہر کمرے میں روشنی ہو رہی تھی۔ یہ کئی کمرے ملے کر کے جب ایک کمرے سے دوسرے میں جانے لگیں تو انہوں نے باتیں کرنے کی نواز سنئی۔ دونوں ٹھٹک کر وہیں کھڑی ہو گئیں اور باتیں سننے لگیں۔ کوئی کہہ رہا تھا ”میں اس لڑکی کو چاہتا ہوں اسے جس طرح بھی ہو یہاں لانا چاہئے۔“

دوسری آواز آئی۔ ”مقدس باپ! اس کا انا مشکل ہے۔“

پہلے نے کڑک کر کہا۔ میں نہیں چاہتا کہ یہاں میں حسین خاطر ملو اور وہ دے چکا ہو۔ پھر کہیں تم اسے نہیں لاتے۔

دوسرا۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں مشہور ڈاکو ہوں۔ جس کام کو جس وقت چاہا کر کے چھوڑا لیکن اس لڑکی کو لانا میرے اختیار سے باہر ہے اس کی کافی نگہداشت کی جانی ہے اور جس لڑکی کو کہنا کہ حاضر کر دوں۔

ان کی گفتگو سے ان دونوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ بائیں کمرے والوں میں ایک پادری ہے اور دوسرا ڈاکو۔

پادری نے کہا۔ مگر میں اس کی محبت میں جل رہا ہوں۔“

ڈاکو۔ تمپ کسی اور لڑکی کو پیار کرنا شروع کر دیجئے۔

پادری نے کڑک کر کہا۔ ”یہ سیں وہ سنگھ یا تو اس لڑکی کو لاؤ۔ ورنہ میری رقم میرے حوالے کر۔“

ڈاکو نے بھی تڑکی پر تڑکی جواب دے کر کہا۔ ”یہ کار پادری! تو مجھے دھمکیاں دیتا ہے۔“

کچھ ہی وقت کے بعد قلعہ کے دروازہ کا پھاٹک کھول دیا گیا اور یہ نون مر لٹھ سے اندر داخل ہوا۔

اس وقت صبح ہو گئی تھی۔ اگرچہ ابھی آفتاب نہیں نکلا تھا لیکن خنک رہنے لگا تھا۔
اس لئے کافی روشنی پھیل چکی تھی۔

ہوں ہی برغون قلعہ کے اندر داخل ہوا فوراً ہی قلعہ دار اس کے سامنے آیا۔ اس نے آتے ہی برغون کو سلام کیا۔ برغون نے سلام کا جواب دے کر کہا: یہ لشکر جو میرے ساتھ ہے تمہاری اور اس قلعہ کی حفاظت کے لئے بھیجا گیا ہے۔ غالباً تمہیں پہلے سے اس کی اطلاع ہو چکی ہو گی۔

تقدم دار نے ادب سے جواب دیا۔ جی ہاں ہمیں اطلاع ہو چکی ہے۔ کل ہی انصاف شریاض کا قاصد آیا تھا۔

ہر خون۔ مگر تھیں کیا خوف ہوا تھا، تم نے قلعہ کی حفاظت کے لئے لشکر طلب کیا۔ قلعہ دار۔ ہم نے سنا تھا کہ اس قلعہ میں یوحنا۔ کیا ہے۔ ہم نے اس کے بارے میں دیکھے تھے۔ ہم اس سے ڈر گئے۔ چونکہ قلعہ کے اندر لشکر کم تھا اس لئے مزید لشکر طلب کرنا پڑا۔

یہ نمونے متکرا کر کیا بیسیائی برحق کو کوئی جن سمجھنے گئے ہیں۔
 قلعہ دارمہ حضور اول تو ہر مسلمان جن ہے لیکن یوٹو جب سے مسلمان ہو اے
 نہایت مکار جن بن گیا ہے۔ آپ نے سن لیا ہو گا کہ اس نے ملک شام میں اعزاز کا قلعہ
 اور ارض راجہ میں قریم و ضیعو کو کس جلائی کے فتح کیا ہے اس کا نام سن کر ہی خوف سا
 طاری ہونے لگتا ہے۔

یہ یمن سے لشکر کے ساری رات چلا رہا۔ جب صبح کاغذ ہوا تو وہ قلعہ کفر توڑا۔
اسے مانتے جا پہنچا۔ اس نے اپنے تمام بیانیوں کو راسخ میں ہی جاہت کر دی تھی کہ اپنے
سلمان یہ جانے کا ذکر کسی سے نہ کریں۔

۱۰۔ قلعہ کے دروازہ پر پہنچ کر روک گیا۔ دروازہ بند تھا۔ اس نے اپنے چند افسروں سے کہہ کر وہاں سے دروازہ کھولوانے کے لئے گئیں۔

انہوں نے چند آوازیں چاہیں سے بات چیت کرنے کا۔ پھر چاہیں نے فل کر
 گھر سے تم کو روکی۔

قصہ کی اور کے بعد اذیل کے اور قصہ کی مدد سے لکھو اور پھر خود لکھو

ہر ایک جاندار کا ہوا تھا۔ چارنی سمیل دیکھیں۔ اس لئے فطرت نے اوپر والوں نے
 اس قسم کو دیکھ لیا یا جس سے ایک شخص نے نادر سے بکا کر اور طاقت کیا تم کوئی ہو اور
 اس سے آئے ہو۔

یہ نمونے تھے کہ انہیں جواب دہ کہ ہم رفیقان سے ملک شہریاض کے پیچھے ہوئے

انہوں نے بھی بات کہی۔

میں نے اس کے ساتھ ساتھ اپنے لیے بھی ایک کمرہ بنوا دیا۔

[illegible][illegible]

برخون۔ لوگ اس سے فضول دہستے ہیں جس روز اس کا مجھ سے مقابلہ ہو گیا اس روز اسے پھنسی کا درودہ یاد آجائے گا۔
قلعہ دارم۔ مخدومہ ایسی چالاکیوں چلاتا ہے کہ چالاک سے چالاک تو ہی بھی اس کی حد کو نہیں پہنچتے۔

برخون۔ لیکن میں اس سے زیادہ چالاک ہوں۔
قلعہ دارم۔ اور ہلکے۔ مگر۔
برخون۔ اگر ہمارے ہوتا تو اس قلعہ میں کیوں آتا۔
قلعہ دارم۔ اب آپ کے آنے سے ہمیں اطمینان ہوا ہے۔
برخون۔ بالکل اطمینان سے رہو۔ شاید تمہیں یہ بھی اطلاع دے دی گئی ہو گی کہ اس قلعہ کی حفاظت اور اس کا انتظام میرے سپرد ہوا ہے۔

قلعہ دارم۔ تیری ماں ہمیں اس کی اطلاع دی جا چکی ہے۔
برخون۔ اچھا تو آپ اپنے لشکر کو فصیل کے اوپر سے علیحدہ کر دیتے اور اس سے کہہ دیتے کہ وہ بارکوں میں رہ کر رہے اور جس قدر فوجی یا شہر کا انتظام کرنے والے افسران ہیں ان کو بھی حکم دے دیتے کہ وہ اپنے اپنے کاموں سے بندوبست ہو کر گوشہ نشین ہو جائیں۔ میں اس چالاک کو کوئی نقص میرے انتظام میں ظہر ایلے۔
قلعہ دارم۔ لیکن کیا یہ مناسب نہ ہو گا۔ کہ آپ اور میں دونوں مل کر قلعہ کی حفاظت کریں۔

برخون۔ میں اور تم حفاظت کر سکتے ہیں لیکن ہمارے سپاہی جاہل ہیں۔
قلعہ دارم۔ میں بھی تو جاہل اور کوئی معمولی واقعہ بڑی خونریزی کا باعث بن جا سکتا ہے۔
برخون۔ لیکن کھانا کھانے کے بعد اس کے پہلو پہ پہلو کھڑے۔

قلعہ دارم۔ تم نہایت دور اندیش ہیں۔ اور آپ کا خیال نہ ذات استغنیٰ پر مبنی ہے۔
شہر فصیل کے اوپر سے فوج کو ہٹا دوں گا لیکن برہمنوں میں جو دیدار ہے۔ وہ ملک شہزادوں کے آگے ہیں۔ انہیں ہتھکے کی برسات نہیں کر سکتا۔

وہ ایک دفعہ جس قسم کے برہمنوں کی ایک ٹہنی تھی اسے دہستے تھے وہ دانت اور دھبے پر دیکھتے رہتے تھے کہ کسی طرف سے کوئی لشکر آئی تو فوجی دانت کوئی اور لوگ تو کبھی تو کبھی اس کا غرض تھا کہ جس کسی کو جس طرف سے آئے پہنچے کہ اسے دہستے اس کی اطلاع کر دیتے تھے انہیں دیکھنا کتنے تھے۔
صدقہ۔ صدیق۔ سوامی

برخون۔ ان کے ہٹانے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ وہ برہمنوں میں رہیں گے میں اپنے سپاہیوں کو بدامیت کروں گا کہ وہ برہمن ہیں نہ جاکیں۔
قلعہ دارم۔ بھرے میں آپ کے حکم کی تعمیل ابھی کئے دیتا ہوں۔

قلعہ دارم چلا گیا اور اس نے تمام فوج کو فصیل سے نیچے اتر کر بارکوں میں بٹھ جانے کا حکم دیا۔ سول افسروں کو بھی شہر کے انتظام سے ہٹا دیا۔ اور خود بھی اپنے قصر میں چلا گیا۔
سپاہی جو چڑھیں تھے سبھی فصیل پر بیٹھے رہ گئے تھے۔ ان کی آواز ہی نہ تھی۔ ان کی جان ضیق میں تھی وہ یہ حکم سن کر بڑے خوش ہوئے اور فوراً فصیل سے اتر اتر کر بارکوں میں چلے گئے۔

برخون ابھی تک قلعہ کے دور اندازہ میں کھڑا تھا۔ اس کا لشکر قلعہ کے باہر تھا۔ اب فصیل کے اوپر سے فوج ہٹ گئی تب اس نے اپنے لشکر کو پورے کر فصیل پر پہنچ جانے کا حکم دیا۔
فوج فوجی دستے بڑھے اور قلعہ کے اندر ہو کر فصیل پر جا پہنچے۔ سب ساری فوج فصیل کے اوپر پہنچ گئی تب برخون بھی نکلا۔ اس نے قلعہ سے سپاہیوں کو متنبہ کر دیا اور انہیں کہیں کھول کر آرام کرنے کا حکم دیا خود بھی آرام کرنے لگا۔

شام کے وقت وہ پھر فصیل پر پہنچا۔ اور اس نے وہ باتوں کو بلا جا کر ایک ایک کر کے سب کو قتل کر دیا اور ان کے جتانے برہمنوں میں بھی اپنے ہی تو ہی مقرر کر دئے۔
اس نے اس خاموشی سے یہ کارروائی کی کہ کسی کو بھی کچھ علم نہ ہوا۔ لیکن یہ قسمی سے تھوڑی سی دیر بعد قلعہ دارم نکلا۔

برخون کو اس کے آنے سے افتاء دار کا نظر واضح ہو گیا لیکن وہ پریشان نہیں ہوا بلکہ حسب معمول اطمینان خاطر سے بیٹھا رہا۔
قلعہ دارم نے کہا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ دیدار آپ کا نظر آنے سے کچھ تاخیر ہو گئی ہے۔ غالباً انہوں نے سوال کو سمجھا نہیں ہے۔ میں سمجھانے آیا ہوں۔

یہ سن کر برخون کچھ پریشان ہو گیا لیکن فوراً ہی اس نے پریشانی دور کر کے اطمینان کے لہجہ میں کہا کہ آپ اس کا غرض کریں میں خود ہی سمجھا دوں گا۔
قلعہ دارم۔ وہ لوگ نہایت جاہل اور بڑے احمق ہیں۔ عقلیں بے آپ کو کوئی سخت جواب دے دیں اور پھر معاملہ طوٹ کر جائے۔

برخون۔ میں سپاہیوں کی جماعت سے خوب واقف ہوں۔ مجھے ان کی کوئی بات بھی ناگوار نہ گزرے گی۔

قلعہ وارثہ۔ گھراپ، جنگ میں آئی گیا ہو تو خود ہی کیوں نہ سمجھتا، جاؤں۔

برفیلوں :- آپ کی خوشی۔

تھوڑا دیر وہاں سے چلی کہ شمالی جالیب کے برج میں پہنچ وہاں اس نے خرمیاض کے
سپاہیوں کے بجائے غریبوں کے سپاہی دیکھے وہ کچھ ٹھکانے اسے فروغ بہاگ کہیں انہوں نے
شیش سپاہیوں کو ٹھکانے پر نہیں لگا رہا۔

جب اس کی نظروں میں پانی تو آنے پر ناز خون کے واسطے نظر آئے اب اس کا
خوب نظریں سے بدل گیا وہ دیکھیں لوگے کے لئے مزاحیہ خاکہ کا سامنا ہو گیا۔

اس نے یہ قانون کو دیکھتے ہی کہا یہ کیا کیا آپ نے۔"

ہر شخص نے دریافت کیا۔ میں نے کیا کیا۔

قلعہ دارمہد تپ سے درختوں کو تپتی کرتا رہا۔

یہ نون نے سنجیدگی کے لہجہ میں کہا۔ اس لئے مجھے اتنا بے اطمینان نہ تھا۔

قلعہ وارث۔ آپ نے ان کی بے اطمینانی کی کیا بات دیکھی تھی۔

بر غنوں :- کچھ نہیں۔ مگر مجھے شک تھا۔

قلعہ دارہ اور آپ نے کھنڈ کی بنا پر بے گناہ عیسائیوں کو قتل کر دیا۔

میرے غولانہ۔ میری جگہ آپ ہوتے تو آپ بھی ایسا ہی کرتے۔

قلعہ دارہ۔ لیکن اب مجھے آپ کی طرف سے شک ہو گیا ہے۔

برخون۔ کیا شک ہو گیا ہے آپ کو۔

تکلیف وارہ۔ آپ بات پر حق کے نیچے ہوئے ہیں یا پرتکلیف ہی جیسے ہیں۔

یہ غونہ۔ پہلی بات تو ٹھیک نہیں ہے لیکن یہ دوسری بات ضرور ٹھیک ہے۔

قلندر دار نے حیرت کی نظروں سے برہمن کو دیکھتے ہوئے کہا۔ یعنی تم مسلمان ہو گے

— 21 —

میں نے اپنے

قلعہ دارہ۔ اور تم احکم کو سے اس قلعہ پر قبضہ کرنے کے لئے آئے ہو۔

میں نے کہا: ہاں۔

تھوڑا دیر کے چہرے سے غم و غلظت کی علامتیں ظاہر ہوئیں اس نے افسوس بھرتے لہجے میں کہا: "مولا! یہ مسلمانوں کو کیا فائدہ ہو گیا ہے یہیں وہ مسلمان ہو کر اپنی ہی قوم کو چھوڑ کر گئے ہیں۔" (یو جاتے ہیں۔)

پر غور نہ۔ اس لئے کہ عیسائیوں میں وہ تمام برائیاں پیدا ہو گئی ہیں جو شیطانوں میں بھی نہیں ہیں۔ نہ وہ توحید کے حاکم رہے ہیں نہ خدا کو مانتے ہیں نہ خدا کی عبادت ضروری سمجھتے ہیں۔ مشرت پرستی۔ جھوٹ بولنا۔ زنا کاری اور کاشعہ ہو گیا ہے۔

قلعہ دارہ اور سلطان حسن خوش مسلمان۔

یہ غمخوار نہیں۔ انہیں وحشی کہنے والے خود وحشی ہیں۔ وہ تہذیب کے علمبردار ہیں۔ خدا کی توحید کی ستاری کرتے ہیں۔ برائیوں سے دور رہتے ہیں۔ جس ملک میں بھی ان کے قدم آگئے ہیں وہاں رحمت الہی کا نزول ہونے لگا ہے۔

قلعہ دارت۔ افسوس ایک عیسائی کس قدر بدل گیا ہے۔

برغوان۔ تم بھی بدل جاؤ۔ تین خداؤں کو چھوڑ کر صرف ایک خدا کے قائل ہو

جاؤ۔ اصلی توحید اسلام میں ہی ہے۔ پولو کیا تم مسلمان ہونے کے لئے تیار ہو۔

قلعہ دارا۔ نہیں۔ کبھی نہیں۔ آخری وقت تک نہیں۔

برغون نے منکرا کر کہا۔ یہ تمہارا آخری ہی وقت ہے۔ اب بھی سوچ سمجھ لو۔

قلعہ دارہ۔ سوچ لیا۔ خوب سمجھ لیا۔ میں بھی مسلمان نہیں ہو سکتا۔

مرغون :- تمهاری قسمت۔

یہ کہہ کر اس نے اپنے ایک چاہی کو اشارہ کیا۔ اس نے فوراً تلوار کھینچ لی اور قلعہ

دار کو قتل کرنے کے لئے چھل

قلعہ دار اپنے سر کے قریب ننگی ٹکڑا رکھ کر کاپ مینیا۔ اس نے کہا: ”مخصوصہ میں

ابھی اس کا قہر خور نہ ہوا تھا کہ سپاہی کی تلوار اس کے سر پر چڑی لود اس کے سر کو

میاں زکریا کو چہرہ کر سید تک اترتی علی گئی۔ اس نے نیک بیخ باری اور مردہ اے ہو کر

برغون نے کہا۔ "اس کی لاش فسیل سے بچے گرا دو۔"

و سپاہیوں نے اس کی لاش اٹھا کر پرج سے نیچے دھکیل دی۔ اور جلدی جلدی ٹون

دھوکہ دینا کر دیا۔

برغوب نے کہا۔ قدرت ہماری مدد کر رہی ہے راستہ خود بخود صاف ہوتا چلا جا رہا ہے۔

اب صرف اس فکر کا اظہار رہ گیا ہے جو شریاض کی طرف سے آج رات کو آنے والا

ہے اگر ہم نے اسے بھی اپنے کمرے میں کر لیا تو پھر قلعہ پر مکمل قبضہ ہو جائے گا۔ میں چاہتا

اکیسواں باب

آغاز جنگ

ہمارے ناول کا آغاز ماہ ذی الحجہ ۱۱ صبح سے ہوا ہے۔ اور آپ ہم واقعات لکھتے لکھتے یہ صفر ۱۱ صبح تک پہنچ گئے ہیں۔

جو واقعہ اس سے پہلے باب میں لکھا گیا وہ ماہ صفر ۱۱ صبح کو واقع ہوا تھا۔ اسی روز جنگ خندق کفرہ نامی وہ واقعہ ہوا۔ دشمنان کے میدان میں عیسائیوں کے لشکر کو حرکت ہوئی۔

شریاض نے ایک روز پہلے ہی تمام لشکر میں سنائی کرا دی تھی کہ کل جنگ ہوگی۔ آفتاب طلوع ہوتے ہیں تو حاکم میدان جنگ میں پہنچ کر صف بست ہو جائے۔

شریاض کے لشکر کی تعداد دو لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ ان کا یہاں لشکر بھی ایک موقع پر جڑواں میں جمع نہیں ہوا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اس قدر کثیر لشکر جمع ہوا۔

یہ لشکر چار میل چوڑے اور پانچ میل لمبے میدان میں پڑا ہوا تھا۔ شریاض کو بخوبی معلوم تھا کہ اسلامی لشکر کل آٹھ ہزار ہے۔ اس عظیم لشکر کے مقابلہ میں تمام عیسائی لشکر کو صف بست کرنا شریاض کو مناسب معلوم نہ ہوا چنانچہ اس نے صرف

ایک لاکھ لشکر کو صف بست ہونے کا حکم دیا تھا۔ آفتاب طلوع ہوتے ہیں عیسائی سرخ ہو ہو کر میدان جنگ میں پہنچنے لگے چونکہ ایک

لاکھ کی تعداد بھی بہت کچھ ہوئی ہے اس لئے انہوں نے اپنی صفیں دو رنگ لمبی بنیادیں دیں۔ سب سے آگے بارہ ہزار تین ہزار پانچ سو ہے کا زور بکتر پہننے والے پہلی صف میں کھڑے

ہوئے۔ ان کے پیچھے ایک اور صف سواروں کی کھڑی ہوئی اور اس دوسری صف سے تقریباً ایک فرائنگ پیچھے ہٹ کر ایک تخت پیچھے بچھا دیا گیا جس پر چاندی کا پرچہ لٹا ہوا تھا اور اس

تخت پر ایک سیاہ صلیب رکھی گئی۔ صلیب کے گرد مقدس اگلیوں لاکر رکھی گئیں اور تخت کے چاروں طرف سفید بلب

پوش پادری ڈھکے ہوئے ان تمام پادریوں کے نیچے بالکل سفید اور تختوں تک لمبے تھے سفید ڈھونڈ سے کمری کسی ہوئی تھیں اور ان ڈھونڈوں میں لمبی لمبی سسکیں اڑی ہوئی

تھیں۔ سینوں پر سرخ رنگ کے ریسمان کی صلیبیں لگی ہوئی تھیں۔ سروں پر لمبی ٹوپیاں تھیں۔ ان کی داڑھیاں لمبی سینوں کو ڈھلتی ہوئی ناف تک پہنچ گئی تھیں۔

ان سے اور کسی قدر دور ہٹ کر بقیہ لشکر صف در صف کھڑا تھا۔ ملک شریاض اسی

ہوں کہ قلعہ کے دروازہ پر بھی اپنے ہی چاہی مقرر کر دیں۔

ایک افسر نے جو قریب کھڑا تھا۔ کہا۔ نہایت مناسب دانت ہے حضور کی۔

یہ غصہ نہ۔ اچھا تم نکاح چاہی لے جاؤ اور دروازہ پر پھر دو اور جو چاہی وہاں ہیں

انہیں وہاں سے ہٹا دو۔

افسروں۔ بہت اچھا حضور۔

یہ غصہ دایم چلا گیا۔ افسر نکاح چاہیوں کو لے کر فصیل سے نیچے اترا اور دروازہ پر پہنچ کر سابقہ سپاہیوں کو بندوبست کر کے انہیں وہاں قیدیات کر دیا اور اس کام سے فارغ ہو

کر وہ فصیل کے اوپر پہنچا اور اپنی کارگزاری کی یہ غصہ کو اطلاع دے دی۔ یہ غصہ نے کہا۔ "اب کچھ دیر آرام کر لو۔ مغرب تمہاری اور سب کی خدمات کی

ضرورت پیش آنے والی ہے۔"

افسر نے کہا۔ "ہم جاں نثاری کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔"

وہ سلام کر کے چلا گیا۔ یہ غصہ فصیل کے اوپر گشت نگاہ لگا۔



فکر میں ایک اونچے تخت پر بیٹھا تھا۔ اس کے سر پر ریشمی سائیں کھینچا ہوا تھا جس میں زرہ منت کی جھلک رہی ہوئی تھی۔

آفتاب کے طلوع ہوتے ہی پادریوں نے انجیلیں اٹھا اٹھا کر نہایت شوق۔ غلوص اور اشتہاک سے پڑھنی شروع کیں۔

مسلمانوں نے جب عیسائیوں کو صف بستہ ہوتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی اپنے اپنے عیسویوں کی طرف دوڑے اور جلدی جلدی سسلج ہو ہو کر میدان جنگ میں جانے لگے۔

مسلمانوں میں سے کسی ایک کے پاس بھی پوری زدہ بکتر بھی نہ تھی ان کے پیچھے مسلم بچے چھوٹی چھوٹی کتابیں ہاتھوں میں لگے اور اپنی پشتوں پر دشمن شکائے خاموش کھڑے تھے۔

عیاضہ فکھر کے درمیان میں کھڑے ہوئے ان کے ایک طرف مقداد اور دوسری طرف نعمان ان کے دائیں جانب تقریباً ایک ہزار سوار پھوڑ کر حضرت عبدالرحمن تھے اور ان کے دائیں طرف عامر اور بائیں طرف ضار ان سے ذرا فاصلہ پر حضرت خالد مع اپنے

پانچ سو سواروں کے کھڑے ہوئے۔ اسی طرح عیاض کے بائیں جانب ایک ہزار سپاہیوں کے بعد پرتقا (ان کا اصل نام عبدا اللہ تھا) ان کے دائیں ہاتھ پر حمزہ اور بائیں ہاتھ پر ہشام تھا ان سے فاصلہ پر سہیل اور عبدالرحمن بن عوف کھڑے ہوئے۔

مسلمانوں کے اس مختصر فکھر نے جب اپنی صف بندی کر لی تو عیسائیوں کے فکھر میں بن جنگ بجا۔

حضرت عیاض صف سے آگے نکلے اور انہوں نے صف کے سامنے کھڑا ہو ڈا کر ایک سرے سے دوسرے تک دیکھا کہ مسلمان سیدھی صف میں کھڑے ہیں یا کہیں صف نیزھی ہو گئی ہے۔

مسلمان نماز پڑھتے ہیں اور نماز میں صف بندی کی تعلیم قدرت ہی نے دی ہے ان میں سے ہر ایک اپنا شانہ دوسرے کے شانہ سے طاکر کھڑا ہوتا ہے۔

اس طرح کھڑے ہوئے والوں کی صف کبھی نیزھی ہو ہی نہیں سکتی۔ پانچویں مسلمانوں کی صف بالکل سیدھی تھی۔

حضرت عیاض نے بلند آواز سے کہا۔

مسلمانو! آج وہ دن آگیا ہے جس کی تم تمنا دیکھتے تھے یعنی جہاد کرنے کا دن۔ وہ مسلمان بڑا ہی قسمت والا ہے جو جہاد میں شریک ہو اور وہ شخص اس سے بھی زیادہ خوش قسمت ہے جو شہید ہو جائے شہادت قسمت دلوں ہی کو نصیب ہوتی ہے۔ خدا نے اپنے

کلام پاک قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے کہ شہید مرتے نہیں ہیں۔

خدا فرماتا ہے تحسین الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم فیقولون یعنی جو لوگ راہ خدا میں جہاد کرتے قتل ہو جائیں انہیں مردہ نہ سمجھو وہ زندہ ہیں اور خدا کے یہاں سے زندگی پاتے ہیں۔

جو لوگ مر کر بھی زندہ رہتے ہیں۔ جو قیامت کے روز بلا حساب و کتاب کے جنت میں جائیں گے وہ وہی شہید ہوں گے جو خدا کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے مارے جائیں گے۔ سوچو کس قدر خوش قسمت ہوں گے وہ اور ایسا کون مسلمان ہے جو شہادت کی خواہش نہ رکھتا ہو اور اگر حرج باب ہو کر لوٹے تو غازی ہو گئے۔ غازی بھی جنت کے حقدار ہو جاتے ہیں۔

مسلمانو! اس بات کی پروا مت کرو کہ دشمن زیادہ ہے اور بہت زیادہ۔ تم تھوڑے ہو اور بہت تھوڑے۔ پیٹھ ایسا ہی ہوتا رہا ہے کہ مسلمان تھوڑے اور دشمن زیادہ ہوئے ہیں اور پھر صحیح مسلمانوں کی ہوتی ہے۔ یہ شخص اس لئے کہ پروردگار عالم نے مسلمانوں کی اعانت کا وعدہ فرمایا ہے۔ قرآن پاک میں باری تعالیٰ فرماتا ہے۔

وكان حقا علينا نصر المؤمنين

یعنی مومنوں کی مدد کرنا ہم پر یقینی خدا پر لازم اور ضروری ہے۔ یہ وجہ ہے جس سے مسلمان فتح پاتے ہیں۔

مسلم شیرو! خدا پر بھروسہ رکھو۔ وہ یقیناً جہیں فتح دے گا ایک ہات اور سن لو۔ اگر کوئی مسلمان لڑائی کے وقت دشمنوں سے ڈر کر بھاگتا ہے تو خدا اس سے ناخوش ہو جاتا ہے محروم رہ جائے گا۔

خداوند عالم کلام مجید میں ارشاد فرماتا ہے فلا تولواہم الا عار ومن بولہم لومہ ذل وہ یعنی اسے مسلمانوں! کافروں سے اپنی پشت نہ پھیرو اور جو کوئی ایسا کرے گا تو خدا اس سے ناخوش ہو جائے گا اور وہ دوزخ میں داخل ہو گا۔

خدا کا یہ کلام سننے کے بعد کون ایسا بد قسمت مسلمان ہو گا جو لڑائی کے وقت پشت پھیر کر بھاگ پڑے گا اور بھاگ کر دوزخ خریدے گا۔

مسلمان وہی ہے جو اس وقت تک لڑے جب تک یا توحج ہو جائے یا خود شہید ہو جائے۔ مسلمان کی شان ہی یہی ہے کہ وہ مر جائے لیکن پشت نہ دکھائے۔

اسلام کے مایہ ناز فرزند! صبر و استقامت سے بچی نظریں کر کے لڑو خدا جہیں فتح دے گا۔

اس تقریر نے مسلمانوں کے دلوں میں ایسا جوش بھر دیا۔ کہ وہ خود ہی جہاد کر چلے

کرتے پر چار ہو گئے۔

لیکن چونکہ اسلامی لشکروں میں یہ قاعدہ تھا کہ جب تک سپہ سالار تین غزے نہ لگتا عام حملہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے مسلمان قوش و قضب میں بھر کر بھی اپنی اپنی کھڑت رہے۔

جس وقت عیاضؓ واپس لوٹ کر اپنی جگہ پہنچے ٹھیک اسی وقت نہائی لشکر میں سے ایک گرائیملی سوار نکل کر دونوں لشکروں کے درمیان میں آگھڑا ہوا۔ اور اپنے ساتھ لوٹے والے کو طلب کرتے لگا۔

اسے دیکھتے ہی حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صریح بڑھ کر عیاض کے پاس آئے اور عیاضی سے لائے راہزادہ طلب کی۔

عیاض نے انہیں راہزادہ دے کر غصوں دل سے ان کی حق بات کی دہائی کی۔ عبدالرحمن نے اپنا گھوڑا بڑھایا۔ دونوں لشکروں نے اہمراہر کر انہیں دیکھا شروع کیا۔

چونکہ تمام مسلمان ان سے خوب واقف تھے۔ جانتے تھے کہ وہ خلیفہ اول کے صاحبزادے ہیں اس لئے سب ان کی عزت کرتے تھے اور ان سے بے حد محبت رکھتے تھے۔ چنانچہ تمام مسلمانوں نے ہاتھ اٹھا کر ان کی فتح کے لئے دعا کی نہ صرف مردوں نے بلکہ عورتوں اور بچوں نے بھی۔

دعا مانگ کر سب ان کی جنگ کا قیام دیکھنے کے لئے ہم تن متوجہ ہو کر ان کی طرف دیکھنے لگے۔

شیران عرب دام بلا میں

یہ عیاضی لڑنے کے لئے آیا تھا وہ بڑے ذلیل ڈول کا اور بڑا لمبا ترنگ تھا۔ نہایت ہمار اور مشہور جنگجو تھا۔ تمام ارض رعبہ اور سارے جزیرہ میں اس کی شہرت تھی۔ عیاضی اسے شیر جزیرہ کہا کرتے تھے۔

عبدالرحمنؓ معمولی تن و قوش کے تھے جب وہ گرائیملی عیاضی کے سامنے پہنچے تو وہ انہیں دیکھ کر ہلکا اس نے کہا۔ تم آئے ہو مجھ سے لڑنے کے لئے۔ عبدالرحمنؓ نے کہا۔ ہاں۔

عیاضی پہلوان نے کہا۔ واپس پلے جاؤ۔ اپنی جان گنواؤ۔ عبدالرحمنؓ نے جب مسلمان لڑنے کے لئے میدان جنگ میں نکل آتا ہے تو ہم واپس نہیں لوٹا کرتا۔

عیاضی نے۔ بہت اچھا معلوم ہوتا ہے موت تمہاری آگ میں ہے لو میرا حملہ دوگا۔

یہ کہتے ہی اس نے کھوار کھینچی اور گھوڑا بڑھا کر اپنی پوری طاقت سے حملہ کیا۔

عبدالرحمنؓ نے جلدی سے ڈھال منبھلی۔ کھوار ان کی ڈھال پر پڑی۔

عیاضی سمجھا تھا کہ کھوار ڈھال کو کاٹ کر سر کے ٹکڑے اڑا دے گی لیکن عبدالرحمنؓ

نے کچھ ایسے طریقہ سے ڈھال پر وار دیا کہ ڈھال پر غلط بھی نہ پڑا۔ یہ دیکھ کر عیاضی

خیران رہ گیا۔ لیکن اس نے فوراً ہی اپنی حیرت دور کی اور پھر وہ سرا حملہ کیا۔

عبدالرحمنؓ نے اس کا یہ حملہ بھی روک دیا۔ اور جبکہ وہ تیسرا حملہ کر رہا تھا انہوں

نے بائیں ہاتھ سے ڈھال سامنے کر کے داہنے ہاتھ سے تلوار ماری۔

عیاضی کی ساری توجہ حملہ کرنے کی طرف تھی وہ حملہ روکنے کے لئے تیار نہ تھا۔ اس

کی تلوار عبدالرحمنؓ کی ڈھال پر پڑی اور کچھ حصے ڈھال کا اڑا گئی لیکن عبدالرحمنؓ کی تلوار

اس کی گردن پر پڑی اور ان چاندی کی زنجیروں کو جو خود اور زور بکتر میں شان کے اوپر کان

کے برابر لگی پڑی ہوئی تھی کاٹی ہوئی تقریباً نصف گردن تک تھمتی چلی گئی۔

عیاضی ٹھہرا گیا۔ اس کے تمام بدن میں ٹپک سی لگ گئی اس نے فوراً گھوڑا لوٹایا اور

جان بچانے کے لئے بھاگا۔

چونکہ دھم تازہ تھا۔ اس لئے کچھ دور دوڑا مگر ہوا گھٹتے ہی مدح سمجھنے لگی۔ خون اس

کھڑت سے بہنے لگا کہ اس کی زور بکتر اور اس کے اوپر کار ستھیں لباس سب رنگے جا کر

سرخ ہو گئے۔

عبدالرحمنؓ نے جب دیکھا کہ عیاضی دھم کھا کر بھی بھاگا جاتا ہے تو انہیں غصہ آیا

اور انہوں نے اڑ لگا کر گھوڑا اس کے پیچھے چھوڑ دیا۔ جب وہ اس کے قریب پہنچے تو انہوں

نے تلوار اٹھائی اور پوری قوت سے اس پر حملہ کیا۔

عیاضی گھوڑے پر شرایوں کی طرح جموجاتا جا رہا تھا۔ جون ہی عبدالرحمنؓ نے حملہ کیا

وہ خود ہی گھوڑے سے لپکے کر پڑا۔ عبدالرحمنؓ کا وار ڈھالی گیا۔ وہ حیرت اور غصہ بھری

نگاہوں سے اسے دیکھتے رہ گئے۔

عیاضی پیچھے کر کر رہ پڑے گا۔ عبدالرحمنؓ گھوڑے سے کودے اور خنجر کھینچ کر اس کی

طرف بڑھے۔ اس نے حیرت بھری نظروں سے انہیں دیکھا۔ اس کے لب کھلے وہ کچھ کہتا

چاہتا تھا لیکن اس کی توانا نہ اکل تھی اور اس عرصہ میں خنجر اس کے سینہ میں اتر گیا۔ وہ

نہایت زور سے اچھلا۔ تڑپا۔ اور پھر اکٹھا ہو کر ٹھہری کی صورت میں ہو گیا۔

عبدالرحمنؓ نے نہایت اطمینان سے اس کا چاندی کا خود اور لوہے کی زور بکتر آٹاری۔

اس کی کھوار اور فصالی اور اس کا گھوڑا جو خوف و ہمت سے کھڑا کانپ رہا تھا پکڑا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے لشکر کی طرف چل پڑے۔

بب وہ لشکر قریب پہنچے تو تمام مسلمانوں نے خوش ہو کر اللہ اکبر کا پر شور نغمہ لگایا۔ ابھی اس نغمہ کی آواز فضا میں گونج رہی تھی کہ ایک اور عیسائی فوج سے مل گھاٹا۔ دانت دیتا گھوڑا دوڑا کر مڑوہ عیسائی کے پاس آگھڑا ہوا۔ اور لڑنے والے کو طلب کرنے لگا۔

اب حضرت ضرار بڑھ کر حضرت عیاض کے پاس اجازت طلب کرنے کے لئے آئے۔ انہیں بھی اجازت دے دی گئی۔ وہ میدان جنگ کی طرف چلے۔ عجیب شہن سے چلے۔ صرف ایک تہ بند باندھے ہوئے تھے۔ گھوڑے کی نگیل دینے پر سوار تھے۔ اپنے ہاتھ میں نیزہ تھا۔

چونکہ آپ روزے کثرت سے رکھتے تھے۔ یوں بھی پھرے بدن کے تھے۔ اس لئے چپ کی ایک ایک پہلی ٹاہر ہو رہی تھی۔

بب وہ عیسائی کے پاس پہنچے اور اس نے انہیں دکھا تو غرت و عداوت سے بولا۔ جاؤ۔ سوکھے آبی واپس جاؤ۔ میں تم سے لڑنا نہیں چاہتا۔

ضرار نے نہایت اطمینان سے کہا۔ کہیں کیا تم ڈر گئے ہو۔

عیسائی کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے جلدی سے کھوار نکال کر حملہ کیا۔ ضرار نے نیزہ پر کھوار کو دھک کر پیچھے ہٹ کر نیزہ کو چرخ دے کر حملہ کیا انہوں نے کچھ ایسی تیزی سے نیزہ کو پکڑ دیا کہ عیسائی کی آنکھیں جھپک گئیں۔

انہوں نے اللہ اکبر کا نغمہ لگا کر حملہ کیا۔ نیزہ عیسائی کے سینہ میں بوسٹ ہو گیا۔ بب انہوں نے نیزہ کھینچا تو عیسائی بھی ساتھ جھکا چلا آیا اور ایک خوفناک جھج مار کر گھوڑے سے نیچے گر کر ترپنے لگے۔

ضرار بھی فوراً گھوڑے سے کودے اور چمڑے کر اس کے سینہ پر جا چڑھے ایک ہی وار میں چمڑے سینہ کے پار ہو گیا۔

انہوں نے بھی اس کا خود۔ ذرہ بکتر۔ ہتھیار اور گھوڑا لیا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر چلے اور اپنے لشکر میں پہنچ گئے۔

عیسائیوں کو اپنے دو بیاد اور مشہور جنگی دلیروں کے مارے جانے سے بڑا جوش اور غصہ آیا۔ شرمناک بھی یہ تمام واقعات دیکھ رہا تھا اسے بھی غراہہ آیا۔ اس نے تمام لشکر کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔

تھاروں پر چوب پڑی۔ فضا خراگئی۔ میدان جنگ زیر و زبر ہونے لگا۔ بارہ ہزار آہن پوش عیسائی مسلمانوں کو کھیل ڈالنے کے لئے بڑھے مسلمانوں کی صف کو بھی حرکت ہوئی۔ انہوں نے بھی پیش قدمی شروع کی۔ دونوں فریق جوش میں تھے۔ دونوں ایک دوسرے کو غصہ بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

بڑھتے بڑھتے بب دونوں قریب پہنچ گئے تو کھواریں میانوں میں سے کھینچ آئیں صاف و شفاف کھواریں بلند ہو ہو کر آفتاب کی شعاعیں پڑنے سے جھلکانے لگیں۔

ان کی چمک دمک آنکھوں کو خیرہ کرتے گئیں۔ حضرت عیاض نے اللہ اکبر کا نغمہ لگایا۔ تمام سرداروں نے اس نغمہ کی تکرار کی۔ مسلمان مستعد ہو گئے۔ پھر دوسرا نغمہ لگایا۔ اور پھر تیسرا بلند ہوا اس تیسرے نغمہ کی تکرار تمام مسلمانوں نے کی۔

اس پر شور نغمہ سے تمام میدان مل گیا۔ عیسائی بھی چمک پڑے ان کے گھوڑے بڑھنے لگے۔

عیسائیوں نے ہر محاذ پر ہر طرف حملہ کر دیا۔ مسلمانوں نے بھی جوابی حملے شروع کر دیے۔

جنگ شروع ہو گئی۔ شور و غل بلند ہونے لگا۔ کھواریں جلد جلد اٹھنے اور انسانوں میں اڑنے لگیں۔ جہاں سے جہاں تک نظر جاتی تھی کھواریں کھینچی ہوئی نظر آتی تھیں۔ اگرچہ مسلمان بڑے جوش و خروش سے لڑ رہے تھے لیکن عیسائی غرق آہن تھے سر سے ہر تک لوبہ کا لباس پہنے ہوئے تھے ان کے اوپر مسلمانوں کی کھواریں اثر ہی نہ کرتی تھیں۔

ہر مسلمان اپنے مقابل والے سے جنگ کرنے میں مصروف تھا۔ ایک کو دوسرے کی خیز تھی لیکن یہ ہر شخص خیال رکھے ہوئے تھا کہ کوئی عیسائی اس کے برابر سے پشت کی طرف نہ گھل جائے۔

عیسائی بھی بڑے جوش سے حملے کر رہے تھے۔ لیکن ان کے حملے بھی بیکار ہی ثابت ہو رہے تھے۔ ایک مسلمان بھی اب تک نہ مرا تھا۔

اس وقت آفتاب ایک تہائی چلنے کے سرے پہنچ گیا تھا۔ دھوپ ہر طرف ہر جگہ اچھی طرح پھیل گئی تھی اور اس کی تیزی سے لوگوں کے جسم گرم ہو گئے تھے۔

یوں تو ہر مسلمان ہی نہایت دلیری اور جوش سے لڑ رہا تھا لیکن ضرار۔ عبدالرحمن۔

مقدادہ - عثمان - طوق - عاتقہ - بشام - خالدہ اور خود عیاض اُتھائی ہوش اور انتہائی دلیری سے لڑ رہے تھے۔

وہ پوری قوت سے حملہ کرتے تھے اور جب ان کی گھوڑیں ذرہ بکثرت پر چڑھ کر اپنی آتی تھیں تو انہیں بڑا غصہ آتا تھا اور وہ پھر جوش میں آخر حملہ کرتے تھے۔

لیکن کسی کے حملہ کا بھی اس وقت تک کوئی نتیجہ نہیں ہوا تھا کہ وہ ایک عیسائی کو بھی قتل نہیں کر سکتے تھے۔

ضرارہ ننگے بدن لڑائی میں مصروف تھے۔ بڑی چالاکی سے دشمنوں کے وار روکتے تھے اور نہایت دلیری سے اپنا حملہ کرتے تھے۔

ایک مرتبہ جب کہ وہ ایک اور عیسائی کی طرف متوجہ تھے دوسرے عیسائی نے ان پر وار کیا۔ دھوپ میں سایہ پڑنے کی وجہ سے وہ جلدی سے خیراب ہو گئے اور انہوں نے پلٹ کر اس کا وار رد کیا۔ لیکن روکتے روکتے بھی اس کی گھوڑا ان کے شانہ سے چھو گئی اور خفیف سا زخم لگا گئی۔

اگرچہ ان کے زخم سے خون نہیں نکلا لیکن اس معمولی زخم نے ان کی رنگ شجاعت کو بھڑکا دیا۔ انہوں نے جوش میں آکر نیریز گھوڑے کے پیلو میں گھسپ دیا۔

زخمی گھوڑا ایک دم اچھلا۔ گھوڑا اگرچہ ان کے گرنے سے اس کا سوار اس کے پیچھے دب گیا۔

ضرارہ نے اس حوصلہ میں دوسرے گھوڑے کو زخمی کر کے گرا دیا۔ اس کا سوار بھی دب گیا۔

مسلمانوں نے ضرارہ کی یہ کارروائی دیکھی انہیں عیسائیوں کو ہٹانے گرانے اور بھاگانے کا ایک ذریعہ یا طریقہ ہاتھ لگ گیا۔

اب ہر مسلمان نے گھوڑوں کو زخمی کرنا شروع کر دیا۔ اس سے گھوڑوں پر ہراس طاری ہو گیا اور وہ بادلوں سواروں کے قابو میں رکھنے کے لیے قابو ہو گئے اور ڈر کر گھبرا کر پیچھے لوٹ پڑے ان کے لوٹنے ہی مسلمانوں نے بڑے جوش سے ان پر حملے کر دیے اس کارروائی سے عیسائیوں میں اتھری پڑ گئی۔ ان کی صف قائم نہ رہ سکی اور ان کے سوار پشت دے کر پیچھے پلے۔

مسلمانوں نے پیچھ کر حملہ کیا وہ تیزی سے بھاگے۔ مسلمان ان کے خاقب میں چلے اور انہوں نے بھاگتے ہوئے عیسائیوں کی اچھی خاصی تعداد قتل کر ڈالی۔

حضرت خالدہ ہوش و غضب میں بھرے ہوئے حملے کرتے پڑھے چلے جا رہے تھے

انہوں نے دسیوں عیسائیوں کو قتل کر ڈالا تھا اور انہیں پوش عیسائیوں سے گزرا کر دوسری صف پر حملہ کر دیا تھا۔

ان کے ساتھ تقریباً سو سوار ان کے ہمراہ مارتے کاتے پڑھے چلے جا رہے تھے انہوں نے عیسائیوں کا ایک بازو توڑ کر ان کی کافی تعداد قتل کر ڈالی تھی۔

باہیں جانب سے یوفا (عبداللہ) مغرہ اور بشام نے ایسا سخت حملہ کیا کہ عیسائیوں کی اچھی صف کو الٹ کر بچھل صف میں ملا دیا۔

اس طرح عیسائیوں کے دونوں بازو ٹوٹ گئے اور ان کی کثیر تعداد موت کے گھاٹ اڑ گئی۔

انہیں پوشوں کی صف تو قریب قریب ساری دردم و درہم ہو گئی اور دوسری صف کے ان بہت سے آدمی مار ڈالے گئے۔

اب ہنگ نہایت زور شور سے ہو رہی تھی۔ ہر مسلمان بڑے ہوش و خروش سے لڑ رہا تھا۔ عیسائی بھی غیظ و غضب میں بھرے ہوئے لڑ رہے تھے گھوڑیں جلد جلد اٹھ اٹھ کر حرکت دی تھیں۔ سروں۔ ہاتھوں۔ پیروں اور دھڑوں کے آواز لگتے جا رہے تھے۔

شور و قل اس قدر بلند ہو رہا تھا کہ کانوں کے پردے پھٹے جاتے تھے۔ زخمی چل رہے تھے۔ لڑنے والے نعرے لگا رہے تھے دور کھڑے ہوئے لڑنے والوں کو چلا چلا کر لڑائی پر برا کھینچ کر رہے تھے ان مختلف آوازیوں سے سارا میدان گونج رہا تھا۔ نہایت گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی۔

خالدہ نے دوسری صف کو بھی توڑ دیا تھا۔ یو عیسائی بھی ان کے سامنے آیا انہوں نے اسے آ کر ڈالا۔ جب وہ دوسری صف کے پار پہنچے تب انہوں نے نظر اٹھا کر دیکھا انہیں ایک تخت پر صلیب رکھی اور تخت کے گرد پادری کھڑے نظر آئے۔ وہ سمجھ گئے کہ عیسائی صلیب کی پرستش کر رہے ہیں انہیں صلیب پر سنی کا یہ منظر دیکھ کر جوش آئیا۔ وہ صلیب کو اپنے قابو میں کرنے کے لئے بڑھے۔

ہم پہلے بیان کرتے ہیں کہ وہ صفوں کے بعد تقریباً ایک فرائٹک میدان چھوڑ دیا گیا تھا۔

خالدہ اور ان کے ہمراہی اس ناگوارے کرنے لگے انہوں نے جلدی میں یہ نہیں دیکھا کہ اس میدان میں کچھ عیسائی بھی گھرے پڑے ہیں۔

ابھی وہ تھوڑی ذرا دور گئے تھے کہ ان کا گھوڑا بھاگ انہوں نے ہانگ ساری لیکن گھوڑا نہ سنبھلا بلکہ گر پڑا۔ وہ بھی گئے جب وہ زمین پر گرے تو ان کے کوئی چیز بچھ گئی

خالدہ اور ان کے ہمراہی اس ناگوارے کرنے لگے انہوں نے جلدی میں یہ نہیں دیکھا کہ اس میدان میں کچھ عیسائی بھی گھرے پڑے ہیں۔

ابھی وہ تھوڑی ذرا دور گئے تھے کہ ان کا گھوڑا بھاگ انہوں نے ہانگ ساری لیکن گھوڑا نہ سنبھلا بلکہ گر پڑا۔ وہ بھی گئے جب وہ زمین پر گرے تو ان کے کوئی چیز بچھ گئی

خالدہ اور ان کے ہمراہی اس ناگوارے کرنے لگے انہوں نے جلدی میں یہ نہیں دیکھا کہ اس میدان میں کچھ عیسائی بھی گھرے پڑے ہیں۔

انہوں نے زمین پر دیکھا تو ہر طرف لوہے کے بے ہونے خاردار گوکھڑے پائے تھے۔
عیسائیوں نے اس تمام میدان میں گوکھڑاں بکھیر دیں تھیں یہ گوکھڑاں گھوڑوں کے سہوں
کو تڑ گئے گھوڑے زخمی ہو کر گر پڑے۔ سواروں نے گر کر اٹھا چاہا تھا کہ ان پر عیسائی
آپاڑے اور قتل اس کے وہ انہیں ان کے سرو چھینے بازو اور ہاتھ ریشمیں کندوں میں
بٹارتے گئے۔

وہ عیسائی جو اس میدان میں پھیلے ہوئے تھے لوہے کے جوتے پہنے ہوئے تھے اور اس
طرح سنبھل سنبھل کر چل رہے تھے کہ انہیں گوکھڑاں نقصان نہ پہنچا سکے۔
خالدؓ اور ان کے ساتھ اور بہت سے مسلمان گرفتار کر لئے گئے۔

مسلمانوں کا ایک گروہ اس طرف چا پہنچا۔ مگر خیریت ہوئی کہ انہوں نے دور ہی سے
گوکھڑوں کو دیکھ لیا اور وہ اس میدان کے کنارے پر ہی کھڑے ہو کر آگے بڑھنے کی تجویز
سپہنے لگے۔

اس عرصہ میں مسلمانوں نے پختار کر کے ان دونوں صفوں کا خاتمہ کر دیا جو ان کے
سامنے تھیں۔

اب غیاض اور دوسرے تمام مسلمانوں نے خالدؓ اور ان کے ساتھیوں کو کندوں میں
بٹارتے ہوئے دیکھا۔ وہ ترپ گئے۔ انہوں نے پوچھا چاہا لیکن گوکھڑوں کو دیکھ کر وہ بھی
تھک کر رہ گئے۔

جن عیسائیوں نے مسلمانوں کو گرفتار کیا تھا وہ انہیں سمجھتے ہوئے اپنے لشکر کی طرف
لے چلے۔

ان اسیر مسلمانوں کو گوکھڑوں پر چلنے سے بڑی تکلیف ہوئی لیکن مجبور تھے اور مجبوراً
چلے جا رہے تھے۔

اب آتاپ اعلیٰ کی طرف جگ گیا تھا بہت تھوڑا دن باقی رہ گیا تھا اس
وقت کوئی تدبیر خالدؓ اور ان کے ساتھیوں کو رہا کرانے کی نہ کی جا سکتی تھی۔ اس لئے
مسلمان افسرہ خاطر داپس لوٹے اور اپنی لشکر گاہ میں داخل ہو گئے۔

ایک اور فتح

یرغون نے تعداد کو ایسے وقت اور اس طرح قتل کیا کہ اس کی اطلاع کفر تو والدوں
میں سے کسی کو بھی نہ ہوئی۔
یرغون کے آنے سے پہلے ملک شریاض نے ایک قاصد بھیجا تھا اور اس کے ذریعہ یہ

لکھا دیا تھا کہ بس حصہ کو ہم روانہ کر رہے ہیں قاصد ۱۵ اہتمام دی کر لے گا۔
کفر تو والدوں نے یرغون کو شریاض کا فرستادہ سمجھ کر قاصد کا انتظام اس کے سپرد کر
دیا اور خود گھوڑوں میں جا بیٹھے۔

جب رات ہو گئی تو یرغون کہا کہ کھاکر فیصل پر اس طرف چل قادی کرے گا جس
طرف رخبان کے آنے کا راستہ تھا۔ اسے معلوم تھا کہ شریاض کا بھیجا ہوا لشکر آج رات کو
کسی نہ کسی وقت ضرور آئے گا وہ چاہتا تھا کہ اس لشکر پر بھی قبضہ کر لے۔

جن لوگوں کے دماغوں میں یہ خیال یا بخون ہے کہ وہ اسلام کو تلواریں کے زور سے پھیلانا
سمجھتے ہیں وہ بتائیں کہ یرغون کے سر پر کون سی تلواریں تھیں۔ کس نے اور کس
وقت اور کس طرح اسے مجبور کیا کہ وہ مسلمان ہو جائے ورنہ قتل کر والا جائے گا۔ غزوہ
عرب اور فوج الکلم بھی مسیحی تاریخوں میں یہ تمام لسان یا واقعہ بالکل اس طرح مرقوم ہے
جس طرح ہم نے لکھا ہے۔ جو اصحاب چاہیں تاریخیں منگ کر ان واقعات کو دیکھ لیں یہ
صدیقوں کی تکلیف ہوئی نہایت پرانی تاریخیں ہیں۔

ظاہر ہے کہ یرغون خود مسلمان ہوا۔ خود اس نے اپنے دوستوں کو مسلمان کیا اور خود
ہی اسلام اور مسلمانوں کی خدمت بلا کسی لالچ اور خوف کے کرنے لگا۔

بات یہ ہے کہ دنیا اس بات کو خوب جانتی ہے کہ صداقت اور توحید صرف اسلام ہی
میں ہے۔ اسلام ہی فطرت کے عین مطابق مذہب ہے اسی لئے عالمگیر ہوا جاتا ہے۔

جو شخص بھی اسلام کی تعلیم پر غور کرتا ہے۔ اسلامی کتابیں پڑھتا ہے قرآن شریف کا
مطالعہ کرتا ہے خود بخود مسلمان ہو جاتا ہے۔

اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو چھوٹ چھات کی لعنت سے میرا ہے جس میں ارثی و انہی
سب برابر ہیں۔ غلام اور آقا کی ایک مشیت ہے ایک جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں ایک
جگہ بیٹھ کر کھاتے ہیں دنیا بھر کے مسلمان ایک ہی مسجد میں نماز پڑھ سکتے ہیں کسی کو کوئی
روک نہیں سکتا۔

یہ نہیں کہ عیسائیوں کی طرح یورپ والوں کے گرد انگ ہیں اور مشرقی والوں کے
انگ۔ دو من کی تھوگ کے انگ ہیں اور پردشت کے انگ کیا حال جو ایشیا و افریقہ
والوں کے گرد ہیں قدم بھی رکھ سکتے۔

یا بعد مذہب میں یہ قانون ہے کہ اگر مقدس دین کے متفرق شیعہ کے قانونوں میں
جائیں تو اس کے قانون میں سے۔ کھٹا کر بھرو (از منو سرتی)۔

کیا ایسے مذہب خدائی مذہب ہو سکتے ہیں جو اپنے پیروں میں تفریق روا رکھیں۔ لاے

ایک معمولی عقل رکھنے والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ ایسے مذہب خدائی مذہب ہرگز نہیں ہو سکتے۔
جس طرح خدا ایک ہے۔ اس کا مذہب ایک ہے اسی طرح مذہب کے جاننے والے ایک ہیں۔

دنیا میں ایسا مذہب صرف اسلام ہی ہے جو ایک خدا کی عبادت کا حکم دیتا ہے برائیوں سے منع کرتا ہے۔ پرہیزگاری کا حکم دیتا ہے جو حکم و ستم کو برا جانتا ہے۔ جو رومی کی تفسیر کرتا ہے۔

اس لئے برغون نے اسلام کو پسند کر کے اسے قبول کر لیا اور اب اسلام کی خدمت کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔
ابھی اسے تفصیل پر کھڑے ہونے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ اس نے گھوڑوں کی سواروں کی تلواریں سنی۔

وہ ایک ہزار سپاہیوں کو لے کر فسیل سے نیچے اتر آیا اور دروازہ پر چاکڑا ہوا۔
اس کے پیچھے ہی کسی نے دروازہ باہر کی طرف سے کھٹکتا دیا۔ اس نے کڑکی کھنکھائی۔
دریافت کیا۔ تم کون ہو۔

نہی نے کہا۔ میں اس فخر کا افسر ہوں جو اس قلعہ کی حفاظت کے لئے بھیجا گیا ہے۔
برغون نے۔ کس نے بھیجا ہے آپ کو۔۔۔۔۔ معاف کرنا کہ میں ایسا سوال کر رہا ہوں۔
وہی شخص نے۔ مجھے حاکم شریاض نے بھیجا ہے۔

برغون نے۔ اچھا میں سمجھ گیا۔ آپ قلعہ کے اندر آنا چاہتے ہیں۔
وہی شخص نے۔ جی ہاں۔ میرے ہر قلعہ کی حفاظت کی گئی ہے۔
برغون نے۔ بالکل ٹھیک فرما رہے ہیں۔ آپ ہمیں حاکم شریاض نے پہلے ہی مطلع کر دیا ہے۔ لیکن اگر ہمارا خاطر نہ ہو تو ایک ہفت عرصہ کریں۔

وہی شخص نے۔ کیا۔
برغون نے۔ آپ جانتے ہیں کہ جنگ کا زمانہ ہے آپ نے یوفا کا نام دنا ہو گا یا شاید آپ اسے جانتے بھی ہوں۔

برغون نے۔ جب آپ اسے جانتے ہیں تو یہ بات بھی جانتے ہوں گے کہ وہ بڑا مکار ہے۔
وہی شخص نے۔ میں نے اس کے تمام حالات سن رکھے ہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ اس نے بہت سے آدمی اپنے اہلکار اور قریبا و غیو کے قلعے فتح کرا دیے ہیں۔

برغون نے۔ یہی بات ہے چونکہ ہمیں شبہ ہے اور اندیشہ ہے کہ آپ کی عبادت کے ساتھ کہیں وہ بھی نہ ہو تو اس لئے ہم ہمیں سب کو ایک ساتھ قلعے کے اندر آنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔
وہی شخص نے۔ اور کیسے اجازت دے سکتے ہیں۔

برغون نے۔ ہم تو دروازہ چاکڑ کو کھولے دیتے ہیں۔ پہلے آپ آجائے۔ اور پھر آپ کا ایک ایک سپاہی آتا رہے اور آپ اسے شناخت کراتے رہیں۔ اس طرح یوفا اور اس کے ساتھیوں کے قلعہ میں داخل ہو جائے گا اندیشہ نہیں رہے گا۔

وہی شخص نے۔ نہایت مناسب تدبیر ہے آپ کی۔ اچھا آپ چاکڑ کو کھلوائیں۔ پہلے میں آتا ہوں اور پھر ایک ایک سپاہی آتا رہے گا میں سپاہیوں کو ہدایت کئے دیتا ہوں۔
برغون نے۔ ہاں ہدایت کر دیجئے۔ میں چاکڑ کو کھلواتا ہوں۔

برغون نے کڑکی بند کر دی اور دروازہ سے نکل کر اپنے سپاہیوں کے پاس آگیا۔ سپاہی اسے دیکھ کر حیرت کھڑے ہو گئے۔ اس نے کہا دیکھو شریاض کا بھیجا ہوا فخر گھبراہٹ میں اسے گرفتار کرنا چاہتا ہوں اور اس کی گرفتاری کی میں نے یہ تدبیر کی ہے کہ ان کا ایک ایک سپاہی یہاں آئے تم اسے فوراً گرفتار کر کے یہاں سے دور لے جاؤ تاکہ اگر وہ چلا جائے

داخل چاکڑ اپنے ساتھیوں کو خبردار کرنا چاہے تو نہ کر سکے۔
ایک افسر نے کہا۔ آپ اطمینان رکھئے ایسا ہی ہو گا۔
برغون نے۔ سب سے پہلے ان کا افسر آئے گا۔
افسر نے۔ یہ اور بھی اچھا ہے۔

اب برغون واپس لوٹ کر چاکڑ کے پاس پہنچا اور اس نے چاکڑ کو کھولنے کا حکم دیا۔
قلعہ کا دروازہ نہایت عجلت اور جلد قلعہ اس پر بڑے سونے اور لہجے پڑے کواڑ

چڑھے ہوئے تھے ایک دو آدمی تو ان کو اڑوں کو دھکیل کر کھول بھی نہیں سکتے تھے۔
چنانچہ کھلا کھول کر مٹی مٹی زنجیریں بٹھو کر کے لوہے کی سلاخیں نکال کر دس بارہ آدمیوں نے دور کر کے ایک پٹ توڑا سا کھولا۔ صرف اتنا کہ اس میں سے ایک سوار آسکے۔

برغون نے پتہ کر کہا۔ ہاں صاحب آپ آجائے۔
برغون نے ایک سوار کو پڑھتے ہوئے دیکھا۔ وہ پیچھے ہٹ گیا۔ سوار اندر داخل ہوا۔
برغون نے کہا۔ آگے شریف لے چلے میرے سپاہی آپ کو شناخت کریں گے۔

یہ اس فخر کا افسر تھا جو شریاض نے بھیجا تھا وہ بے دھڑک بڑھا۔ جب دروازہ کے

دوسری طرف پہنچا تو اسے چاروں طرف سے برغون کے سپاہیوں نے گھیر لیا اور فتح اس کے منہ کے سامنے کر کے بظاہر اسے بڑے غور و خوض سے دیکھتا شروع کیا۔ جب دیکھا وہ غافل ہو گیا۔ فوراً اس کی سپاہی اسے لپٹ گئے انہوں نے اسے گھوڑے سے کھینچ کر پیچھے اتار لیا اور جلدی جلدی چٹکیں کس کر گرفتار کر لیا۔ افسر کی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ اس کے ساتھ کیا حرکت کر رہے ہیں وہ ہکا بکا ہو کر دیکھتا رہا۔

سپاہیوں نے اسے گرفتار کر کے سب سے قریب والے برج میں قید کر دیا۔ اس کے بعد ایک سپاہی آیا اور اس کا بھی یہی مشر ہوا۔ وہ بھی افسر کے پاس قید کر دیا گیا۔

فرض اس طرح سے ایک ایک کر کے تمام سوار گرفتار کر لئے گئے اس فکری تعداد ایک ہزار تھی۔ یہ ایک ہزار سوار اور ان کا افسر سب ایک ایک کر کے گرفتار کر لئے گئے اور انہیں برج میں قید کر دیا گیا۔

اس کام میں بہت دقت صرف ہو گیا۔ جب اس سے فراغت ہو گئی تو انہوں نے چٹان تک بند کیا۔ سلاخیں لگائیں۔ زنجیریں چڑھائیں اور آگے والے دستے۔

اب برغون نے اٹھینان کا سامن لیا اور اس نے سپاہیوں کو آرام کرنے کا حکم دیا خود بھی اپنے جانے قیام پر آرام کرنے کے چلا گیا۔

صبح سویرے اٹھ کر اس نے تین محصلوں کو اذان دینے کے لئے کمانچوں نے مل کر نہایت بلند آواز سے اذان دی۔

گھر تو آگے صباغیوں نے جیت سے اذان کی آواز کو سنا اور آپس میں چہ بگو بیاں کرنے لگے۔ لیکن کسی کو یہ جرات نہ ہوئی کہ تحقیق حال کے لئے برغون کے پاس آتا انہیں شب ہو گیا کہ یا تو برغون مسلمان ہو گیا ہے اور یا دھوکہ سے مسلمان قلعہ کے اندر داخل ہو گئے ہیں۔

اذان کے بعد ان لوگوں نے جماعت سے نماز پڑھی۔ کیونکہ آج سے پہلے وہ افشاہ راز کے خوف سے نماز پڑھنے کی جرات نہ کر سکتے تھے۔

نماز پڑھنے ہی وہ اپنے تمام فکروں کو لے کر شہر میں دو قلعہ کے اندر قیام کیا اور اس نے سچ شہر کے کھڑے ہو کر اللہ اکبر کا پر شور نعرہ لگایا۔ اس کے ہم ساتھیوں نے اس نعرہ کی عکراہ کی۔

نعرہ کی آواز سے شہر اور سارا قلعہ گونج اٹھا عیسائی ڈر گئے عورتیں کانپ گئیں۔ بچے رز گئے۔

برغون نے منادی کرا دی کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور خدا نے میرے ذریعہ سے اس قلعہ کو فتح کرا دیا ہے کوئی شخص شہر سے باہر نہ نکلے ورنہ قتل کر دالا جائے گا۔ البتہ ہر مسلمان ہونا چاہیے وہ ہمارے پاس آنے کے لئے باہر نکل سکتا ہے مگر اسے چاہئے کہ وہ سب سے قریب کے پہرہ والوں کے پاس چلا جائے اور وہ اسے بحفاظت ہمارے پاس پہنچا دیں گے۔

اس منادی کو سن کر تمام عیسائی ڈر گئے۔ وہ جلدی سے گھروں میں یا گھسے اور دیوں سے اپنی زندگیوں کی دعا مانگنے لگے۔

دوسرے قریب برغون نے شہر کے تمام رئیسوں امیروں اور حکومت کے کارکنوں۔ فوجی افسروں اور شہریاض کے جاسوسوں کو گرفتار کر کے مع ان ایک ہزار قیدیوں کے جو گزشتہ رات کو قلعہ کی حفاظت کرنے کے لئے آئے تھے۔ رہبان میں حضرت عیاض کے پاس اپنے سواروں کی حراست میں بھیج دیا اور ایک خط میں تمام واقعات لکھ کر ایک افسر کو دے کر بدایت کر دی کہ وہ اس خط کو مسلمانوں کے امیر کو دے دے۔ ساتھ ہی قلعہ میں سے جو کچھ مال غنیمت ہاتھ آیا قلعہ بھی بھیج دیا۔

دس قیدی و قیدیہ جانچے۔ تب اس نے پھر منادی کرائی کہ اب ہر شخص کو امان ہے۔ سب کاروبار شروع کر دیں۔ اب کسی سے کسی قسم کا قرض نہ کیا جائے گا۔

اس منادی کو سنتے ہی لوگوں کی جان میں جان آئی وہ گھروں سے نکلے اور کاروبار میں مشغول ہو گئے۔

اس طرح سے گھر تو آگے قلعہ برغون کے ہاتھ سے فتح ہوا۔



بائیسواں باب دہائی کی تدبیر

ہوں تو حضرت خاتمہ اور ان کے ساتھیوں کے گرفتار ہو جانے کا مالل سارے ہی مسلمانوں کو تھا۔ مگر سب سے زیادہ رنج حضرت عیاض کو تھا وہ حمایت ہی بے یقین اور بہت زیادہ بے یقین تھا۔ اگر بات نہ ہو جاتی تو وہ شاید ان کی دہائی کے لئے چوری جودہد کرتے مگر رات ہو جانے کی وجہ سے کوئی بھی کوشش نہ کر سکتے۔

البتہ انہوں نے کیمپ میں چھپنے ہی چند جاسوسوں کو عیسائیوں کے لشکر میں یہ معلوم کرنے کے لئے بھیج دیا تھا کہ حضرت خاتمہ کے ساتھ انہوں نے کیا سلوک کیا ہے اور وہ کہاں قید کئے گئے ہیں۔

آخرچہ آج کی جنگ میں عیسائی تقریباً اتحاد ہزار مارے گئے تھے اور مسلمان صرف ڈیڑھ سو ہی شہید ہوئے تھے۔ چار مسلمانوں کی باری رہا تھا۔ مگر حضرت خاتمہ و رفیقہ کی گرفتاری سے ہر مسلمان افسردہ خاطر اور ملول و محزون ہو گیا تھا۔ عورتوں اور بچوں پر بھی افسردگی چھا گئی تھی۔

مسلمانوں نے دلیں ٹوٹ کر سب سے پہلے وضو کیا۔ نماز پڑھی اور پھر زنجیوں کی مرہم پٹی کر کے کھانا پکانے اور کھانے کا انتظام کرنے لگے۔

جب تمام کاموں سے فارغ ہو گئے۔ تب حضرت عیاض نے یو قنا ضرار۔ عبد الرحمن۔ مقداد اور چند نور سرور اور دو لوگوں کو مشورہ کرنے کے لئے بلایا۔

یہ سب لوگ فوراً ہی آگئے۔ حضرت عیاض نے کہا۔ آخرچہ آج کی جنگ میں ہم ہی کامیاب نہ ہو سکتے ہیں۔ لیکن حضرت خاتمہ اور ان کے ہمراہیوں کی گرفتاری نے ہماری کامیابی کو ناممکن بنا دیا ہے۔ مجھے ہے کہ انہوں نے ہم سے مل کر کچھ بھیج کر دہائی میں رہا کر دیں گے۔

ضرار نے کہا۔ ہم خدا کی عینوں کو نہیں سمجھ سکتے۔ اس میں شک نہیں کہ اس وقت ہم سب ملول و محزون ہیں۔ خاتمہ کی گرفتاری ہماری بیہوشی کا باعث نہ ہو اور ہمارا ہم ٹوٹنے سے بدل چاسکے۔ ہمیں راضی ہو کر رہنا چاہئے۔

عیاض نے کہا۔ انسان اس قدر بے بس اور لاچار ہے کہ وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا ہے۔ خدا کی مرضی پوری ہوتی ہے۔ انسان کی مرضی کبھی پوری نہیں ہو سکتی۔ لیکن یہ بالکل صحیح

ہے کہ خدا کا ہر کام حکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ نہ کہ ہمیں احمقہ کا کوئی علم نہیں دیا گیا ہے اس لئے ہم اس کی حکمتی سمجھنے سے قاصر ہیں۔

یو قنا۔ جب ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ وہ ہوتا ہے خدا کی طرف سے ہوتا ہے اور نہ کچھ وہ کرتا ہے ہم کرتا ہے پھر ہم کیوں غمگین ہوں کیوں رنج کریں۔ کچھ نہیں کہ وہ خدا کو منظور تھا اور وہ کچھ ہو اور اچھا ہوا۔

عیاض نے۔ بالکل صحیح کہا تم نے مجھے اگر اندیشہ ہے تو یہ کہ کہیں شہر میں انہیں اور ان کے ساتھیوں کو شہید نہ کرادے۔

یو قنا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ دوش انہیں میں انہیں شہید کرادے۔ مگر ہم کو یہ یاد رکھنا چاہئے۔

عیاض نے دوش میں اکر کہا۔ ہم مسلمانوں کو شہید ہونے سے تو نہیں روک سکتے مگر ان کا انتقام لے سکتے ہیں۔

یو قنا۔ ہاں ہم انتقام لینے کی کوشش کر سکتے ہیں اور یہ ہم کریں گے۔

ضرار نے۔ جب ہمیں انتقام لینا ہی ہے تو کیوں نے آج شب ہی کو چھاپ ماریں۔

مقداد نے۔ چاہتا تو میں بھی یہی ہوں۔ مگر اس طرح دل کے جوصلے نہ نکلیں گے۔

عبد الرحمن نے۔ میں تو یہ چاہتا تھا کہ جنگ بند ہی نہ کی جاتی اگر ہم برابر لڑتے رہتے تو یا تو انہیں چھڑا لیتے۔ عیسائیوں کو شکست دے دیتے اور یا خود شہید ہو جاتے۔

عیاض نے۔ لیکن غم یہ ہے کہ کوئی انسان اپنی طاقت سے زیادہ کام نہ کرے۔ مسلمان

سارے دن لڑنے کی وجہ سے تھک گئے تھے۔ رات کو ان کی طاقت سے بھر تھا۔ اگرچہ یہ ضرور ہے کہ جنگ بند نہ کی جاتی تو وہ برابر لڑتے۔ لیکن اس بار دوش سے نہیں جس سے وہ دن میں لڑتے تھے۔

ضرار نے۔ یہ صحیح ہے۔ سارے دن لڑنے کی وجہ سے مسلمانوں نے اس میں ٹھیک نہیں کیے تھے۔

یو قنا۔ میرے خیال میں شیخوں کی تدبیر مناسب ہے۔ لیکن ہے کہ ہم نہ بھر کر مسلمانوں کو رہا کرالیں۔

عیاض نے۔ میں بھی اس قہر کو پسند کرتا ہوں۔ لیکن پھر وہی سوال رہ جاتا ہے کہ جب مسلمان تھک گئے ہیں تو شیخوں میں کیسے شرکت کریں گے۔

عبد الرحمن نے۔ تمام مسلمانوں کو تو آرام کرنے دیتے۔ خاص خاص دو سو دسائی مسلمانوں کو منتخب کرلیجئے۔

ضرار نے۔ اگر آپ غم دیں تو میں اپنے دست کو لے جا کر شیخوں مار سکتا ہوں۔

یہ وقت۔ میرے خیال میں آپ سب آرام کریں اور مجھے اجازت دیں۔

عبدالرحمنؓ: لیکن یہ کیوں نہ ہو ہے۔ اجازت مجھے ملنی چاہئے۔

مقدادؓ: اور تو اس میں ڈرنا کہ اور آرام طلب ہو۔ آپ ہی کیوں جائیں۔ میں
کیوں نہ جاؤں۔

عیاضؓ: معلوم ہوا ہے کہ آپ سب تیار ہیں اچھا.....

ابھی ان کا فخر پورا نہ ہوا تھا کہ ایک جاسوس نے ان کو سلام کیا۔ عیاض نے اس سے
دریافت کیا۔

جاسوس نے جواب دیا: چنانچہ کہ یہ اندیشہ تھا کہ مسلمان رات کو شیون کریں گے
اس لئے انہوں نے مسلمان قیدیوں کو اس المین کے قند کی طرف بچہ لشکر کی حراست
میں بھیج دیا ہے اور اپنے ایک لشکر کو شب بیدار رہنے اور حفاظت کرنے کا حکم دیا
ہے۔

عیاضؓ: معلوم ہوا ہے کہ شریاض تحریر کار بادشاہ ہے آپ شیون مارنا تو لامحالہ
ہے۔

عبدالرحمنؓ: شک۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے اجازت دیں کہ میں اپنے
دست کو لے کر ان کا تعاقب کروں اور اگر خدا میری مدد کرے تو انہیں چھڑاؤں۔

جاسوسؓ: یہ ممکن ہے۔

مدارے مسلمان جاسوس کی طرف دیکھنے لگے۔ حضرت عیاضؓ نے دریافت کیا۔
"کیوں؟"

جاسوسؓ: اس لئے کہ قیدی ان چھپتے ہی مدد کر دے گئے تھے اور انہیں بخیر سے
چلنے کی اجازت کی گئی تھی۔ اس لئے وہ بہت دور نکل گئے ہوں گے۔

عیاضؓ: تم ٹھیک کہتے ہو۔ اب اگرچہ رات گئی ہے اب تو وہ اس المین کے
قریب پہنچ گئے ہوں گے۔

جاسوسؓ: جی ہاں۔ اس المین۔ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے ایک سو رفتار
گھوڑا تین دن میں پہنچ سکتا ہے۔

عیاضؓ: خبر پتا اطمینان ہو گیا کہ شریاض انہیں جنگ فتنہ ہونے سے پہلے شہید
کرے گا۔

جاسوسؓ: مجھے معلوم ہوا ہے کہ شریاض نے قلعہ اس المین کے والی یا حاکم کو
اجازت دی ہے کہ وہ انہیں ان کی ذاتی تم حفاظت سے قید رکھے۔

یہ وقت۔ اس المین کا حاکم آج کل کون ہے؟

جاسوسؓ: مرسیوس ہے۔

یہ وقت۔ کون مرسیوس۔ کیا اس کا نام کا بھائی۔

جاسوسؓ: جی ہاں۔

یہ وقت۔ مرسیوس نہایت ظالم اور بیادستل ہے۔ اسے مسلمانوں سے خدائی ہے
ہے۔ کیسے وہ مرید شریاض کے پیچھے سے پہلے ہی مسلمانوں کو شہید کر دے۔

جاسوسؓ: میرے خیال میں وہ بادشاہ کے حکم کی تعمیل کرے گا۔

یہ والی عیاضؓ سے خطاب ہو کر کہا۔ اب آپ مجھے اجازت دیں میں اپنے ساتھ ان
جائیس سرکردوں کو لے جاؤں گا جو میری قوم سے ہیں اور میرے ساتھ مسلمان ہوئے
ہیں۔

عیاضؓ: مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس ملک کے باشندے تم سے زیادہ ناخوش ہیں اور
نہیں گرفتار کر کے شہید کرنے کی فکر میں ہیں۔ اس لئے میں تمہیں بھیجنا مناسب نہیں
سمجھتا۔

یہ وقت۔ ایک مسلمان کی تمنا اس سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے۔ کہ وہ شہید ہو جائے۔ میں
نے اپنی زندگی راہ خدا میں وقف کر دی ہے۔ میں شہادت کا طلب گار ہوں۔ میری طرفہ
آئے دیکھتے۔ اس کے علاوہ میں جیسا کیوں کی رگ رک سے واقف ہوں۔ ان کی پٹائیوں کو
لوب سمجھتا ہوں۔ لوہے کو لہا ہی کاٹا ہے۔ آپ ہمہ اندیشہ نہ کریں مجھے ہاسے کی اجازت
دیجیے۔

مدارے اگر آپ مناسب سمجھیں تو مجھے بھی ساتھ لے جائیں
یہ وقت۔ کسی عرب کا میرے ساتھ ہونا مناسب نہیں ہے۔ معلوم مجھے کس وقت اور کیا
جگہ چلنی پڑے۔

عیاضؓ: اچھا تم کب جانا چاہتے ہو
یہ وقت۔ اس وقت۔ میں چاہتا ہوں کہ رات کی تاریکی میں چھپ بچھا کر دونوں لشکروں
سے دور نکل جاؤں۔

عیاضؓ: بہت اچھا۔ تم خدا کا نام لے کر جاؤ۔ ہم سب دعا کریں گے کہ خدا تمہیں
کامیاب کرے۔

یہ وقت بہت خوش ہوئے انہوں نے عیاضؓ کا حکم دیا اور اپنی وقت اندھ کر روانہ
ہوئے۔ اپنے خیمہ پر آئے کھینچ ہوئے اور اپنے ساتھ چالیس سواروں کو لے کر چلے۔ لشکر

یہ وقت بہت خوش ہوئے انہوں نے عیاضؓ کا حکم دیا اور اپنی وقت اندھ کر روانہ
ہوئے۔ اپنے خیمہ پر آئے کھینچ ہوئے اور اپنے ساتھ چالیس سواروں کو لے کر چلے۔ لشکر

یہ وقت بہت خوش ہوئے انہوں نے عیاضؓ کا حکم دیا اور اپنی وقت اندھ کر روانہ
ہوئے۔ اپنے خیمہ پر آئے کھینچ ہوئے اور اپنے ساتھ چالیس سواروں کو لے کر چلے۔ لشکر

یہ وقت بہت خوش ہوئے انہوں نے عیاضؓ کا حکم دیا اور اپنی وقت اندھ کر روانہ
ہوئے۔ اپنے خیمہ پر آئے کھینچ ہوئے اور اپنے ساتھ چالیس سواروں کو لے کر چلے۔ لشکر

یہ وقت بہت خوش ہوئے انہوں نے عیاضؓ کا حکم دیا اور اپنی وقت اندھ کر روانہ
ہوئے۔ اپنے خیمہ پر آئے کھینچ ہوئے اور اپنے ساتھ چالیس سواروں کو لے کر چلے۔ لشکر

تے باہر نکلے اور قلعہ راس العین کی طرف روانہ ہو گئے۔
 ان کے جانے کے بعد حاضری نے بھی شہر کی حفاظت کر دی۔ تمام مسلمان دیکھ اندہ
 کہ یہ گئے وہ بھی غیہ میں جا کر کھیل کے فرش پر ایک کھیل اڑا کر سو گئے۔

قلعہ درگور

آج ہی رات ہی میں سرچہ پہنچائی نودہ بعد میں مارے گئے تھے۔ ان کی مسمیٰ درم
 رہی ہو گئی تھیں۔ تم انہوں نے کچھ تعداد مسلمانوں کی گرفتار کر لی تھی۔ اس لئے وہ
 ہمارے رنجیدہ اور غمگین ہونے کے خوش تھے۔

انہوں نے حضرت قائد کا نام سنا تھا۔ ان کی بے حاش جہادی ہی داستانیں سنیں تھیں۔
 انہیں میر سب کہتے تھے مگر ان سے واقف نہیں تھے۔ اس لئے وہ یہ نہیں سمجھ سکے کہ
 گرفتار شدہ مسلمانوں میں غلط ہیں۔

اگر انہیں معلوم ہو جاتا تو وہ اس وقت خالد اور تمام مسلمان قیدیوں کو قتل کر دالتے۔
 کیونکہ وہ ان کے پیر دشمن تھے۔

چونکہ شہر حاضری کو یہ اندیشہ ہی نہیں بلکہ نہیں تھا کہ مسلمان اپنے ساتھیوں کو چھڑانے
 کے لئے شہنشاہی ماریں گے۔ اس لئے اس نے شروع رات ہی میں انہیں اپنے مصائب
 خاص بقیہ کے ہمراہ ایک ہزار سواروں کی سمیت میں راس العین کی طرف روانہ کر دیا۔
 اور انہیں ہدایت کر دی تھی کہ وہ نہایت تیزی سے جائیں اور صبح ہوتے ہی راس العین
 میں پہنچ جائیں۔

اس نے ان قیدیوں کی رہائی سے پہلے پانچ توہمیں کہ ان قیدیوں کے آنے کی اطلاع
 کرتے ہیں کر دیا تھا۔ اور انہیں حکم دے دیا تھا کہ وہ دوڑے چلے جائیں اور مریسوں کو
 قیدیوں کو آنے کی اطلاع دیں تاکہ وہ تمام راس العین میں مدد کی کراوے کہ مسلمان قیدی
 آ رہے ہیں اور وہ انہیں دیکھیں۔

اس سے پہلے یہ مشافہ تھا کہ اس کی رعایا میں اس کا نام مشہور ہو جائے کہ اس
 نے مسلمانوں کو گرفتار کر کے بٹھا دیا۔ تاکہ وہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ ان کا بادشاہ یا تو تمام
 مسلمانوں کو مار ڈالے گا یا اس طرح گرفتار کر لے گا جس طرح ان قیدیوں کو گرفتار کیا
 ہے۔

قیہ قیدیوں کو سنے کہ روانہ ہوا۔ قیدی کھوڑوں پر سوار کئے گئے ان کے ہاتھ باندھ
 دیئے گئے تھے اور ان کے شانے زنجیروں میں جکڑ دئے گئے تھے تاکہ وہ نہ بھاگ سکیں اور نہ

لڑنے کی جرات کر سکیں۔

چونکہ اسے جلد سے جلد راس العین پہنچانی ہدایت کی گئی تھی۔ اس لئے وہ نہایت
 تیزی سے چلا جا رہا تھا۔

اندھیری رات میں رات کے سیاہ پر دے کو جا کر تار لڑتا وہ اور اس کا ٹھکر اڑے جا
 رہے تھے۔ کوئی رات کے بعد وہ دریائے قنات پر پہنچے۔

یہ دریا نہایت اعلیٰ تھا جس سے آسانی کے ساتھ دریا کو عبور کیا جاسکے چنانچہ یہ افکار
 اسی گھاٹ کے درجہ سے دریا کے پار پہنچ گیا۔

جس وقت اس افکار نے دریا کو عبور کیا تو ایک تھلی رات پانی رہ گئی تھی۔ چونکہ
 اندھیری رات تھی اس لئے ہر طرف اندھیرا پایا ہوا تھا اور ایسا سخت اندھیرا تھا کہ ہند قدم
 کی بھی کوئی چیز صاف نظر نہ آتی تھی۔

نکلے ہوئے آسمان پر ستارے نکھڑے ہوئے چمک رہے تھے ستاروں کی غلیف ہی
 روشنی سے اس قدر اہلا ہو رہا تھا کہ قریب کی چیزیں ڈالناؤں کے پھرے نظر نہ آتے
 تھے۔

یہ لوگ ہر نہایت تیزی سے روانہ ہوئے جب وہ راس العین کے قریب پہنچے تو
 آلاب شروع ہو رہا تھا اور اس کی سنری گرمیں تند کی اونچی فضا میں گونج رہی تھی۔
 اگرچہ قائد بھی ذرا قاصد پر تھا۔ لیکن وہ اتنا اونچا تھا کہ دور سے بھی صاف نظر آ رہا
 تھا۔

جب وہ قلعہ کے اور قریب پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ چٹانک کھلا اور بیسائی ٹھکر باہر
 اٹکا شروع ہو گیا۔

قیہ کو معلوم تھا کہ شہر حاضری نے اس کے اور قیدیوں کے آنے کی اطلاع کرنے کے
 لئے قاصد بھیج دیئے تھے وہ سمجھ گیا کہ قاصدوں نے مریسوں کو خبر دے دی اور وہ قیدیوں
 کے لینے اور اس کے استقبال کرنے کے لئے قلعہ سے باہر نکل آیا ہے۔

اس کا خیال صحیح تھا۔ مریسوں کو رات ہی خبر پہنچ گئی تھی اور اس وقت وہ کچھ ٹھکر
 لے کر قیہ کے استقبال کے لئے قلعہ سے باہر نکلا تھا۔

جب قیہ اس کے قریب پہنچا تو اس نے اسے سلام کیا اور نہایت پناک سے ملا
 چونکہ مسلمان قیدیوں کے آنے کی خبر سارے قلعہ میں عام ہو گئی تھی۔ اس لئے
 بیسائی انہیں دیکھنے کے لئے راستہ پر دوکانوں اور مکانوں کی کھجوں پر ایڑے لگائے تھے۔ ہر

طرف چیمائی جودوں۔ مردوں اور بچوں کی ریل چلی ہو رہی تھی۔

جب مسلمان قیدی ان کے درمیان میں سے گزرتے تھے تو ان پر شرع اور ادبائش لوگوں نے تواضع کئے شروع کر دیے۔

مسلمان سر ہیکے غلامی چلے جا رہے تھے۔ انہوں نے تقریباً اسی کر یہ بھی نہ دیکھا کہ کہتے اور کہتے کیسے توی انہیں دیکھنے کے لئے اور کہاں کہاں کھڑے ہیں۔

مرسیوس نے چلتے چلتے کہا کہ ہمارے ملک شریاض نے ان بد بخت قیدیوں کے رکھنے کے لئے بھی کوئی جگہ بنا دی ہے۔

قیادت نے جواب دیا۔ کوئی نہیں۔ اس بات کو آپ کی مرضی پر بھروسہ دیا ہے۔
مرسیوس نے تم جانتے ہو کہ یہ مسلمان چالاک شریر اور پورے شیطان ہیں۔ کبھی تو آپ نے سات آٹوں میں بند کر کے گھر لے لی جانتے ہیں اس لئے انہیں اپنی ذمہ داری پر نہیں رکھ سکتے۔

تبدیل کر آپ کا خیال ہے کہ یہ لوگ قلعہ کے اندر سے بھی نکل جائیں گے۔
مرسیوس نے کہا کہ یہ سات آٹوں میں سے نکل جائیں گے۔ قلعہ کی اونچی اونچی فصیح ان کے مددگار نہیں ہو سکتیں۔
تبدیل۔ مگر چونکہ اور ان کے قتل۔

مرسیوس۔ ابی یہ تو جاؤ گے ہیں جاؤ گے انہوں نے قتل کو دیکھا اور وہ قتل ملک شریاض کو انہیں گرفتار کرتے ہی قتل کر ڈالنا چاہتے تھے۔
تبدیل۔ ابھی جنگ کا فیصلہ نہیں ہوا ہے۔ اندیشہ ہے کہیں ہمارے نظروں کے بھی کچھ کوئی گرفتار نہ ہو جائیں۔ اگر ایسا ہوا تو قیدیوں کا جادو ہی کر لیں گے۔ اسی لئے ملک نے انہیں قتل نہیں کیا اور یہاں بھیج دیا ہے۔

مرسیوس نے۔ مگر ان کا ابھی اطمینان ہے کہ اختتام جنگ یہ لوگ قید بھی رہیں گے۔
قیادت نے۔ اگر آپ حفاظت کریں گے تو بھی نہ بھاگ سکیں گے۔
مرسیوس نے۔ میں تو ان کی حفاظت و نگرانی میں کوئی دقیقہ باقی نہ بھولوں گا۔ مگر مجھے اندیشہ ہی ہے۔

قیادت نے۔ اگر ایسا ہی اندیشہ ہے تو آپ انہیں بیدار اس فصیح کا مشورہ اور بڑا کر جا قلعہ میں قید کر دیں۔

مرسیوس نے خوش ہو کر کہا کہ یہ تجویز آپ نے نہایت مناسب بتائی ہے ہمارے قلعہ

میں ایک دی ایسی جگہ ہے جہاں انہیں قید رکھا جا سکتا ہے۔

قیادت نے۔ اس تو انہیں دہلی سے چلے۔

مرسیوس نے۔ نہایت مناسب ہے۔

مرسیوس نے ایک سوار کو بلا کر کچھ کہا۔ وہ فوراً چلا گیا۔

مسلم قیدیوں کو جلوس کی صورت میں لے جایا جا رہا تھا۔ ہزاروں چیمائی مرد اور عورتیں اور بچے ان کے پیچھے پیچھے لگے تھے۔

چلتے چلتے راستہ بدل دیا گیا۔ غالباً پہلے چھادنی میں جانا چاہتے تھے اب یہ کی طرف چلے پڑے تھے۔

یہ گریڈ جس کا نام بید تھا شریاض عالی شان تھا۔ مگر یہ کیا تھا قلعہ کے اندر ایک مختصر سا قلعہ تھا۔ شاہی محلات کے قریب اور شہر کے کنارہ پر تھا۔

یہ جلوس تمام راستوں اور بڑے بڑے بازاروں میں ہوتا ہوا بید کے دروازہ پر پہنچا۔ یہاں بہت سے پادری سفید لباس پہنے لشکر کھڑے تھے انہوں نے مرسیوس اور قیادت کا استقبال کیا۔

ان پادریوں میں ایک بڑھا پادری اپنے سفید لباس پر سرخ رنگ کے کپڑے کا قفل ڈالے تھا۔ اس گریڈ کا یہ سب سے بڑا پادری تھا۔ مرسیوس نے اس سے مخاطب ہو کر کہا۔
مقدس و محترم باپ! ملک شریاض نے سرخ رنگ میں ان مسلمانوں کو لڑائی کے وقت گرفتار کیا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ مسلمان کس قدر چالاک ہوتے ہیں قلعہ کے اندر انہیں رکھنے کا اندیشہ ہے کہ بھاگ نہ جائیں۔ اس لئے ہم سب چاہتے ہیں کہ انہیں بید میں آپ کی زیر نگرانی رکھا جائے۔ کیا آپ اسے منظور کر کے ہمیں سب کو معذور فرما دیں گے۔

پادری نے کہا۔ ”میں بخوشی اس خدمت کے لئے حاضر ہوں لیکن میرے پاس لشکر نہیں ہے اگر آپ کچھ لشکر بید کے چاروں طرف تعینات کر دیں تو پورے طور پر حفاظت کا انتظام ہو سکے گا۔

مرسیوس نے۔ میں دو ہزار سوار تعینات کر دوں گا وہ ہمہ وقت سپرد دیتے رہیں گے۔
پادری۔ میں تو اطمینان رکھنے پھر یہ کہیں نہ جائیں گے۔

مرسیوس نے۔ بہتر ہے تو آپ انہیں اندر لے جائیں۔ میں باہر چاہیوں کو معذور کر دیتا ہوں۔

مردہوں نے اپنے گھرانوں میں ست ہزار سواروں کو بیہ کے چاروں طرف پھیلا کر انہیں ہدایت کر دی کہ وہ ہر وقت ہوشیار رہ کر پہرہ دیتے رہیں۔ اور خود خلیفہ اور تمام نویںوں کو ساتھ لے کر واپس چلا گیا۔

بادری قیدیوں کو لے کر بیہ کے احاطہ کے اندر داخل ہوا۔ مسلمانوں نے اندر کھینچ کر دیکھا تو وہ حقیقت میں ایک مختصر سا قلعہ تھا۔ اٹا ہوا قلعہ کہ اس کے اندر دس ہزار آدمی با قراصلت اطمینان اور آرام سے رہ سکتے تھے۔

گرچہ کے بیچ میں نہایت عالی شان عمارتوں کا سلسلہ دور تک پھیلا ہوا تھا۔ کہیں کاشت ہوئی تھی۔ کہیں باغات تھے۔ کہیں میدان پڑے تھے۔

بادری انہیں لے کر عمارتوں کے پاس پہنچا۔ اس نے مسلمان قیدیوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ قسمت مسلمانوں یہ گرجہ وہ ہے جس کے اندر انسان داخل ہونے کے بعد اس وقت شہ نہیں لگتا جب تک میں اور بادشاہ دونوں با قواسے باہر نکالنے کے لئے رمضان نہ ہو جائیں اور یا وہ مرتے جاتے۔ اپنی صورتوں میں باطلان ہے کہ کوئی شخص کسی طرح بھی باہر نہ پاسکتے پھر تو لوگ یہ سمجھ لو کہ تمہاری موت ہی کہیں یہاں لگتی ہے۔ اگر تم یہاں ہی ہو گئے تو تمہارے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے گا۔ دوست دلی جائے گی۔ ذریعہ زمین دی جائیگی۔ جن عورتوں کو تم پسند کر گئے ان سے تمہاری شادیاں کر دی جائیں گی۔ بادشاہ کے صاحبزادے جاتے جاتے۔ غرض دولت عزت عورت۔ جو لوگ جس قدر چاہو گئے تمہیں دیا جائے گا۔ اور اگر تم نے یہاں ہی رہنا منظور نہ کیا۔ تو پھر موت اور خوفناک طریقہ پر موت تمہارا کام آجائے گی۔

سننا اس بیہ کا نام اندریہ ہے اسے اندریہ ولی اللہ نے تعمیر کرایا تھا۔ اس کے اندر ایسے ایسے کائنات ہیں کہ تم دیکھ کر دنگ رہ جاؤ گے۔ ان تم سمجھ دے گا۔ اس لئے کہ یہاں کائنات کی سرحد کرالی جاتے کی بہت ایک دو روز میں جب تمہاری نکلان دور ہو جائے گی اس وقت تمہیں سب کچھ دکھایا جائے گا۔

اس عرصہ میں قریب بھی سوچ لینا کہ موت چاہتے ہو یا عزت کی زندگی پسند کرتے ہو۔ تمہیں یہ بھی دکھایا جائے گا کہ اگر تم مرے کے لئے تیار ہو گئے تو کس جہی طرح مرے جاؤ گے۔ فی الحال تمہیں بیہ کے قید خانہ میں بند کیا جائے گا۔

اس قدر تعجب کرنے کے بعد بادری خاموش ہو گیا اور اس نے ان لوگوں کو جو قیدیوں

کو اپنی حراست میں لئے کر رہے تھے ایک طرف کچھ اشارہ کیا وہ انہیں لے کر وہی طرف چلے۔ کچھ دور چل کر ایک عالی شان دروازہ آیا جس پر چٹان ڈھکی ہوئی تھی۔ چند آدمیوں نے مل کر ایک لوبہ کی سلاخ کو دھکیلا۔ سلاخ عائب ہو گئی اور چٹان ہٹ گئی اور دروازہ کھل گیا۔

سپاہیوں نے قیدیوں کو اندر داخل کیا۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ ایک ایسے عمار میں داخل دے گئے ہیں جس کے چاروں طرف سرسبز پناہیں کھڑی ہیں اور جو اتنی اونچی ہیں کہ پاندہ بھی اڑ کر مشکل ہی سے اوپر پہنچ سکتا۔

قیدیوں کو اندر دھکیلنے ہی سپاہیوں نے ہر کسی چیز کو دھکیلا۔ پھر چٹان چلی اور دروازہ کو بند کر دیا۔

اس طرح مسلم قیدی زندہ درگور کر دے گئے۔

تیسواں باب پریشان حال حوریں

ظاہرہ اور پریوت دونوں گرجہ میں سے نکل کر گھوڑوں پر سوار ہوتے ہی پتہ توڑ بنائیں۔ انہوں نے دیکھا پھیر کر دیکھا کہ انہیں معلوم ہوا کہ بادری اور ڈاکو کی جنگ کا انجام کیا ہوا۔ کون مرے۔ اور کون زندہ رہا۔

انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ ان میں سے ایک تو ڈاکو ہے جو یقیناً شکرل اور شقی القلب ہو گا۔ نہ معلوم اس نے کتنے خون کئے ہوں گے۔ کتنے بے گناہوں کو مارا ہو گا۔ دوسرا اگرچہ بادری تھا مگر اس کی جھٹکے ہی سے معلوم ہو گیا تھا کہ تقدس کی آڑ میں شکار کھیتا ہے۔ یہ تیز گاری کے بدلے میں گاری کرتا ہے۔ ایک دولت کا ڈاکو ہے تو دوسرا حسن کا ڈاکو بنا ہوا ہے۔

غرض دونوں کی طبیعت ایک ہی ہے۔ اس لئے دونوں معصوم لڑکیاں حلقہ مست و آمرد کے خوف سے فوراً ہی گرجہ سے نکل کر بھاگ کھڑی ہوئیں۔

دونوں بھوک تھیں۔ نہ معلوم دن میں کس وقت کھانا کھایا تھا۔ ابھی نہیں تھا تھیں۔ اندھیری رات میں بیجانک جنگ میں نگرانی پھر رہی تھیں۔ نہ آرام نہ خیال تھا نہ بھوک۔ صرف یہ چاہتی تھیں کہ کسی طرح اعتدال سے اتنی دور نکل جائیں کہ تعاقب کرنے

داؤں کے ہاتھ نہ آئیں یا کسی ایسی پناہ کی جگہ پہنچ جائیں کہ تعاقب کرنے والے نقصان نہ پہنچا سکیں۔

یہ دیکھا جاتا ہے کہ جنگلی جانیاں میں اندھیری رات کے وقت کمزور طبیعت والے سرا تنہا رہ جاتے ہیں وہ تو بھلا کم سن لڑکیاں تھیں کیوں نہ اندھری ہوں گی۔ مگر مصیبت پڑی ہوئی تھی تعاقب کا اندیشہ تھا اس لئے ان میں سے ایک یعنی طاہرہ اپنی مصیبت بچانے کی اور دوسری یعنی پریونہ اس کی بددعا کرنے کی وجہ سے آدھی رات کے وقت خوفناک جنگل میں تنہا بچ رہی تھیں۔

ساتھ دور تنہا وہ گھوڑے دوڑاے بھی گئیں جب اتنی دور نکل گئیں کہ گرج کی دھڑکی نظر آنی بند ہو گئی تب انہوں نے گھوڑے روکے اور تھست تھست چلتے چلتے پہلے پہلے طاہرہ نے پریونہ سے کہا بھلا یہ کون تھے۔

پریونہ نے کہا کیا کون مجھے بڑی شرم معلوم ہوتی ہے جب میں یہ دیکھتی ہوں کہ دور۔۔۔ ڈھلے ڈھلے چٹاؤں قوم کے امیر اور باغزت لوگ سب ہی ایک کشتی میں سوار ہو گئے ہیں۔ انہوں کی طرف جھک گئے ہیں بدکاروں کو ملے گئے ہیں تو میرا سر شرم و خداحت سے جھک جاتا ہے اور میں عرق خداحت میں غرق ہو کر رہ جاتی ہوں تو تم نے سنا وہی میں نے بھی سنا ہے ان میں سے ایک کوئی بد ذات ڈاکو تھا اور دوسرا عیاش چادری نہیں معلوم ان کیسے۔۔۔ میں سے کون لڑا رہا۔

طاہرہ۔ تو تو یہ کیسا ڈانڈا آگیا ہے ڈھلے ڈھلے تک گڑا کے سمندر میں غوطے کھائے گئے۔

پریونہ دراصل میری قوم مذہب سمجھتی ہی نہیں میں مسلمان اسی وجہ سے ہوئی ہوں کہ میں نے مسلمانوں کو دیکھا ہے کہ ان کو سوائے خدا پرستی کے اور کوئی کام ہی نہیں ہے۔ طاہرہ طاہرہ اسلام میں ہر گناہ کی سزا مقرر ہے اور سزا ہر جرم سے بڑھ کر ہے تو اسے کوئی کو ملتی ہے۔

پریونہ۔ میری قوم میں اپنی روپ کے کمزور لوگوں کو تو سزا دی جاتی ہے اور بھوں کی طرف کوئی آنچ بھی نہیں سکتا۔

طاہرہ۔ خیر ان باتوں کو جانے دو۔ اب یہ بتاؤ کہ کیا ساری رات چلتی ہی رہو گی۔ پریونہ۔ میں تو اس قدر تھک گئی ہوں کہ ایک ایک قدم بھاری ہو رہا ہے۔ لیکن کیا کروں تعاقب کے خوف سے پہلی جا رہی ہوں۔

طاہرہ۔ کچھ جا سکتی ہو۔ اس وقت ہم کس مقام پر سفر کر رہی ہیں۔

پریونہ۔ نہیں۔ میرے خیال ہم راستہ بھول گئی ہیں۔

طاہرہ۔ جب تو اور بھی مشکل ہوئی۔

پریونہ۔ مشکل نہیں بلکہ اس میں بھی کوئی خدا کی مصلحت ہے۔

طاہرہ۔ مناسب یہ ہے کہ راستہ سے ہٹ کر کسی درخت کے سایہ میں ٹھہر کر آدھ دو آرام کر لیں۔ ہمارے ساتھ یہ چارے دو بے زبان گھوڑے بھی تو پریشان ہو رہے ہیں۔

پریونہ۔ اچھا تو آؤ۔ اس طرف چلیں۔ وہاں درخت بھی زیادہ معلوم ہوتے ہیں۔ ان درختوں کے سایہ میں آرام کریں گے۔

اب چونکہ چاند نکل آیا تھا اور چاندنی پھیلتے لگی تھی۔ اس لئے درختوں کی مٹی مٹی کی صورتیں نظر آ رہی تھیں۔ دونوں ان درختوں کی طرف چلیں جب ان کے قریب نہ گئیں تو دیکھا کہ واقعی بہت سے درخت کھڑے تھے دو درختوں کے اندر گھس کر گھوڑوں سے نیلے اتریں۔ وہیں کھولے۔ گھوڑوں کو چرنے کے لئے چھوڑ دیا اور ایک شل بچھا کر دونوں ایک دوسری سے لپٹ کر دوسری شمال اوڑھ کر پڑ گئیں۔

سہری اس قدر بڑھ گئی تھی کہ لپٹ کر پڑنے اور شمال اوڑھنے سے بھی گرمی نہ لگے برابر جاوا لگتا رہا۔

طاہرہ نے کہا۔ جس قدر سہری اس وقت معلوم ہو رہی ہے اگر بقیہ رات ایسی ہی معلوم ہوئی رہی تو جب ہمیں کہ ہم دونوں اکڑ کر رہ جائیں۔

پریونہ نے کہا۔ لیکن ہم پر کیا ہے جو ہم اوڑھ لیں۔

طاہرہ۔ پسٹے کے دو کپڑے ہمارے پاس ہیں انہیں بٹن لیں۔ دونوں نے الجھ کر دو کپڑے جو خام لے گئے تیا تھا پتے اور ہار لپٹ کر لیت گئیں۔

اب ذرا ہوا کی رکاوٹ ہو گئی اور سہری کم معلوم ہونے لگی۔

پریونہ نے کہا۔ ”ظاہرہ! بھلا میری اپنی قسمت کہاں تھی کہ میں تمہارے ساتھ اس طرح لپٹ کر پڑتی۔

طاہرہ نے مسکرا کر کہا۔ اب شراعت تو کرو لیں۔ چپ چاپ پڑی رہو۔

پریونہ۔ اچھا گویا آپ دھکا دی ہیں۔

طاہرہ۔ مجھے دھکے کا کیا حق ہے۔ میں تو تمہاری منظور ہوں کہ تم نے میری دھمکی سے گھر چھوڑا۔ آرام چھوڑا۔ رشتہ دار چھوڑا۔ اور میرے ساتھ جنگلوں کی خاک۔ یہاں

اسلام سے بھر کر عیسائی ہو کر تخطیہ چڑھ گیا تھا۔ معلوم ہوا ہے کہ مسلمانوں کے خلیفہ حضرت محمد فاروقؓ نے تخطیہ کے بادشاہ برحق اعظم کو لکھا تھا کہ وہ اسے اپنے ملک سے نکال دیں پتا چلے اس نے اسے نکال دیا ہے وہ پانچ سو آدمیوں کے ساتھ ملک شریاض کے پاس گیا ہے اور مقام وہ میں ٹھہرا ہوا ہے۔ اس نے اپنی آمد کے متعلق شریاض نے اسے جواب دیا ہے کہ وہ اس المین میں چلا جائے۔

یہ قاتل پانچویں بھگے ہوئے تھے کہ جاسوس نے اس حاکم کا ذکر کیا تھا جس کے متعلق محمد فاروقؓ نے اپنے خط میں تذکرہ کیا تھا۔
یہ قاتل نے دریافت کیا کہ قریح حاکم سے ملے تھے۔

جاسوس نے جواب دیا۔ نہیں حضور۔ ہم اس سے نہیں ملے بلکہ اس کے آدمیوں سے ہمیں یہ تمام واقعات معلوم ہوئے۔

یہ قاتل۔ تانا شریاض نے سرحدوں کو بھی اس کی اطلاع دے دی ہو گی۔
جاسوس نے۔ جی ہاں۔ اس نے اسے بدانت کردی ہے کہ جب حاکم داس المین میں پہنچے تو اس کی خوب عداوت کی جائے۔ معلوم ہوا ہے کہ شریاض حاکم کو بہت مانتا اور اس سے محبت کرتا ہے۔

یہ قاتل۔ اچھا اب تم کہاں جا رہے ہو۔

جاسوس نے۔ اسدولی لشکر میں۔

یہ قاتل۔ صرف یہی خبر پچانے۔

جاسوس نے۔ جی ہاں۔

یہ قاتل۔ کوئی اور بات تو نہیں ہے۔

جاسوس۔ نہیں حضور۔

یہ قاتل۔ اچھا جاو۔ امیر لشکر سے یہ بھی کہہ دینا کہ یہ قاتل اس کے پاس گیا ہے۔

جاسوس نے۔ آپ ہرگز اس کے پاس نہ جائیے۔

جاسوس نے۔ اس لئے کہ اسے آپ کے کارنامے معلوم ہو گئے ہیں۔ شریاض کو خوش کرنے کے لئے آپ کو گرفتار کرنے کی کوشش کرے گا۔

یہ قاتل۔ کچھ اندیشہ نہ کرو۔ میرا خدا پر بھروسہ ہے۔ وہی میرا مددگار ہے۔

جاسوس نے۔ آپ کی مرضی۔ کوئی پیغام تو دینا نہیں ہے۔

یہ قاتل۔ صرف میرا سلام شرف مسلمانوں کو پہنچا دینا۔

دونوں جاسوس سلام کر کے آگے روانہ ہو گئے۔ یہ قاتل بھی آگے بڑھتا چلتا تھا کہ کچھ سوچ کر لوٹا اور جاسوسوں کو تواڑ دے کر پھر بلایا جب وہ آگئے۔ تب اس نے دریافت کیا۔ کیا حاکم وہاں میں مقیم ہے۔

جاسوس نے۔ جی نہیں۔ وہ روانہ ہو چکا ہے اور منقریب اسی جگہ سے گزرے گا۔

یہ قاتل۔ بس یہی دریافت کرنا تھا۔ اب تم جاؤ۔

جاسوس چلے گئے۔ یہ قاتل نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ مسلمانو!

حاکم مد اپنے پانچ سو سپاہیوں کے آگے ہے کیا تم اس سے لڑنے کے لئے تیار ہو۔

سب نے ایک زبان ہو کر کہا۔ "بالکل تیار ہیں۔"

یہ قاتل۔ دیکھو اس بات کا خیال نہ کرنا کہ تم تھوڑے ہو۔ اور وہ زیادہ ہیں۔ اگر تم

لے ذرا بھی دلیری اور جرات سے کام لیا تو خدا کی ذات سے امید ہے کہ فتح تمہاری ہو گی۔

پھر سب نے کہا۔ "بالکل اطمینان رکھئے۔ ہم ڈرنے والے نہیں۔"

یہ قاتل۔ میں چاہتا ہوں کہ تم کینکھ میں پھپھ جاؤ اور جب دشمن سامنے آجائے تو

اچانک نکل کر گرفتار کر لو۔

سب نے ایسا ہی کریں گے۔

یہ قاتل۔ اچھا تو ان درختوں کے پیچھے اس طرح پھپھ جاؤ کہ کوشش کرنے پر بھی کوئی

ضمیم نہ دیکھ سکے۔ جلدی کرو۔ دیکھو گھوڑوں کے سموں کی تواڑ آتے لگی ہے معلوم ہوتا

ہے دشمن بہت قریب آیا ہے خود بھی خاموش رہو اور گھوڑوں کو بھی خاموش رکھنے کی

کوشش کرو۔

یہ سنتے ہی سب لوگ درختوں کے پیچھے حلق ہو کر پھپھ گئے اور حاکم اور اس کے

ساتھیوں کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔

رات اندھیری تھی۔ ہر طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ چونکہ اس طرف درخت کثرت

سے کھڑے تھے اس لئے اور بھی اندھیرا پھیلا ہوا تھا اندھیرے کے ساتھ ہی ساتھ کال

سکون و سکوت بھی طاری تھا۔ لانات خاموش تھی صرف گھوڑوں کے سموں کی آواز آ رہی

تھی جو دم دم بڑھتی جاتی تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ آنے والے قریب آگئے ہیں۔

لیکن بڑھی ہوئی غلٹ کی وجہ سے لشکر نہیں آتے تھے۔

یہ قاتل اور اس کے ساتھی نہایت خاموشی سے پیچھے ہوئے تھے تھوڑی ہی دیر میں آنے

والے بالکل ان کے سامنے ہی آگئے۔

عالم سب سے آگے آ رہا تھا اس کے پیچھے چار چار سواروں کی قطار میں فکر آ رہا تھا جو دور تک پہنچا ہوا تھا۔ مسلمان کے جھگڑے سب سے پیچھے آ رہے تھے۔

جب یہ لوگ یوفا اور ان کے ساتھیوں کے عین سامنے گزرنے لگے تو اچانک وہ یحییٰ کاہ سے نکلے اور عالم اور اس کے ساتھیوں کے اوپر بجھت پڑے۔

عالم اور اس کا لشکر نہایت اطمینان اور بے خوفی سے چلے آ رہے تھے وہ اس حملہ کی بدافعت کے لئے بالکل بھی تیار نہ تھے۔

یوفا نے عالم کو اور ان کے ساتھیوں نے چالیس سواروں کو جلدی سے جھگڑ میں کر کے گرفتار کر لیا۔

عالم اور اس کے ساتھی اس اچانک القاد سے حیران رہ گئے۔ یوفا نے بلند آواز سے کہا۔ عالم! اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو باقی سپاہیوں کو حکم دو کہ وہ بغیر لڑے ہتھیار ڈال دیں۔ ورنہ سب سے پہلے تم مار والے جاؤ گے اور پھر ہمارا ہر سپاہی قتل کر دیا جائے گا۔

عالم حیران بھی تھا اور خوفزدہ بھی اندھیرا ہونے کی وجہ سے وہ یہ بھی معلوم نہ کر سکا کہ یوفا کے ساتھ کس قدر لشکر ہے۔ اس نے قیاس سے یہ سمجھ لیا کہ حملہ کرنے والوں کی تعداد زیادہ ہی ہو گی۔ اس کے علاوہ وہ گرفتار ہو گیا تھا اسے خوف ہوا کہ اگر اس نے گرفتار کرنے والوں کی بات نہ مانی تو قتل کر دیا جائے گا اس لئے اس نے اپنے لشکر سے مخاطب ہو کر کہا۔ میرے بھائیو! لڑنا بیکار ہے فضول خونریزی کو میں پسند نہیں کرتا۔ سب ہتھیار ڈال دو اور حملہ آوروں کی اطاعت قبول کر لو۔

اس کی طرح اس کے ساتھ بھی ڈر گئے تھے۔ وہ خود ہی ہتھیار پیچک پیچک کر گرفتار ہونے پر تیار تھے۔ جب انہوں نے عالم کا حکم سنا تو فوراً ہتھیار ڈال دیے اور بغیر کوئی جدوجہد رہائی کی کئے چپ چاپ گرفتار ہونے کے لئے کھڑے ہو گئے۔

یوفا کے ساتھیوں نے جلدی جلدی انہیں سب کو خود ان کے ہی محاسن سے جکڑ کر گرفتار کر لیا۔

جب سب لوگ گرفتار کر لئے گئے تب عالم نے یوفا سے دریافت کیا آپ کون ہیں۔

یوفا نے جواب دیا۔ "میرا نام یوفا تھا۔ اور اب عہد اللہ ہے۔ مگر اکثر مسلمان اب بھی مجھے یوفا ہی کہتے ہیں۔"

عالم نے اور عیسائی بھی آپ کو اس نام سے یاد کرتے ہیں۔ میں نے تمہارے کارنامے سن رکھے ہیں۔

یوفا نے۔ ضرور سنے ہوں گے۔ مجھے انہوں نے کہ تم مسلمان ہو کر مرتد ہو گئے کس بات نے تمہیں اسلام سے روگرداں کیا۔

عالم نے۔ میری بد بختی تھی۔

یوفا نے۔ بے شک ہی کا سامنا ہے لیکن پھر بھی کوئی نہ کوئی بات ضرور ہوئی ہو گی۔ آخر تمہیں عیسائیت میں کیا بات اچھی نظر آئی۔

عالم نے۔ دین عیسوی اسلام سے پیچھا ہے۔ اس لئے میں نے پہلا مذہب اختیار کیا۔

یوفا نے۔ مگر یہ نہ دیکھا کہ عیسائی مذہب منسوخ ہو چکا ہے۔

عالم نے۔ کس وجہ سے۔

یوفا نے۔ اس وجہ سے کہ عیسائیوں نے مذہب کو تکمیل کو نہ لایا ہے عیسیٰ پر مبنی کا ذریعہ قرار دے دیا ہے کیا تم نے انہیں دیکھا کہ گرجاؤں اور عیسوں میں تو جہان فزائیاں داخل کی جاتی ہیں۔ زیادہ تر خوبصورت لڑکیوں کو لیا جاتا ہے ظاہر یہ کیا جاتا ہے کہ وہ عہد کھواری رہ کر عہد کے اقرار کر چکی ہیں۔ لیکن کیا ان کی مصیبت قائم و باقی رہتی ہیں۔ کیا انہیں بدکار نہیں بنایا جاتا۔ کیا انہوں نے پادری ان کی آہ و بیزاری نہیں کرتے۔ کیا یہ مذہب کی توہین نہیں ہے۔

عالم نے۔ بے شک یہ مذہب کی توہین ہے۔ مگر اس سے مذہب پر کیا اثر پڑتا ہے۔ یہ تو پادریوں یا پادری پرستوں کی خود غرضی حماقت اور حماقت ہے۔

یوفا نے۔ تم نے ٹھیک کہا۔ مگر یہ بھی سمجھا کہ عیسائی مذہب شرک کی تعلیم دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ خدا واحد نہیں ہے۔

عالم نے۔ یہ کیسے۔

یوفا نے۔ کیا عیسائی حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا نہیں بتاتے۔

عالم نے۔ جیسا کہ عیسائیوں کا بھی اعتقاد ہے۔

یوفا نے۔ سوچو۔ جب خدا کا بیٹا حلیم کر لیا گیا تو وہ خدا ہی میں بھی شریک بنا جائے گا۔

عالم نے۔ جیسا کہ۔

یوفا نے۔ پھر خدا واحد کہاں رہا۔ ہمیں خدا کو خوش کرنے کے لئے اس کے بیٹے کی بھی پرستش کرنی پڑے گی۔

عالم نے۔ صحیح ہے۔

یوفا نے۔ اس طرح ہم خدا کے علاوہ لوگوں کی پرستش کرنے سے مشرک ہو گئے اسی

لے خدا قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے کہ قیامت کے روز مہینے سے دریافت کیا جائے گا۔ **وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اَنْتَ لَئِنْ لَمْ تُؤْمَرْ بِاللَّاسِ اخِذْهُ وَاَمَّا الْهَيْئَةُ مِنَ اللَّهِ** یعنی بتا اے مہینے مریم کے بیٹے کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ تم مجھ کو اور میری ماں کو بھی سوائے خدا کے خدای سمجھو۔ حضرت مہینے انکار کریں گے۔

عالم! سو جب یہاں تک کہ خدا کے ساتھ اس کی خدائی میں حضرت مہینے کو شریک گردانا تو خدا نے پھر ایک نبی بھیجا اور یہ نبی آخری نبی ہیں ان کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہ آئے گا۔ خدا نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے۔ **مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابًا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ**۔ یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کے پیغمبر ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں یعنی اب کوئی نبی نہ ہو گا۔

اے عالم! اس دن کا خیال کرو جب کائنات کا ذرہ ذرہ فنا ہو جائے گا ہر جڑ مٹ جائے گی۔ آسمان پھٹ جائیگا گے وہ دن قیامت کا ہو گا اس روز اور انسانوں کی طرح حضرت مہینے کا وجود باقی نہ رہے گا۔ مہل ایک اللہ رہ جائے گا۔ اس روز پروردگار فرمائے گا **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْيَوْمَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ**۔ یعنی جس کی آج بادشاہت ہے وہی اکیلا اور زبردست ہے۔

اس کے بعد انسان زندہ کئے جائیں گے اور وہ سب سے اور کھڑے ہوئے ہوں گے اس روز خدا مسلمانوں سے کافروں کو علیحدہ کر کے فرمائے گا **وَاسْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ**۔ یعنی اے کافرو! آج مسلمانوں سے الگ ہو جاؤ۔ حساب کتاب کے بعد مسلمان جنت میں بھیج دیئے جائیں گے اور کافر بدستور کھڑے رہیں گے۔ فرشتے عرض کریں گے کہ پروردگار عالم ان پر رحم کر خداوند فرما دے گا۔ **وَقُلُوبُهُمْ أَنْ هُمْ مُسْرِفُونَ**۔ یعنی انہیں کمزار رہنے دو۔ ان سے باز رہیں کی جائے گی۔

عالم! سوچو اس روز کافروں کی کس قدر ذلت ہو گی۔ عالم! پھر یہ قیامت کی جھنجھو کا کافی اثر ہو رہا تھا۔ جب یوحنا غاموش ہوئے تب عالم نے کہا۔ لیکن اب میں کیا کروں۔ میں مسلمان ہوا لیکن بدھشتی سے اسلام سے پھر گیا۔ اب پھر کیسے اسلام میں کیسے داخل ہو سکتا ہوں۔

یوحنا۔ کہیں نہیں ہو سکتے۔ اسلام ایسا مذہب ہے کہ وہ ہر وقت ہر شخص کو اپنی آغوش میں لینے کے لئے تیار ہے۔

عالم اور کیا ایسی صورت میں بھی جب کہ ہم نے اپنی بدھشتی کی وجہ سے شرک کیا ہے۔ حضرت مہینے اور حضرت مریم کی تصویروں کے سامنے سر جھکایا ہے۔

یوحنا۔ ہاں تم پھر پاک و صاف ہو سکتے ہو۔ توبہ کر لو۔ خدا کا حکم ہے کہ انسان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو وہ توبہ کر لیا کرے توبہ کرنے سے انسان ایسا ہی پاک و صاف ہو جاتا ہے جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں ارشاد فرماتا ہے۔ **لَا يَجْعَلُ اللَّهُ لِلَّذِينَ اسْلَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَنْقُصُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ**۔ یعنی اللہ نے اپنے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا کہ میرے رسول میرے بندوں سے کہہ دو کہ تم نے جو گناہ کئے ہیں اور گناہوں کر کے میری بخشش سے ناامید نہ ہو گئے ہو۔ ہرگز میری رحمت سے ناامید نہ ہو میں توبہ کرنے والے کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہوں کیونکہ میں معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہوں۔

یہ سن کر عالم کی آنکھیں جھپکے گئیں۔ اس نے کہا۔ جب تو مجھے بھی ناامید نہ ہونا چاہئے۔

یوحنا۔ بالکل نہیں۔ جو گناہ تم نے کئے ہیں ان سے توبہ کر کے عہد کر لو کہ آئندہ ایسا نہ کرو گے۔ خدا اسحاق کر دے گا۔

عالم! اچھا تو پھر تم مجھے اور میرے ہمراہیوں کو مسلمان کر لو۔ یوحنا اور ان کے ساتھی خوش ہو گئے انہوں نے فوراً سب کو کھلے پڑھا پڑھا کر مسلمان کر لیا اور سلطان کرتے ہی سب کو چھوڑ دیا۔

دہا ہو کر عالم اور ان کے ساتھیوں نے یوحنا اور ان کے ساتھیوں کا شکریہ ادا کیا۔ عالم نے دریافت کیا۔ تم اس وقت رات کو کہاں جا رہے تھے؟

یوحنا نے کہا۔ ذرا ایک طرف چلے۔ میں آپ سے متصل سب کچھ بتا دوں گا۔ عالم یوحنا کے ساتھ چلا گیا۔ دونوں نماز سرکوفی کر لے کر لے کر آئے۔

عالم نے یوحنا سے کہا۔ میں اپنے ہمراہیوں کو کچھ بدانتیں کر دوں۔ اور پھر آپ کے ہمراہ دس ایسے چلوں گا اور حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں کو دہا کرانے کی کوشش کروں گا۔

یوحنا نے کہا۔ "ہم کھڑے ہیں آپ بدانتیں کر آئیں۔"

عالم چلا گیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے تہمت تہمت باتیں کیں اور پھر یوحنا کے پاس واپس آیا۔ اس نے کہا۔ میں نے سنا ہے کہ آپ کی اور آپ کے ساتھیوں کی تلواریں نمائش اچھی ہیں۔ کیا آپ مجھے انہیں دیکھنے کی اجازت دیں گے۔
یوحنا۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن اس وقت رات کو ان کا اچھا پن کیا نظر آئے گا۔

عالم۔ جو چہ رات کو اچھی نظر نہیں آتی وہ کبھی اچھی نہیں ہو سکتی۔
یوحنا۔ بھر ہے آپ نہ دیکھیں۔

یہ کہہ کر اس نے اپنی تلوار عالم کو دے دی۔ عالم نے تلوار دیکھ کر بڑی تعریف کی اور اسے اپنے سامنے رکھ کر دوسرے سے تلواریں اسے بھی دیکھ کر رکھ دیا۔
غرض اسی طرح وہ ایک ایک تلوار لے لے کر دیکھتا اور اپنے سامنے رکھتا رہا۔ جب اس نے سب کی تلواریں اپنے سامنے جمع کر لیں۔ تب اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر اشارہ کیا۔

اس کے سارے ساتھی پائیس مسلمانوں پر فٹ پڑے اور قتل اس کے کہ یوحنا اور اس کے ساتھی تک نہیں دوسرے گرفتار بھی کر لئے گئے۔
یوحنا نے عالم کو دیکھ کر کہا۔ "جی تم نے میری نیکی کا بدلہ دیا ہے۔"
عالم نے اکر کر کہا۔ میری پہلائی کی تعریف کرو۔ کہ میں نے کس آسمانی سے تمہیں گرفتار کر لیا ہے۔

یوحنا۔ لیکن یہ دنیا بازی تمہارے لئے خطرناک ثابت ہو گی۔
عالم۔ یہ تم خود دیکھ لو گے کہ میرے لئے خطرناک ثابت ہوتی ہے یا تمہارے لئے۔

یوحنا۔ مگر تم نے یہ اچھا نہیں کیا۔
عالم۔ تم نے ہی کب اچھا کیا تھا کہ مجھے دھوکے سے گرفتار کر لیا تھا مہمانی کر کے آپ چپ رہتے۔ میں اطمینان دلانا ہوں کہ اس المیہ پہنچنے تک جسیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہوں گا۔

یوحنا۔ اور وہاں پہنچنے کے بعد۔
عالم۔ شہزادوں جو مناسب سلوک کیجئے گا۔ تمہارے ساتھ کرے گا۔
یوحنا۔ خدا کی مرضی۔

عالم نے اپنے ہمراہیوں کو اشارہ کیا وہ قیدیوں کو اپنے زنجیر میں لے کر اس المیہ کی طرف روانہ ہوئے۔ عالم بھی ساتھ ساتھ چلا۔ اس طرح قلعہ منفتح ہو گئے۔

باغ ارم

حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں کو قید خانہ سے نکالا گیا اور گرجہ کے اندر دینی عمارت کی طرف لے جایا گیا۔

عمارت نمائش شاندار اور معمارانہ۔ دھوپ میں سفید برف کی طرح چمک رہی تھی۔ ان مسلمانوں کے گرد توجہ ان پادریوں کا مجمع تھا یہ سب پادری سرخ رنگ کے پٹے پہنے تھے اور ایک ہرے رنگ کی چادر حمہ کی طرح بازو سے تھے جس کے پٹے اڑسے ہوئے نہیں تھے بلکہ پائیس ہاتھوں پر لپیٹ لئے گئے تھے۔ وہ اپنے ہاتھوں میں چھوٹی چھوٹی زنجیریں تھیں شاید ان زنجیروں سے وہ ریاضت کرتے وقت اپنی پشت پر ضربیں لگایا کرتے تھے۔ چونکہ عمارت کی سطح زمین کی سطح سے تقریباً چھ فٹ بلند تھی۔ اس لئے اس پر چڑھنے کے لئے نمائش لمبی اور اچھی چوڑی سیڑھیاں بنائی گئی تھیں۔

یہ لوگ سیڑھیوں پر چڑھ کر جب دروازہ کے اوپر پہنچے تو انہوں نے ایک بچہ کی تصویر دیکھی جو قد آدم تھی اور جس کا رنگ دھنک عروں جیسا تھا۔

مسلمان اس تصویر کو دیکھ کر غصہ گئے۔ اس تصویر کے اوپر لکھا تھا "ہذا انبی العرب" یعنی یہ شخص عروں کا نبی ہے۔

جیسا انہوں کے تعصب و حماقت کا یہ مظاہرہ دیکھ کر مسلمانوں کا خون جوش و غضب سے کانپنے لگا۔

پادریوں نے مسلمانوں کو روک دیا۔ اور ایک بڑھے پادری نے کہا۔ مسلمانو! تم نے اپنے نبی کو دیکھا جس شخص کو تم نبی مانتے ہو وہ ہمارے گرجہ کا پہرہ دار ہے کیا اس شخص کا کھر پڑھتے ہو تم!

خالد نے جوش میں انکار کیا۔ تمہاری حماقت اور تعصب کا اس سے زیادہ اور کیا مظاہرہ ہو سکتا تھا۔ تم نے ایک بت کھڑا کر کے مسلمانوں کے دلوں کو دکھانے کے لئے اس پر یہ لکھ دیا ہے کہ یہ "عروں کا نبی ہے" تم سمجھتے ہو گے کہ اس سے رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلیم کی توہین ہو گی۔ یہ تمہاری بد عقلی ہے جو شخص بھی گرجہ میں داخل ہو گا اس کے دل میں ضرور یہ خیال ہو گا کہ عرب میں کوئی نبی پیدا ہوا ہے اس کے علاوہ

تسارے اس کہتے ہیں کہ کوئی بھلا آدمی اچھا خیال نہیں کر سکتا۔ یاد رکھو چاند پر خاک ڈالنے سے چاند کا کچھ نہیں بگڑتا۔ خاک تو خاک ڈالنے والوں کے اوپر ہی انگر پڑتی ہے۔ دیکھ لو قریب عرب کے نبی کے جیرواں گرجہ میں آگئے۔ اور جہاں مسلمان بیچ جاتے ہیں اس جگہ کو ضرور فتح کر لیتے ہیں۔ یہ گرجہ اور جس گرجہ میں یہ قلعہ ہے وہ انشاء اللہ ہم فتح کر لیں گے۔

بڑھا پادری بے ساختہ جس پڑا اس نے چبٹے ہوئے کہا۔ "تم آئے ہو مگر کس طرح ہاتھ جو بندھے تھے۔ ہمارے قیدی بن کر۔" قہقہے دیکھو۔ کہ تم سب ہمیں قتل ہو چکے گے۔ اور پھر تسارے ساتھ تسارا نبی بھی اس دوزخ میں دھکیل دیا جائے گا جسے تم اب دیکھو گے۔

یہ سن کر تمام مسلمانوں کو بے حد جوش آیا۔ مگر سب سے زیادہ خالد کو جوش آیا۔ ان کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ آنکھیں اٹلی آنکھیں انہوں نے گھٹیناک ہو کر کہا بد بخت و دہاں دراز پادری! تو یہ کچھ کر کہ ہم قید ہیں۔ بندھے ہوئے ہیں کچھ کر نہیں سکتے لاف لٹی کر رہا ہے یاد رکھو ہم شیر ہیں اور شیر گر لہا ہو کر بھی شیر ہی رہتا ہے تجھے اور میری اس ٹپاک قوم کو جس نے یہ تصور بنائی یا بتوائی اور یہاں نصب کی۔ ایسی عبرت ناک سزا لے گی کہ اگر تم میں سے کوئی زندہ رہ گیا تو طرفِ دہشت سے لاپتہ ہی رہے گا۔

بڑھا پادری بھی غصہ میں بھر گیا۔ لیکن قتل اس کے کہ وہ کچھ کہے۔ ایک اور پادری نے کہا۔ "تو تو انہی جوش میں نہ آؤ۔ ہو کچھ تم گرجہ میں دیکھو گے شاید اسے دیکھ کر تم عیسائی ہونے پر مائل ہو جاؤ۔ اس لئے میں نہیں چاہتا کہ فضل سمجھو کو طویل دیا جائے۔ آؤ تم گرجہ کے اندر چلو۔"

خالد نے کہا۔ "کیا تمہیں ایک مسلمان سے یہ توقع ہے کہ وہ عیسائی ہو جائے گا اگر تسارا ایسا خیال ہے تو جیسا تساری اور عاقبتیں ہیں وہاں ایک یہ بھی حماقت ہے۔"

لیکن پادریوں نے اس کی بات ہی نہ سنی۔ وہ انہیں لے کر اندر داخل ہوئے جس کمرہ میں وہ پیچھے وہ نہایت شاندار اور وسیع تھا اس کمرہ کی پست میں آداب کی تصویر بنائی تھی اور کمرہ کے اندر بیٹکوں انسانوں کے سخی بت کھڑے ہوئے تھے ان کے درمیان میں ایک سونے کی زائاد تھی۔ زائاد کے قریب سے ایک باریک پل قائم کیا گیا تھا جو دوسرے کمرہ تک لے جایا گیا تھا۔

اس طرح سے عیسائیوں نے اس کمرہ میں عرصہ دھڑکی تصویر کھینچی تھی سوا نیوہ کے

فاصلہ سے آداب دکھایا تھا چہلوں کے مجسمے مخلوق خدا قرار دئے تھے۔ زائاد میزانِ عدل تھی اور پل پل سراہ بنائی تھی۔

پل کے قریب حضرت عیسیٰ کی تصویر تھی۔ ان کے ہاتھ میں وہ صلیب تھی جس کے متعلق عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کو اس پر چھائی دی گئی تھی۔ صلیب والے ہاتھ کے نیچے حضرت مریم کی تصویر تھی۔ جو اپنے بیٹے کو محبت اور مسرت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔

بڑھے پادری نے کہا۔ دیکھو خدا کا بیٹا اپنی امت کو بخشوانے کے لئے میزانِ عدل کے پاس کھڑا ہے نجات اسے ملے گی۔ بہشت میں وہ داخل ہو گا جو حضرت عیسیٰ کا مذہب اختیار کرے گا۔ بہشت کیا ہے آؤ تمہیں دکھائیں۔

یہ کہتے ہی وہ بڑھا۔ اس کے پیچھے تمام پادری مسلمانوں کو لے کر بڑھے اور دوسرے کمرہ میں پہنچے۔

یہ دوسرا کمرہ بھی نہایت وسیع تھا دنیا کی بہترین چیزوں سے آراستہ تھا دیوارِ قلعوں کا فرش ہو رہا تھا۔ چاروں طرف قد آدم آئینے لگے ہوئے تھے درمیان میں ایک چھوٹا سا باغیچہ بنایا گیا تھا۔ یہ باغیچہ معنوی تھا۔ معنوی پورے۔ معنوی بیٹلیں اور پتے اور معنوی پھول تھے۔ لیکن ایسی صنعت سے بنائے گئے تھے کہ بالکل اصلی معلوم ہوتے تھے۔

باغیچے کے دو طرف کے دونوں طرف سنگ سرسری ٹاپیاں تھی اور ان میں تازہ دودھ پانی کے جھائے بہہ رہا تھا۔

آٹھ دس پر محال لڑکیاں اعلیٰ قسم کی فنی البھڑک رشتیں لباس پہنے ہوئے غلو و غرور۔ بڑی استقامت اور بڑے تاز کے ساتھ خراماں خراماں پھر رہی تھیں۔

یہ لڑکیاں نہایت حسین اور بڑی شوق تھیں۔ ان کے چہرے چادروں رات کے چاند کی طرح چمک رہے تھے۔ ان کے زرق برق لباس اور ہوا ہرات کے زلزلات نے ان کی صورتوں کو اور بھی جگمگا دکھا تھا۔

اس کمرہ میں بیچ کر سب دکھائے پادری نے کہا۔ اسے خورانِ ارم!

ان خاکی چہلوں کو فردوسی نغمہ شاکر محو ہے خود بنا دو۔

فردوسی پر کیف سلا کی نواز بلند ہونے لگی ہو پڑھتے پڑھتے اس قدر پیچہ لگی کہ تمام کمرہ گونج اٹھا نہایت سریلے انداز میں مختلف ہائے جھائے جا رہے تھے۔ لیکن یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ باج کمال بج رہا ہے اور کون بجا رہا ہے۔

ب ساز کی آواز سے کہہ بھر گیا تب ساری لڑکیاں ایک جگہ جمع ہو گئیں اور انہوں نے ایک نغمہ شروع کیا۔

ان کی شیریں آوازیں بلند ہوئیں۔ دغریب نامی شروع ہوئیں۔ غزمو سیتی سرری لینے لگا۔ درود و ار سے واہ وا کی صدا نہیں آئے گئیں۔

ہو نغمہ انہوں نے شروع کیا اس میں حضرت عیسیٰ۔ حضرت مریم اور مدح القدس کی تعریف تھی۔ جس انداز اور جس لہجہ میں وہ گا رہی تھیں وہ نہایت مدح پرور تھیں۔ تمام عیسائی بے کی طرح خاموشی کھڑے بن رہے تھے اگرچہ مسلمانوں کو گانے سے کوئی لگاؤ نہ تھا مگر ان پر بھی اثر ہو رہا تھا۔

بب نغمہ ختم ہوا اور اس کا اثر بھی جاتا رہا۔ تب پادری نے کہا۔ ”یہ بالغ آدم یا بہشت انوروس کا مختصر سا خاکہ ہے اس بہشت یا بہشت میں جہاں ہمیں جل رہی ہیں صرف عیسائی داخل ہو سکتے ہیں۔

حضرت خاند نے کہا۔ میرے خیال میں تم نے خیالی بہشت کی نقش اس لئے انامدی ہے کہ تم خوب جاننے اور سمجھنے ہو کہ حضرت عیسیٰ کو خدا کا چنا کئے کی وجہ سے کبھی بہشت میں داخل نہ ہو سکو گے۔ اس لئے تم نے دنیا میں اپنا دل خوش کرنے کے لئے یہ خیالی خاکہ تھپتھپا ہے۔

پادری نے نہ ہٹتے ہوئے جلدی نہ کرو۔ تم نے بہشت دیکھی لی اور دوزخ بھی دیکھی ہو۔ ہلو۔ انہیں بہت انصاف میں لے چلو۔

پادری مسلمانوں کو لے کر چلے اور اس کہو سے نکل کر اس کے ملحق دوسرے کہو میں پہنچے۔ یہ کہو بھی اچھا وسیع تھا خوب طرح آراستہ تھا۔ اس میں کانٹوں کے فرش پر زرکار مسندیں بچھی ہوئی تھیں۔ تختے لگے ہوئے تھے اور مسندوں پر حسین و جمیل لڑکیاں تختے لگائے بیٹھی یا لیٹیں تھیں۔

وہ سب کمان ایذا اور جہنم آہو تھیں۔ نہایت نہیں اور اس قدر باریک لباس پہنے تھیں کہ ان کا گداز جسم اس میں جھلک رہا تھا ان کی آوازیں تھوڑی تھیں۔

نہایت شاندار اور خوبصورت لڑکیاں تھیں۔ اچھے لباس اور اچھے زیورات نے انہیں اور بھی حسین بنا دیا تھا۔

وہ پادریوں کو دیکھتے ہی سرودھ چلے گا انداز سے کھڑی ہو گئیں۔

پادری اس کہو سے گزر کر ایک برقعہ میں پہنچے۔ اور اسے ملے کر کے ایک اور کہو

میں آئے۔

اس کہو میں ایک حوض تھا۔ اس حوض میں بے انداز لکڑیاں پڑی جل رہی تھیں۔ آگ دھک رہی تھی شعلے بلند ہو رہے تھے۔ آگ کی تپش سے کہو کے اندر کھڑا ہوا دشوار تھا۔

پادری نے کہا۔ یہ دوزخ کا نمونہ ہے اس دوزخ کا جس میں وہ لوگ ڈالے جائیں گے جو عیسائی مذہب اختیار نہ کریں گے۔

خاند نے کہا۔ خوش ہو لو۔ شیطان کی طرح انسان کو بھگانے کے لئے چاہے ہر کچھ بنا لو۔ لیکن یاد رکھو کہ تم شرک کر رہے ہو۔ خدا کے ساتھ حضرت عیسیٰ کو نہ اس کے بندے تھے اس کا چنا کہہ کر اس کی خدائی میں شرک کر رہے ہو خدا کا یہ فرمان ہے کہ وہ شرک کو کبھی نہ بخشے گا۔ صرف اسی شرک کو نہیں جو کسی کو خدا کا چنا کئے یا خدا کے ساتھ کسی اور کو شرک گردانے بلکہ ان کو بھی جو سوائے خدا کے کسی اور جہ کے سامنے سر جھکا نہیں۔

سجدہ کریں خواہ وہ بہت ہوں یا تصویریں قبریں ہوں یا اور چیزیں۔ حتیٰ کہ قبروں پر عبادتیں چڑھانے والے۔ مسجدوں میں طاق بھرنے والے بھی شرک ہیں۔ اور یہ بھی نہ بخشے جائیں گے ہرگز بہشت میں داخل نہ ہوں گے جب تک توبہ نہ کر لیں۔ اس لئے عیسائیو! تم خوب جاننے ہو کہ تم شرک ہو اور اس لئے تم نے آگ جلا کر دوزخ کا نمونہ اس وجہ سے قائم کیا ہے کہ کبھی بھی اسے دیکھ کر اس دوزخ کو یاد کر لو جس میں تم ڈالے جاؤ گے۔

پادری نے برا سامنا نہ کر کہا۔ کبھی واپس آتے ہوئے گئے ہو تم۔ آؤ اب دوسرے کہو میں چل کر باقی کریں گے۔

وہ لوٹے اور پھر اسی کہو میں آئے جس میں حسین لڑکیاں مسندوں پر بیٹھی تھیں۔ پادری نے یہاں ٹہر کر کہا۔ ”مسلمانو! تم نے دیکھا کہ ہم عیسائیوں کو خدا نے کس قدر دولت۔ کس قدر عزت اور کیسی حکومت عطا کی ہے ان حسن و جمال کی مجسم تصویروں کو دیکھو کس قدر حسین ہیں۔ دنیا کی عورتیں ہیں اگر تم عیسائی ہو جاؤ تو جس قدر دولت چاہو گے دی جائے گی۔ جس لڑکی کو پسند کرو گے اس سے شادی کر دی جائے گی جس قلم کو کہو گے حوالہ کر دیا جائے گا۔ اسلام میں کیا ہے کھن و حشاشہ بزماعت۔ اٹھاس کی نعمت۔ خان بدوش کی مصیبت۔ اسلام کو چھوڑ دو۔ عیسائی بن جاؤ دنیا میں بھی آرام سے رہو گے اور آخرت میں بھی جنت ملے گی۔

قدیروں میں ایک شخص زید بھی تھے۔ انہوں نے کہا۔ تم دولت۔ حکومت اور حسین

لو کہیں کا لایا دے کہ ہمیں پھلانا چاہئے ہو لیکن یہ نہیں جانتے کہ مسلمان بھی کسی لایا یا خوف میں نہیں آیا کرتے ہم دنیا کو چند روزہ سمجھتے ہیں۔ پروردگار عالم نے اپنے بندوں کو اس بات سے انکھار کرنے کے لئے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے **لَا تَتَّبِعُوا الْاَوَّلَیَّیْنَ** والہ الاخرة **خَوَّلَ لَہُنَّ** اقلی۔ یعنی دنیا چند روزہ اور اس کی دھڑکیاں عارضی ہیں اور آخرت ہمیشہ اور دائمی ہے سوچو کہ جب تم خدا کے پناہ مانگتے ہو تو مشرک ہو اور مشرک کی نجات نہ ہو گی۔ پھر ہم مسلمان ہو صرف ایک خدا کو مانگتے ہیں وحدانیت کے قائل ہیں کیسے جیسا کہ ہو کر جنت پر مدفع کو ترجیح دے سکتے ہیں آپ ہم سے ہی کیا کوئی جیسا کہ مسلمان سے اس کی توقع نہ کرے۔ کبھی کوئی مسلمان اسلام کو چھوڑ کر وہ سراسر مذہب اختیار نہیں کر سکتا۔

پادری۔ جلدی لیٹل نہ کرو۔ جو چیزیں کتب تم نے دیکھی ہیں ان کا خیال کرو اور وہ چار روز سوچنے اور سمجھنے کے بعد طے کر کے مرقبول کرتے ہو یا قرآن سے ذمہ دہتا۔ سعید نے بیکہ کہنا چاہا۔ پادری نے روک کر کہہ کہ میں ابھی بیکہ سوچتا نہیں چاہتا۔ اس وقت تم جاؤ پھر کسی روز اگر تم سے باتیں کروں گا۔

یہ کہنے ہی اس نے پادریوں کو اشارہ کیا۔ وہ مسلمانوں کو لے کر چلے کرچہ سے باہر نکلے اور قید خانہ کے قریب پہنچ کر مسلمانوں کو قید خانہ میں ڈال کر دروازہ بند کر کے واپس لوٹ گئے۔

طاہرہ اور پروین نے کھد انعام میں جس شور و شین کی توافقی تھی اور اس کواد کو سن کر وہ فرار ہو گئی تھیں وہ نے اپنے کی تھی انہیں یہ صحیح اطلاع ملی تھی کہ سونی اور طاہرہ کا لنگر کھلتا تھا کہ اور طاہرہ کو گرفتار کر کے واپس آیا تھا۔

اہل قراقرم اس مختصری جنگ میں انعام کے بہت سے قری مارے گئے تھے۔ وہ سرے طاہرہ گرفتار ہو گئی تھی۔ چونکہ عام طور پر لوگوں کو اس سے محبت تھی اس لئے سب ہی کو گرفتاری سے رنج ہوا تھا۔ ان دونوں باتوں کی وجہ سے سارے کھد میں عام ماتم چا ہو رہا تھا۔

تمام رعایا۔ اور انہیں سلطنت۔ امرا۔ وزراء حتی کہ بادشاہ تک سب غصے و حسرت تھے۔ آہ و اہو کہ رہے تھے مسلمانوں کو کالیاں دے رہے تھے۔

اور سونی جبلستان میں چلا گیا تھا لوگ اسے اس کی بدولی کی وجہ سے برا سمجھ کر رہے تھے۔

جب سے کھد میں یہ خبر آئی تھی اسی وقت سے ظالم پانچا چکر یہ مسموم نہیں ہوا تھا کہ کسی قدر گوی اور کون کون مارے گئے اور واپس آنے والے بہت تھوڑے تھے کیونکہ بیکہ اس طرف ہماگ کر آگئے تھے بیکہ رہنوں میں چلے گئے تھے اور بیکہ اور اور مشرق ہو گئے تھے اس لئے جو لوگ نہیں آئے تھے انہیں مرید تصور کر لیا تھا اور ان کے عزیز و احباب انہیں رو رہے تھے۔

سارا کھد ماتم کھد جا ہوا تھا۔ لیکن اگر کوئی شخص خوش تھا تو وہ قراقرم تھا۔ اس سانچہ کا اس کے دل پر معلق بھی اثر نہیں تھا۔ مگر یہی طور پر اوپر ہی دل سے وہ بھی شریک غم بنا ہوا تھا اور بادشاہ کے پاس بیٹھا ہوا بھونکی بھی تسلیاں دے رہا تھا۔

بادشاہ نے اس سے کہا۔ "وزیر اعظم! بتاؤ اب کیا کرنا چاہئے؟" قراقرم نے کہا۔ اس واقعہ کی اطلاع ملک شریاض کو کر دینی چاہئے۔ یقین ہے وہ کسی قصبہ سے شہزادی کو مسلمانوں کے پنجہ سے حاصل کر لیں گے۔ بادشاہت مشورہ تو شمارا مستعمل ہے اچھا تم بھی بیکہ فکرت لے کر چلے جاؤ اور ملک شریاض سے میری طرف سے عرض کرو کہ وہ طاہرہ کو واپس بلا کر میرے اوپر احسان کریں۔

قراقرم وہاں سے مرا ہوا بھی تھا نہ چاہتا تھا کہ بیکہ وہ طاہرہ کو اپنے پاس سے ایک لڑکے لئے بھی جدا کرنے کو تیار نہ تھا۔ اسے اندیشہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ رہنوں جاتے اور اس کے پیچھے طاہرہ کھانوں کو جل دے کر چل دے۔

اسے یہ خبر نہ تھی کہ وہ پہلی ہی گئی تھی۔ اس نے کہا۔ "مجھے قہقہہ غم میں کوئی خدا نہیں ہے مگر میرا رہن چاہتا مذہب نہیں مسموم ہو گا۔ میری یہی ضرورت ہے۔ مسلمان چاروں طرف بکھرے پڑے ہیں نہ مسموم کسی وقت اس قدر بڑھ توں۔

بادشاہت پھر کے بھجا جانے۔ قراقرم نے اسے اپنے کسی صند کو بھیج دیا کہ۔ بادشاہت۔ اچھا ایسا ہی کرو۔

قراقرم وہاں سے اٹھ کر چلا آیا اور اپنے مکان پر پہنچا۔ بیکہ وہاں ٹھہر کر اسی مکان میں گیا جس میں طاہرہ رہتی تھی۔ اسے پورا یقین تھا کہ طاہرہ اور پروین دونوں وہاں موجود ہو گی۔ لیکن جب وہ وہاں پہنچا تو اس نے ان میں سے ایک کو بھی نہ دیکھا۔ مکان کو

خانی دیکھ کر اس کا ہاتھ ٹھکا۔ اس نے دارودھ مکان سے دریافت کیا۔ ”پرچونہ اور ظاہرہ کہاں ہیں۔“

دارودھ نے جواب دیا۔ آج وہ ہوا خوری سے اس وقت تک واپس نہیں آئی ہیں۔ بلکہ انہوں نے سردی سے بچنے کے لئے اپنی شائیں بھی لٹکی ہیں۔

قربا قوس یہ سن کر گھبرا گیا۔ اس نے جلدی سے دریافت کیا۔ شائیں کون دے کر آیا تھا۔

دارودھ نے۔ پرچونہ کا خادم لے گیا تھا۔

قربا قوس نے۔ اسے ہاؤ۔ جلدی کر۔

قربا قوس کی کیفیت دیکھ کر دارودھ بھی گھبرا گیا۔ اور بجائے اس کے کہ وہ کسی خادم کو اس کے بلانے کے لئے بھیجتا خود ہی چلا گیا۔

قربا قوس کا چہرہ ذرہ پر گیا تھا۔ وہ اس قدر بے چین ہو گیا تھا کہ بیٹھا بیٹھا ہلنے پھلنے لگا۔ جب اس طرح قرار نہ پڑا تو چلنے لگا۔

کچھ دیر کے بعد دارودھ ایک خادم لے کر آیا۔ اس نے آتے ہی کہا۔ حضور! یہ لے گیا تھا شال۔

قربا قوس نے اس کے سامنے جا کر اسے سحر نظروں سے دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔ ”تم نے مجھے تھے شال۔“

خادم نے کہا اس نے عاجزی کے ساتھ جواب دیا۔ ”جی ہاں۔“

قربا قوس نے۔ کس نے لٹکی تھی۔

خادم نے۔ حضور کی پیشینہ صاحبہ نے۔

قربا قوس نے۔ کہاں تھیں وہ۔

خادم نے۔ قلعہ کے دروازہ پر۔

قربا قوس نے۔ کیا کہا تھا انہوں نے۔

خادم نے۔ سردی کی شکایت کر کے شال لانے کے لئے کہا تھا۔

قربا قوس نے۔ جب تم شال لے گئے تو وہ کہاں تھی۔

خادم نے۔ شرقی فصیل کے انتہائی کنارہ پر۔

قربا قوس نے۔ تم سے شال لے کر انہوں نے کچھ کہا تھا۔

خادم نے۔ حضور یہ کہا تھا کہ جب تک ہم واپس نہ آویں کسی سے حد تک نہ کرے۔

قربا قوس نے۔ ظاہرہ بھی اس کے ساتھ تھی۔

خادم نے۔ جی ہاں۔

قربا قوس نے۔ اور محافظ سوار کہاں تھے۔

خادم نے۔ وہ قلعہ میں داخل ہو چکے تھے۔

قربا قوس نے بھوکہ کر کہا۔ ”بدبخت کینہ تم نے فوراً ہی مجھے کیوں نہ اطلاع کی۔“

خادم۔ چونکہ میری آزادی نے مجھے صبح کر دیا تھا۔ اس لئے مجھے خوف ہوا کہ اگر ان کے آنے سے پہلے میں نے آپ کو اطلاع کر دی تو وہ اگر ضرور ناخوش ہوں گی۔

قربا قوس نے غصہ تک ہو کر کہا۔ ”بد معاش یہ نہیں کہتا کہ تو بھی ان کے فرار ہو جانے کی سازش میں شریک ہے۔ اچھا کچھ پروا نہ نہیں۔“

دارودھ! اس بدبخت کو فوراً قتل کر ڈالو۔

خادم کانپ گیا۔ اسے نہ یہ خیال تھا کہ پرچونہ اور ظاہرہ بھاگ جائیں گی نہ وہ کسی سازش میں شریک تھا۔ وہ جلدی سے اس کے جیروں میں گر پڑا اور مدد کرتے لگا غریب۔

پرور! میں کسی سازش میں شریک نہیں تھا نہ مجھے یہ خیال تھا کہ وہ فرار ہو جائیں گی۔ میں بے گناہ ہوں۔ دم پرور! میرے دو بچے ہیں جو بالکل ہی چھوٹے ہیں۔ ایک یہی ہے ایک یومیہ ماں ہے اور ایک جوان اور غیر شادی شدہ عورت ہے میرے مارے جانے سے وہ پرور ہو جائیں گے عمر پر دم بچکے۔ میری جان بچا لیجئے۔

قربا قوس نے غصہ کر کہا۔ ”کبھی نہیں۔ بد معاش تو چاہتا ہے کہ میں تیرے مارے سے نرم بن جاؤں گا۔ تجھے معاف کر دوں۔ کبھی ایسا نہیں کر سکتا (دارودھ کی طرف اشارہ کر کے) ہاں کیا دیر ہے فوراً اس کا سرا ڈالو۔“

دارودھ نے گھوار نکال۔ خادم ہاتھ جوڑ کر آئو ہوا کہ قربا قوس کے سامنے سجدہ میں گر پڑا۔ اس نے بڑی عاجزی کی۔ خدا۔ حضرت بیٹی۔ پاک ماں (حضرت مریم) کے دانستے دے لیکن اس نے ایک نہ سنی۔

آخر دارودھ کی گھوار اس کی گردن پر پڑی۔ سر کٹ کر دوڑ گیا۔ اور سینہ کاٹ دیا۔ دھڑ دھڑپنے لگا۔

قربا قوس کی آنکھوں سے اس وقت تک کے شیشے نکل رہے تھے۔ اس نے گرج کر کہا۔ محافظ دست کے اصرار کو ہاؤ۔

دارودھ بھی قریب خوف و وحشت سے کانپ رہا تھا۔ وہ جلدی سے اصرار کو بلانے کے لئے

افسر نے جائزی سے جواب دیا۔ تمہیں حضور۔"

تھا تو جس۔ تم ان دونوں کو غلام کے ہاں چھوڑ کر چلے آئے تھے۔

افسران کی جانب سے

قریبا قوی۔۔۔

افسرانہ رہنمائی میں آئے گئے لئے روانہ ہو چکی تھیں۔ ہم نے شہرہ کا کی توازیں

سنیں۔ ہم دریافت حال کے لئے ان سے پہلے پہلے آئے۔

یا قوس: اب جائے ہو وہ دونوں کہاں ہیں۔

افسر۔ محل کے اہلکار ہوں گی حضور۔

قریبا قوس پہ جواب میں کر حصہ سے از خود رفت ہو گیا۔ اس نے کڑک کر کہا۔

نفل کے اندر ہوں گی۔۔۔۔۔ بد معاشی یہ نہیں کہتا کہ تو نے ان سے سازش کر کے انہیں بھاگ جانے کا سوتھہ دیا۔

اس نے سمجھا بیٹا تھا کہ ظاہر اور پرہیز دوتوں واپس آکر محل میں داخل ہو گئی ہوں گی۔ لیکن اب بھاگ جانے کا حال سن کر راز مگر۔ اس نے نوکر کی شان سے جھک کر کہا۔ ”خالی تاج! مجھے ان کے بھاگنے کا بالکل علم نہیں ہے۔“

ثریا قوس نے دانت پیٹتے ہوئے کہا۔ آپ تو ظلم ہو گیا۔ ایسا اب اس لاپرواہی کی سزا
بھگتنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔

۱۔ فسرورت بنگلہ میں سزا کا مستحق ہوں حضور۔

فریاد قوس نے رادو کو سے کہا۔ اس پر مجنت کو بھی قتل کر ڈال۔

انہر کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ اسے درد دیا اور کھوجے ہوئے نظر آئے گئے۔ وہ جلدی سے اس کے چہرے میں گر پڑا اور رو رو کر بولا۔ رحم حضور۔ رحم۔

آپا تو اس نے اس کے سر میں غور کر مار کر کہا۔ ”بھئی نہیں۔“ ایک حرام کئے بھی

داؤدؑ ذرا ہوا تھا۔ اسے خوف تھا کہ اگر اس نے عجم کی قبیل میں ذرا بھی دیر کی تو کہیں اس کا سر بھی نہ اڑا دیا جائے۔ اس لئے اس نے جلدی سے گوارہ ماری اور افسر کا

قرآن و اس ان دو بے گناہوں کا خون کر کے بھی نرم نہ چلا۔ اس نے قریب پھر نظر
سے واروند کو دیکھ کر کہا۔ ”خفیض پڑھے تو نے بھی اب تک کیوں مجھے اطلاع نہ کی۔“

داروغہ پڑھا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ اب اس کا نمبر آیا ہے۔ اس نے کہا: ”میں اس لئے حضور کو اطلاع نہ کر سکا کہ آغا زادی نے چیلنے وقت کہا کہ آج ہم دونوں قعر وزارت میں کھانا کھائیں گی۔ چونکہ حضور نے یہ فرما رکھا تھا کہ ہم سب طاہرہ کو حضور کی طرف مائل کرتے رہیں۔ میں نے سمجھا کہ شاید وہ بہت رام ہو گیا لیکن اس پر بھی میں خطا وار ہوں۔ آپ مجھے بھی قتل کر ڈالیں۔ لیکن یہ تلوار موزوں ہے۔“

یہ کہتے ہی بڑے نے گوارہ بدعالی۔ قیافوس نے کچھ سوچ کر کہا۔ اچھا بی اللہ! ہمارا قصور معاف کیا جاتا ہے۔ میں بادشاہ کے حضور میں جا رہا ہوں۔ میرے دائیں آنے سے پہلے تم ان کہینوں کی لاشیں پھینکوا کر قرقرش دھلا دو۔

وَأَرْوَدُهُ بِمَتْنِهَا خُصُورُ

قراقرس دہاں سے چل کر بادشاہ کے حضور میں پارہا پارہا اسے دیکھ کر کچھ گھبرا گیا۔ اس نے کہا: تم ابھی مجھے تھے۔ ابھی پھر وہاں آگئے خیر تو ہے۔

قربا قوس نے اوپ سے سر جھکا کر کہا۔ "عالم پتا۔" سب خیریت ہے۔ میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ میں نے جب یہاں سے جا کر غور کیا تو متا سب یہ معلوم ہوا کہ میں خود

ی رہنما چاقوں

بادشاہ نے قلعہ کا کام کرتے ہوئے کہا۔ ”میں تو خود ہی یہ کھانا کھا رہا ہوں تم ہی چلے جاؤ۔“

قریباً قوس۔ میں وقت کھوٹا نہیں چاہتا۔ اسی وقت رونہ ہونا چاہتا ہوں۔

بادشاہت۔ شاید قصداً دل بھی میرے ہی دل کی طرح سے طاریوں کے لئے ہے قرار ہو گیا ہے۔

قریباً قوس تہ جی ہاں۔ اور اسی لئے میں ایک لہر بھی شائع کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔
 باوجود اہمیت ہاں لیکر ہے۔ اس وقت تھوڑی سی آمدروسی نے مالدوست کے دل پر
 گرا اثر کیا ہے۔

قربا قوس نہ میں بندہ عالی ہوں۔ اور اس لئے یہ سمجھتا ہوں کہ میرا فرض یہ ہے کہ
مغز آدمی کے لئے جلد سے جلد اور استقامتی کوشش کروں۔

بادشاہ۔ اچھا جاؤ صبح تساری مد کریں۔

قزاقوں سلام کر کے اٹھا اور اپنے مکان پر آیا۔ فوراً ایک ہزار لشکر کو چار ہونے کا حکم دیا اور خود بھی سب سے پہلے نکلا۔

جب وہ اور اس کا لشکر چار ہونے تو ایک تھالی رات باقی رہ گئی تھی وہ لشکر لے کر چلا۔ کلبہ سے باہر آیا اور رغبان کی طرف روانہ ہوا۔

پچھواں باب

مظلوم حوریں پھر قزاقوں کے پنجہ ستم میں

ظاہرہ اور پروندہ دونوں انکوروں کا ہاتھ کر کے چل پڑی تھیں رات کو وہ راست بھول گئی تھیں۔ ظاہرہ تو راست سے واقف ہی نہ تھی۔ پروندہ البتہ جانتی تھی لیکن اندھیری رات ہونے کی وجہ سے وہ بھی بھول گئی تھی جب وہ کچھ دور چلیں۔ تب پروندہ نے کہا۔ ظاہرہ ہم رات راست بھول گئی تھیں اور بجائے رغبان جانے کے صران کی طرف نکل آئیں۔ ظاہرہ نے کہا۔ اس میں بھی خدا کی کوئی مصلحت ہے اگر صران قریب ہو تو پھر وہیں چلو۔ صران پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا ہے۔

پروندہ نے۔ یہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن بھائی جان کہہ رہے تھے کہ کوئی شخص عاصم نامی شہنشاہ سے آ رہا ہے اور وہ اس زمین جا رہا ہے۔ ممکن ہے اس طرف وہ ٹپ جائے۔

ظاہرہ نے۔ کیا وہ صرائی ہے۔

پروندہ نے۔ ہاں وہ صرائی ہے۔

ظاہرہ نے۔ جب تو ہمیں رغبان ہی چلنا چاہئے۔

پروندہ نے۔ یہی میں مناسب سمجھتی ہوں۔

ظاہرہ نے۔ اب ہمیں آگے بڑھنا پڑے گا۔ یا پیچھے لوٹنا پڑے گا۔

پروندہ نے۔ ہمیں کم سے کم پانچ میل لوٹنا پڑے گا۔

ظاہرہ نے۔ یہ تو برا ہو۔

پروندہ نے۔ کچھ برا نہیں ہوا۔ صرف ایک گھنٹہ کا راست ہے۔ آؤ ذرا تیز چلیں۔

ظاہرہ نے۔ چلے۔

دونوں نے گھوڑوں کی پائیس ڈھیلی کر دیں۔ گھوڑے کچھ گئے کہ بہن کے سوار انہیں

دورانا چاہتے ہیں چنانچہ وہ تیزی سے دوڑ پڑے۔ دونوں تازہ آفریں لڑکیاں ہوشیار بیٹھیں رہیں۔

جب انہوں نے تقریباً تین میل کا فاصلہ طے کیا تو ایک ایسی جگہ پہنچیں جہاں اس کثرت سے درخت کھڑے تھے کہ ان کی شاخوں کو ہٹا کر ان کے درمیان سے گزرتا مشکل ہو گیا۔

یہاں پہنچ کر یہ گھوڑوں سے نیچے اتر آئیں اور آہستہ آہستہ چلنے لگیں۔ اگرچہ آفتاب بہت کچھ اونچا ہو گیا تھا۔ دھوپ ابھی طرح پھیل گئی تھی لیکن اس کچھ ہنگل میں اب بھی اندھیرا تھا۔ آفتاب کی شعاعیں گھٹیاں شاخوں میں الجھ کر رہ جاتی تھیں۔

ظاہرہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”اللہ اللہ اس قدر حسین ہونے پر بھی اور خوبصورت ہونے کا ارہان ہے۔“

پروندہ نے۔ عورت خدا کی قدر حسین کیوں نہ ہو پھر بھی یہی تمنا کرتی ہے کہ وہ دنیا بھر کی عورتوں سے زیادہ خوبصورت ہو۔

ظاہرہ نے۔ شاید صرائی عورتوں کا ایسا خیال ہو۔ مسلمان عورتوں کی یہ خواہش نہیں ہوتی۔

پروندہ نے۔ میں صرائی عورتوں کا ہی ذکر کر رہی ہوں۔

ظاہرہ نے۔ سمجھتی ہو۔ کہیں ایسی عورتیں ایسی تمنا کرتی ہیں۔

پروندہ نے۔ نہیں۔

ظاہرہ نے۔ صرائیوں میں پردہ نہیں ہے ان کی عورتیں مردوں میں۔ مردوں کی مجلسوں میں غرض ہر جگہ شامل ہوتی رہتی ہیں۔ اس لئے ہر عورت یہ چاہتی ہے کہ تمام مردوں کی توجہ اسی کی طرف رہے۔ ساری دنیا اسے ہی حسین کہے۔ دنیا جہاں میں اس کے حسن کی شہرت ہو اور چونکہ مسلمانوں میں پردہ ہے۔ مسلمان عورتیں مردوں کے مجمع میں نہیں جاتیں اس لئے وہ یہ خواہش بھی نہیں رکھتیں کہ وہ اس قدر خوبصورت ہوں کہ دنیا انہیں دیکھے اور ان کے حسن کی تعریف کرے۔

پروندہ نے۔ میں سمجھتی ہوں کہ پردہ نہایت اچھی چیز ہے۔

ظاہرہ نے۔ عورت کی عزت ہی پردہ سے ہے جو چھ نظر عام پر آجاتی ہے اس کی عزت نہیں رہا کرتی۔

پروٹونڈے۔ ایک بات ہے۔
طاہرہ۔ تو اب چلیں۔
پروٹونڈے۔ چلو۔

دو دنوں انھیں۔ گھوڑوں پر سوار ہوئیں اور پھر چل پڑیں۔ کچھ دور چل کر انہوں نے کسی قدر فاصلہ پر اونٹوں کی قطاریں آئی ہوئی دیکھیں۔ عظیم الطبع اور مستقل مزاج اونٹ نہایت اطمینان سے قدم قدم چلے آ رہے تھے اونٹ قطاروں میں آگے پیچھے آ رہے تھے۔ ان کے ادھر ادھر کچھ گھوڑے بھی تھے لیکن وہ اتنی دور تھے کہ ان کے سوار اگرچہ ٹھہر آ رہے تھے۔ مگر یہ نہ معلوم ہوا تھا کہ وہ صیبا کی ہیں یا مسلمان۔

پروینہ نے کہا۔ "یہ اس طرف سے کون لوگ آ رہے ہیں۔"
طاہرہ نے کچھ متحسف ہو کر کہا۔ "کیسے یہ عاصم تو نہیں آ رہا ہے۔"
پروینہ ممکن ہے خیر یہ کوئی ہوں۔ ہمیں ان کی نگاہوں سے بچ کر نکل چلنا چاہئے۔
طاہرہ۔ میں بھی یہی چاہتی ہوں۔ مگر دیکھتا یہ اس طرف سے گھوڑے دوڑاے کون
چلے آ رہے ہیں۔

پریون نے دیکھ کر کہا۔ ”ظاہر فہم ہو گیا یہ سوار غلط کے ہیں۔“
ظاہر گھبرا گئی اس نے کہا۔ ”غور سے دیکھو کہیں ان میں تو قاتلوں تو نہیں ہے۔ ابھی
تک سوار قاصد پر تھے۔ پریون نے غور سے دیکھ کر کہا۔ ہے ظاہر افسوس اب ہم کیا
کرسکتے۔“

بھول طاہرہ سہم گئی۔ اس کی دلکش آنکھوں سے ہر اس ظاہر ہونے لگا اس نے دل کرنگلی کے انداز میں کہا افسوس قسمت نے مجھ کو شیوں کے قیوب پہنچا دیا۔ پروردگار! میں ان بے رحموں کے پاس جانے سے مر جاؤں بستر کبھی ہوں۔

پاکستان نے جلدی سے کہا۔ ”اور میں بھی۔“ قزاقوں نے ہرچہ سیرا بھائی ہے لیکن اس قدر ظالم اور بے درو ہے کہ میں بھی اس سے نفرت کرتی ہوں اس وقت بھٹا چھپیں اس سے خوف ہے اتنا ہی مجھے بھی ہے۔ ان بد بختوں نے ہمیں دیکھ لیا ہے اور ہمیں گرفتار کرنے کے لئے ہی آ رہے ہیں۔ آؤ ہم ان اونٹوں والوں کے پاس چلیں خواہ یہ کوئی بھی ہوں۔

ظاہر ہے۔ ٹھیک کہتی ہو۔ اچھا تو اب ایک لمحہ ضائع نہ کرو۔ آؤ ان کی طرف

— ۲۰۲ —

پروٹون -
ایلیکٹرون -

دولوں نے گھوڑوں کا رخ اونٹوں کی طرف کر کے تیزی سے دوڑا دیا ان سواروں نے جو ان کی طرف دوڑے آ رہے تھے دیکھ لیا۔ انہوں نے بھی اپنا رخ بدل لیا۔ اور ان لوگوں کا راستہ کانٹے کی کوشش کی۔

ادھر لڑکیاں ادھر سوار دونوں تیزی سے اونٹوں کی طرف دوڑے چلے جا رہے تھے اور اس بھاگ دوڑ میں ایک دوسرے قریب ہوتے جاتے تھے۔

اگرچہ لڑکیاں برابر اپنا رخ پھیرتی جاتی تھیں اور کوشش کری تھیں کہ کسی طرح اونٹوں والوں کے قریب پہنچ جائیں مگر سوار برابر ان کا راستہ گانتے چلے آ رہے تھے۔

آخر دوڑتے دوڑتے سواروں نے ابن نادر آفریں مہ جینوں کو آکھڑا۔ یہ فریاقوس اور اس کے آٹھ دس ساتھی تھے۔

دونوں لڑکیوں نے سہمی ہوئی نگاہوں سے قریا قوس کی طرف دیکھا۔ اس کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو رہا تھا۔ آگھوں سے شیطے نکل رہے تھے اس نے ان کے پاس آتے ہی کڑک کر کہا۔ دیکھا دیکھا! اب کہاں بھاگ کر جاؤ گی۔

چونکہ اب بھانگا ہے سو تھا اس لئے دونوں گھوڑے روک کر کھڑی ہو گئیں۔
 قزاقوں اور اس کے سپاہی ان کے چاروں طرف جمیل گئے۔ طاہر نے نظریں اٹھا کر
 دیکھا۔ اونٹ والے اب بھی ان سے کسی قدر فاصلہ پر تھے۔ لیکن اب وہ صاف طور پر نظر
 آنے لگے تھے وہ عباس ہاندے ہوئے تھے اس نے سمجھ لیا کہ وہ مسلمان ہیں۔

قویا توں نے ظاہر سے کہا۔ ”ماہر مزار لڑی! تو بھانسا جا ہتی تھی۔ آج تیری زندگی کا آخری دن آہنچا۔“

ظاہر خاموش تھی قریا قوس نے قبر بھری نظروں سے پرہیز کو دیکھ کر دانت پیستے ہوئے کہا۔ ”بے حیا اور بے راہ بہن! تو بھی اس عرب ساحل کے گھنے گھنے اٹھنی آج تجھے بھی ایسی سزا دوں گا جسے تو عمر بھر یاد رکھے گی۔“

پرمانہ نے محنت سے کہا۔ ”بھائی جان! مجھے سزا دے دو۔ میرا سزاوارا دو۔ مجھ پر جیسے ہر طرح کا اختیار ہے لیکن یہ معصوم و شیرازہ سزا کی سزاوار نہیں ہے۔ اسے معاف کر دو۔ اور جہاں یہ چاہے اسے جانے دو۔“

قریاتوس نے بگاڑ کر کہا۔ ”چلنے والے۔۔۔ خراب۔ جب یہ میری نہیں ہوتی تو میں

بھی اسے کسی کی نہ ہونے دوں گا۔ میں ترج اسے ضرور قتل کر کے رہوں گا۔
 پر یونہی نے طاہرہ کے لیے میں کہا۔ تم اسے چھوڑ دو اور یہ کچھ لو کہ تم نے اسے قتل
 کر ڈالا۔

قریاقوس نے۔ یہ نہیں ہو سکتا طاہرہ۔ اب آخری فیصلہ کر لے۔ یا عیش و آرام کی
 زندگی پسند کر لی ہے یا موت۔

طاہرہ نے تنبیہ کی سے کہا۔ عیش و آرام کی حیا سوز زندگی پر عزت کی موت کو ترجیح
 دیتی ہوں۔

قریاقوس نے کھوار کھینچ کر بند کرتے ہوئے کہا۔ ”اچھا تو اے سنبھل۔“
 پر یونہی جلدی سے بھاگ کر قریاقوس کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ اس نے جرات و

استقلال بھرے لہجہ میں کہا۔ تم میرے سامنے اسے قتل نہیں کر سکتے۔
 قریاقوس کو بڑا فخر آیا۔ اس نے براہِ قوت ہو کر کہا۔ ”اچھا تو اس سے پہلے تو ہی

مہرنے کے لئے تیار ہو جا۔“
 پر یونہی نے۔ تیار ہوں۔

قریاقوس نے اس کی طرف کھوار بڑھائی۔ پر یونہی نے اپنا سر جھکا دیا۔
 طاہرہ روپ کر بڑھی اس نے کہا۔ ”تو! نہیں اسے قتل نہ کرو۔ تم جیسے بھائی ہو تم

کس قدر سنبھل ہو گئے ہو۔ کیا تم ایسی ہیں کہ قتل کر کے خوش رہ سکو گے۔“
 قریاقوس نے۔ ناخوشی کی بھی کوئی بات نہیں ہے۔

طاہرہ نے۔ اچھا اگر تم مرد ہو تو ایک کھوار مجھے دو۔ ایک خود لو اور مردوں کی طرح
 ترو۔

قریاقوس نے۔ شاید جنہیں اپنی بہادری پر ناز ہے۔
 طاہرہ نے۔ نہیں۔ بلکہ اس کا خدا پر ناز ہے۔ جو بیٹھ مقصودوں کی حمایت کرتا ہے۔

قریاقوس کچھ سوچتے لگا۔ اس کے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے کہا۔
 ”مقصود کہیں اسے کھوار نہ دے دیں۔ یہ غلی غور جس غضب کی بنا پر ہوئی ہیں یہ

جان دے دیتا اور جان لے لیتا کھیل سمجھتی ہیں۔
 قریاقوس نے کہا۔ میں ایسا بے وقوف نہیں ہوں۔

اب وہ طاہرہ کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔ میں تمہاری بہادری سے ڈرتا نہیں جنہیں
 کھوار بھی دے دیجئے۔ مگر ایک عورت سے ایک مرد کا مقابلہ ٹھیک نہیں ہوتا۔ ابھی وقت ہے

طاہرہ نے۔ زندگی عزت کے ساتھ اچھی ہوتی ہے۔
 قریاقوس پھر بگڑ گیا۔ اس نے غضب ناک ہو کر کہا۔ اچھا مت مان۔ مجھے بھی قسم ہے
 جو تجھے زندہ چھوڑوں۔

یہ کہتے ہی اس نے کھوار سنبھالی۔ ابھی وہ حملہ کرنے بھی نہ پایا تھا کہ گھوڑوں کے
 سوں کی آواز آئی۔ اس نے اور اس کے ساتھ ہی اس کے ساتھیوں نے طاہرہ اور پر یونہی

نے نظریں اٹھا اٹھا کر دیکھا۔ انہیں پند عرب گھوڑے دوڑائے آتے نظر آئے۔
 عیسائی ان عربوں کو دیکھ کر سہم کر رہ گئے۔ ایسا طاہرہ اور پر یونہی کے چہرے پر خوشی

سرت سے چمکنے لگے اور وہ خوش ہو کر آنے والے عربوں کو دیکھنے لگیں۔

انتقام

عرب نہایت تیزی سے اڑے چلے آ رہے تھے وہ دیکھتے ہی دیکھتے ان کے پاس آکر
 رکے اور رکے ہی کھواریں کھینچ لیں۔ ان میں سے ایک جو بہت قد تھے بولے۔ ”عیسائی!

میرا نام داس ابو الولد ہے۔ میں وہ ہوں۔ جس نے حلب کا قلعہ فتح کیا تھا۔ میں اکثر
 لڑائیوں میں شریک ہو کر فتح پاب ہو چکا ہوں۔ یہ کیا معاملہ ہے تم ان عورتوں کو کیوں

تکمرے کمرے ہو۔ یہ کون ہیں۔
 چنگ پر یونہی اور طاہرہ دونوں عیسائی لڑکیوں جیسی پوشاک پہنے ہوئے تھیں اس لئے

داس ابو الولد ان پہچان نہ سکے۔
 داس ابو الولد وہی تھے جن کے متعلق شیخ المسلمین حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے

اس خط میں لکھا تھا جو عیاض کے پاس تھا۔
 ناظرین کو یاد ہو گا کہ امیر المومنین نے اس خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ ابو عبیدہ نے

داس ابو الولد کو ہدایت کی ہے کہ وہ سو چار سو مجاہدین کے تمہاری مدد کو بھیج جائیں۔
 داس ابو الولد ایک غلام تھے۔ سیاہ قام اور بہت قد تھے۔ یہ ملک شام کی فتوحات کے

وقت متعدد معرکوں میں شریک ہو کر غنیمت ہو چکے تھے۔
 جب مسلمانوں نے ملک شام پر قبضہ کر لیا اور ہر قل کی عظیم الشان سلطنت کا تختہ

الٹ دیا تو کچھ لشکر حضرت عمرؓ کی سرکردگی میں ملک مصر فتح کرنے کے لئے روانہ
 ہوا تھا۔ اس لشکر کے ساتھ داس ابو الولد بھی پانچ سو غلاموں کا دستہ لے کر شریک جنگ

ہوئے تھے۔

مسلمانوں نے مصر پر بھی قبضہ کر لیا۔ عبداللہ العاص نے حضرت عمر فاروقؓ عظیمہ دوم کے حکم کے بموجب داس کو مصر کے ایک حصہ کی گورنری دے دی تھی اس حصہ ملک میں سلاطین ایک مشہور شہر تھا داس سلاطین میں رہتے گئے تھے۔

جب ان کے پاس حضرت ابو عبیدہؓ کا فرمان شرکت جنگ کے متعلق پہنچا تو وہ سو غلاموں کو دیاں چھوڑ کر چار سو خلیفین کو ساتھ لے کر حضرت عباسؓ کی امداد کے لئے ارض رہبہ یا جزیرہ میں آئے تھے۔

جو اونٹ اور ان کے ساتھ سوار طاہرہ اور پرہیز نے دیکھے تھے وہ داسؓ اور ان کے ساتھی غلام تھے۔

اس وقت قریاقوس کے پاس صرف پانچ مسلمان گھوڑے دوڑا کر آئے تھے اور ان پانچ میں سے ایک داس تھا۔

داس نہایت بہادری پر جوش اور کمال دہرے تھے۔ انہوں نے دور سے طاہرہ اور پرہیز کو دیکھ لیا تھا اور ان کی طرف قریاقوس اور ان کے ساتھیوں کو دوڑتے ہوئے بھی دیکھا تھا۔ وہ یہ سمجھ گئے تھے کہ یہ لوگ ان عورتوں کو دہی اور پریشان کرنے کے لئے ان کے پاس گئے تھے۔

انہیں معلوم نہیں تھا کہ عورتیں کون ہیں اور عیسائی سوار کون ہیں وہ محض عورتوں سے بھردہی دیکھنے کی وجہ سے ان کی مدد کرنے کے لئے دوڑ آئے تھے۔

انہیں عورتوں کی بھردہی اس وجہ سے تھی کہ رسول خدا صلعم نے مسلمانوں سے کہا تھا۔ کہ ایام جاہلیت (وہ زمانہ جو اسلام سے پہلے تھا) میں عورتوں کی بی بی بے قدری تھی۔ اسلام نے عورتوں کے حقوق مقرر کر دیئے تھے مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ ہر عورت کی عزت کریں اور ضرورت کے وقت ان کی اعانت سے دریغ نہ کریں۔

چنانچہ انہوں نے آتے ہی خود ہی اپنا تعارف کراستے ہوئے دریافت کیا۔

یہ کیا معاملہ ہے۔ تم ان عورتوں کو کیوں گھبرے کھڑے ہو۔ یہ عورتیں کون ہیں۔ قریاقوس نے جب انہیں اولیٰ نظر میں دیکھا تھا تو وہ سمجھا تھا کہ وہ دس ہندو ہیں لیکن جب وہ پاس آئے اور اس نے انہیں طرح دیکھ لیا کہ وہ صرف پانچ ہیں تو اس کا حوصلہ بڑھ گیا۔

حاصل یہ کہ جانے کی یہ وجہ تھی کہ اس کے ساتھ دس سوار تھے اور وہ خود گیارہواں

تھا اور داس اور ان کے ساتھی صرف پانچ ہی تھے۔

چنانچہ اس نے کہا۔ ”آپ کو ہمارے معاملہ میں دخل دینے کا کیا حق ہے۔ جائے کہ اپنا کام سمجھئے۔“

داس نے کہا ہمارے ہادی رسول خدا حضرت محمد مصطفیٰ نے ہمیں حکم دیا ہوا ہے کہ ہم عورتوں کی عزت کریں نہ خود انہیں تکلیف دیں نہ کسی اور کو تکلیف دینے دیں۔ میں نے ان لڑکیوں کو دوڑتے ہوئے دیکھا تھا اور جنہیں ان کی طرف بھاگتے ہوئے۔ میں یہ سمجھ گیا تھا کہ یہ تم سے ڈر کر بھاگ رہی ہیں۔ اور تم انہیں روکنے کے لئے دوڑ رہے ہو۔ کیا میرا یہ خیال صحیح نہیں تھا۔؟

قریاقوس نے۔ ہم ان لڑکیوں کے دشمن نہیں ہیں۔

وامس نے۔ لیکن دوست بھی نہیں معلوم ہوتے۔ یہ لڑکیاں تم سے ڈر کر ہماری طرف بھاگی آ رہی تھیں۔ آخر اس کی کیا وجہ تھی۔

قریاقوس نے۔ آپ کا خیال غلط ہے ان میں سے ایک میری بہن ہے۔

وامس نے۔ اور یہ دوسری۔

قریاقوس نے۔ یہ میری بہن کی ایک سہیلی ہے۔

دونوں لڑکیاں خاموش کھڑی ان کی گفتگو سن رہی تھیں۔ یا تو انہیں سمجھو کرنے کا موقع ہی نہ ملا تھا یا وہ دیکھ رہی تھیں کہ قریاقوس شیران عرب کے سامنے اپنی کیا صفائی پیش کرتا ہے اور کس قدر بھوت یا جی بولتا ہے۔

وامس نے۔ جب تو معاف کرنا کہ بے وجہ میں نے شک کر کے براعلت کی۔ یہ کہہ کر وہ واپس لوٹے گئے۔ طاہرہ نے جلدی سے کہا۔ یا افی!

(اے بھائی) ذرا صبر جائیے۔

قریاقوس نے کہا۔ آپ اس کی بات نہ سنیں۔ اس کے دماغ میں کچھ فہم نہیں ہے۔

طاہرہ نے فصیح عربی زبان میں سمجھو کی تھی۔ داس کھڑے ہو کر اس کے نزدیک کھال کو دیکھنے لگے۔

مسلم لڑکیاں عیسائی لڑکیوں سے الگ بھائی جاتی تھیں چونکہ طاہرہ مسلم لڑکی تھی اس لئے صاف بھائی جا رہی تھی۔ داس نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔ ”بہن! کیا تو عرب دیشیو ہے۔“

طاہرہ نے غصہ سا لہجہ بھر کر کہا۔ ”جی ہاں میں یہ قسمت عملی لڑکی ہوں۔“

قزاقوں نے جلدی سے کہا۔ ”جناب اس کیفیت کے دماغ میں یہی فور ہو گیا ہے کہ یہ اپنے آپ کو مسلمان سمجھتی اور سمجھتی ہے۔“
 داس نے اسے بخیر کھتے ہوئے کہا۔ ”غصہ ہے۔ مجھے پوچھ لینے دیجئے ہاں جی تھرا کیا نام ہے۔“

ظاہرہ۔ میرا نام ظاہرہ ہے۔“

داس۔ تیرے باپ کا کیا نام ہے۔

ظاہرہ۔ میرے بھائی کا نام حارث ہے۔

داس۔ خیر میں حارث سے واقف نہیں ہوں۔

ظاہرہ۔ ہم طائفہ کے رہنے والے ہیں۔

داس۔ مگر تو عیسائیوں میں کیسے آئی۔

ظاہرہ۔ یہ بڑی داستان ہے بھی فرصت میں عرض کروں گی۔

تخصیر ہے کہ یہ شخص (قزاقوں کی طرف اشارہ کر کے) خطوط کا وزیر اعظم ہے۔ یہی مجھے زبردستی پکڑ لایا ہے۔

داس نے پروتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دریافت کیا۔ اور یہ سڑکی کون ہے۔“

ظاہرہ۔ یہ اس کی ہمشیرہ ہے جو مسلمان ہو گئی ہے۔

داس۔ تم دونوں کہاں سے آ رہی تھیں۔

ظاہرہ۔ میں نے عرض کیا۔ نہ کہ میری داستان مصیبت بہت لمبی ہے۔ یہ عالم شخص مجھے گرفتار کر کے لایا۔ پہلے لالچ دیتا رہا کہ میں عیسائی ہو کر اس کے ساتھ شادی کر لوں تب میں نہ مانی تو اس نے مجھ پر ظلم کرنے شروع کئے۔ میرے ہاتھوں کو گرم و سرخ لوہے سے داما میرے پیروں کو انگاروں پر رکھا۔ اس کی اس عود خصلت میں نے میری مدد کی۔ مجھے اس کے پیچہ ستم سے رہائی دلائی۔ کل ہم دونوں موقع پا کر بھاگ آئیں۔ یہ منکر حمارے تعاقب میں ہمیں گرفتار کرنے کے لئے آیا ہے۔ اب ہم اس سے ڈر کر تھماری طرف آ رہی تھیں۔

مصہوم و مظلوم ظاہرہ نے انحصار کے ساتھ اپنی داستان فم سادی اس کے بھولے پردہ سے حسرت برس رہی تھی۔

داس۔ اس کی داستان سن سن کر جوش و غضب میں بھر گئے۔

جب وہ خاموش ہوئی تو انہوں نے صبر میں ار کیا۔ ”میری مظلوم بیٹی! تجھ پر اس قدر مظالم کئے گئے ہیں۔ قسم ہے خداے بزرگ کی اس بے رحم ظالم سے تیرا انتقام لوں گا۔“

یہ کہہ کر وہ قزاقوں کی طرف پلٹے۔ پلٹتے ہی انہوں نے دیکھا کہ وہ کھوار سمجھ کر ان پر حملہ کرنے کے لئے ان کی طرف بھٹ رہا ہے۔

فورہ انہوں نے بھی کھوار سمجھ کر لپ۔ اور احوال اس کے سامنے کر دی۔

قزاقوں نے بھروسہ بنا کر اس کی کھوار داس کی احوال پر پڑی۔ داس کو غصہ اور جوش آ ہی رہا تھا انہوں نے غضبناک ہو کر حملہ کیا۔

قزاقوں نے بھی احوال سامنے کر دی۔ داس کی کھوار اس کی احوال پر پڑ کر اچٹ گئی۔

اس عرصہ میں قزاقوں کے ساتھیوں نے بھی کھواریں سمجھ لیں اور سب نے داس اور انہوں پر حملہ کر دیا۔

یہ دیکھتے ہی داس کے ساتھی قزاقوں کے ساتھیوں پر ٹوٹ پڑے۔

اس طرح جنگ شروع ہو گئی۔ آفتاب کی شعاعیں کھواروں پر جلو کر ہو کر انہیں جھگڑنے لگیں۔

داس نے جوش میں آکر حملہ کیا اور ایک عیسائی کو مار ڈالا۔

پروتہ کو اندیشہ ہو چلا کہ مسلمان قزاقوں اور اس کے ساتھیوں کا طاقتور کر دیں گے۔ اگرچہ وہ اپنے بھائی سے کچھ خوش نہ تھی اور اس کی شکلی سے اسے یہ بھی خیال تھا کہ اگر وہ بچ گیا تو ظاہرہ اور اسے دونوں کو سزا دے گا۔ لیکن وہ عورت تھی اور ہر عورت اپنے بھائی سے محبت کا جذبہ رکھتی ہے۔ اس کے دل میں بھی یہ جذبہ پیدا ہوا اس نے چلا کر کہا۔ ”بھائی جان بھاگ جاؤ۔ خدا کے لئے بھاگ جاؤ۔ تم لا کر ان عروں پر فحش نہیں پا سکتے۔“

قزاقوں جوش و غضب میں بھرا ہوا تھا اس نے غضبناک لہجہ میں کہا۔ بے حیا بدبخت! اطمینان رکھ میں ان عروں کو قتل کرنے کے بعد تجھے اور اس تیری سبکی دونوں کو مار ڈالوں گا۔

یہ کہتے ہی اس نے پھر داس پر حملہ کیا۔ داس نے اس کا حملہ روک کر اپنی پوری طاقت سے اس کے کھوار ماری۔

اگرچہ اس نے دھال مائے کر دی۔ لیکن جلدی میں دھال اس کے سر پر نہ آسکی وہ خود نہ اوڑھے تھے بلکہ معمولی قسم کی ٹوپی اوڑھے تھا گھوڑا سر کی دو پچانگھیں کرتی ہوئی طلق تک اتر گئی۔ اس نے بیچ باری اور مردہ ہو کر گھوڑے سے نیچے گرا۔

پریون کو اس کے مرنے کا پتا صدمہ ہوا۔ یہاں تک اس کے آنسو جاری ہو گئے ظاہر نے اسے سمجھایا اور قتل دینا شروع کر دی۔

اس عرصہ میں دامن کے ساتھیوں نے قریا قوس کے پانچ ساتھیوں کو مار ڈالا۔

اس طرح سو قریا قوس کے سات تو ہی مارے گئے۔ اب صرف چار باقی رہ گئے وہ فوراً والپس لوٹ کر بھاگے۔

دامن کے ساتھیوں نے ان کا تعاقب کیا اور تھوڑی دور چل کر ان میں سے بھی تین کو مار ڈالا۔ صرف ایک بچ کر بھاگ گیا۔

اب دامن نے ظاہر سے مخاطب ہو کر کہا۔ آؤ بیچ ہمارے ساتھ چلو۔

ظاہر نے پریون سے کہا۔ ”آؤ پریون چلو۔ افسوس اور رنج نہ کرو۔ تمہارے بھائی کی قسمت میں اسی طرح مرنا لکھا تھا۔

پریون دو دہائی تھی۔ اس کے گورے رخساروں پر حسین آنکھوں سے آنسو لکھ لکھ کر بہ رہے تھے اس نے لہا سانس لے کر کہا۔ آہ میرا دل اس کی موت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے۔

دامن نے کہا! بیٹی اس میں ہمارا قصور نہیں ہے۔ ہم اسے معاف کر دیتے لیکن اس کا وقت آیا تھا اور اس لئے اس نے پہلے ہی جنگ شروع کر دی مجھے اور تمام مسلمانوں کو تجربے ساتھ بھردری ہے۔ تم نہ کرو۔ آہ میرے ساتھ چلو۔

پریون نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا۔ ”چلوں گی۔ لیکن کیا اپنے بھائی کی لاش کو اسی طرح چھوڑ کر چلی جاؤں۔

دامن نے۔ نہیں۔ ہم ان لاشوں کو مٹی ڈال کر چھپا دیں گے۔

دامن اور ان کے ساتھی گھوڑوں سے نیچے اترے اور انہوں نے جیسائیوں کی لاشوں پر مٹی ڈال کر دھک دیا۔

اس کام سے فراغت پا کر وہ پھر گھوڑوں پر سوار ہوئے اور اس فوجی دستہ کی طرف چلے جو اب تک بیچا چلا جا رہا تھا۔

پریون نے آخری مرتبہ اپنے بھائی کی لاش پر نظر اڑائی اور روٹی ہوئی ظاہر کے ساتھ

روانہ ہوئی۔

اس طرح بے رحم اور بے درد و سنگ دل قریا قوس نے قدرت نے معصوم و مظلوم ظاہر کا انتقام لے کر اس کا خاتمہ کر دیا۔ اور وہ اپنی سپہ کاری کی بدولت تاریخ میں اپنے ظلم و جور کی داستان چھوڑ گیا۔

ایک اور آوار

حقیقت یہ ہے عورت رحم و محبت کا سرچشمہ ہے وہ ہر اس چیز سے محبت کرتی ہے جس سے اس کا ذرا بھی تعلق ہوتا ہے خصوصاً بھائی سے بہن کو وہ سب سے زیادہ عزیز بھتی ہے۔ تاریخیں بتاتی ہے کہ اکثر بیبیوں نے اپنے بھائیوں پر اپنی اولاد کو قربان کر دیا ہے۔

دنیا جانتی ہے کہ سب سے زیادہ محبت اولاد کی ہوا کرتی ہے۔ لیکن عورت اولاد سے زیادہ بھائی کو چاہتی ہے۔

لیکن ساتھ ہی عورت خود و رنج اور کینہ ور بھی ہے۔ بہت جلد ادا سی بات پر ناخوش ہو کر شیشی بن جاتی ہے اور انتقام کے جوش میں اندھی ہو کر وہ سب کچھ کر گزرتی ہے جو اسے نہیں کرنا چاہئے۔

اگرچہ پریون اپنے بھائی قریا قوس سے اڑ گئی تھی اور جان مٹی تھی کہ اس کا بے رحم و بے درد بھائی اسے زندہ نہ چھوڑے گا۔ مگر اس پر بھی بہن نہ مارا گیا تو اسے اس قدر رنج ہوا کہ بارہو ضبط کے اس کے آنسو جاری ہو گئے اور وہ زار و قطار روٹی ہوئی ظاہر کے ساتھ دامن اور اس کے ہمراہیوں کی معیت پر روانہ ہوئی۔

بھولی ظاہر کو اس سے محبت ہو گئی تھی۔ اس کے رونے سے اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جا رہا تھا۔ آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے اس نے دلدی کرتے ہوئے کہا۔ نہ دو میری بہن نہ دو اگرچہ تمہارے بے درد بھائی نے مجھے نشانہ قسم بنایا تھا۔ میں اس سے نفرت کرتی تھی۔ مگر اس کی موت سے تمہیں رونا ہوا دیکھ کر مجھے بھی رنج ہوا ہے لیکن سمجھو۔ کہ اس کی مر راجی ہی تھی اس کی موت اسی طرح آئی تھی۔ موت کا وقت نئی نہیں سکتا تھا۔ اللہ خبیر و مبر کرنے والوں سے خوش ہوتا ہے تم مسلمان ہو گئی ہو مسلمان ہر مسیحیت پر مبر کرتا ہے خداے بزرگ نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے الذین اذا اصابهم مصیبت قالوا ان الله وانا اليه راجعون۔ یعنی وہ لوگ جو صابر ہیں خدا کے نیک

بندے ہیں دسب ان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے اور اللہ ہی طرف لوٹ کر جانے والا ہے ایسے ہی لوگوں سے خدا خوش ہوتا ہے۔

پریونٹ نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ میں سمجھتی ہوں کہ اگر وہ نہ مارا جاتا تو مجھے اور جنہیں وہ قتل ہی کو مار ڈالتا۔ لیکن اس سمجھنے پر بھی مجھے اس کی موت کا قم ہے اور وہ اس لئے کہ آخر وہ میرا بھائی تھا۔

ظاہر ہے۔ جنگ بھائی تھا اور بھائی کا قم بھی کرنا چاہئے۔ لیکن ضبط و صبر کے ساتھ تاکہ خدا بھی ناخوش نہ ہو۔

پریونٹ:-

ہاں میں ضبط و صبر کروں گی۔ خدا کو ناخوش کر کے دونوں نہ خریدوں گی۔

اس کے بعد پریونٹ کے آنسو خشک ہو گئے۔ اس نے ضبط کر کے صبر کرنا شروع کر دیا۔

یہ سب جھڑی سے بڑے پتلے جا رہے تھے اونٹوں کا قافلہ ذرا ان سے فاصلہ پر جا رہا تھا۔ کچھ غلام اونٹوں پر سوار تھے کچھ گھوڑوں پر سوار اونٹوں کے اوپر اور جا رہے تھے۔ کچھ پیڈل چل رہے تھے لیکن ان سب کی نگاہیں ان کی طرف لگی ہوئی تھیں۔

ٹالیا وہ دیکھ رہے تھے کہ اگر انہیں مدد کی ضرورت ہو تو اشارہ پاتے ہی مدد کے لئے دوڑ پڑیں۔

لیکن جب اس کی ضرورت پیش نہ آئی تو وہ اطمینان کے ساتھ راستہ کی طرف نظریں پھیر کر چلنے لگے۔

جب یہ لوگ قافلہ کے بالکل ہی قریب پہنچ گئے تو پریونٹ نے دیکھا کہ تمام لوگ ایک ہی قسم کا لباس پہنے ہوئے تھے ایک ایک لمبی عبا ہے جس کی آستینیں اس قدر ڈھیلی ہیں کہ ان میں سے اونٹ کا بچہ بڑی آسانی سے گزر سکتا ہے۔ ایک ایک شلوار لہا پانچواں ہے جس کے پانچویں کالی ڈھیلے ہیں ایک ایک عمار باندھے ہیں سب کی داڑھیاں لمبی اور نورانی ہیں چوڑائیوں پر عید کے نشان روشن ہیں سب کے چہروں پر علم و موت کے آثار ظاہر ہیں گواریں کر سے لگی ہوئی ہیں۔ ہاتھوں پر نیزے ہیں۔ کمانیں شانوں پر اور ترکش پشت پر لٹک رہے ہیں ترکش کے بچے کر پر ڈھالیں باندھی ہیں۔

تمام لوگ خاموش آگے کی طرف دیکھتے جا رہے تھے۔ پریونٹ ان لوگوں کو دیکھ کر بہت زیادہ متاثر ہوئی۔ اس نے آہستہ سے ظاہر سے کہا۔ بہن ظاہر یہ ہیں وہ جنہوں نے طلب

کا مشہور قلعہ فتح کیا تھا۔

ظاہر نے جواب دیا۔ "ہاں ان میں سے اکثر وہی لوگ ہیں۔"

پریونٹ:- مگر یہ تو بہت سیدھے سادے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ عیسائیوں کی چالوں کو کیا سمجھتے ہوں گے۔

ظاہر:- حقیقت یہ ہے کہ مسلمان نہایت بھولے ہیں۔ بالکل ہی جاہلایاں نہیں جانتے مگر ان پر خدا کی ایسی مہربانی ہے کہ دشمنوں کی چالوں کو سمجھ لیتے ہیں اس کے علاوہ جب یہ لڑتے ہیں تو خونخوار شیریں جانتے ہیں۔

پریونٹ:- پس بات یہی ہے کہ ان پر خدا مہربانی کرنا ہے۔ ورنہ ایسے سیدھے لوگ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

ظاہر:- اور خدا کی یہ مہربانی اس لئے ہے کہ یہ عبادت گزار ہیں اس سے لڑتے ہیں۔ اسے یاد رکھتے ہیں۔ کتاہوں سے بچتے ہیں۔ پرہیز گاری کرتے ہیں رات دن اٹھتے بیٹھتے خدا ہی کو یاد کرتے ہیں۔

پریونٹ:- یہ درست ہے۔

اب یہ سب قافلہ کے ساتھ ہو گئے تھے۔ قافلہ برابر چلا جا رہا تھا۔ اونٹ ایک کے پیچھے ایک بڑے پتلے جا رہے تھے۔ دور تک پھیلے ہوئے تھے اونٹوں پر زیادہ تر مسلمان لدا ہوا تھا۔ بعض اونٹوں پر ایک ایک دو دو آدمی سوار بھی تھے۔

اونٹوں۔ گھوڑوں اور انسانوں کے پتلے کی وجہ سے گرد و غبار اٹھ اٹھ کر بلند ہو رہا تھا اور اس گرد کی بجلی بجلی = پریونٹ اور ظاہر کی کندھی ہوئی لمبی ڈھلیں جو شانوں کے دونوں طرف سے آکر گزراؤں پر دو ساتوں کی طرح لٹک رہی تھیں گرد آلود ہو گئی تھیں۔ مگر یہ جب بات تھی کہ غبار کی = دھننے پر بھی ان کے چہرے بھلے اور دلچسپ معلوم ہو رہے تھے۔

دوسرے کے قریب یہ قافلہ ایک سبزہ زار مقام پر پیشہ کے کنارہ جا اترتا۔ اونٹ بٹھائے گئے اور ان کے اوپر سے کھانے کا کچھ سامان اُتار کر کچھ لوگوں نے کھانا پتار کرنا شروع کر دیا۔ کچھ لوگ کلزیاں لینے چلے گئے اور کچھ اونٹوں کے لئے چارہ فراہم کرنے لگے۔

فرض ہر شخص کسی نہ کسی کام میں مشغول ہو گیا۔ دامن گھوڑوں کو چرانے لگے۔ پریونٹ اور ظاہر گھوڑوں سے اتر کر چشمہ کے کنارہ پر پہنچیں۔ پتلے اپنے کپڑے سمجھتے پھر وضو کر کے واپس آئیں اور ایک درخت کے نیچے کھیل بچا کر آرام سے بیٹھ گئیں۔

پچھیسواں باب عاصم اور واصل ابوالمول

آج بھی رات اندھری تھی۔ ہر طرف اندھرا پھیلا ہوا تھا نہ گہ۔ یہ لوگ کھانا پکا رہے تھے اور آگ کے گرد بیٹھے ٹاپ رہے تھے اس لئے سنگڑوں جگہ آگ روشن ہو رہی تھی۔ گھر آگ کی روشنی صرف مسلمانوں ہی تک محدود تھی ان کے حلقے سے باہر نہ نکلی رہی تھی۔ دھوئیں کے فٹ اس قافلہ کے اوپر سیاہ بادلوں کی طرح چھا گئے تھے۔ پریم نے اور طاہرہ نے بھی گھوڑوں کے سموں کی آواز سنی تھی۔ انہیں خوف ہو گیا تھا کہ کہیں آگ والے قوافل اس کے ساتھ نہ ہوں۔ اگر وہ ہوتے تو یقیناً جنگ شروع ہو جاتا۔ لی۔

سارے مسلمان نظریں اٹھا اٹھا کر دیکھ رہے تھے۔ قافلہ سے باہر اندھیرے کی سیاہ چادر سی سی ہوئی تھی۔ اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے پر بھی یہ نظریں آتا تھا کہ اس سیاہ چادر کے دوسری طرف کیا ہے۔

واصلؓ ان آدمیوں کو لے کر جو ان کے قریب بیٹھے تھے اٹھ اور تحقیق حال کے لئے اس طرف روانہ ہوئے جس طرف سے آواز آرہی تھی۔

بپ وہ کچھ دور چلے تو انہیں سواروں کے دستے نظر آئے۔ چونکہ اندھرا تھا اس لئے وہ یہ نہ دیکھ سکے کہ سوار کہاں تک پہنچے ہوئے ہیں اور کس قدر ہیں۔

واصلؓ نے ذرا بلند آواز سے کہا۔ آپ کون لوگ ہیں؟ فہمہ جانے آگے بڑھنے کی ہر بات نہ کیجئے۔

ان کی آواز سنتے ہی سوار رک گئے۔ ان میں سے ایک شخص نے کہا۔ پہلے آپ بتائیے آپ کون ہیں۔

واصلؓ نے کہا۔ ہم مسلمان ہیں۔ مصر سے آ رہے ہیں میرا نام واصل ابوالمول ہے۔ آپ تم بتاؤ تم کون ہو۔

ایک شخص بڑھ کر واصل کے قریب آیا۔ اس نے کہا۔ میں عاصم ہوں روانہ کا بیٹا۔ یہ لوگ سپاہی ہیں۔

واصلؓ نے کڑک کر کہا۔ تم عاصم ہو۔ خوب ملے اے روانہ کے بیٹے ہم مسلمان اس وقت سے تمہاری تلاش میں تھے جب سے تم بھائی ہو کر بھاگ گئے تھے۔ آج مسلمانوں کی گھوڑوں سے بچ کر کہاں جاؤ گے۔

تھوڑی ہی دیر میں گھوڑیاں لانے والے گھڑیاں لے کر۔ اونٹوں کا چارہ والے چارہ لے کر آگئے۔ چارہ اونٹوں کے سامنے تھوڑا تھوڑا سا داخل دیا گیا اور دسیوں جگہ آگ لگے لگے کر کھانا تیار کیا جانے لگا۔

ماز آفریں لڑکیاں کام کرنے والوں کو دیکھ رہی تھیں ان کا ہی بھی کام کرنے کو چاہتا تھا لیکن ان کے لئے کوئی کام نہ تھا۔

تھوڑی دیر میں کھانا تیار ہو گیا۔ سب سے پہلے ان لڑکیوں کے لئے کھانا آیا انہوں نے کھایا۔ پانی پیا اور وہاں سے اٹھ کر ذرا اور دور درختوں اور جھاڑیوں کی آڑ میں کھیل بچا کر آرام کرنے لگیں۔

دوہر تمام چلا دیں نے دس دس ہیں ہیں آدمیوں کے غول بنا کر کھانا کھایا اور کھانا کھا کر گھاس ہی پر لیٹ لیٹ کر آرام کرنے لگے اونٹ اور گھوڑے چرتے رہے۔ جب آفتاب ڈھل گیا اور عصر کی نماز کا وقت ہوا تو سب اٹھے۔ پیشہ کے کنارہ پر بیٹھے وضو کئے۔ ایک شخص نے اذان کی۔ اور سب نماز پڑھنے لگے۔ سنتیں پڑھنے کے بعد جماعت سے فرض پڑھے۔

ان لڑکیوں نے بھی وضو کر کے نماز پڑھی۔ نماز پڑھتے ہی کوچ کی تیاریاں ہونے لگیں۔ اونٹوں پر سے جو سامان اُتار دیا گیا تھا وہ لٹا جائے لگا۔ گھوڑوں پر زین کسے جائے لگے۔ اور سب تیار ہو کر یہ قافلہ آگے روانہ ہو گیا۔

عصر کے وقت تک یہ لوگ چلتے رہے۔ عصر کے وقت پہلی چار گھنٹی دن رہے ایک مقام پر پہنچے۔ اس مقام کا نام طلویؓ تھا انہوں نے وہاں قیام کر دیا۔ پہلے عصر کی اور پھر مغرب کی نماز پڑھی۔ مغرب کی نماز کے بعد کھانا تیار کرنے لگے۔

ابھی کھانا تیار ہی کر رہے تھے کہ گھوڑوں کے سموں کی آواز سنی یہ سب حیران ہو کر اس طرف دیکھنے لگے۔ جس طرف سے آواز آرہی تھی۔



عاصم نے کہا۔ "مجھے بھاگنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔"

وامس نے۔ شاید اس لئے کہ حضرتؐ ساتھ نظر ڈال رہے۔

وامس نے کچھ خلوک نظروں سے اسے دیکھ کر کہا۔ مسلمان ہو گئے ہو۔

عاصم نے۔ ہاں۔ اور اس لئے مجھے اندیشہ نہیں رہا کہ اب کوئی مسلمان مجھ پر حملہ کر سکے گا۔

وامس نے۔ یہ عجیب ہے لیکن یہ کیسے ممکن اسے کہ تم نے توبہ کر لی ہے اور ہم تم مسلمان ہو گئے ہو۔

عاصم نے۔ تمہیں میرا اقرار کرنا چاہئے۔

وامس نے۔ جو شخص مسلمان ہو کر اسلام سے ہٹ گیا ہو۔ اس کا اعتبار کیسے کیا جاسکتا ہے۔

عاصم نے۔ اور جو یہ مسلمان ہو گیا ہو۔

وامس نے۔ اس کا اعتبار ہو سکتا ہے لیکن پہلے مسلمان ہونے والے نہیں رہا۔

عاصم نے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ ایک بات جو راز حق یا اسے راز میں رکھنا چاہتا تھا تم پر دکھائی دے گا ہر کہ وہ لیکن تمہارا انصاف سمجھ کر رہا ہے اس لئے شاید بتا دی جائے گا۔

وامس نے۔ بے شک۔

عاصم نے۔ میں نے اور حضرت یوحناؑ نے حضورؐ کو یہ کہ ہم راس العین کے قلعہ میں داخل ہو کر اسے فتح کر لیں۔

وامس نے۔ یوحنا کہاں تھے۔

عاصم نے۔ وہ راس العین کی طرف گئے ہیں اور مجھے اپنے پیچھے اسے کے لئے کہہ سکے ہیں۔

وامس نے۔ کیا ان کے واقعات قدامت جیسے ہیں کہ معلوم نہیں ہو سکتے ہیں۔ کیا انہیں یہ خوف نہیں ہے کہ راس العین کے جیساہل انہیں گرفتار نہ کر لیں گے یا قتل نہ کر دلائیں گے۔

عاصم نے۔ یہ اعلیٰ ضرور ہیں۔ لیکن تم جانتے ہو وہ بڑے بہادری کا ہیں۔ ان اور ان کی بیویاں۔

وامس نے۔ اچھا تم ان کے ساتھ کیوں نہیں گئے۔ پیچھے کیوں نہ گئے۔

عاصم نے۔ اس لئے کہ اگر ہم دونوں ساتھ جاتے تو ممکن تھا راس العین والے مجھ سے بھی بدظن ہو جاتے اور پھر وہ کچھ وہ ان کے ساتھ کرتے وہی میرے ساتھ بھی کرتے۔

ہم نے اس میں یہ معلومت سوچی ہے کہ اگر جیساہل ان کے ساتھ کچھ گستاخی کریں تو میں فوراً ہی قتل کر انہیں روک دوں۔

وامس نے۔ سچے گئے۔ عاصم نے پھر کہا۔ ابھی شاید تمہیں میری باتوں کا اہمیتان نہیں ہوا ہے۔

وامس نے۔ حقیقت تو یہی ہے۔

عاصم نے۔ تب کو یہ بھی معلوم نہیں کہ یوحنا راس العین کیوں گئے ہیں۔

وامس نے۔ نہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں مصر سے آیا ہوں مجھے یہاں کے کچھ بھی واقعات معلوم نہیں ہیں۔

عاصم نے۔ تو مجھ سے سنئے۔ مسلمان اور جیساہل رطلان کے وسیع میدان میں خیمہ زن ہیں۔

وامس نے کہا۔ یہ مجھے معلوم ہے اور میں وہیں جا رہا ہوں۔

عاصم نے۔ وہاں مسلمانوں اور جیساہلوں کی جنگ ہوئی تھی۔ اس لڑائی میں کسی طرح سے غلطی اور ان کے ساتھ اور بہت سے مسلمان گرفتار ہو گئے۔

وامس نے حیرت۔ انہوں اور خوف بھری آنکھوں سے عاصم کو دیکھ کر کہا۔ اگر گرفتار ہو گئے۔

عاصم نے۔ جی ہاں۔ اور اسی وقت تک شرماء نے انہیں اپنے آدمیوں کی حفاظت و نگرانی میں راس العین روانہ کر دیا۔ مسلمانوں کا امیر شرماء بن نصر نے یوحنا کو ان کی رہائی کے لئے روانہ کیا ہے۔

وامس نے۔ انہوں۔ یہ تو برا ہوا۔

عاصم نے۔ اس قدر برا کہ ہر مسلمان کو اس کا انہوں ہے۔

وامس نے۔ اگر یوحنا کے پیچھے سے پہلے راس العین والے انہیں اسے کو شہید کر ڈالیں۔

عاصم نے۔ ابھی وہ اس لئے آیا کرتے کی جرات نہ کریں گے کہ جنگ ہو رہی ہے۔

وامس نے۔ لیکن وہ تب کو قلعہ کے اندر کیوں داخل کر رہے گئے۔

عاصم نے۔ اس لئے کہ انہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ میں پھر مسلمان ہو گیا ہوں۔ ایک رات میں عید تک میں تک شرماء کی خدمت میں رہ چکا ہوں وہ مجھ سے باتوں سے میں مسلمانوں کے خوف سے ہر شے اعظم کے پاس تھکھڑے چلا گیا تھا۔ لیکن اب اس دلی شہدہ کے پاس علینہ المسلمین حضرت عرفان بن قریظ بن پنا کو وہ مجھے تھکھڑے سے فوراً نکال دے ورنہ جنگ کے لئے تیار ہو جائے تو اس نے مجھے نکال دیا۔ میں نے ملک

بعض لوگوں کا خیال ہوا کہ عاصم دغا باز ہے دھوکہ دے رہا ہے بعض نے کہا ہمیں بد نظمی نہیں کرنی چاہئے۔ ممکن ہے خدا نے اسے مجربیت کر دی ہو۔

اشفاق اس پر ہوا کہ اگر وہ دھوکہ بھی دینا چاہتا ہے تو ہمارا کیا نقصان ہے۔ اگر ہم قلعہ داس العین میں بیٹھ گئے تو ممکن ہے خدا اسے ہمارے ہاتھوں فتح کرے کہ حضرت خالد اور ان کے ساتھیوں کو رہائی دلا دے۔

اب داس طاہرہ اور پروتہ کے پاس پہنچے اور ان سے کہا بیٹو! یہ لشکر عاصم کا ہے۔ وہ داس العین جا رہا ہے۔ حضرت خالد اور پتہ اور مسلمان گرفتار ہو گئے ہیں ان کی رہائی کی کوشش کے لئے وہ روانہ ہوا ہے ہمیں سب کو بھی اس کے ساتھ جانا ہے ہم مناسب نہیں سمجھتے کہ تم دونوں ہمارے ساتھ داس العین میں جاؤ۔ خدا جانے وہاں کیا واقعہ پیش آئے۔ اس لئے ہماری سب کی یہ رائے ہوئی ہے کہ جہیں رہبان روانہ کر دیں۔ اور ہمارے ساتھ پیاس آدمیوں کا دستہ کر دیں۔

طاہرہ نے کہا۔ یا علم! آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا مشورہ مناسب ہے لیکن پیاس آوی کیا ہوں گے ۲۰ تا ۲۵ کافی ہیں۔ آپ کے ساتھ زیادہ آدمیوں کی ضرورت ہے۔ داس مست۔ تو نے ٹھیک کہا بیٹی! اچھا بیٹھیں توی ہمارے ساتھ کر دے جائیں گے تم کھانا کھا کر آرام کر لو۔ چھٹی رات سے سفر کرتا ہو گا۔

طاہرہ رفت۔ بہتر ہے۔ داس چلے گئے۔ اور انہوں نے سوا اپنے تمام ہیراپیوں کے عشاء کی غماز چڑھی۔ غماز چڑھ کر کھانا کھایا اور کھانا کھا کر سب آرام کرنے لگے۔ جب نصف رات گزر گئی۔ تب عاصم کے لشکر میں لڑچل شروع ہوئی۔ داس اور ان کے ساتھی بھی بیدار ہو کر تیار ہوئے گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں انہوں نے سب سے پہلے بیچیں آدمیوں کی معیت میں طاہرہ اور پروتہ کو رہبان کی طرف چنا کر دیا اور پھر عاصم کے ساتھ خود بھی داس العین کی طرف روانہ ہو گئے۔

ستم زدہ حواریں اسلامی لشکر میں

حدود طاہرہ کی جہشہ کی کا عام مسلمانوں کو علم ہو گیا تھا اور ہر مسلمان غم و غصہ میں ڈوبا ہوا تھا۔ خصوصاً اس کا بھائی عمارت نہایت بے چین اور برا فکریں تھا وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح جنگ کا خاتمہ ہو جائے اور وہ اپنی عزیزان جان بن کی تلاش میں روانہ ہو۔

شروع کو تمام واقعات کی اطلاع دی انہوں نے بھی اپنے پاس اسے نہ لے کر چنا تھا اس سے میں آیا ہوں اور اس وجہ سے وہ مجھے قلعہ میں داخل ہونے سے نہیں روک سکتے۔ داس مست۔ ہاں اس طرح تو وہ نہ روک سکیں گے اچھا اب آپ قیام کریں گے یا آگے روانہ ہو جائیں گے۔ عاصم مست۔ میں چاہتا ہوں کہ تھوڑی دیر آرام کر لوں۔ سارا دن ہمیں سفر کرتے مگر کیا ہے چاہی اور جانور سب تھک گئے ہیں تھوڑی دیر سستا کر صبح ہونے سے پہلے روانہ ہو جاؤں گا۔

داس بہتر ہے۔ عاصم مست۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی میرے ساتھ داس العین چلیں۔ داس مست۔ لیکن میرے اور میرے ساتھیوں کے پچانے جانے کا اندیشہ ہے۔ عاصم مست۔ بالکل اندیشہ نہ کرو۔ میں کہہ دوں گا کہ یہ ہمارے غلام ہیں۔ عمارتوں کے نیچے ہتھیار چھپا لیتا۔

داس مست۔ میں تیار ہوں۔ لیکن۔۔۔ عاصم مست۔ لیکن کیا۔ داس مست۔ میرے ساتھ دو ترکیاں بھی ہیں۔ عاصم مست۔ وہ کون ہیں۔ داس مست۔ ان میں سے ایک بڑی مسلم دشمن عمارت کی بہن ہے۔ اور دوسری انطا کے وزیر اعظم کی بیٹی ہے۔ عاصم مست۔ یہ لڑکیاں آپ کے ساتھ کہاں سے آئیں۔ داس مست۔ آج اتفاقاً مل گئیں۔

عاصم مست۔ انہیں اپنے ساتھ لے لیتا ٹھیک نہیں۔ کچھ آدمیوں کے ہاں رہبان بھیج دیجئے۔ داس مست۔ یہی مناسب ہے۔ اچھا تو آپ اپنے لشکر کو قیام کرنے کا حکم دے دیجئے۔ عاصم مست۔ بہتر ہے۔

اس نے پلٹ کر اپنے لشکر کو قیام کرنے کا حکم دے دیا۔ چونکہ اس کا ارادہ بھی تھوڑی ہی دیر قیام کرنے کا تھا۔ اس لئے انہوں نے بھی خیمے نصب نہیں کئے اس کے لشکر نے بھی ٹھہرتے ہی کھانا تیار کرنا شروع کر دیا۔

داس لوٹ کر اپنے لشکر میں پہنچے اور انہوں نے عاصم کی تمام ہتھکڑیوں کو ہٹا دی

ملا کہ اس قدر صدمہ ہوا اور اس قدر بے چینی تھی کہ دن اسے یاد کرتے اور رات اس کی یاد میں گزرتی تھی۔ اس کے دل میں محبت کا شعلہ اٹھتا تھا اور وہ شعلہ اس کے جسم کو پھونک ڈالتا تھا اس سے اس کی روح تحلیل ہونے لگی تھی اور وہ کیم و جان ہو جاتا تھا۔ کچھ ٹھوکر مار دیتا تھا کھانے پینے کا بھی ہوش نہ تھا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ کھانا کھانے کے بعد فوراً ہی بخول ہو تاکہ اس نے کھانا نہیں کھایا اور وہ پھر کھانے لگتا اور بیشتر کیا ہو تاکہ وہ اور نہیں کھین وقت بغیر کھانا کھانے لگا جاتے اور وہ بھٹکا کھانا کھا کر رہتا تھا۔

اگر حادثے اس کی غیر معمولی نہ کرتا دیتا تو شاید وہ غم و درد سے قہقہے لڑ کر مر جاتا۔ اس نے بھی کی مرتبہ چاہا کہ وہ شہابی غلام یا کہ طاہرہ کو چھڑا دے۔ لیکن حادثے نے اسے نہ جانے کیا اور نہ موت ہو کر رہ گیا۔

تمام مسلمانوں کو طاہرہ کا غم قہقہے کی جھلک تھا۔ اور ان کے ساتھیوں کی گرفتاری سے انہیں ہلکا لگا اور ان میں ایک مرتبہ پھر غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ سب نے کوشش کی اور حضرت فیاض سے عرض بھی کیا کہ جیسا مفاد است ہوں یا نہ ہوں انہیں مفاد بہت ہونے اور لانے کی اجازت دینی چاہئے۔ لیکن انہیں نے اجازت نہ دی اور مفاد صاف کہہ دیا کہ انسان غم تھا دھڑ سے بھرتے بھرتے چلا جاؤ گے کرنا ہے بھڑ کرنا ہے۔ ہمیں اپنی طرف سے پیش قدمی نہیں کرنی چاہئے اس لئے سب بھڑ ہو کر خاموش ہو گئے۔

آخر کار جیسا کہ غلط بہت زیادہ تھا۔ اس قدر زیادہ کہ اب بھی ایک مسلمان کے مقابلہ میں تیس جیسا تھے تین جیسا نظر مسلمانوں سے تیس گنا زیادہ تھا۔ مگر ضرورت کے میدان میں لڑ کر مقابلہ کرنے کی قرات نہ ہوتی تھی۔ وہ جنگ کو چل کر اسے دبا تھا چاہتا تھا کہ اس میں ملے مسلمان بھی کی طرف مائیں ہو جائیں یا ان کی کثرت دیکھ کر ڈر کر ہٹ جائیں۔

حالانکہ اس نے مسلمانوں کے واقعات سن رکھے تھے وہ خوب جانتا تھا کہ مسلمان سب اور جس کے مقابلہ میں لڑتی جاتے ہیں۔ بغیر طاہرہ اور فیاض کے نہیں لڑتے۔ اسے یہ بھی خوب معلوم تھا کہ مسلمانوں نے جب اور جس ملک کے جس شہر یا قلعہ پر حملہ کیا اسے فتح کر کے ہی پھر زوال اس لئے اسے لڑنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔

شہابی غلاموں کے مسلمانوں میں تہانے سے قدمے مسلمانوں کو تیلی ہو گئی تھی انہیں خیال نہ کیا تھا کہ اب غلام کا بادشاہ یا وزیر اعظم طاہرہ کو ستانے کی جرات نہ کریں

کے۔ حالانکہ اگر انہیں بہائم صفت و زندقہ انسانوں کے دلوں کا حال معلوم ہو تا تو وہ بھی ایسا خیال نہ کرتے۔

جیسا کہ ان کی دل کا دیکھنے والی مقام کی داستانیں انہوں نے محفوظ ہیں۔ وہ اپنے شقی القلب تھے کہ رحم و کرم کا نام بھی نہ جانتے تھے۔

حالانکہ انہیں حضرت عیسیٰ نے یہ تعلیم دی تھی کہ اگر کوئی تم پر سختی کرے۔ تمیں سناٹے اور غم انہیں لینے کی قدرت بھی رکھتے ہو تب بھی انتقام نہ لو۔ انتقامی جذبہ شیطانی جذبہ ہے انسان کو بھی جہنم سے سزا دیا گیا نہیں چاہئے بلکہ نچا جیالی وہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس کے گال پر طمانچہ مارے تو وہ جگر حکم و عزم بن جائے قصہ نہ کہے بلکہ اپنا دوسرا گال بھی اس کے سامنے کر دے۔

جیسا کہ اپنے رہنما کی اس تعلیم کو بھول گئے تھے اور اس کے برعکس ان کا یہ طریقہ ہو گیا تھا کہ اگر کوئی ان کی طرف آگیا تو انہیں دیکھے تو فوراً اس کی آنکھیں نکال دیں۔ جس پر طاہرہ پاؤں سے چیں ڈالو۔ جو عیش و نشاط کی راہ میں جا کر اسے سنا دے۔

مسلمان دھوکہ میں پڑے ہوئے تھے اور وہ انہیں اپنا ہی جیسا انسان سمجھتے تھے انہیں ان کے دشمنان و مقام خود پریشان عقائد تھے۔ علم ہی نہ تھا۔

غلاموں جب سے مسلمانوں میں قتل تھی سرایہ میں علی طراچی کے پاس رکھی گئی تھی۔

تمام علی خواجہ پر وہ کی چار دیواری میں مردوں سے الگ تھک رہتی تھیں اگرچہ بہا خدی۔ پانی بھرنے یا اور کسی کام کے لئے جاتی بھی تھیں تو مردوں سے الگ ہو کر جاتیں۔ تھی کہ کوئی مرد انہیں دیکھ سکے۔ یا کسی مرد کو وہ دیکھ سکیں سوائے اپنے قریبی عزیزوں کے اور اور کسی کے سامنے نہ آتی تھیں۔

غلاموں کی پرورش ایسے ماحول میں ہوئی تھی جہاں عورتیں مردوں میں اور مرد عورتوں میں ملے جلتے رہتے تھے۔ بغیر عورتوں کے مردوں کو قرار نہ آتا تھا اور بغیر مردوں کے عورتیں انہیں رہتی تھیں۔

مسلمان عورتوں میں اگر غلاموں قید و بند کی حالت میں پڑ گئی۔ نہ باہر جاسکتی تھی نہ مردوں سے باتیں کر سکتی تھی۔ چونکہ اس کی زندگی میں پہلی مرتبہ یہ ہی تبدیلی ہوئی تھی۔ اس لئے اسے اس طرح رہنا پڑا ناگوار اور شائق گزار رہا تھا۔

اس کی حالت اس پہلی کی ہی تھی جو ہرن اور ہرنوں کی ڈار میں سے گرفتار کر کے

بیمز کبھیوں کے غلام میں پھنسی ہو گئی ہو۔

اسے پردہ کے قید و بند میں رہتے ہوئے بڑی وحشت سی ہو رہی تھی۔ لیکن رفتہ رفتہ اس کی وحشت دور ہوتی جاتی رہی تھی اور وہ مسلم عورتوں کی ہر سکون زندگی کو اچھا سمجھنے لگی تھی۔

عروں میں مسلمان نوازی کا جذبہ دنیا بھر کی قوموں سے زیادہ پایا جاتا ہے وہ دوست و دوست دشمن کی بھی مدارات نہایت خوش اور بڑے خلوص سے کرتے ہیں۔ دنیا ان کے اس جذبہ کی تعریف کرتی ہے۔

عربی عورتوں نے باوجود اس بات کے کہ طاریوں اس قوم کی لڑکی تھی جو ان سے لا رہی تھی۔ جو ان کی ایک عزیزہ کو زبردستی پکڑ کر لے گئی تھی اس کی نہایت درجہ خاطر تواضع کر رہی تھیں اس کی دلدی کرتی رہتی تھیں۔ خود جس جس کو اسے اس لئے ہنساتی رہتی تھیں تاکہ اس کا دل میلان نہ ہو اور وہ عقلمن نہ رہے۔

طاریوں پر ان کی مہمانداری اور مسلمان نوازی کا اس قدر اثر ہو چکا تھا کہ اب وہ ان سے بہت کچھ مانوس ہو گئی تھی اور اس کے دل سے قید و بند کا غم اور فکر جاتے رہے تھے۔

وہ زیادہ تر اپنی ہم جنس لڑکیوں کے پاس ہنسی بولا کرتی۔

اگرچہ اول اول اسے یہ تکلیف رہی کہ وہ شہزادی تھی۔ شاید کہ وہ اسے رفتی تھی راحت و آرام کے ایسے ایسے مسلمان اس کے لئے ہر وقت اور ہر جگہ موجود رہتے تھے جو نہایت آرام دہ تھے اور جنہوں نے اسے راحت طلب بنا دیا تھا۔

مسلمان ایسی چیزوں سے نفرت کرتے تھے۔ ڈنہ کوئی رکھتے تھے نہ کریاں و قالین نہ مسکریں۔ نہ گدے نہ گھنے نہ شالیں نہ اونٹنی چادریں۔ بلکہ کھیل ہی بچانے کے اور کھیل سی اوڑھنے کے لئے ہوتے تھے۔ جہاں چاہتے کھیل بچا کر بیٹھ جاتے جب اچھے اسے بھاڑ کر نعل میں دبا کر یا کندھے پر ڈال کر چل دیتے۔

ان کی ضروریات زندگی نہایت مختصر تھیں اور یہ قاعدہ ہے کہ جو اپنی ضروریات کو کم سے کم کر لیتے ہیں وہ بڑے آرام اور اطمینان سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسی لئے مسلمان بھی نہایت خوشی۔ بے غمگی اور اطمینان سے زندگی بسر کر رہے تھے۔

طاریوں کو آتے ہی آتے آرام طلبی کا مسلمان نہ لے کر دے کی وجہ سے بھی کچھ تکلیف ہوئی۔ لیکن رفتہ رفتہ وہ بھی جاتی رہی اور اسے کھیل پر جیتنے اور سونے اور بچ رہنے کی

عات۔ ہو گئی۔

چونکہ وہ حسین تھی اور عینیں سے غور نہیں اور اپنے سب ہی محبت یا اہمیت کرتے تھے ہیں اس لئے مسلم عورتیں اور مسلم بچے سب اس سے مانوس ہو گئے تھے اور وہ ان کی خوش اخلاقی اور مہمان نوازی کی وجہ سے ان کی کریمہ ہو گئی تھی۔

اسے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ ایک مسلم لڑکی طاہرہ کو خود اس کے ملک کا وزیراعظم قیاقوس زبردستی پکڑ کر لے گیا ہے اور اس لڑکی کو تمام مسلم عورتیں اور بچے روزانہ یاد کرتے اور اس کی رہائی کے لئے دعاؤں مانگتے رہتے ہیں۔

اس نے یہ بھی سن لیا تھا کہ وہ لڑکی نہایت حسین ہے چاند کا چھوٹا ہے اسے بھی اس کے دیکھنے کا اشتیاق پیدا ہو گیا تھا۔

ایک روز عیاض عشا کی نماز پڑھ کر آئے تھے اور اپنے حلیہ کے سامنے آگ کے لالہ کے گرد بیٹھے تھے ان کا غلام کھانا پکا رہا تھا اور وہ آگ دھونک کر ہلا رہے تھے۔ ان کے غلام نے ہر چند کہا کہ وہ آگ نہ دھونیں۔ اس سے اسے اس لئے تکلیف ہوتی ہے کہ اس کا والی مسلمانوں کا امیر اسلامی فکر کا سپہ سالار۔ بزرگ کا جس میں اثر بیٹہ بھی شامل ہے امیر اعلیٰ (والی کشتی) اپنے غلام کے ساتھ بیٹھ کر آگ جلا کر کھانا پکانے میں مدد دے۔

حضرت عیاض مسکرا کر کہتے ہمارے ہی حضرت محمد مسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ غلام ہو یا ملازم۔ سیاہی یا افسر سب برابر اور بھائی ہیں۔ ہر بھائی کا فرض ہے کہ ہر کام میں اپنے بھائی کی مدد کرے تم کس قدر مہربانی کرتے ہو کہ میرے لئے کھانا تیار کرتے ہو۔ میرے کپڑے دھوئے ہو۔ میرے ہتھیاروں کو صاف کرتے ہو۔ کیا میں آگ بھی نہ جلاؤں۔ اگر مجھے فرصت ملے تو میں خود کھانا تیار کر کے تمہیں کھلاؤں۔

غلام بعد تن شکریہ بن کر رہ جاتا۔ انہیں آگ کے سامنے بیٹھے ہوئے تھوڑی سی دیر ہوئی تھی کہ کچھ لوگ سامنے سے آتے نظر آئے جو گھوڑوں کی باگیں پکڑے آہستہ آہستہ چلے آ رہے تھے۔

وہ عیاض کے قریب آکر روئے السلام علیکم یا امیر "عیاض" نے کھڑے ہو کر کہا۔ "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔"

انہوں نے دریافت کیا۔ "تم کون ہو۔"

اور میں، اسے ایک نے کہا۔ ہم دامن کے بھائی ہیں۔"

خوش ہو کر کہا۔ خدا کا شکر ہے تم آگئے۔ دامن کہاں ہیں۔"

اور نہیں۔ وہ داس العین کے ہیں۔

تقاضی نے متحیر ہو کر کہا: کیوں؟

وہی شخص تھا۔ انہیں راست میں عاصم بن دؤاد سے ملے۔ وہ مسکین ہو گئے ہیں اور حضرت خالد کو چھڑانے کے لئے داس العین چاہتے تھے۔ داس العین اور ان کے ساتھیوں کو بھی حرام لے گئے ہیں۔

تقاضی فوراً مسجد میں گر گئے۔ انہوں نے کہا: خداوند! تم اٹھا کر رہے تو نے خالد کی جان کا ساتھی نہیں، تے کر دیا۔

جب وہ اٹھ کر کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: شاید تم اس خبر کو سنانے کے لئے ہی آئے ہو۔

ان شخص تھا۔ کیا ہیں یہ خبر سنانے کے لئے بھی اور وہ لوگوں کو پہچاننے کے لئے نہیں۔

نہ سبہ ہجرت پھری نگاہوں سے انہیں دیکھا اور دریافت کیا۔ وہ لڑکیوں کو بھی

ان شخص تھا۔ ان میں سے ایک ہمارے ہی عشیہ طاہرہ سے اور دوسری اعطاف کے

میراثے نے آسمان کی طرف اُگھ کر کہا۔ خدا کا شکر ہے ہزار شکر ہے مسلمانوں کا

آپ کے دل ہے۔ کے بچیں تھا کہ طاہرہ اس کسمانی سے دائیں آجائے گی دکانے والوں سے

انہوں نے کہا: کمان ہے میری بچی اعطاف۔ اور کمان ہے میری عزیز پرہیز۔

دل لڑکیوں پر کہ مانتے آئیں اور عوام کے سر ہینکا کر کھڑی ہو گئیں۔

حضرت عیاض نے دونوں کے سروں پر ہاتھ رکھ کر دونوں کو دعا دی اور اپنے غلام

عاصم اور ان عیبوں اور طاہرہ اور پرہیز کو ساتھ لے کر چلا گیا۔ حضرت عیاض

یہ اور کھانا تیار کر لے گئے۔

عاصم اور عریض

عاصم رات کی گہری میں روانہ ہو گیا تھا۔ اس نے یہ ہوشیاری کی کہ داس العین اور ان

کے ساتھیوں کو سب سے آگے رکھا اور چلے آئے۔ اس ہدایت کر دی کہ وہ اپنے ہتھیار اپنی عبادت کے دامن میں چسپائے رکھیں اور اونٹوں کی صاف کپڑ کر ساربانوں یا گھاموں کی طرح چلتے رہیں کسی ہوائی سے کوئی بات نہ کریں۔

ان کے پیچھے اس نے داس کے اونٹ اور ان کے اونٹوں کے پیچھے اپنے اونٹ رکھے ان اونٹوں سے ذرا فاصلہ پر اپنے فوجی دستے ان کے پیچھے بوقتاً اور ان کے ساتھیوں کو اور باقی لشکر ان کے پیچھے رکھا۔

گویا اس طرح اس نے ایسا انتظام کر دیا۔ جس کی وجہ سے داس العین اور ان کے ساتھیوں کو بوقتاً اور بوقتاً کوہ نظروں آئیں۔

اونٹوں کی لمبی ٹھانوں کی وجہ سے یہ مختصر لشکر دور تک نہیں چلا سکتا۔ فوجی دور تک آگے داس کو پیچھے والے اور پیچھے والوں کو آگے والے نظروں آتے تھے۔ یہ لشکر آرا

تجزی سے چلا جا رہا تھا۔ صبح ہونے سے پہلے ہی انہوں نے کالی فاصلہ طے کر لیا۔

جب صبح صادق کا وقت ہوا تو وہ رک گئے۔ کئی شخصوں نے مل کر اذان دی وضو کیا

اور سب نے نماز پڑھی۔ نماز پڑھ کر وہ پھر چل پڑے اور دوسرے تک براہ چلتے رہے۔ دوسرے

کے وقت قیام کر دیا۔ کھانا تیار کیا۔ کھانا اور کچھ دیر آرام کر کے پھر روانہ ہوئے۔

چار گھنٹی دن رہے وہ تھک داس العین کے قریب پہنچ گئے۔

یہ کھد نہایت شاندار اور مقبوض تھا۔ آٹا اویچا اور سباج لڑا تھا کہ اسے دیکھ کر دیکھنے

والوں کے دلوں پر جھٹ سی چھا جاتی تھی۔ اس میں شرق اور غرب کی طرف دو دو دروازے

تھے اور شمال اور جنوب کی طرف ایک ایک۔ اس طرح کل دروازے چھ تھے یہ دروازے

اس قدر اونچے چڑھے اور شاندار تھے کہ انہیں دیکھ کر بدن حیرت ہوتی تھی۔

فصیل میں بچاس بچاس گز کے فاصلہ پر فصیل تھی۔ آگے لکھے ہوئے گول گول ہیں تھے۔ یہ برج اس عظمت سے رکھے گئے تھے کہ اگر کسی وقت دشمن قلعہ کے نیچے نہیں

کے پاس پہنچ جائے تو وہ فصیل کو نقصان نہ پہنچا سکے اور برج پر بیٹھے ہوئے سپاہی نیروں

سے دشمنوں کو مار مار کر بھگا دیں۔

فصیل کے نیچے نہایت چڑنی اور مہری خندق تھی جو ہر وقت پانی سے لبرزد رہتی تھی۔

اس خندق کو عبور کر کے فصیل تک پہنچنا بھی مشکل کام تھا۔

عاصم نے اپنے آنے کی اطلاع شواض کو کی تھی۔ شواض نے اسے کھد دیا تھا کہ وہ

رفیقان آنے کے بجائے داس العین میں چلا جائے اور ساتھ ہی داس العین بھی ایک

قاصد بھیج دیا تھا اور مریسوں کو حکم دیا تھا کہ وہ عاصم کا استقبال کر کے اسے قلعہ میں لے جائیں۔ اور اس کی شان کے موافق اس کی زیارات کرے۔

چنانچہ اس حکم کے بموجب مریسوں قلعہ واسطین سے باہر کچھ فاصلے پر اس کے استقبال کے لئے موجود تھا۔

جب مریسوں اور اس کے ساتھیوں نے عاصم اور واسطی کے لشکر کو دیکھا تو انہیں اس وجہ سے تعجب ہوا کہ ایک کثیر ساریاؤں کی اونٹوں کی سوار پکڑے چلی آ رہی ہے اور اونٹ حد تک پیچھے ہوئے ہیں بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے افق میں سے نکل نکل پڑے ہوئے ہوں اور ان کا سلسلہ ٹوٹنے والا ہی نہ ہو۔

مریسوں کے آرمیوں نے ان سوار پکڑوں کو روک دیا اور خود مریسوں سے چند افسروں کے عاصم سے ملنے کے لئے روانہ ہوا۔

یہ ساریاں اس وجہ سے روک دئے گئے کہ مریسوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ لوگ مسلمان نہ ہوں جو خالد اور ان کے ساتھیوں کو پھرانے کے لئے آئے ہوں اور دھوکا دے کر قلعہ کے اندر داخل ہونا چاہتے ہوں۔

اسے شک اس وجہ سے اور بھی ہوا کہ عاصم جس کو سب سے آگے ہونا چاہئے تھا سب سے پیچھے چلایا جائے گا۔

اونٹوں کی بے شکاری دیکھ گئی۔ مریسوں تیزی سے چل کر اس جگہ پہنچا جہاں عاصم تھا۔

وہ عاصم کو جانتا تھا اس نے دور ہی سے اسے پہچان لیا۔ عاصم اسے دیکھتے ہی لشکر کے درمیان سے نکل کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ دونوں نہایت دلدہ پڑھائی سے ملے۔ مریسوں نے کہا: یہ آپ نے کیا عجیب بات کی۔ کہ بار برداری کے اونٹ جو پیچھے ہوئے چاہئیں تھے آگے کر دئے اور آپ جو آگے ہوئے چاہئیں تھے پیچھے روکے۔

عاصم نے مسکرا کر کہا: اس میں بھی ایک مصلحت تھی۔

عاصم نے میں نے یوفا کو گرفتار کیا ہے۔

مریسوں اور اس کے ساتھیوں نے حیرت سے عاصم کو دیکھ کر تعجب کے بعد میں کہا: آپ نے یوفا کو گرفتار کیا ہے۔

مریسوں نے: کیسے گرفتار کر لیا۔ آپ نے اسے؟

عاصم نے: مجھے معلوم ہوا تھا کہ یوفا خالد کو پھرانے کے لئے اسلامی لشکر سے روانہ

ہوا ہے اور اس العین میں داخل ہونے کی تدبیر کر رہا ہے۔ میں اسے گرفتار کرنے کی فکر میں لگ گیا۔ اتفاقاً کل رات میں اچانک اس جگہ پہنچ گیا جہاں وہ ٹھہرا ہوا تھا۔ تھیں اس کے کہ وہ اور اس کے آوی ہو ٹھہرا ہوں۔ میں نے انہیں بے قابو کر کے گرفتار کر لیا۔ مریسوں نے: اس بد بخت شخص کو گرفتار کر کے آپ نے میسائی دیا بہ بڑا زبردست احسان کیا ہے۔

عاصم نے: میں نے اس کے کارنامے سے ہونے تھے۔

مریسوں نے برا سامنا بنا کر کہا: "کارنامے۔۔۔۔۔"

شیطان حرکتیں کئے۔

عاصم نے: ہاں شیطان حرکتیں ہی کئے۔ میں یہ سن کر کہ وہ اس طرف مڑا رہا ہے بہت خوش ہوا اور موقع پا کر اسے گرفتار کر لیا۔ یہ میں نے ملک شمراس کی خوشنودی کے لئے کیا ہے۔

مریسوں نے: اور وہ اس خبر کو سن کر بہت خوش ہوں گے۔ کہاں ہے وہ بدکار؟

عاصم نے مسکرا کر کہا: "آئیے ملاقات کر آؤں۔"

مریسوں نے پھر برا سامنا بنا کر کہا: "ملاقات؟۔۔۔۔۔"

ملاقات کسی نیک اور بھلے کوئی سے کی جاتی ہے۔

عاصم نے ہنس کر کہا: "تو زیارت کر لیجئے۔"

مریسوں نے بری بری نظروں سے دیکھ کر کہا: "زیارت ولی اللہ لوگوں کی کی جاتی ہے۔ جناب وہ تو شیطان سے بھی چھ کر دکار ہے۔ میں اسے اس لئے دیکھنا چاہتا ہوں کہ اسے اپنی گرفتاری پر کچھ عداوت نظر اور علم ہے یا نہیں۔"

عاصم نے: اس کے چہرہ سے ان میں سے کسی بات کا بھی اعتبار نہیں ہوتا۔ بلکہ احتمال ظاہر ہوتا ہے۔

مریسوں نے: یہی بات ہے اس کم بخت میں۔ میرا میں چاہتا ہوں اسے آج ہی قتل کر ڈالوں۔

عاصم نے: لیکن میں اور آپ اسے قتل نہیں کر سکتے۔

مریسوں نے: بے شک۔ لیکن کاش قتل کر سکتے۔

عاصم نے: اگر ایسا ہی ہے تو ملک شمراس سے اجازت منگا لیجئے۔

مریسوں نے: ایسا ہی کروں گا۔

[illegible]

استاد تھا اس نے ہی تمام عربوں کو جادو سکھایا ہے۔

عاصمؓ۔ شاید ایسا ہی ہو۔

مرسیوسؓ۔ چلتے اب آپ مجھے اس شیطان کو دیکھائیے۔

عاصمؓ۔ چلتے۔

دونوں وہاں سے چلے اور فطکر میں داخل ہو کر یو قتا کی طرف بڑھتے گئے۔

یو قتا کی تشیر

یو قتا اور اس کے چالیس ساتھی زنجیروں میں بکڑے ہوئے گھوڑوں پر سوار کھڑے تھے ان کے پیروں سے نہ خوف ظاہر تھا نہ فکر بلکہ نہایت استقلال اور اطمینان ظاہر تھا۔

مرسیوسؓ یو قتا کے پاس پہنچا اس نے نہایت عقارت آفریں نظروں سے اسے دیکھ کر کہا۔
"یو قتا! میں نے تمہاری کائنات دیکھی۔"

یو قتا نے عجیبگی کے لہجہ میں کہا۔ "دیکھا..... مگر تم خدا سے تمہاری کرپہ ہو۔ اس
تمہاری کاہر ناک انجام قریب ہے۔"

مرسیوسؓ۔ اب تو بدھا ہوا ہے ہمارے زبان درازی کے اور گری کیا سکتا ہے۔

یو قتا۔ مگر میں نے بھی زبان درازی نہیں کی ہے۔

مرسیوسؓ۔ شاید اس مرتبہ تجھے اپنی موت کا یقین ہو گیا ہے۔

یو قتا۔ ہر شخص مرنے کے لئے پیدا ہوا ہے بیش کوئی زندہ نہیں رہ سکتا۔

مرسیوسؓ۔ بد بخت! تو نے بیسیائیوں کو دھوکا دیا۔ ان کے کئی قلعے دھوکے سے پھنسا دیئے

اب تجھ سے ان سب کا انتقام لیا جائے گا۔

یو قتا۔ اسے خدا ہی خوب جانتا ہے۔

مرسیوسؓ۔ غصہ تو ایسا آتا ہے کہ تجھے اپنی قتل کروا دوں۔ لیکن یو قتا نے قلعہ کام کرتے

دیکھا۔ ایک بڑی فطکر کو اسی وقت غصہ کیا کرتا ہے جب اس کا دشمن مجبور و لاچار ہو جاتا ہے
تمہاری سب سے بڑی میدان جنگ میں غصہ آئے۔"

مرسیوسؓ نے ہنس کر کہا۔ "کیا عاصم ہمارے نہیں ہیں جنہوں نے ہمیں گرفتار کیا ہے۔"

یو قتا۔ دھوکے سے کرنا ہمدردی نہیں ہے۔

عاصمؓ۔ جنگ کے وقت دھوکہ کرنا جائز ہے۔

مرسیوسؓ۔ بالکل ٹھیک ہے۔ اچھا اب قلعہ میں چلتے۔

عاصمؓ۔ سب سے پہلے ساریانوں کو چلے دیکھئے اور انہیں جڑ کر ہدایت کر دیجئے کہ وہ بید

نند رہیں میں جا کر ٹھہریں۔

مرسیوسؓ۔ بہت اچھا۔ میں اس گروہ کے پادری کو بھی حکم بھیجے دیتا ہوں کہ وہ بید کا

دروازہ کھول دے۔

عاصمؓ۔ ٹھیک ہے۔

مرسیوسؓ۔ وہاں سے چل پڑا۔ اپنے آؤنیوں کے پاس آیا اور وہاں سے انہیں نے کر

قلعہ کے دروازہ پر ساریانوں کے پاس پہنچا۔

اس نے سب سے پہلے قاصد قلعہ کے اندر بھیجا اسے ہدایت کر دی کہ وہ ہمدردی کر آ چلا جائے
کہ عاصم یو قتا کو گرفتار کر کے لایا ہے عاصم کے ساتھ وہ بھی آ رہا ہے اور پادری سے جا کر کہہ دے
کہ وہ بید۔ اندر یہ کا دروازہ کھول دے۔

قاصد گھوڑا دوڑا کر ہوا ہو گیا۔ اب مرسیوسؓ نے ساریانوں کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ "دامن"
اور ان کے ساتھی اطمینان کے ساتھ اونٹوں کی مہار پکڑ کر روانہ ہوئے۔

دامنؓ اور ان کے تمام ساتھی سانولے دھک کے تھے۔ لمبی لمبی مہاریں پٹنے تھے ان کی
آستینیں اس قدر ڈھیلی تھیں کہ ان میں آؤنی کا جسم آسکتا تھا۔ سروں پر عمامے باندھے تھے۔

اونٹ مختلف قسم کے سامان سے لدے ہوئے تھے وہ بڑبڑاتے شور مچاتے اپنی لمبی لمبی گردنیں
اٹھائے چلے جا رہے تھے۔

ان ساریانوں اور اونٹوں کے روانہ ہوتے ہی تمام فطکر کو حرکت ہوئی۔ اونٹوں کے بڑھتے ہی
سوار بڑھنے لگے۔ سواروں کے ساتھ عاصم اور یو قتا بھی روانہ ہوئے۔

مرسیوسؓ اور اس کے ساتھ آنے والے ساریانوں کے ساتھ چلا۔ جب یہ لوگ قلعہ کے سر پر

فلک دروازہ کو عبور کر کے قلعہ کے اندر داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ بیسیائیوں کا سیلاب
انہیں دیکھنے کے لئے امنڈ آیا ہے جس طرف اور جہاں تک نظر جاتی تھی۔ سوار، عورتیں اور بچے

تون کی فوج کھڑے نظر آتے تھے تمام راستے راستوں پر کھڑی ہوئی عمارتیں عمارتوں کی چھتیں
بیسیائیوں سے پٹی ہوئی تھیں۔

ساراداس اطمینان یو قتا اور ان کے ساتھیوں کو دیکھنے کے لئے امنڈ آیا تھا۔ ایک مرتبہ وہ حضرت
علاءؓ کو دیکھنے کے لئے آئے تھے۔ آج یو قتا دیکھنے کے لئے آئے۔

لیکن اونٹوں کا سلسلہ ہی اتنی دور تک پھیلنا ہوا تھا کہ لوگ انہیں ہی دیکھتے دیکھتے تھک گئے۔
آخر خدا خدا کر کے اونٹوں کی قطار ختم ہو گئی اور سواروں کے دستے آئے گئے۔

بہت کچھ دے گا۔ مگر جسے تب عاصم تھا اس کے پیچھے چوکا تھا جو زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اور اس کے پیچھے اس کے چالیس سپاہی تھے دو لمبی زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے۔ انہیں دیکھتے ہی عیسائیوں نے غرقہ و غضب کے لہجہ میں شور مچانا۔ گالیاں دینا اور برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔

ایک زمانہ تھا جب یہ قلعہ شام کے ایک مشہور قلعہ طلب کا بادشاہ قاضی صائیں میں اس کی بڑی قدر و حرمت تھی۔ ہر عیسائی اور ہر عیسائی بادشاہ اس کی عزت کرتا تھا۔ اس سے راز تھا۔ اس کی کامیابی کا نامیہ دار رہتا تھا۔ حتیٰ کہ ہر قلعہ و عظمیٰ ہر قلعہ و عظمیٰ کا شمشاد تھا اس کی دوستی پر فخر کرتا تھا۔

دو بار وہ درباری محض تھوڑے عیسائی دنیا میں اس کی بڑی شہرت تھی وہ کٹر عیسائی مشہور تھا۔ لیکن جب خدا نے اسے یہ ایسا دی اور وہ مسلمان ہو گیا تو جس قدر عیسائی اس سے خوش تھے۔ اسی قدر جلد اس سے زیادہ اب ناخوش ہو گئے تھے اور چاہتے تھے کہ اسے گھڑی کی پوٹالی میں لٹک کر اڑا لیں۔

یہ قلعہ تھوڑا دور تھا کہ اس الصحن کے عیسائی اسے برا کہہ رہے اور گالیاں دے رہے ہیں۔ عوام گلیوں پر نہ آتے تو شہر آباد تھا۔ غصہ۔ جگہ بھٹی آ رہی تھی اور اس کی جیسی اس الصحن کے عیسائیوں کی تہذیب کا قہقہہ جانتی تھی۔

نہ یہ یادوری ہے نہ تہذیب کہ ایک شخص جو گرفتار کر کے ہے بس کر دیا گیا ہو اس کو گالیاں دینی جائیں۔ تہذیب یہ ہے کہ دشمن کے ساتھ بھی انصافیت کا اثر ہو اور وہ اس کا گرویدہ ہو جائے۔ لیکن یہ بات صرف مسلمانوں ہی میں ہے دنیا میں کی خوش اخلاقی کی معترف ہے دشمن ان کی تہذیب۔ ان کے خلق۔ ان کی صاف گوئی اور سچائی سے خوش ہو کر اس قدر متاثر ہوئے کہ بے اختیار مسلمان ہو گئے۔

لوگ گالیاں دے رہے تھے۔ شور مچا رہے تھے اور چوکا اور ان کے ساتھی سر جھکا کر خاموش بیٹھ جاتے تھے۔

ادھر سارے دنیا بیدار ہو کر قریب پہنچ گئے تھے۔ مگر جب کاہنہ یادوری اپنے طاقت پادریوں کی پیش کے لئے دروازہ کے باہر نکلا تھا اس نے گرجہ کا چھانک کھول دیا تھا۔

سارے گرجہ کے احاطہ کے اندر داخل ہوئے شروع ہو گئے تھے اور ایک لمبے چوڑے میدان میں پہنچ کر اونٹوں کو بٹھانے اور ان کے اوپر سے مسلمان اکرانے لگے تھے۔

جب تمام ٹونٹ گرجہ میں داخل ہو چکے تب عاصم کے سوار آئے اور وہ بھی اونٹوں سے ذرا

فاصلہ پر غم کر گھوڑوں سے نیچے اتر کر ان کی کالیاں کھولے گئے۔

ان کے پیچھے ہی عاصم اور چوکا بھی پہنچے۔ لوگ گھوڑوں سے نیچے اترے پادریوں سے باتیں کرتے آ رہے تھے۔ پادری کہہ رہا تھا۔ چوکا بڑا بھلا ہے اگرچہ ہم پادری لوگ خوشنودی کو پسند نہیں کرتے مگر میں اس پر قاتل اس قدر حیران ہوں اور مجھے اس پر اس قدر غصہ ہے کہ میں چاہتا ہوں اسے اپنے ہاتھ سے ذبح کر دوں۔

عاصم نہ ہوا ہی چاہے۔ لیکن تب کو اس کے ٹاپک خون میں اپنے پاک ہاتھ بھرنے کی ضرورت ہی نہ پڑے گی۔

پادری نہ۔ ہاں ملک شہر کا شہر خودی اس کے قتلے اڑا دے گا۔

عاصم نہ۔ یہی بات ہے۔

اب یہ آگ باتیں کرتے اس ٹیل خانہ کے دروازہ پر پہنچ گئے۔ اس کے اندر خالد اور ان کے ساتھی بندھے تھے۔

پادری نے کہا۔ یہ بہت اچھا ہے کہ خالد چوکا اور چوکا خالد کو قید و کچھ کرافٹوں میں کریں گے۔

عاصم نہ۔ ان سب کو اکٹھا کر کے جانے کی تجویز میں نے ہی پیش کی ہے۔

پادری نہ۔ نہایت مناسب تجویز ہے۔ ان کے ایک جگہ رکھنے سے حفاظت و نگرانی آسانی سے کی جاسکے گی۔ اس کے علاوہ یہ ٹیل خانہ ایسا مضبوط اور محفوظ ہے کہ قیدی کو اس سے باہر نکلنے کا خیال بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔

عاصم نہ۔ یہی بات ہے۔

اب پادری نے ٹیل خانہ کا دروازہ کھولا اور قیدیوں کو اس کے اندر داخل کر بھر دیا۔ بند کر دیا۔

ابھی تک اس ٹیل خانہ کی حفاظت سرسویس کے آدمی ہی کر رہے تھے۔ لیکن اب پادری نے انہیں بند کر کے روانہ کر دیا اور عاصم نے اپنے بائیں منہ کر دیا۔

اس کام سے فارغ ہو کر عاصم واپس ہوا تو بڑی ہی دور چل کر اسے سرسویس ملا۔ اس نے کہا۔ میں نے آپ کے تجویز آئے اور چوکا گرفتار کر کے لانے کی اطلاع ملک شہر کا پاس پہنچ دی ہے۔

عاصم نہ۔ آپ نے یہ خوب کیا۔ اس خبر کو سن کر میں ان جنگ کے عیسائیوں کے حوصلے بڑھ جائیں گے۔

سرسویس نہ۔ میرا تو یہ خیال ہے ہے اب مسلمانوں کے حوصلے پست ہو جائیں گے اور

ظاہرہ۔ وہ جس نے مجھے گرفتار کر لیا تھا اس نے ہی رہائی بھی کر لیا ہے۔

حادثہ نے خوش ہو کر کہا۔ کیا پرچہ نہ ہے۔

ظاہرہ۔ جی ہاں۔

حادثہ۔ جب تو اس نے پرانی کا بدلہ بھائی سے کر دیا۔ اول تو اس سے پہلے ہی کوئی شکایت نہ رہی تھی اور اب تو بالکل بھی نہیں رہی۔

ظاہرہ۔ محمد وہ یہی سمجھ رہی ہے اور اس لئے۔۔۔۔۔

حادثہ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ میرے ساتھ نہیں آئی۔

ظاہرہ۔ جی ساتھ تو آئی ہے مگر آپ کے پاس نہیں آئی۔

حادثہ۔ اور کہاں رہ گئی ہے؟

ظاہرہ۔ خیمہ کے باہر کھڑی ہے۔

حادثہ کو یہ سن کر بے حد خوش ہوئی۔ وہ بے اختیار ہو کر بولا۔ ”جاؤ ظاہرہ اسے لے آؤ۔“

ظاہرہ۔ وہ میرے کہنے سے نہیں آئیں۔

حادثہ۔ اور؟

ظاہرہ۔ آپ جا کر بلا لائیے۔

حادثہ۔ اچھا۔

یہ کہنے ہی اس نے آہستہ سے ظاہرہ کو اپنے شانہ سے علیحدہ کیا اور خیمہ کے دروازہ کی طرف چل کر باہر نکل گیا۔

اس کے جا رہے ہی منذرہ ایک قدم بڑھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ خدا کا شکر ہے ظاہرہ۔۔۔۔۔

ابھی وہ اتنی ہی کہنے پایا تھا کہ ظاہرہ قرعہ خوف سے اچھل پڑی۔

چونکہ کمرہ میں اتنا ایلاٹ تھا کہ کسی کی صورت صاف نظر آتی۔ ظاہرہ نے منذرہ کو نہیں دیکھا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ صرف حادثہ ہی خیمہ کے اندر ہے اب جبکہ حادثہ چلا گیا اور منذرہ نے اسے مخاطب کیا تو وہ اچھل پڑی اور بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا۔ ”کون ہیں آپ؟“

منذرہ نے اسے ڈر کر اچھلتے ہوئے نہیں دیکھا۔ وہ سمجھا کہ ظاہرہ سے بھول گئی ہے۔ اس خیال سے اسے بے حد محال ہوا۔ اس قدر رنج ہوا کہ بے اختیار ہو کر چلائے کوئی چاہئے لگا۔

لیکن اس نے صبر کیا اور آہستہ سے کہا۔ کیا بھول گئی ہو تم مجھے۔

اب ظاہرہ نے اسے آواز سے شناخت کر لیا۔ اس نے شوقی کے لہجہ میں سانس لیتے ہوئے کہا۔ تو یہ تھو! میں تو رگبتی تھی۔ میں نے کہا۔ یہ سن سناں سے آگیا۔۔۔۔۔ واہ واہ! آپ نے ناکالے کیے

مجھے ڈرائی دیا۔“

منذرہ کو اپنی حماقت پر بڑا افسوس ہوا۔ اس نے عاجزی کے لہجہ میں کہا۔ معاف کرنا۔ شوقِ شائق

میں مجھے اس بات کا خیال ہی نہ رہا۔ کہ تم ڈر جاؤ گی۔

ظاہرہ۔ خدا کی قسم اب بھی میرا دل دھک دھک کر رہا ہے۔

منذرہ ایک قدم بڑھ کر بالکل اس کے برابر میں جا کھڑا ہوا اس نے ہاتھ بڑھا کر کہا۔ بھائی

دیکھو۔

چونکہ اسے منذرہ کی جانب سے ایسی جرات کی امید نہ تھی۔ اس لئے وہ ہلکا چھل پڑی اور اس نے گھبراہٹ ہوئے لہجہ میں کہا۔ یہ کیا ہے۔

منذرہ کو پھر افسوس ہوا کہ اس نے دوبارہ حماقت کی۔ اس نے کہا۔ کچھ نہیں ظاہرہ! مجھ سے یہی پھر حماقت ہو گئی۔

ظاہرہ نے لمبے لمبے سانس لے رہی تھی۔ اس نے دریافت کیا۔ ”کیا؟“

منذرہ نے جواب دیا۔ میں نے آپ کے دل کی دھڑکن دیکھنے کے لئے ہاتھ بٹھایا تھا۔

ظاہرہ۔ تو یہ۔ تو یہ کیسے آئی ہو تم بھی۔

منذرہ۔ بڑا احمق ہوں میں۔ نواہ خواہ میں نے تمہیں دو مرتبہ ڈرا دیا۔

ظاہرہ۔ ایک تو آپ کی پہلی ہی حرکت سے دل دھڑک رہا تھا۔ اور آپ نے ہاتھ بٹھایا کہ ڈرا دیا۔ بھلا کیا سوچتی تھی یہ آپ کو۔

منذرہ۔ بس حماقت ہی سوچتی تھی اور کیا کہوں۔

ظاہرہ۔ کہنے آپ تو اچھے رہے۔

منذرہ۔ اچھا؟۔۔۔۔۔ بس یہ سمجھ لو کہ زندہ ہوں اور اپنے جسم کی باتوں کے احسانچی کو سمجھتا ہوں۔

ظاہرہ۔ کیا کچھ یاد ہو گئے تھے۔

منذرہ۔ نہیں۔

ظاہرہ۔ شاید دھم اچھے نہیں ہوئے ابھی تک۔

منذرہ۔ کاش دھم اچھے نہ ہوتے اور میں مر جاتا۔

ظاہرہ نے گھبرا کر کہا۔ ”کیوں؟۔۔۔۔۔ تو فرمایا ہو گیا تھا؟“

منذرہ۔ کوئی ایسا وقت نہ ہوا تھا جب تمہارا خیال نہ آتا ہو۔ اور جب خیال آتا تھا تو کلیجہ میں تیرے گتے تھے۔

ظاہرہ شرابا کر چپ ہو گئی۔

اسی وقت حادث اور پر یونہی خیر کے اندر آئے۔ حادث نے کہا۔ بے طاہرہ۔ یہ تیری سبیلی تو رخصتی ہوئی باہر کھڑی تھی۔

ظاہرہ۔ روٹھی نہیں تھی یہ۔ بلکہ انہیں شرم و امن گیر تھی۔

حادث۔ بڑے کسے سنتے سے تلی ہے یہ۔ اور ایک اور لحاظ ہوں۔

ظاہرہ۔ کیا۔

حادث۔ یہ دردانہ کی طرف سے پشت کئے کھڑی تھیں۔ میں نے حسبِ پاس جا کر انہیں پکارا۔ تو یہ ایک دم اچھلی گئیں۔ اگر میں چہ کر نہ دوں گا تو شاید گر جائیں۔

ظاہرہ نے بے ساختگی کے انداز میں کہا۔ "نور دیکھی بالکل میرے ساتھ پیش آیا۔

حادث۔ کیا؟

ظاہرہ۔ آپ نے یہ نہیں بتایا تھا کہ خیر کے اندر اور کوئی بھی ہے۔

حادث۔ مجھے خیال ہی نہ رہا تھا یہاں منذر تھے تم شاید انہیں دیکھ کر ڈر گئیں۔

ظاہرہ۔ جی ہاں۔

حادث۔ خوب۔ بھائی منذر۔ دردانہ کے سامنے کچھ آگ ہی روشن کر لو۔

منذر۔ بستر ہے۔

حادث۔ ظاہرہ کو بیٹھ جاؤ۔ پر یونہی کو بھی بلاؤ۔

ظاہرہ۔ رست اچھا۔

ظاہرہ اور پر یونہی خیر کے بیچ میں بیٹھ گئیں۔ ایک طرف حادث بھی بیٹھ گیا۔ اور منذر باہر نکل کر آگ جلانے لگا۔

اس زمانہ میں بہتان پھر سے آگ بھڑا کر بھائی چایا کرتی تھی۔ جہی وقت سے جلتی تھی۔ منذر قریب کے خیر سے آگ لایا اور نکلیاں دکھ کر دھو گئے لگا۔ تھوڑی دیر میں آگ روشن ہو گئی

اور اس کے روشن ہونے سے تمام خیر میں روشنی پھیل گئی۔

اس روشنی میں ایک نے دوسرے کو دیکھا منذر بھی اندر آگیا تھا اس نے بھی شوق بھری نگاہوں سے ظاہرہ کو دیکھا۔ ظاہرہ اسے دیکھ کر شرابا گئی۔

منذر بھی حادث کے پاس ظاہرہ کے سامنے جا بیٹھا۔ آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ ظاہرہ اور پر یونہی کے آنکھیں روشناس سے چمک چمک کر بھنبھنب گرا رہے تھے۔

حادث نے ظاہرہ سے کہا۔ میرے ساتھ قریا توں نے کوئی جتنی تو نہیں کی۔

ظاہرہ نے لمبا ٹھٹھا سانس لے کر کہا۔ "جتنی....."

اس پر سمجھنے کہ خدا دشمن کو بھی ایک دوسرے سے سہایت نہ ڈالے۔

اس کے بعد اس نے مختصر طور پر وہ تمام مظالم ایک ایک کر کے بیان کئے جو ظالم قریا توں نے اس پر توڑے تھے۔

حادث اور منذر من من کر بیٹھ کر کھاتے رہے۔

لیکن جب اس نے پر یونہی کی ہمدردی اور قریا توں کے قتل کے واقعات بیان کئے تو ان کے دلوں میں کچھ ٹھنک سی پڑی۔

باقوں میں زیادہ رات گزر گئی۔ منذر نے کہا۔ "بھائی صاحب! آپ تو باتوں میں لگ گئے۔

حادث نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ "نور۔"

منذر۔ ان کے لیے کھانے کا انتظام نہ کرو گے۔

حادث۔ دانش مجھے یا حق نہ رہا۔ اچھا میں اور تم دونوں کھانا تیار کریں۔

منذر۔ اور کیا آپ ان لوگوں سے تیار کرانا چاہتے ہیں۔

ظاہرہ۔ مگر مجھے تو بالکل بھوک ہے نہیں۔

پر یونہی۔ نہ مجھے ہے۔

حادث۔ تم دونوں غار کدہ رہی ہو۔

پر یونہی۔ کیسے جانا۔

حادث۔ تم نے دن میں کسی وقت کھانا کھایا ہو گا۔

پر یونہی۔ جی ہاں۔ دوسرے ذرا پہلے کھایا تھا۔

حادث۔ پھر بھوک نہ تھکے کے کیا مئے۔

ظاہرہ۔ بھائی جان! اصل بات تو یہ ہے کہ ہمیں یہ گوارا نہیں ہے کہ آپ کھانا تیار کریں اور ہم کھانا کھا لیں۔ اگر کچھ بچا ہو اور کھانا ہو کچھ مضائقہ نہیں۔

حادث۔ بچا ہوا کہاں ہے ہوتا..... ہم دونوں صرف ایک وقت دوسرے کو کھانا تیار کر لیتے تھے۔

ظاہرہ نے حیرت سے حادث کی طرف دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔ کیوں۔

حادث۔ اس لیے کہ بھوک ہی نہ لگتی تھی۔

ظاہرہ۔ یہ طریقہ کب سے اختیار کیا تھا آپ نے؟

حادث۔ جب سے شیطان تجھے بے گناہ تھا۔

ظاہر ہے۔ اگرچہ آپ نے بھی میری وجہ سے تکلیفیں اٹھائیں۔
 عارثؑ:۔ کچھ تکلیف نہیں ہوئی۔ خدا کا شکر ہے کہ میرے آنے سے ہماری ساری
 تکلیفیں دور ہو گئیں۔

مشفر روئے۔ تمرو، کھانے کا سولہا پھل ہوتا ہے۔

ظاہر ہے کہ مسکراتے ہوئے کہا: شاید آپ کو یوں کہ: "علوم ہو رہی ہے۔"

منزلہ دیتے۔ کچھ عجیب نہیں ہے اس وقت کی خوشی نے ایک دم پیدا کر دی ہے۔

چار شیشے بکڑے انہی نے بنائے تھے۔

ظاہر ہے۔ یہی بات ہے تو پھر میں کھانا تیار کئے دیتی ہوں۔

میرا ہونا ہے۔ تھک ہے۔ آکا ہوا میں اور تم دونوں تیار کر میں دیر ہی کیا لگے گی۔

منذرو۔ ختم دروغوں سفر کر کے قتل ہو سہارے لے جاتے ہیں جو لڑائی شروع کر دینا چاہتے ہیں۔

چار مہینے۔ لیکن رات کو خالی ہونے سوتا بھی اچھا نہیں ہے۔

ظاہر ہے۔ کیا تم سمجھو میں نہ ہوں گی۔

چار شے :-

طاہر بیٹہ۔ بس تو اس وقت وہی کہالیں گے۔

$$-\left[\frac{\partial^2}{\partial \tau^2}\right] = -\frac{1}{4} \frac{\partial^2}{\partial \tau^2} \left(\frac{\partial}{\partial \tau} \right)^2$$

منذرت خاک اچھا ہے کہیں تجھ کو اس سے بھی بہت بھرے گا۔

ظاہر ہے۔ آپ کو بہت سی زبانوں بھوک لگی معلوم ہوتی ہے۔

منظرہ :- میری بات رہنے دیجئے۔ میں تو آپ کے لئے کمرہ ہوں۔

طاہرہ :- میرے لئے سچھوری کافی ہے۔

متنبر: اب تو کجھ نہیں سمجھتا۔

حادثہ سمجھو میں لایا اور سب نے بیٹھ کر کھائی شروع کر دیں۔ تمہاری سمجھو میں کھا کر سب نے بیٹھ کر ایک ہی خیمہ میں پڑ کر چاروں سو رہے۔

سہ ماہی سوال باب

جوش مسرت

میں جب وہ یہ ارادہ کرے تو انہیں ہر سی قسم کے ہمارے اہل ان کی توجہ سے ہی اچھے کرے۔۔۔
اور خود بھی عورتوں میں اور مردوں میں غلامی پرانے کے لئے بچے کرے۔

اس واقعہ کے مسلمان آج کل کے مسلمانوں کی طرح نہ تھے جو اذان کی گواہی دیتے ہیں اور اپنے اپنے گھر پر آتے ہیں اور اس وقت اٹھتے ہیں جب صبح اچھی طرح بھیل جاتی ہے۔

اول تو باید ہی نماز نہیں پڑھتے اور اگر وہ گنہگار پڑھتے بھی ہیں تو اولاً کوہِ ایت نہیں اُرتے۔ شاید اس بات سے ڈرتے رہتے ہیں کہ کہیں کوئی زبانِ دراز پوچھ نہ کرے کہ آپ ہی کوئی نماز پڑھتے ہیں یا نہیں؟ ایت کر کے ہیں اور جو بزرگوار خود نمازی ہیں وہ بچوں کو زاپہ دے کر یہ بات نماز پڑھنے کے لئے نہیں کہتے۔

یہ بات بہت جلد ہی ہے والدین اور سرپرستوں سے یہ سوال قیامت کے روز جو ٹھاک انہوں نے اپنے بچوں کو تنبیہ کیا نہیں کی۔ کہیں انہیں نوازنا ہے یہ مجھ پر نہیں کیا۔ اگر وہ نہ مانتے تھے تو کہیں ان کا وزن نہ کھانا یا لباس اور ضروریات کی بددستی چیزیں نہ نہیں کر رہیں۔

ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ خود بھی نماز پڑھے اور بچوں اور گھروالوں کو بھی مجبور کرے۔ کہ ۱۱

حقیقت یہ ہے کہ بعض علماء کے نزدیک بے نماز کے ساتھ کھانا کھانے اور پانی پینے کا حکم ناجائز ہے۔

مسلمانوں کو بھارت ہے کہ وہ مجلس ہیں۔ بنارہتے ہیں ان کی کوئی عزت نہیں ہے لیکن یہ
ت نہیں سچے کہ ہم میں یہ باتیں پیدا ہی نہیں۔

مسلمان تو رہتے ہیں سے دنیا کا بیجی تھی۔ جن کے گھر کے ارد گردوں پر گھنٹے لگنا اور سبھی جان سنی کہ چھم واپار کے اشاروں سے مسلمان زور و زور سے جاتی تھیں۔ دیکھنا میں میں نے نہ جانتے تھے کہ یہ دولت چڑی رافقی تھی اور اب ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ پہلے لوگ مسلمان تھے۔ بچے اور بچے مسلمان روزے رکھتے تھے۔ نمازیں پڑھتے تھے۔ قرآن شریف کی تلاوت کرتے تھے۔ ان کو کچھ دینے سے منع کیا جاتا تھا کہ وہ دیتے تھے۔ یہ ہر وقت یاد رکھتے تھے۔ خدا انہیں یاد رکھتا تھا۔ انہیں خدا یاد رکھنے ان کی توفیق نہیں کیوں کی کہ وہ ہیں۔ بچہ بولتے تھے۔ حلال اور حرام میں تمیز کرتے تھے گناہ۔

اب یہ صورت ہے کہ نہ عداوت نہ روضہ نہ ذوق نہ شیعہ ہے۔ ہر مہمان میں ہے۔ نہ خدا سے دُرتے ہیں نہ اسے یاد کرتے ہیں۔ ہم خدا کو بھول گئے خدا ہمیں بھول گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہم انسان بن گئے۔ عقلیں بھٹک گئیں۔ بے پارہ و دیوار ہو گئے۔ سلطنتیں چھن گئیں۔ دنیا بھر کے عیوب ہم میں۔ عداوت ہماری ہے کہ اپنے اعمال و افعال کو دیکھتے نہیں۔ نعوذ باللہ خدا کی رحمت کرتے ہیں۔

مسلمان اگر بچے اور بچے مسلمان ہو جائیں۔ خدا سے ڈارے اور اسے یاد کرنے لگیں۔ پانچوں وقت مسجد میں جائیں تو غفلتیں ہوں کہ خدا بھر مہمانی شروع نہ کر دے اور پھر ہماری دھاک نہ بند ہو جائے پھر ہم قرون اولیٰ کے سے مسلمان بنیں جائیں۔

ادبیت سے نماز پڑھ کر حادث اور مندر حضرت عیاضؒ کے مندر پر گئے۔ عیاضؒ نے طاہرہ کے آنے کی مبارکباد دی۔

حادث کچھ کہتا ہی چاہتا تھا کہ جیسائیوں کے نظریے قرون اور زنگھوں کے پھوٹے جاسے کی آوازیں آئیں اور اس قدر ہمیں کہ دور دور تک جانے لگیں۔

تیسرے مسلمان اس آواز کو سن کر کچھ غرور ہو گئے۔ عیاضؒ نے کہا جیسائی نظریوں میں قرین اور نہ سنیں اس وقت چھوٹے جانتے ہیں۔ سب کوئی نفی اور دل خوش کن بات ہوتی ہے کہا جاسکتا ہے کہ ایسی باتیں ہوتی جو انہوں نے نہ سمجھے چھوٹے ہیں۔

حادثؒ: خدا کو ہی علم ہے۔

مندرجہ: جاسوسوں کو بھیج کر روایت کرا لیجئے۔

عیاضؒ: ٹھیک ہے۔

چنانچہ انہوں نے اپنے نظام کو بھیج کر جاسوسوں کو بھیجا۔

یہ جاسوس جیسائی تھے۔ چونکہ مسلمان جاسوس کی خدمات کے صلہ میں انہیں کافی معاوضہ دیتے تھے اس لئے وہ جیسائیوں کے شکل میں جا جا کر ذرا ذرا سی بھی خیرا دیا کرتے تھے۔

عیاضؒ نے ان سے کہا: ”تم قوراء، جاو اور یہ خبر لانا کہ آج خلاف معمول جیسائی نظریوں نے شے کیوں چھوٹے جا رہے ہیں۔

وہ: ”بہت ٹپ ہے۔“ کہہ کر چلے گئے۔

اس عرصہ میں جنگوں میں عیاضؒ کے پاس آجئے۔ یہ دو لوگ تھے جو روزانہ ان کے پاس آتا چار چار گھنٹے اندر کہ احادیث شریف اور دھندلچند سنا کرتے تھے۔

اس زمانہ میں کسی لشکر کا سردار کسی شہر کا امیر یا صوبہ دار وہی شخص ہو اگر آقا جو سب سے زیادہ بزرگ سب سے زیادہ قرآن شریف اور احادیث مقدسہ کا جانتے والا ہو۔

چنانچہ ان لوگوں کے لئے یہ فرض تھا کہ قریب قریب روزانہ دھندلچند سنا کریں یہ تمام احکام امیر

المومنین حضرت عاصمؒ نے جاری کر رکھے تھے اور ان کی قبیل نہایت شہادہ سے ہوتی تھی۔ انہیں افسر ضلع یا صوبہ دار یا سپہ سالار کی راست یہ معلوم ہوتا کہ وہ غلط بیان کرنا تو اسے قوراء کہتے تھے۔ ایک اور بات یہ تھی۔

چنانچہ حضرت عیاضؒ نے وہ بیان کرنا شروع کر دیا اور مسلمان نہایت شوق اور اطمینان سے سننے لگے۔

ادھر طاہرہ اور چاروں شب نماز پڑھ چکیں اور انہیں علی عورتوں نے دیکھا تو سب کو ایسی ناشی ہوئی جیسے انہیں کوئی سلطنت ہاتھ آگئی ہو۔

سب کے بعد خولہؒ اور ام ربیعہؒ تھیں۔ دونوں نے بیرون اور طاہرہ کو گئے گاگا کر ٹپ بھیج بھیج کر بیکار کیا۔

اب سب بندہ تھیں اور طاہرہ سے اس کا حال سننے لگیں۔

طاہرہ نے ذرا تفصیل کے ساتھ تمام واقعات بیان کر کے سب ٹپ ٹپ بھیج سنی دیں۔

تب اس نے قرقوس کے مظالم بیان کئے تو بعض عورتوں کے بے اختیار آنسو گل گل کر پڑے۔ اور بعض چشم پر غم ہو گئیں لیکن خولہؒ کو جوش آیا۔ انہوں نے کہا: ”ظالم اور بدانت انسان اگر میرا قابو چل گیا تو ہونا کہ انتقام لوں گی۔“

طاہرہ نے کہا: ”مگر آپ انتقام کس سے لیں گی۔“

خولہؒ: قرقوس سے۔

طاہرہ: وہ زندہ کہاں ہے۔

خولہؒ: کس نے مار ڈالا ہے۔

طاہرہ: واسن ابو الولی نے۔

خولہؒ نے حجب ہو کر روایت کیا: ”کیسے۔“

طاہرہ: میں عرض کرتی ہوں۔

تب اس نے اپنے بھائی کر آئے۔ راست بھول کر گر پڑا جس پر عیاضؒ نے اسے اٹھایا اور ڈاکو کی باتیں سننے سے لے کر قرقوس کے آئے۔ دھمکیاں دینے اور واسن کے آکر اسے قتل کر ڈالنے کے تمام واقعات سنا دیے۔

قرقوس کے بارے جانے کا حال سن کر تمام عورتوں کو بڑی خوشی ہوئی حضرت ام قیسؒ نے کہا: خدا خالوں سے ضرور انتقام لیا کرتا ہے۔

خولہؒ: یہی بات ہے۔

طاہرہ نے ام قیسؒ سے مخاطب ہو کر کہا: مجھے حضرت خولہؒ کے گرفتار ہو جانے کا حال سن رہا ہوں۔

نہیں بلکہ ہم اچھا یا برا کہنے والے کون۔

ظاہرہ:۔ جنگ یہ تو خدا کی شکایت ہوئی۔ افسوس مجھ سے گناہ سرزد ہو گیا۔ اللہ مہربان معاف کرے۔ تارا نسکی میں مجھ سے یہ گناہ ہوا۔

حادثہ:۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ عیسائیوں نے بے گناہی سے کہ کل عام جنگ ہو گی۔ ظاہرہ کا چہرہ خوشی سے چمکے لگا۔ اس نے کہا۔ یہ اچھا ہوا۔ کل ہی اللہ بے گناہ کا قیام بھی ہو جائے گا۔

حادثہ:۔ اور خدا نے چاہا تو فتح مسلمانوں کی ہو گی۔

ظاہرہ:۔ اللہ! اللہ۔

اب مندر اور حادثہ جس کے اندر بیٹھ گئے اور ظاہرہ اور پرچہ نہ کھانا چار کرتے ہیں مشغول ہو گئیں۔

جوش جہاد

عیاض نے جو جاسوس عیسائی لشکر میں دریافت حال کے لئے بھیجے تھے واپس آئے تھے انہوں نے آکر بیان کیا تھا کہ عام یوہنا کو گرفتار کر کے لے گیا ہے۔ عیسائی اس طرح میں نہ گئے چوہک رہے ہیں۔ اور شادیانے عیار ہے تھے یہ بھی خبر دے تھے کہ ملک شریاض نے اپنے تمام لشکر کو تیاری کا حکم دے دیا ہے وہ کل عام حملہ کرنے والا ہے۔ ہر عیسائی تیاریوں میں مشغول و مصروف ہو گیا ہے۔

عیاض نے بھی تمام سرداروں کو بلا کر تمام واقعات بتا دیے لوگوں کو یوہنا کی گرفتاری کی خبر سن کر افسوس تو ضرور ہوا لیکن ہر اس کچھ بھی نہ ہوا البتہ اگلے دو دن تک ہونے کی خبر سن کر بڑی خوشی ہوئی۔

افسوس نے تمام لشکر میں منادی کرا دی اور ہر سپاہی۔ ہر چاہلہ ہر شخص کو بلا اور سنا دیا کہ اگلے دو دن جنگ ہو گی۔ سب چار ہو جائیں ہتھیار مصلح کر لیں جن کے پاس ہتھیار نہ ہوں وہ ان لوگوں سے جن کے پاس کئی کئی کھادیں اور کئی کئی تیرے وغیرہ ہیں لے لیں۔

مسلمان اس منادی اور ان خبروں کو سن کر فرات خوش ہوئے انہوں نے اسی وقت سے ہتھیاروں کی دیکھ بھال اور ان کی صفائی شروع کر دی۔

سارے لشکر میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیل شروع ہو گئی ہر سپاہی ہر خادم۔ ہر سردار زمین پر بیٹھ کر کھادوں۔ تیروں۔ ہتھیاروں اور دوسری چیزوں کو صاف کرنے

رہے ہو۔

ام قیصر:۔ راج نہیں کرنا چاہئے۔ ہر کام خدا کے حکم سے ہوتا ہے اور خدا کا کوئی کام بغیر نصرت کے نہیں ہو سکتا۔ ان کی گرفتاری میں ضرور کوئی نہ کوئی حکمت ہے۔

ظاہرہ:۔ یہ جنگ۔

ام قیصر:۔ اب تو یہ دیکھ۔ قزاقوں نے گرفتار کر کے لے گیا ہے پرچہ نے گرفتار کر لیا۔ گرنیچہ یہ ہوا۔ پرچہ نے مسلمان ہو گئی۔ قزاقوں نے یہاں پر اور تو قیر سے واپس آ گئی۔

نول:۔ اب یہی دھوپ تیر ہو گئی ہے۔ دیکھتی نہیں ہو کہ ظاہرہ کا چہرہ دھوپ کی شہادت ہے۔ تینا کو کل ادا رہ گیا ہے اب تو اسے وہ ہر کاکھانا کھا کر اس کے خیمہ میں چل کر بائیں کریں۔

ام قیصر:۔ بالکل ٹھیک ہے۔ افسوس یہ ہے کہ آج ظاہرہ کے آنے کی خوشی میں قرآن شریف کی تلاوت نہ ہوئی۔

نول:۔ وہ کیوں جائے گی۔ میں تو ابھی چڑھ کر انھوں کی۔

ام قیصر:۔ تو میں بھی نہ چھوٹی۔

نول:۔ میں یہ کہہ رہا تھا کہ یہ جتنا چاہاں حتیٰ وہ قرآن شریف کی تلاوت کرتی تھیں اور یوں چڑھ رہی تھیں۔ وہ خدائے باریک جاکر کرتی تھیں۔

چنا چہ اب میں چاہنے والا ہوں تھیں اور سننے والی تھیں۔

نول:۔ اب ایک طرف مایہ میں بیٹھ کر پڑھنے لگی۔ پرچہ نے اس کے پاس بیٹھ کر سننے لگی۔

نول:۔ اب کے بعد وہ تلاوت لٹم کر کے پرچہ کو ساتھ لے کر اپنے خیمہ میں آ گئی۔ چوہک رات ہی انھوں نے کھانا کھایا تھا اور صبح سے بھی کچھ ناشتہ کیا تھا اس لئے اب آتے ہی کھانا چار لے گئے۔

نول:۔ اب دیر کے بعد مندر اور حادثہ آ گئے۔ ظاہرہ نے حادثہ سے دریافت کیا۔ آج عیسائیوں کے لشکر میں نہ گئے تھے کیسے ہو گئے حادثہ ہے۔

حادثہ نے افسردہ خاطر ہو کر کہا۔ جاسوس خبر لائے ہیں کہ عام یوہنا اور ان کے ہمراہیوں کو گرفتار کر کے اس زمین لے گیا ہے۔ ان کی گرفتاری کی خوشی میں عیسائیوں نے نہ گئے پھر گئے۔

ظاہرہ:۔ یہ تو بہت برا ہے۔

حادثہ:۔ اب کچھ ہوتا ہے خدا کی مرضی سے ہوتا ہے اور خدا کی مرضی میں انسان کا چارہ

گئے۔

عورتیں اور بچے بھی کام میں مصروف ہو گئے جن عورتوں کے پاس تلواریں اور نیزے تھے وہ انہیں میل کر کے لگیں اور جن کے پاس کوئی اشیاء نہ تھا وہ غنموں کی چوبوں اور پائس کے مضبوط ٹکڑوں کو صاف کرنے لگیں۔

لیکن سب سے زیادہ بچوں کو خوشی ہو رہی تھی۔ وہ کئی کئی مل کر ایک ایک جگہ بیٹھے اپنے پھوٹے پھوٹے نیزوں۔ تیروں اور تلواریں کو صاف کر کے دگر رہے تھے چچ چچ میں ایک دوسرے کے ہتھیاروں کو دیکھتا بھی جاتا تھا اور ہر ایک یہ کوشش کر رہا تھا کہ اس کے ہتھیار سب سے زیادہ صاف ہو جائیں۔

ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک بچہ دوسرے کے ہتھیاروں کو صاف کرنے میں مدد دے رہا تھا سب ہر جگہ جلدی جلدی صفائی کر رہے تھے اور بڑے خوش ہو رہے تھے۔

بعض بچوں کے ہتھیار میں کی پائیں اور ہمیشہ صاف کر رہی تھیں۔ غرض تمام اسلامی لشکر میں یہی کام ہو رہا تھا۔ لوگ سارے کاموں کو چھوڑ کر اسی میں مصروف تھے۔

طارق بن ظاہر کو دیکھ کر اس سے مل چکی تھی۔ اگرچہ وہ خود بے حد حسین تھی۔ لیکن اسے یہ ماننا پڑا تھا کہ ظاہر کا حسن اور ہی تھا اس کا چہرہ گلاب کے پھولوں کی پتیوں کی مانند سفیدی تھا۔ آنکھوں کی پتلیاں نہایت سیاہ اور دلچسپ تھیں سر کے بال اتنے لمبے اور زیادہ تھے کہ اگر وہ کسی وقت اپنے جسم پر کھول دیتی تو اس کا سارا بدن گھٹنوں تک چھپ جاتا تھا۔

مسیحیوں سے ہر انسان خواہ وہ کسی سن و سال کا ہو کسی صنف کا ہو محبت کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے بلکہ راقم الحروف کا یہ تجربہ ہے کہ صرف انسان ہی نہیں بلکہ خدا کی ہر مخلوق مسیحیوں کو پیار کرتی اور اچھا سمجھتی ہے۔

میں نے دیکھا ہے کہ ایک حسین لڑکی کے پاس ایک سانپ آباد رہتا تھا اس کے پاس کھڑا اپنا بچہ ملا تا رہا۔ لڑکی خوف سے کانپتی رہی۔ بہت سے آدمی قہقہہ مچاتے اس کو مارتے اس سے نہیں بچتے کہ وہ لڑکی کے اس قد و قربت تھا کہ اگر مارنے والے کا حملہ خالی جاتا تو وہ ضرور لڑکی کو ڈاس لیتا۔ آخر تھوڑی دیر کھڑا وہ لڑکی کے زانوؤں پر لیٹ کر رہا۔ شدت خوف سے لڑکی بیوش ہو گئی۔ لیکن سانپ نے اسے کچھ بھی نہیں کھاد اس کے کھنکھنے کے اوپر سے ٹھٹھا چلا گیا۔ یہ واقعہ صوبہ بغداد میں طبعاً منظر نظر آتا ہے۔

اس قسم کے بہت سے واقعات لوگوں نے دیکھے اور جان کئے ہیں۔

طارق بن کو بھی ظاہر سے محبت ہو گئی تھی۔ پہلی ہی ملاقات میں وہ اس کی اس قدر گروہ ہو گئی تھی کہ ہر وقت اسی کے پاس رہنا چاہتی تھی۔

ظاہر کو بھی اس سے انس ہو گیا تھا اور اس نے اسے اپنے بھائی سے اجازت لے کر اپنے ہی خیمہ میں رہنے کی اجازت دے دی تھی۔

طارق بن مسلمان عورتوں اور بچوں کی تیاری دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہی تھی۔ اس کے دل میں بھی خوش و انگ کی مداخلت ہو رہی تھی۔

مسلمانوں نے ظہر اور عصر کے بعد عصر کی نماز پڑھی اور عصر کی نماز پڑھ کر گروہ گروہ ایک دوسرے سے ملے اور مل کر جنگ کی سہارک یاد دہانے لگے۔

ہر محارب ہر مسلمان بے حد خوش تھا اور خوش ہو کر اس طرح سہارک یاد دہانہ پھر رہا تھا جیسے کسی بڑی فوج کو حاصل کرنے کے لئے جا رہا ہو۔

مغرب کی نماز پڑھ کر انہوں نے کھانا تیار کیا۔ کھانا اور پھر مشاکی نماز پڑھی۔

ایک مختصر دست طلبہ گروہ کے لئے مقرر ہو اور وہ حفاظت و گھرائی کے لئے لشکر کے چاروں طرف پھیل گیا۔ باقی سب لوگ سیرے ہی سے سو گئے آگ کے الاؤ جن میں ٹکڑیوں کے انبار لگا دئے گئے تھے ابتدائی رات میں بھڑک کر سرد ہونے شروع ہو گئے تھے اور کہیں کہیں انکار سے دہکتے رہ گئے تھے۔

نصف شب تک اسلامی لشکر میں بالکل جمود سکون طاری رہا۔

خاموشی چھا رہی تھی۔ خزانوں کی گوازیں آتی رہیں۔ یا طلالی دست کی "ہوشیار" بیداری گوازیں خاموشی کو چیرتی تھا کہ قہر خزانے آ جاتی تھیں۔

لیکن تو بھی رات گزرتے ہی خاموشی کا ظہم ٹوٹ گیا۔ مسلمان بیدار ہو کر ضروریات سے فراغت کر کر کے نماز..... عاتبا تھوڑی نماز پڑھنے اور قرآن شریف کی تلاوت کرنے لگے۔

بعض لوگ غنموں کے اندر بعض الاؤ میں آگ لگا کر اس کے سامنے بیٹھ گئے اور جو کچھ کسی کو پڑھنا تھا پڑھنے لگے۔

عیاض اپنے خیمہ کے سامنے آگ کے الاؤ کے پاس کھیل بچھا کر بیٹھے تھے کچھ پڑھ رہے تھے ان کے پاس ہی ان کا غلام نماز پڑھ رہا تھا۔ "عیاض" عجبہ میں گر گئے اور انہوں نے ذرا اونچا آواز سے کہا۔ اے خدا۔ ہر مسلمان تیرے نام لبو ہیں۔ تیرے مذہب کی اس مذہب کی جسے تو نے پسند کیا ہے حمایت و اعانت کے لئے تیرے بھروسہ پر کھڑے ہوئے ہیں تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔ تو ہی مدد کر۔

اللہ العالمین! ہم بیکس و بے چارہ ہیں۔ کم اور کمزور ہیں اگر تو نے ہماری مدد نہ کی تو ہم فنا ہو جائیں گے۔ منہ جانیں گے پھر دشمن کہیں گے کہ خدا مسلمانوں سے باخوش تھا اور اس نے مسلمان منہ گئے۔ ہماری مدد کر ایسی ہی مدد بھی انکو مسلمانوں میں کرنا رہا ہے۔

رب العالمین! ہم تیری عبادت اس قدر نہ کر سکے جس قدر حق تھا۔ ہم انسان ہیں اور انسانوں سے غلطیاں ہوتی ہیں ہم نے بھی غلطیاں ہوئیں ہماری غلطیوں کو معاف کر۔ ہمیں توبہ اور فتح

نظام نماز سے فارغ ہو چکا تھا اور وہ بھی سجدہ میں پڑا ہوا اپنے آقا اور مولا کی طرح دینا مانگ رہا تھا۔

صرف یہ دونوں ہی نہیں بلکہ بیٹھکوں مسلمان سجدہ میں پڑے ہوئے تھے کی دعا میں مانگ رہے تھے اور سجدہ میں نہیں بلکہ غور میں بھی جاگ تھی تھیں اور وہ بھی مسلمانوں پر بھی دعا میں مانگتے تھے مصروف تھیں۔

مسلمان اس وقت نماز میں پڑھ اور گڑگڑا کر دعا میں مانگ رہے تھے جبکہ خدا کی مخلوق پچھل رات ہوئے کی وجہ سے گہری نیند کے مزے لے رہی تھی۔

جب صبح کے تھوڑے ظاہر ہوئے تو تقریباً دس مسلمانوں نے مل کر نہایت بلند گواز سے آواز دی۔ "اللہ کی آواز سنتے ہی تمام مسلمان اٹھ اٹھ کر ضروریات سے فراغت کر کے وضو کرنے اور سستیں پڑھنے لگے۔

تھوڑی دیر میں عیاض آگے اور انہوں نے جماعت سے نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد ہزاروں توجیہوں نے ہاتھ اٹھا کر نہایت عاجزی سے گڑگڑا کر گڑگڑا کر تلخ کی دعا مانگی۔

دعا مانگ کر عیاض نے کہا۔ "مسلمانوں! اسلحہ ہو ہو کر میدان جنگ میں پہنچ جاؤ۔ اور یہ عزم کر کے جاؤ کہ یا تو شہید ہو جاؤ گے یا فتح کر کے لوٹو گے سب لوگ میدان جنگ میں جائیں گے اور تمام حملہ کے وقت خدا سے دعا مانگ کر حملہ کریں۔

سب مسلمان اٹھے اور مستقر ہو ہو کر اپنے اپنے فیصلوں پر پہنچے مسلح ہوئے اور دستے بنا کر میدان جنگ میں جانے لگے۔

حادثہ اور مندر عیاض کے ساتھ چلنے انقلاب طبع ہونے سے پہلے ہی مسلمان میدان جنگ میں پہنچ گئے۔

چراغ وہ تھوڑے تھے اس لئے انہوں نے اپنی ایک ہی صف قائم کی۔ دونوں بانو سبز اور بھوروں کے دور تک پہنچا دیئے۔ قلب اور قلب کے اولوی ہوتے تھے جیسی کہو گے۔

غور میں بھی فیصلوں سے نکل کر فطرت جگہ سے آگے چھ کر بچپ کے کنارہ پر کھڑی ہو گئیں بچے ان کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔

انقلاب طبع ہوتے ہی عیاضوں کے فطرت میں بھی حرکت شروع ہوئی۔ ان کے دستے بھی آ کر مسلمانوں سے ذرا فاصلہ پر ٹھہر گئے اور ایک ایک اپنے گھوڑے پر سوار تھا سب کے بعد میں ملک شہنشاہ آیا۔ آج وہ ایک اہل حق اوسٹے گھوڑے پر سوار تھا نہایت بھڑکیا لباس اور اس پر بھرے ہوا ہرات کے زیورات پہنے زرنگار تاج اوڑھے تھا۔ آج بھی اس کے سر کے اوپر زرخت کا سامان تھا ہوا تھا جس میں مقبض کی بھاریں تھیں ہوئی تھیں۔ اس کی پانچویں چاندی سے منڈھی ہوئی تھیں۔ آٹھ سوار چوبیس اٹھائے ہوئے کھڑے تھے۔

دونوں فریق مسلح کھڑے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ خیال یہ تھا کہ عیاضوں میں سے کوئی جنگجو جنگ کرنے کے لئے نکلے گا لیکن کوئی نہ نکلا۔

کچھ دیر کے بعد عیاضی فطرت میں ٹھیل جنگ پہنچے لگا۔ مسلمان کچھ گئے کہ آج اول ہی وقت سے عیاضوں کا عام حملہ کرنے کا ارادہ ہے۔ مسلمان بھی مستعد ہو گئے۔

دیکھتے ہی دیکھتے عیاضوں کی پہلی صف کو حرکت ہوئی۔ اور وہ بڑھی اس کے پیچھے دوسری اور پھر تیسری صف نے پیش قدمی کی۔

اس طرح عیاضوں کا تمام فطرت انقلاب کی طرح پڑھنے لگا ٹھیل جنگ اس زور سے بج رہا تھا کہ تمام میدان جنگ گونجنے لگا تھا۔

اب حضرت عیاض نے بھی نعرہ نعرہ کر تیں مرتبہ اللہ اکبر کے نعرے لگائے تیسرے نعرے کے بعد ہی تمام مسلمانوں نے مل کر پر شور نعرہ لگایا اور نعرہ لگاتے ہی اسلامی فطرت کہ بھی حرکت ہوئی۔ سبز۔ بھوروں اور قلب آگے بڑھنے لگے۔

ہیبتی سواروں کے دستے نہایت زور شور سے بڑھے چلے آ رہے تھے ان کے گھوڑوں کے سہوں کی توالی دو دو تک جا رہی تھی ان کا سیلاب اس طرح بڑھا چلا آ رہا تھا جیسے وہ اسلامی مجاہدوں کو خس و فاشاک کی طرح بیا کر لے جائیں گے۔

ان کی صفیں ایک کے پیچھے ایک نہایت ضبط و نظم کے ساتھ اس طرح جہمی چلی آ رہی تھی جیسے سمندر میں اونچی اونچی لہریں اٹھنے لگی ہوں۔

مسلمان بھی قدم قدم بڑھے چلے جا رہے تھے بڑے جوش کے ساتھ گردنیں اٹھائے نیزے گھوڑوں کی کنوٹیوں کے درمیان میں رکھے اس شان سے جا رہے تھے جیسے جانتے ہی دشمنوں پر فوج پڑیں گے اور ان کی صفوں کو زیر و زبر کر کے فوجی دستوں کو الٹ دیں گے۔

مسلمانوں کے دونوں بازو اور قلب ایک قطار میں بڑھ رہے تھے دونوں لشکر ایک دوسرے کی طرف بڑھے آ رہے تھے آفتاب کچھ اونچا ہو گیا تھا اور اس کی شعاعیں سرفروشوں کے ہتھیاروں پر۔ لباس پر۔ گھوڑوں پر اور دوسرے ساز و سامان پر پھیلی ہوئی انہیں جگمگا رہی تھیں۔

تھوڑی ہی دیر میں دونوں لشکر اس قدر قریب آ گئے کہ اگر تیر اندازی کی جاتی تو دونوں لشکروں پر تیرا پڑ سکتی تھی۔ مگر معلوم ہوتا تھا کہ وہ تیر اندازی کرتا ہی نہیں چاہتے تھے بلکہ فیروز اور کھاروں سے دست بدست مقابلہ کرنے کی فکر میں تھے۔

ہر ہیبتی سوار لوہے کی تیرہ کھتر پٹے اور خود اوڑھے ہوئے تھے اور مسلمانوں کے پاس معمولی ہتھیار تھے۔

آخر بڑھتے بڑھتے جب فاصلہ اتنا کم رہ گیا کہ ایک کو دوسرے کی صورتیں صاف نظر آنے لگیں تو مسلمانوں نے فیروز کو ہاتھوں میں لے کر تھکا اور گھوڑوں کی کنوٹیوں پر کسی قدر آگے کی طرف ہٹک گئے۔

جون ہی ہیبتی اور قریب آئے مسلمانوں نے اپنے اکبر کا پر زور نعرہ لگا کر اس شدت سے حملہ کیا کہ ہیبتی گھبرا گئے اور حیرت و خوف کی نگاہوں سے شیران اسلام کو دیکھنے لگے۔

اس ذرا سے توقف سے مسلمانوں نے فائدہ اٹھایا انہوں نے پھر ایک پر جوش حملہ کیا

تھوڑے ہی لمحے کی توالی میں فضا میں بلند ہوئیں اور پتھروں سپاہی زخمی ہو ہو کر گرے کرتے ہی انہیں گھوڑوں نے کچل ڈالا۔

دونوں لشکروں کی فکر اس زور سے ہوئی کہ فضا کا پل گئی۔ زمین ہل گئی ٹھوڑے رز گئے۔

ایک ہی دو سطحوں کے بعد نیزے ڈال ڈال کر کھاروں نکال لی گئیں صاف و شفاف کھاروں جگمگاتی ہوئی انھیں بجلی کی طرح کوندی اور سانپ کی طرح زبان نکال کر انسانوں کے خون سے اپنی پیاس بجھانے کے لئے پڑھیں۔

جنگ نہایت خونریز شروع ہو گئی۔ ہاتھ چیر۔ سر اور دھڑکت کٹ کر گرتے گئے۔ خون کے فوارے اچھلے گئے۔ کھاروں لڑنے والوں کے بدن اور کپڑے گھوڑوں کی کھوپڑیاں نیزہ دار میدان فرض سب خون میں رنگے جاتے گئے۔

زخمیوں اور مرے والوں کی ٹپٹیں۔ لڑنے والوں کے نعرے۔ اور کھاروں کی کٹاوت سے ایسا شور بلند ہوا کہ مٹیوں لمبا چوڑا میدان گونج اٹھا ٹپٹ جنگ کی توالی سے ان آوازوں میں مل کر انہیں ایسا ہیبت ناک بنا دیا کہ ہڈی سپاہیوں کے پیچھے کھڑے ہوئے گئے۔

ہیبتی مسلمانوں کی صف کو حیر کر دوسری طرف نکلنے کی کوشش کر رہے تھے انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ مسلمانوں نے اپنے تمام لشکر کی صرف ایک صف قائم کی تھی وہ چاہتے تھے کہ دوسری طرف جا کر مسلمانوں کی پشت کی طرف سے حملہ کر کے انہیں درمیان میں لے کر کاٹ ڈالیں۔

مسلمان ان کی اس تدبیر کو سمجھ گئے تھے وہ اس بد شکاری اور اس خوش اسطولی سے لڑ رہے تھے کہ ایک ہیبتی کو بھی صف چر کر نہ ٹھکنے دیتے تھے جو ایسی کوشش کرتا تھا وہ اسے فوراً ہی مار ڈالتے تھے۔

تمام مسلمان سر جھکائے نہایت اشتغال۔ جوش اور اطمینان سے لڑ رہے تھے ہب بھی قدم دو قدم وہ بڑھتے تھے تو ساری صف حرکت کرتی تھی اس سے یہ مصلحت تھی کہ ہیبتی صف توڑ کر باہر نہ نکل جائیں۔

انہوں نے قتل عام کر کے ہیبتیوں کی پہلی صف کا خاتمہ کر دیا تھا اور جو سو دو سو آدمی باقی رہ گئے تھے وہ پیچھے ہٹ کر دوسری صف میں جا ملے تھے۔

اب مسلمانوں نے دوسری صف پر بھی حملہ کر دیا تھا۔ اور حملہ کرتے ہی ہیبتیوں کو کھاروں کی بازو پر رکھ لیا تھا ہیبتیوں کو اس بات پر بڑا فائدہ آ رہا تھا کہ مسلمانوں نے ان

انٹھائیسواں باب عظیم الشان فتح

مصلیٰ سواروں کے دستے نہایت زور شور سے بڑھے چلے آ رہے تھے ان کے گھوڑوں کے سوں کی تواز دور تک جا رہی تھی ان کا سیلاب اس طرح بڑھا چلا آ رہا تھا جیسے وہ اسلامی چاہدوں کو خس و فاشاک کی طرح بھاگنے یا نہیں گئے۔
ان کی صفیں ایک کے پیچھے ایک نہایت جلد، نظم کے ساتھ اس طرح بڑھی چلی بدلاؤ و ٹل کر رہے ہیں۔

چونکہ علاقہ جنگ سختی میل رہا تھا اس لئے جس سے اور جہاں تک نظر جاتی تھی گھوڑوں اور پیادوں کی صفیں بڑھتی رہتی تھیں۔ سوتوں کے فیصلے کرتیں نظر آتی تھیں۔ اگر کوئی مسلمان شہید بھی ہوتا تھا تو کم سے کم دس بیس دشمنوں کو قتل کر کے شہید ہوتا تھا اور اس کی جگہ پر کرنے کی غرض سے مسلمانوں کی ساری صف سٹ آتی تھی اور اس طرح صف میں جو رشتہ پڑتا تھا وہ فوراً ہی پر ہو جاتا تھا۔

مسلمان اس جوش و خروش سے لڑ رہے تھے اور ان کی آنکھیں شکن گھوڑوں اس شہد سے چل رہی تھیں کہ جس طرف حملہ کرتے تھے جس پانی پر لوٹ کر مرنے تھے اسے ختم کر کے اس طرف کی صف کو الٹ دیتے تھے انہوں نے پہلی صف کے بعد دوسری کا بھی تیار کر دیا تھا اور اب تیسری صف پر حملے کر رہے تھے۔

ملک شہر ریاض دور سے جنگ کا نشانہ دیکھ رہا تھا یہاں کو قتل ہو کر مرنے دیکھ دیکھ کر اسے جوش آ رہا تھا اس نے اپنے گرو کھڑے ہوئے واپس سواروں کو اشارہ کیا کہ انہیں حرکت ہوئی اور وہ صفوں کو چرتے ہوئے بڑھے۔ ان کے درمیان میں شہریاض چلا یہ رملہ شہریاض کا خاص رملہ تھا اس میں دس ہزار پیادہ سوار اور افسر تھے وہ نہایت جوش میں آ کر بڑھے اور جس جگہ جنگ ہو رہی تھی اس سے چار صفوں کے پیچھے جا کھڑے ہوئے۔

ملک شہریاض نے بلکہ تواز سے کہا۔ مہمیانو! یہ کیا ہوئی ہے تم سے آٹھ ہزار مسلمانوں کو قتل نہیں کیا جا کہ کس قدر قابل شرم بات ہے یہ دنیا تمہیں کس قدر بدول کچھ کی لود تھنے والی ملیں تمہیں کس قدر برائی سے یاد کریں گی۔ میں ارادہ کر چکا ہوں کہ آج تمام مسلمانوں کا تیار کر کے بی دایم لوٹوں گا۔ میرے اس ارادہ کی شرم تھامنے ہاتھ ہے جو اور ایک ایک مسلمان کو جن جن کر قتل کر ڈالوں۔ سنا! جو کوئی کسی

کی پہلی صف ختم کر ڈالی تھی۔ وہ انتقام لینے کے لئے بڑے جوش و خروش سے لڑ رہے تھے لیکن انہوں میں وہ بڑے بڑے کھیلے کرتے تھے خود ہی قتل ہو کر گر جاتے تھے مسلمان نہایت صبر و استقامت سے لڑ رہے تھے ان کے پیروں سے یہ معلوم ہوتا تھا جیسے وہ انہیں سب کو قتل کر ڈالنے کا عزم کر چکے ہیں اور اس عزم کو پورا کرنے کے لئے خاصہ شہی سے جوش و خروش بھی میٹھوں سے نکل کر لشکر گاہ سے آگے بڑھ کر ایک کے کنارہ پر کھڑی ہو گئیں بچے ان کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔

آفتاب طلوع ہوتے ہی عیسائیوں کے لشکر میں بھی حرکت شروع ہوئی۔ ان کے دستے بھی آ آ کر مسلمانوں سے ذرا فاصلہ پر مصلح لگا لگا کر کھڑے ہونے لگے۔

سب کے بعد میں ملک شہریاض آیا۔ آج وہ ایک اچلی اوسچے گھوڑے پر سوار تھا نہایت بھڑکیلا لباس اور اس پر ہیرے جواہرات کے زیورات پہنے زر نگار تاج اوڑھے تھا۔ آج بھی اس کے سر کے اوپر زرہنت کا ساتھان بنا ہوا تھا جس میں مقیش کی ہماریں لگی ہوئی تھیں۔ اس کی پانچوں چاندی سے منڈھی ہوئی تھیں۔ آٹھ سوار چہرین اٹھائے ہوئے کھڑے تھے۔

دونوں فریق مسلح کھڑے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ خیال یہ تھا کہ عیسائیوں میں سے کوئی ہتھیار جنگ کرنے کے لئے نکلے گا لیکن کوئی نہ نکلا۔

کچھ دیر گئے بعد عیسائی لشکر میں طبل جنگ بجنے لگا۔ مسلمان سمجھ گئے کہ آج اولیٰ وقت سے عیسائیوں کا جام حملہ کرنے کا ارادہ ہے۔ مسلمان بھی مستعد ہو گئے۔

دیکھتے ہی دیکھتے عیسائیوں کی پہلی صف کو حرکت ہوئی۔ اور وہ بڑھی اس کے پیچھے دوسری اور پھر تیسری صف نے جوش قدمی کی۔

اسی طرح عیسائیوں کا تمام لشکر سیلاب کی طرح بڑھنے لگا طبل جنگ اس زور سے بج رہا تھا کہ تمام میدان جنگ گونجنے لگا تھا۔

اب حضرت عباسؓ نے بھی ٹھہر ٹھہر کر عین مرتبہ اللہ اکبر کے نعرے لگائے تیسرے نعرے کے بعد ہی تمام مسلمانوں نے مل کر پر شور نعرہ لگایا اور نعرہ لگاتے ہی اسلامی لشکر کو بھی حرکت ہوئی۔ نہ نہ۔ نہ نہ اور قلب آگے بڑھنے لگے۔

ایک مسلمان کو مار ڈالے گا اسے ایک اشرفی انعام دیں گا۔ اور دو مارنے والے کو دو۔
غرض جو شخص جتنے بھی مسلمانوں کو مار ڈالے گا اتنی ہی اشرفیاں دیں گی۔ اور جو ان کے
پہ سالار کو قتل کرے گا اسے ایک ہزار اشرفیاں ملیں گی۔ بدھو۔ لڑو۔ قتل کرو۔ اور انعام
لو۔

عیسائی اپنے مشنکار کو اپنے سے اس قدر قریب دیکھ کر اور انعام کا اعلان سن کر جوش
و غضب میں بھر گئے۔ وہ پیش میں آکر بڑھے۔ اور نہایت جوش و خروش سے حملہ آور
ہوئے۔

اگرچہ مسلمانوں نے ان کا یہ جوش حملہ روکنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ لیکن
استثنائی کو شش کرنے پر بھی وہ حملہ نہ روک سکے اور بہت کچھ پیچھے ہٹ گئے۔

پیچھے ہٹتے وقت بہت سے مسلمان شہید ہو گئے۔ اس سے کچھ ان کی صف میں بے
ترجمی سی ہو گئی اور بہت سے عیسائیوں کو صف توڑ کر دوسری طرف نکل جانے کا موقع مل
گیا۔ لیکن فوراً ہی چند ہوشیار مسلمان اپنی صف میں سے پیچھے ہٹ کر عیسائیوں پر جانوں نے
اور انہوں نے ایک ایک عیسائی کو چن چن کر قتل کر ڈالا۔

ان سب کا صفایا کر کے وہ بھر بڑھے اور صف میں آ شامل ہوئے۔ جنگ اس وقت
نہایت ہی زور سے شروع ہو گئی تھی کھاروں جلد جلد اٹھنے اور قتل کرنے لگی تھیں۔ مار
دھاڑ شروع ہو گئی تھی اور ایسی بری طرح سے کہ سرخرو جلد جلد قتل ہو ہو کر گرنے لگے
تھے خون تمام زمین پر پانی کی طرح بہنے لگا تھا مردوں کے ڈھیر لگ گئے تھے۔

اب دوسرا وقت ہو گیا تھا۔ مطلع صاف تھا آفتاب نہایت آب و تاب سے نکلا ہوا
تھا۔ دھوپ سخت پڑ رہی تھی قدرے ہوا بھی چل پڑی تھی اسلامی مجاہدین کی عبودیت کے
دامن ہوا میں لہا رہے تھے مسلمانوں کو صبح سے لڑتے لڑتے اور قتل کرتے کرتے یہ وقت
آ گیا تھا۔ دھوپ گرمی۔ اور زیادہ طاقت صرف کرنے کی وجہ سے انہیں پیچھے پر پیچیدہ آ رہا
تھا۔ مارنے مارنے بازو بھی ٹھل ہو گئے تھے پیاس بھی غالب ہونے لگی تھی مگر وہ من پڑوں
میں سے کسی کا بھی خیال نہ کر رہے تھے اور اب بھی اس جوش و خروش سے لڑ رہے تھے
جس سے انہوں نے جنگ شروع کی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ مسلمانوں ہی کا دل تھا ان کی ہی بہت تھی کہ وہ آئے میں تک
کی مثال ہوتے ہوتے بھی نہایت بے یگر و مبر و استقلال سے لڑ رہے تھے اور صرف یہی
نہیں کہ واقعت ہی کر رہے تھے بلکہ ہوشیار کر رہے تھے صبح سے اس وقت تک
انہوں نے چار صفوں کا صفایا کیا تھا۔ جس طرف اور جہاں تک بڑھے مردوں کے ڈھیر لگے
اور لاشوں پر لاشیں بچھاتے چلے گئے تھے انہوں نے اتنے عیسائی قتل کر ڈالے تھے کہ لاشوں

کے اوپر سے گھوڑوں کا چلنا مشکل ہو گیا تھا۔ ان کی یہ بہادری اور دلیرانہ جنگ دیکھ کر
عیسائیوں پر ان کی ہیبت چھا گئی تھی اور وہ انعام کا لالچ بھول کر اپنی جانیں بچانے کی فکر
میں پڑ گئے تھے۔

یوں تو یہ مسلمان نہایت جوش و خروش سے لڑ رہا تھا۔ لیکن مندرجہ حادثہ۔ عید اللہ
بن عیاض۔ عبدالرحمن قریب اور خود عیاض اس جوش اور بے بگری سے لڑ رہے تھے۔ کہ
عیسائی ان کے سامنے جانے کی تو کیا بہت کرتے۔ انہیں آتے ہوئے دیکھتے ہی پیچھے ہٹ
جاتے تھے اور جب وہ سامنے ہی آجاتے تھے تو موت کے خوف سے زور پڑ جاتے تھے۔

یہ پانچوں گھوڑے ملائے نہایت جوش سے لڑ رہے تھے۔ انہوں نے بے شمار عیسائیوں
کو قتل کیا تھا ستملوں کے خون کے قطرے ان کے کپڑوں پر پڑ پڑ کر جم گئے تھے جو بالکل
گوشت کے ٹکڑے معلوم ہو رہے تھے قریب سے دیکھنے پر بھی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے
انہوں نے اپنے جان پر گوشت کے ٹکڑے پیٹ لئے ہوں۔

اس وقت مسلمانوں کی صف قائم نہ رہی تھی اور وہ آگے پیچھے ہو کر لڑ رہے تھے لیکن
پانچ سو آدمیوں کا رسالہ پیچھے ہٹ کر دور تک پھیل گیا تھا اور وہ عیسائی آگے بڑھنے کا ارادہ
کرنا تھا اسے وہ فوراً ہی قتل کر ڈالتے تھے۔

مندرجہ حادثہ۔ عبداللہ بن عیاض اور عبداللہ بن قریب چاروں ملک شریاض کی طرف
بڑھنے لگے تھے وہ صفوں کو توڑتے۔ سواروں کو چرتے پھاڑتے بڑھے چلے جا رہے تھے۔
مسلمانوں نے انہیں بڑھتے ہوئے دیکھ لیا تھا تو یہاں تک شیریں اسلام ان کی مدد کے لئے
بڑھے اور جلدی جلدی درمیانی عیسائی سواروں کو قتل کر کے ان سے جا ملے۔

دراصل مندرجہ صفوں کی یہ حیرت انگیز برات تھی۔ کہ وہ ہزاروں عیسائیوں کے بیچ میں
لڑتے ہوئے اور ہزاروں کے سایہ میں غور غور کھاروں سے پیچھے ہٹتے ہوئے بڑھے چلے جا رہے
تھے۔

حالانکہ انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ شریاض ہزاروں سواروں کے درمیان گھرا کھڑا تھا
لیکن اژدہا جوش کی وجہ سے انہوں نے اس بات کی کوئی پروا ہی نہ کی۔ اور قتل و
خونریزی کرتے ہوئے اس کی طرف بڑھنے لگے۔

ان تین سو آدمیوں کے آجانے کی وجہ سے ان کا کام بہت کچھ ہلکا ہو گیا یہ مجاہدین
دور تک پھیل گئے اور عیسائیوں کو مارنے کا نئے پیچھے ہٹانے ان کے پیچھے پیچھے چلے رہے
آخر بڑھتے بڑھتے وہ شریاض کے علاقہ رسالہ کے پاس پہنچ گئے اور اس رسالہ کے سواروں
سے جنگ شروع کر دی۔

شہداء ان دلوں کو دیکھ کر حد درجہ خوفزدہ ہو گیا اس نے چل کر کہا میرے چاں
 بھائی! ان وحشی مسلمانوں کو مار ڈالو۔ یا بیچو جتا دو۔

میں نے یہ سنتے ہی حمایتِ قوش سے علی کیا ان کا حملہ آج صحت ہو اگر مسلمانی
 بچے بچے پر عبور ہو گئے۔ اور دوسری طرف آدمی شہید ہو کر گئے۔

لیکن ان کے شہید ہونے سے تمام مسلمانوں میں جوش کی لہر دوڑ گئی انہوں نے جنہیں کہ اس زور سے حملہ کیا کہ جس قدر بیانی انہیں ہٹا کر آگے بڑھ گئے تھے اس سے زیادہ جگہ بہت گئے اور ان کی کثیر تعداد ماری گئی۔

اب منذر نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا۔ تمام مسلمانوں نے اس نعرہ کی تکرار کی۔ ان کی پرشور آوازوں سے یہ مالی دُور گئے اور مسلمانوں میں تازہ عرش پیدا ہو گیا۔

انہوں نے نئے جوش سے پر زور حملہ کیا۔ اگرچہ عیسائیوں نے اس حملہ کو روکنے میں اپنی طاقت صرف کر دی اور ٹینگوں آدمیوں کو جینٹ میں دے دیا۔ مگر پھر بھی وہ حملہ کو روک سکے اور اس قدر پیچھے ہٹے کہ شہر کا نصف حصہ صرف وہی سوار رو سکے جو مسلمان کی کوچی اٹھائے ہوئے تھے۔

اب منذر اور عیوذا بیڑے شہر داخل نہیں آتے ہوئے دیکھ کر کاپ کیا جب
 زیادہ سوار ان سوت کے فرشتوں کو اپنے قریب دیکھ کر اس قدر ڈرے کہ چہیں چھوڑ چھوڑ
 کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

پونٹیں پھوڑنے کی وجہ سے مائیکان شمشاد کے اوپر گر پڑا اور وہ اسی مائیکان سے
بھٹک گیا۔

ایک طرف سے عیدالضحیٰ۔ دوسری طرف سے مندر نے یہ کہ اس پر وار کئے دونوں کی کھواریں ساتھ اٹھیں اور ساتھ ہی پڑیں اس کا سرکٹ کر نیچے اُترا۔ وہاں سے سائبان بھی کٹ گیا جہاں اس کا سر تھا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ عیدالضحیٰ کی کھوار اس کے سر پر پڑی یا مندر کی یا دونوں کی۔

عبداللہ نے جلدی سے گھوڑے سے اتر کر ایک چپ پر شہزادہ کا سر رکھ کر اٹھایا اور بلند آواز سے کہا۔ ”میں تاج تمہارا بادشاہ مارا گیا اب تم فضول ہو رہے ہو“

ابھی تک جنگ خواتین و فروش سے ہو رہی تھی۔ ملاحوں نے چوڑے میدان میں بیدار و قاتل ہو رہا تھا۔ کلوارس اٹھ اٹھ کر بارہوں کو قتل کر کے ابھر رہی تھی۔

عبداللہ کی آواز سنتے ہی جیسائیوں نے گھبرا کر لوٹ لوٹ کر دکانوں پر کھڑے ہو کر بکھلا انھیں اپنے بادشاہ کا سرکشہ اور چوب روکا نظر آیا۔

یہ اہمیت مال منظر دیکھنے ہی ان کے حوصلے پرست ہو گئے۔ بوقتِ ٹھنڈا چڑ گیا وہ اپنے
پشت پیچ کر بھاگے۔ ان کے بھاگتے ہی تمام نظر میں اتھری پڑ گئی۔ اور سارا اظہار بھانے لگا۔
مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور ان پر اہل جگہ دوں کو مارنے کا نعرہ اٹھانے کے نتیجے میں
گئے۔ کئی میل تک انہوں نے ان کا تعاقب کر کے انہیں قتل کیا۔ دور تک ان کی لاشیں
پھاتے پھاتے گئے۔ جب وہ اس قدر دور نکل گئے۔ کہ ان کا تعاقب کرنا دشوار ہو گیا تب
مسلمان مظفر مشہور ہو کر لوٹے۔

یہ تھی جزیرہ کی وہ غریب جنگ جس نے ذرا سی ہی دیر میں عیسائیوں کی قسمت بدل دی اور جزیرہ کے عیسائیوں کو مسلمانوں کے رحم و کرم پر ڈال دیا۔

خدا کی حمایت و مدد سے آٹھ ہزار مسلمانوں کو ۱۰ لاکھ عیسائیوں پر عظیم الشان فتح حاصل ہوئی۔

الارادۃ قتل

یہ تھا اور ان کے مہربانوں کو حضرت خالدؓ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ اسی ٹیل خانہ میں قید کر دیا تھا جس میں وہ تھے۔

علاقہ ہوتا کہ دیکھ کر حیران ہوئے انہوں نے افسوس بھرے لہجے میں کہا: "افسوس! یہ بھی قید ہو کر آئے۔"

یہ قہر نے اطمینان کے لہجہ میں کہا۔ ”جی ہاں اسے طبیعت لڑائی جاتی کہہ سکتے ہیں
خالدؒ۔ کسی نے گرفتار کیا نہیں۔“

یونانی:- حاصم نے۔
خالدیہ:- کون حاصم کیا رواد کا شاہ۔

یو قہقہہ۔ جی ہاں۔
خاندان۔ وہ کہاں مل گیا حبیب۔

یہ کتاب۔ فطرت سے آرا قند، مگر مسلمان ہو گیا ہے۔
خالد نے حیرت سے یہ کتاب کو دیکھ کر کہا۔ "مسلمان ہو گئے؟"

پھر اس نے تمہارے ساتھ ایسی حرکت کیوں کی۔
یوحنا: اسے وہی بتا سکتا ہے۔

خلافت۔ باتوہ سلطان نہیں ہوا۔ عیسائیوں کو فریب دینے کی فکر میں ہے۔
یہ بات۔ سلطان تو وہ ہو گیا ہے۔

خالدؒ۔ تو پھر دوسری بات سمجھ ہو سکتی ہے۔

یہ قاتلؒ۔ قصہ ہے۔

خالدؒ۔ انہوں نے یہ کہہ کر میں پہلے ہی روز گرفتار ہو گیا۔ جنگ کی اسلحہ دل میں باقی

یہ قاتلؒ۔ خدا کو یہاں ہی منظور تھا۔

خالدؒ۔ اور اس میں بھی اس کی کوئی مصلحت ہے۔

یہ قاتلؒ۔ بالکل ٹھیک ہے۔

خالدؒ۔ شاید اسے مسلمانوں اور عیسائیوں کو یہ دکھانا منظور ہو کہ حق خالدؒ کے دم

نہیں بولی بلکہ خدا کی مدد سے ہوتی ہے۔

یہ قاتلؒ۔ ٹھیک خیال ہے آپ کا۔

خالدؒ۔ خدا مجھے کبھی یہ خیال نہیں ہوا۔ کہ مسلمانوں کو فتوحات میری ہی وجہ سے

مل رہی ہیں۔ نہ میں نے اپنی ہمدردی پر کبھی فخر کیا ہے۔

یہ قاتلؒ۔ ایک مسلمان یہ خیال کر ہی نہیں سکتا۔ مسلمانوں کا تو اعتقاد یہ ہے کہ جو

چاہو ہو آتا ہے خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔

خالدؒ۔ یہی بات ہے دنیا میں صرف مسلمانوں ہی کی قوم ایسی ہے جو خدا پر سب

سے زیادہ اعتقاد اور اعتماد رکھتی ہے۔

یہ قاتلؒ۔ اور اسی لئے خدا ان کی مدد کرتا ہے۔

خالدؒ۔ سب مسلمان بے دل سے خدا کو یاد کرتا ہے اور مدد کر کے پکارتا ہے تو

خدا کی رحمت ہوش میں آجاتی ہے وہ پکارنے والے کی پکار سنتا ہے اور اس کی آواز پوری

کرتا ہے۔

یہ قاتلؒ۔ ایک عیسائی ہیں جو خدا سے زیادہ حضرت عیسیٰ پر اعتقاد رکھتے ہیں اور اسے

خدا کا بیٹا کہتے ہیں۔

خالدؒ۔ نہ صرف حضرت عیسیٰ پر بلکہ حضرت مریمؑ۔ حضرت جبریلؑ جسے دونوں مقدس

کہتے ہیں۔ پر بھی وہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ ان کی تصویروں کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ کھڑے

ہو کر روتے ہیں۔ یہ شرک ہے اور خدا شرک کو کبھی نہ بخشنے گا۔

یہ قاتلؒ۔ میں خدا کا بچہ فخر گزار ہوں کہ اس نے مجھے اسلام جیسی دولت عطا کی۔

حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو صرف ایک خدا کی پرستش کا حکم دیتا

ہے اور افراد شرک سے بالکل پاک ہے۔

ہوں چوں میں سب دولت ایسا ان لوگوں کے ایمان دہی مورد مبارک پر ہی موقوف ہے۔

پھر باقی کرنے لگے۔

ایک روز شام کے وقت یوفا اور خالدؒ باہمیں کر رہے تھے کہ انہوں نے گرجہ سے باہر

اور قلعہ کے اندر ایک عظیم شور مچا جو دم بدم بڑھتا جاتا تھا۔ طرح طرح کی آوازیں مل

جل کر ایسے شور میں منتقل ہو گئی تھیں جس سے تمام قلعہ گونج اٹھا تھا۔

یہ سب قیدی اس شور کو سن کر کچھ بے چین ہو گئے۔ خالدؒ نے کہا۔ نہ معلوم یہ

عیسائی کیوں شور کر رہے ہیں کس انہوں نے خدا انہوں کو شکست تو نہیں دے

دی۔ یا خود انہیں شکست ہوئی ہے۔ ادا غور سے سنو۔ رونے پینے کی آوازیں ہیں یا خوشی و

خوشی کے نعرے۔

دونوں غور سے سننے لگے بہت کچھ غور و خوض کرنے پر بھی وہ معلوم نہ کر سکے کہ گریہ

و زاری کی آوازیں آ رہی ہیں یا عداوتے مسرت بلند ہو رہی ہے البتہ آوازوں کا شور دم

بدم بڑھتا جاتا تھا۔ یوفا نے کہا کچھ معلوم ہی نہیں ہو آتا۔

خالدؒ نے متعجب ہو کر کہا۔ خدا خیر کرے۔

یوفا۔ شاید ان مخالفوں کو کچھ معلوم ہوا ہو۔ ان سے دریافت کروں۔

خالدؒ۔ ضرور پوچھو۔

یوفا کے اور تھوڑی دیر بعد آ کر کہا۔ انہیں بھی کچھ معلوم نہیں ہے کہتے ہیں انہیں

احاطہ سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ نہ کوئی باہر سے خارجے پاس آسکتا ہے۔

چونکہ اب دن چھپ گیا تھا اس لئے انہوں نے مغرب کی نماز پڑھی اور وہ رات

نمازت کرب و بے چینی سے گزاری۔

صبح سویرے اٹھ کر ضروریات سے فراغت کر کے نماز پڑھی۔ اور قرآن شریف کی

تلاوت کرنے لگے۔

جب سورج اس قدر اونچا ہو گیا کہ دھوپ اچھی طرح پھیل گئی۔ تو ٹیبل نماز کا

دروازہ کھلا اور مہربوس اور عالم مدد بہت سے فوجی سپاہیوں کے آئے اور تمام قیدیوں کو

ڈانچوں میں بکڑ کر باہر لے گئے۔

گرجہ کے احاطہ میں ہزاروں سپاہی غنی کھواریں لے کھڑے تھے۔ یوفا خالدؒ اور ان

کے ساتھی یہ تو کچھ گئے۔ کہ عیسائی شاید انہیں قتل کرنے کے لئے لے جا رہے ہیں۔ لیکن

یہ معلوم نہ کر سکے کہ رات کا شور و غل کس وجہ سے تھا۔

یو قتا نے عاصم سے دریافت کیا۔ کیا آپ مجھے ایک بات بتا دیں گے۔
عاصم نے جواب دیا۔ اگر بتائے میں کوئی جرم نہ ہو گا تو بتا دوں گا۔
یو قتا۔ یہ رات کیسا شور مچا رہا تھا۔
عاصم۔ تمہیں اب خود ہی معلوم ہو جائے گا۔
یو قتا۔ اگر مناسب نہ ہو تو آپ ہی بتا دیجئے۔
عاصم۔ مسلمانوں نے عیسائی لشکر کو شکست دے دی ہے۔۔۔۔۔۔
یہ غریب روج پروردہن کر تمام مسلمانوں کے چہرے خوشی سرست سے چمک اٹھے۔ یو قتا
نے دریافت کیا۔ اور۔۔۔۔۔۔

عاصم۔ اور یہ غضب کیا کہ ملک شریاض کو بھی قتل کر ڈالا۔
یو قتا۔ اللہ اعلم۔ خدا کا شکر و احسان ہے۔
مسیحیوں نے غیظ بھری نظروں سے دیکھ کر غضبانہ لہجہ میں کہا۔
یہ قسم تو تم خوش ہو رہے ہو! تمہارے لئے تو روئے کا مقام ہے۔
یو قتا۔ میں دجہ سے!

مسیحیوں نے۔ ہمارے ملک میں یہ دستور ہے کہ جب بادشاہ مرنا ہے۔ تو سو گیندی
اس لئے قتل کر دیے جاتے ہیں کہ مرنے والے بادشاہ کی خدمت گزاروں کے لئے اس کے
پاں پیچھے جائیں۔ اور اس طرح بادشاہ کی روح کو سکون حاصل ہو رات مذہبی کو تسل نے یہ
کئے کہ اس نے کہ مسلمان قیدیوں میں سے سو قیدیوں کو قتل کر دیا جائے۔ تم قتل کرنے کے
لئے تیار ہو جاؤ۔

یو قتا۔ موت اور زندگی خدا کے ہاتھ میں ہے اگر ہماری زندگیوں پر ہی ہو چکی ہیں تو
موت اپنی جیجی ہے۔
مسیحیوں نے غصہ میں بھر کر کہہ۔ تمہاری زندگیوں ہمارے ہاتھوں میں ہیں اور ہم
تمہارا کام جیجی میں خالق کر دیں گے۔

خاندان۔ ایسا غرور کر کے والے خود ہی مٹا ہو جاتے ہیں۔ یاد رکھو خدا کو غور پسند
ہوتا ہے۔ اور اس لئے وہ مسخروں کو جلد مٹا دیا کرتا ہے خدا نے اپنے حکام پاک میں
ارشاد فرمایا ہے۔ الْعِظَمَةُ رِدْءَانِي وَالْكِبْرَاءُ افَارِي لَنْ نَازِعِي لِهَمَّا قَسَمَتِ وَلَا
مَالِي۔ یعنی عظمت و جلال میری عطا ہے اور کبریا کی اور غرور میرا حق ہے جو ان دونوں
میں سے کوئی چیز حاصل کرنا چاہے گا۔ اس کی گردن موڑ دی جائے گی۔

مسیحیوں نے ہنست ہنست لہ لہا کہہ کر عاصم کو دیکھا جائے گا۔۔۔۔۔۔
خاندان کو غصہ آیا انہوں نے کہا۔ مٹی کے پتھر جس خدا نے مجھے پیدا کیا۔ علم دیا۔
ثروت دی۔ دولت دی۔ عزت دی۔ حکومت دی۔ تو اس کی تعظیم کرنا ہے۔ یقین رکھ کر
خدا تجھ سے یہ تمام چیزیں بچیں کر تجھے موت کی گود میں پہنچا دے گا اور پھر تو غور و شرک
کرنے کی پاداش میں دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔
مسیحیوں کو خاندان پر غصہ تو بہت کیا۔ لیکن وہ کچھ کر ضبط کر گیا۔ اس نے کہا۔ اچھا
تم بھی دیکھو۔ اور میں بھی دیکھتا ہوں۔ دیکھو میں تمہیں قتل کرنا ہوں یا تمہارا خدا مجھے
مارتا ہے۔

خاندان۔ ہاں دیکھ لیتا۔

ان قیدیوں کو جیل خانہ سے باہر آتے ہی وہ سپاہی ہو کمزور لے کھڑے تھے ان کے
چاروں طرف پھیل گئے اور انہیں حراست میں لے کر گرد سے باہر نکلے۔ پادری اور
سپاہی کھڑے تھے وہ بھی ساتھ ہو گئے اور انہیں غصہ کے مشرقی دروازہ کی طرف لے چے
اس دروازہ کا نام اصطخون تھا۔ راستہ میں انہوں نے دیکھا کہ عیسائی مرد۔ عورتیں اور بچے
اس کھڑت سے کھڑے ہیں کہ جس طرف اور جہاں تک نظر جاتی ہے ان کے دل کے دل
نظر آتے ہیں۔ لیکن ان سب کے چہروں سے حزن و ملال اور غم کی مائتیں ظاہر ہو
رہی تھیں۔ اور آنکھوں سے غیظ و غضب کے شرارے نکل رہے تھے وہ غصہ بھری نگاہوں
سے گھور گھور کر مسلمانوں کو دیکھ رہے تھے۔

سارے راس العین پر اداسی پھائی ہوئی تھی۔ حسرت برس رہی تھی اور وہ عباد
خاموش تھے۔ انسان غمزدہ تھے اگرچہ کاروبار شروع ہو گیا تھا لیکن وہ چل چل نہ تھی نہ
اس روز تھی جس روز مسلمان قیدی آئے تھے۔
سارے عیسائی سپاہ پوش اور نکلے سر تھے۔ غالباً بادشاہ کی موت کا ماتم منانے کے لئے
سو گوارہ تھے اور مسلمانوں کو گالیاں دے رہے تھے۔

ان لوگوں کو دیکھتے ہوئے مسلمان چپ چاپ بیٹے جا رہے تھے۔

جو وہ دروازہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے بہت سے چادریوں اور عیوں کو دیکھا جو سفید
لباس پہ سیاہ لباس والے ہوئے تھے۔

سہ بیٹیں تھیں سیاہ لباس لٹوختے کی وجہ سے اور بھی عینیں نظر آئے گی تھیں وہ
مضمون نگاہوں سے مسلمانوں کو تنک رہی تھیں۔

مسلمانوں کے پہنچنے ہی قریب کے گرد میں ٹھہر جایا گیا۔ پادریوں نے مقدس انجیل اٹھائیں اور آہستہ آہستہ پڑھتے گئے۔ دیر تک پڑھتے رہے جب پڑھ چکے تو حور جمال حوں نے ایک باقی گیت شروع کر دیا۔

ایک تو وہ جیسی تھی۔ دوسرے ان کی توازن شیریں اور نرم خیرے نوت کے لہر میں گا رہی تھیں اس لئے تمام عیسائیوں پر گہرا اثر پڑا اور سب خاموش سر جھکائے کھڑے بن رہے تھے۔ بلکہ بعض تو اس قدر متاثر ہو رہے تھے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو نکل نکل بہ رہے تھے۔

جب گیت ختم ہوا تو پادری نے کہا بد قسمت مسلمانو! تمہاری وحشی قوم نے ہمارے بادشاہ کو میدان جنگ میں قتل کر کے ہمارے دلوں کو دکھایا ہے اگارا یہ آئیں ہے کہ جب کوئی بادشاہ مر جاتا ہے تو ہم اس کی خدمت کرنے کے لئے سو قیدیوں کو قتل کر کے اس کے پاس بھیج دیتے ہیں۔ تاکہ اس کی روح کو تسکین حاصل ہو سکے۔ اس لئے ہم نے اور ہماری مذہبی مجلس یا تہیت نے یہ طے کر دیا ہے کہ یہ مسلمانوں کو قتل کر ڈالا جائے۔

ضرائع نے سختی سے انداز میں کہا۔ مگر بتاب! عیسائی بادشاہ کی خدمت کرنے کے لئے تو عیسائی ہی سزوں ہو سکتے ہیں۔ وہی یہاں خدمت کرتے رہے ہیں وہاں بھی خدمت کر سکتے ہیں۔ ہم مسلمانوں نے اسے قتل کیا ہے وہ ہم سے ناراض ہو گیا ہے ہمیں وہاں دیکھ کر قہر ہا جائے گا۔ اور آپ سے ناخوش ہو گا۔ کہ آپ نے اس کے دشمنوں کی خدمت کے لئے کیوں بھیجا۔

پادری نے برا سامنا نہ کر کہا۔ کیا دہلیات کھٹکے شروع کر دی ہے تم نے ضرائع۔ کیا میں نے غلط کہا ہے۔

پادری نے۔ غلط اور صحیح کا سوال نہیں ہے۔

ضرائع۔ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ کا عقیدہ کس قدر کچا اور غلط ہے آپ اعتقاد رکھتے ہیں کہ انسان مرنے کے بعد بھی انسانوں کی خدمت کا محتاج رہتا ہے۔

پادری نے۔ یہ اپنا اپنا عقیدہ ہے جیسی مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ کہ تم بھی ایسا ہی عقیدہ رکھو۔

ضرائع۔ لیکن ایسی باتوں کو مذہب میں داخل کر لینا مذہب کی توہین کرنا ہے۔

پادری نے۔ تو وہاں ذرا صبر کرو۔ اس وقت تمہاری موت اور زندگی کا سوال ہے۔ ہاں

مجھے یہ کہنا ہے کہ تمہاری موت تمہارے بالکل قریب آگئی ہے لیکن اگر تم چاہو تو زندہ رہ سکتے ہو۔ اور اس کی یہ صورت ہے کہ تم عیسائی ہو جاؤ۔
خالد نے کہا۔ اطمینان رکھئے۔ کبھی کوئی مسلمان کسی خوف لالچ سے اپنا مذہب نہیں چھوڑ سکتا۔

پادری نے۔ کیا انکار ہے۔

خالد نے۔ ہاں انکار ہے۔

پادری نے۔ خوب سوچ لو۔

خالد نے۔ ابھی طرح سوچ لیا ہے۔

پادری نے۔ تمہاری قسمت۔

اس نے مریس سے کہا۔ سپاہیوں کو حکم دیجئے کہ وہ ان کی گردنیں کاٹ لیں۔ مریس نے پانچ سپاہیوں کو اشارہ کیا وہ کھڑکیں سونت سونت کر بیٹھے لیکن ابھی مسلمانوں کے قریب بھی نہ پہنچے تھے کہ "اللہ اکبر" کے پر شور نعروں کی توازن آئی۔

اس نعروں کو سن کر تمام عیسائی لرز گئے۔ انہوں نے تفصیل کے اوپر دیکھا فطین پر عیسائی فوج تھی وہ شروع غل مچا رہی تھی چونکہ سینکڑوں توفی ایک ساتھ بول رہے تھے اس لئے یہ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ عیسائی اور مسلمان انہیں جبر سے دیکھتے رہ گئے۔

مجاہدین اسلام کی یورش

دشمنان کے میدان میں دو لاکھ یا اس کے لگ بھگ عیسائیوں کو صرف آٹھ ہزار مسلمانوں نے ایسی گھلت فاش دی کہ جو قتل ہونے سے بچی رہ گئے ہیں وہ سر پہ چڑکھ کر ایسے بھاگے کہ پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھا جاسکتے رہے اور قتل ہوتے رہے۔

یہ جنگ کوئی معمولی جنگ نہ تھی۔ بڑا زبردست محرکہ تھا اور اس محرکہ میں مسلمان مجلس خدا کی مدد کی وجہ سے کامیاب ہوئے۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کی قوم سے زیادہ خدا پر اعتقاد رکھنے والی بھی کوئی قوم نہیں ہے وہ سب کچھ خدا ہی کو سمجھتی ہے اسی کو کائنات نہ صرف کائنات بلکہ دنیا عقیقی اور تمام سیاروں اور سارے جہانوں کا پیدا کرنے والی باقی اور باقی ہے اسی سے دعائیں مانگتی ہے اور وہی دعائیں قبول کرتا اور اسے نوازا ہے۔

مسلمان کسی مصیبت کسی پریشانی کسی فکر کسی غم سے اس کے ضیق کھاتا کہ وہ کہتا ہے کہ جو کچھ ہے وہ خدا ہی کی طرف سے ہے اور خدا ہی اسے دور کر سکتا ہے۔ اسی وجہ سے خدا بھی مسلمانوں کا حامی اور مددگار ہے وہ ہر مسلمان کی مدد کرتا ہے۔ زمین کے معرکہ میں بھی اس نے ہی مدد کی اور منجی بھر مسلمانوں کو لاکھوں دشمنوں پر فتح دی۔ مسلمانوں نے بھانگے والے عیسائیوں میں سے ایک بڑی تعداد کو قتل کر ڈالا اور کافی تعداد گرفتار کر لی۔ ہوس سے پہلے اور بے حاشا بھاگے تھے وہ بان بچا کر لے جاسکے۔ جب مسلمان ان کے حواظ سے واپس لوٹے تو چار گھڑی دن باقی رہ گیا تھا۔ انہوں نے عیسائیوں کے کیمپ پر قبضہ کر کے ان کے کھمبے ہوئے مسلمانوں کو اٹھا کر شہر کر دیا۔ عیسائی ایسے بے اوسان ہو کر بھاگے تھے کہ وہ اپنے ساتھ کوئی چیز بھی نہ لے جاسکے تھے۔ مختلف چیزیں۔ مختلف مسلمان سارے کیمپ میں بکھرا پڑا تھا مسلمانوں کو اسے سینے میں بڑی دیر لگ گئی۔ دن چھینے تک وہ بہت تھوڑا مسلمان اٹھا کر گئے انہوں نے مغرب کی نماز پڑھی۔ نماز پڑھ کر اس عظیم الشان فتح پر بارگاہ خداوندی میں سجدہ شکر ادا کیا اور پھر کچھ فکر اس کیمپ اور اس کے مسلمان کی حفاظت کے لئے چھوڑ کر بقیہ لشکر لے کر اپنے کیمپ میں جا داخل ہوئے۔

وہ رات مسلمانوں نے قرآن خوانی اور نماز پڑھنے میں بسر کی۔ صبح ہوتے ہی نماز پڑھنے کے بعد عیسائیوں کے کیمپ کی طرف چلے۔

جب وہ میدان جنگ میں پہنچے تو کچھ مسلمانوں کو وہاں اس کے چھوڑ دیا کہ وہ مسلمان شہیدوں کو دھووا دھووا کر ایک جگہ جمع کر لیں۔

جب عیاض آگے بڑھنے لگے تو ایک اعرابی ان کے سامنے آکر کھڑے ہوئے انہوں نے دریافت کیا۔ کیا کتا چاہتے ہو تم حدیث؟

یہ اعرابی تو دونوں تھا۔ اس نے کہا۔ ہاں میں چاہتا ہوں کہ عیسائی مخلوق کا شمار کروں۔

عیاض۔ نے ستر ہو کر کہا۔ تم کیسے گن سکو گے۔ مٹیوں میں عیسائی مردے پڑے۔

اس نے جیسے بڑا آدمی کی تعداد میں ہیں میرے خیال تم گن ہی نہ سکو گے۔ حدیث پڑھتے مستعد ہوں تھے ان کے باپ کا نام شاہب التیمی تھا انہوں نے کہا۔

میں کو خوشی کیوں لگے۔ یہ میری آرزو ہے۔ عیاض۔ اچھا شمار کرو۔

حدیث وہیں رہ گئے۔ انہوں نے ایک قبر سے میں بہت سی انگڑیاں اٹھا کر ڈالیں اور دوسرا تو برا خالی نکالا کیا۔ اور اس طرح شمار کرنا شروع کیا کہ ایک انگڑی مردہ پر رکھ دیتے اور ایک انگڑی قبر سے میں ڈال دیتے۔

اور عیاض۔ لشکر کو لے کر عیسائیوں کے کیمپ میں پہنچے اور بقیہ مسلمان کو اٹھا کر لے گئے۔ مسلمانوں کو چاندی کی رکابیاں۔ رسو کے پورے۔ سونے چاندی کے زیورات۔ رہتی کپڑے۔ قالین۔ دریاں۔ سوئی پٹانیاں۔ اور سینکڑوں چیزیں ملیں۔ بے شمار ہتھیار ملے۔ ہزاروں نیچے اور گھوڑے ہاتھ آئے۔ غرض اس قدر مسلمان لڑے کہ اس کی قیمت ستر اسی لاکھ روپے تھی۔

دوسرے دن وہ مسلمان قزاقم کیا گیا۔ عیسائی قیدی ساڑھے نو ہزار تھے۔

عیاض۔ نے تمام مسلمان کی فہرست تیار کرائی اور اس مسلمان اور قیدیوں کو دو سو مسلمانوں کی حراست و نگرانی میں کفر توہما کی طرف روانہ کر دیا اور ایک خط ہر نمونہ کو لکھا۔

کہ وہ اس مسلمان اور قیدیوں کو قلعہ میں حفاظت سے رکھ کر خود مدد اپنے لشکر کے راس اعلیٰ میں آجائے۔

یقین ہے ناظرین بھولے نہیں ہوں گے کہ ہر نمونہ نے کفر توہما کا قلعہ فتح کر لیا تھا اور وہ وہیں ٹھہرا ہوا تھا۔

جب قیدی اور مسلمان بھیج دیا گیا۔ تب وہ واپس لوٹے۔ راستہ میں سب سے پہلے انہیں حدیث۔ نے عیاض۔ نے ان سے دریافت کیا۔ کون عیسائی مردوں کو شمار کیا۔

حدیث۔ نے جواب دیا۔ "میں ہاں۔" عیاض۔ نے کہا۔ تم قہر میں۔

حدیث۔ ایک تو برا لٹاکے ہوئے تھے جس میں انگڑیاں بھری ہوئی تھیں اور وہ اس قدر بھاری ہو رہا تھا۔ کہ مشکل سے اٹھایا جاتا تھا۔ انہوں نے آہستہ سے تھیلہ زمین پر رکھ کر کہا۔ اسی ہزار سات سو پچاس عیسائی مردے گئے ہیں۔

اس قدر تعداد سن کر عیاض۔ اور ان کے قریب کھڑے ہوئے والے مسلمانوں کے چہرے فرط مسرت سے چمک اٹھے انہوں نے کہا۔ تعجب ہے۔

حدیث۔ جی ہاں تعجب ہے آٹھ ہزار مسلمانوں نے اور اتنے عیسائیوں کو مار ڈالا۔

عیاض۔ نے یہ سب خدا کی مہربانی ہے۔ حدیث۔ بے شک اب وہ آگے بڑھے کچھ دور چل کر انہیں وہ مسلمان ملے جو شہداء کو جلانی کرنے کے لئے

بھڑے گئے تھے۔ عیاض اور تمام لشکر رک گیا۔ انہوں نے دریافت کیا۔ کو شہیدوں کو
 جمع کر لیا۔

ایک مسلمان نے کہا۔ ”مئی ہیں۔“

عیاضؓ۔ شہیدوں کو کتنا بھی کس قدر ہیں؟

اس مسلمان نے افسردگی کے لہجہ میں کہا۔ جی ہاں مگر ہے تین سو ستہ ہیں۔

عیاض اور تمام مسلمان اس خبر کو سن کر غمزدہ ہو گئے۔ انہوں نے گھوڑوں سے اتر
 کر شہیدوں کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ اور گمرے کڑے کھدوا کر انہیں دفن کرا دیا۔ ان
 تمام کاموں سے فراغت کر کے وہ اپنے کیمپ میں پہنچے۔ کھانا کھایا اور قہر کی نماز پڑھی۔
 نماز پڑھتے ہی عیاض نے اعلان کر دیا۔ کہ آج رات کو عشا کی نماز پڑھ کر لشکر راس العین
 کی طرف روانہ ہو گا۔ دن ہی میں کوچ کی چاری کر لی جائے۔

اس اعلان کو سنتے ہی نیچے اور پھولداریاں اکھاڑ اکھاڑ کر بانہ بے جانے گئے مسلمان
 سمیت سمیت کر چک چک جمع کیا جانے لگا۔

اس انتظام میں دن بھر چل رہا تھا۔ عیاض کی نماز پڑھ کر کھانا تیار کیا اور عشا کی نماز پڑھ
 کر سب نے کھانا کھا کر کچھ دیر آرام کیا اور پھر جلدی جلدی نیچے۔ پھولداریاں اور دوسرا
 مسلمان خیموں اور اونٹنی پر بار کر کے پانچ سو سواروں کی سمیت میں روانہ کر دیا گیا۔

اب عورتوں کے نیچے اور قاتلین اکھاڑ کر بار برداروں میں لادی گئیں اور ان کے اوپر
 بچوں اور عورتوں کو بٹھا دیا گیا۔

بار برداری کے ان چنگڑوں میں گھوڑے جوتے جاتے تھے۔ دو سو سواروں کی حفاظت
 میں وہ نکلی سے روانہ ہوئے۔

ان کے کچھ دیر بعد تمام لشکر گھوڑوں پر سوار ہوا اور راس العین کی طرف چل پڑا۔
 سو سوار اس لئے اس جگہ بھڑے دئے گئے کہ وہ دن بھر کے سارے لشکر کھ میں بھر کر یہ دیکھ
 لیں کہ کسی کی کوئی چیز رہ تو نہیں گئی۔ مگر کوئی چیز رہ گئی ہو تو اسے لے کر اگلے روز
 آجادیں۔

اسلامی لشکروں میں یہ قاعدہ تھا کہ جب کسی پڑاؤ سے لشکر کوچ کرنے لگتا تھا تو کچھ
 آدمی بھڑے دئے جاتے تھے اور وہ ایک دن بعد تیار کرتے تھے۔

عیاضؓ چونکہ جلد سے جلد راس العین پہنچنا چاہتے تھے اس لئے نہایت جیڑی سے چل
 رہے تھے وہ اس قدر تیز چلے کہ آدمی رات کے کچھ ہی دیر بعد مسلم عورتوں کے قریب جا

پہنچے۔ قری صیغہ کی ابتدائی تاریکی میں چاند نکل کر چھپ چکا تھا۔ اندھیرا بھلا ہوا تھا
 دور کی تو کیا پاس کی چیزیں بھی صاف نظر نہ آتی تھیں۔

چونکہ رات کا قدرتی سکوت چھایا ہوا تھا۔ اس لئے بار برداری کے چنگڑوں کے چلنے
 کی آواز صاف طور پر آ رہی تھی۔

جب یہ لشکر ان چنگڑوں کے ہائل قریب پہنچ گیا تو انہوں نے دیکھا کہ بچے تو سب سو
 رہے ہیں اور عورتیں کچھ جاگ رہی ہیں کچھ اونک رہی ہیں اور کچھ سو گئی ہیں۔

عیاضؓ نے انہیں تیز چلنے کا حکم دیا۔ اور چنگڑے اور بھی تیزی سے چلنے لگے۔
 چنگڑوں کے پیچھے لشکر چلا جا رہا تھا۔ چلنے چلنے میں ہو گئی۔ چونکہ نماز کا وقت ہو گیا تھا اس
 لئے سب رک گئے اور گھوڑوں اور چنگڑوں کے اوپر سے اتر کر ضروریات سے فراغت
 کر کر کے مہران ایک طرف اور عورتیں دوسری طرف جمع ہونے لگیں۔

چند آدمیوں نے مل کر اذان دی۔ اذان کی آواز سنتے ہی بچے بھی اٹھ بیٹھے اور جلدی
 جلدی گازیوں کے اوپر سے کود کود کر جنگل میں گھس گئے ضروریات سے فراغت کر کر کے
 آئے اور وضو کر کے نماز کی چاری کرنے لگے۔

مردوں نے جماعت کے ساتھ نس کی نماز ادا کی عورتوں نے حلقے ہو کر پڑھی۔ نماز
 پڑھتے ہی سب بھر سوار ہو گئے اور چل پڑے تھوڑی ہی دور چلے گئے کہ بار برداری کے
 اونٹ اور غمڑ مل گئے۔

لشکر کو دیکھتے ہی وہ راست سے ہٹ کر ایک طرف کھڑے ہو گئے اور لشکر ان سے آگے
 نکل گیا لیکن عورتوں کے چنگڑے ساتھ رہے۔

جب آداب طوع ہوا اور اس کی شہری کریمیں سبز زار پر پھیلنے لگیں۔ تو اسلامی لشکر
 قلعہ راس العین کے قریب پہنچ گیا تھا انہوں نے سب سے پہلے عورتوں کے قیام کے لئے
 مناسب جگہ تجویز کر کے نیچے نصب کئے۔ قاتلین لگا دیں اور عورتوں کو قاتلوں کے حصار
 میں اتار دیا۔

اب وہ چارے قلعہ کے مشرقی دروازہ کے قریب پہنچ گئے اس دروازہ کا نام اصطلاحاً
 تھا۔ یہاں پہنچتے ہی انہوں نے نہایت شور کے ساتھ اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ یہی وہ نعرہ کی آواز
 تھی جو قلعہ کے اندر مرسوس۔ پادری اور تمام عیسائیوں اور مسلمانوں نے اس وقت سنی
 تھی جب مسلمانوں کو قتل کرنے کے لئے عیسائی کھواریں سونت سونت کر بڑھے تھے اور اس
 آواز کو سن کر حیران ہو کر دیکھتے رہ گئے تھے۔

اتیسواں باب عربی خاتون کا جوش

اس پر شور نہہ کو سن کر سب سے زیادہ پادری عورتیں گھبرا گئی تھیں مریسوں نے پادری کی طرف دیکھا۔ پادری نے انہوں نے بھرتے لہجہ میں کہا۔ انہوں نے کبھی مسلمان بھی یہاں آئے۔ مریسوں نے کہا۔ اب ان قیدیوں کا کیا کیا جائے۔ پادری نے۔ فی الحال انہیں صلت دو۔ شاید ان کی عقل ٹھکانے آجائے اور یہ اسلام بھر ذکر عیسائی ہو یا قبول کریں۔ مریسوں نے۔ بھرتے۔

اس نے سپاہیوں کو اشارہ کیا وہ قیدیوں کو حراست میں لے کر اسی شان سے روانہ ہوئے جس شان سے آئے تھے۔

قیدیوں کے پہلے جانے کے بعد پادری نے کہا۔ اب قلعہ کی حفاظت کا انتظام نہایت نکل طور ہونا چاہیے۔ فیصل پر قسم لگ کر پڑھا وہ۔ اور جس طرف مسلمان ہیں اس طرف پیلا دو۔ تحقیق بھی اسی طرف لگا دو۔

مریسوں نے۔ فیصل کے اوپر پہلے ہی کافی لشکر موجود ہے البتہ عسکریوں اور تھیلوں کی ضرورت اور ہے وہ اور پٹپائے دیتا ہوں۔

یہ کہہ کر اس نے سپاہیوں کو اشارہ کیا۔ کچھ سپاہی تو تحقیق کو پلٹ گئے اور وہ اسے کھینچ کر زینہ کی طرف لے چلے۔ کچھ عسکریوں کے ان ذمہ کی طرف دوڑے جو اونچے اونچے پہلے ہی سے لٹکے ہوئے تھے ان کے پاس ہی سے لگائے ہوئے تھے۔ ان کے پاس ہی تھیلوں کے دیشار گھسے بندھے ہوئے پڑے تھے۔ سپاہی عسکریوں کی جموایاں بھر بھر کر اور تھیلوں کے گھسے اٹھا اٹھا کر چلے گئے۔

پادری اور تین سب پہلے گئے۔ تمام اناس بھی جو مسلمانوں کے قتل کا قاصد دیکھتے تھے رخصت ہو گئے۔

چونکہ اس المیہ کا قلعہ نہایت مضبوط تھا۔ عیسائیوں کو قلعہ اطمینان تھا کہ مسلمان ہزار کوشش کرنے پر بھی نہ قلعہ کی فیصل توڑ سکتے ہیں نہ کسی اور ذریعہ سے قلعہ کے اندر آسکتے ہیں اس لئے انہیں کچھ بھی فکر نہ تھا وہ وہاں سے جا کر بدستور اپنے کاروبار میں

مصروف ہو گئے۔

مریسوں قلعہ کی فیصل پر پہنچا۔ تحقیق اس کے جانے سے پہلے تھپ بھپ تھی اس نے اسے فیصل کے باہر والے کنارہ پر کھڑا کر دیا۔

یہ نتیجہ ایک مختصر سا ہنس تھا۔ ورنہ اس قدر تھی کہ بیٹھکوں آدمی اسے حرکت دیا کرتے تھے اور اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے میں چھ سو آدمی لگائے جاتے تھے۔ اس تحقیق کو جاننے کے لئے چالیس آدمیوں کی ضرورت ہو سکتی تھی۔

اس کے چلانے کا قصہ یہ تھا کہ اس میں نوکیلے دہلی پھراتے دہلی عود آدمیوں سے مشکل سے انہیں دھوکہ دے جاتے تھے اور چالیس آدمی اس کی دھکیں کھینچ کر اس کے اس تختہ کو جس میں پھر رکھا ہوا تھا۔ حرکت دیتے تھے تب تختہ اس پھر کو اس زور سے ہلکا تھا کہ ایک ایک فرلانگ کے فاصلہ پر جا پڑتا تھا اور جو چیز اسے تھپائی تھی اسے توڑ پھوڑ دیتا تھا۔

یہ دیکھتے کہ اس وقت کی توپ بھی تحقیق تھی۔ تحقیق سے لگا ۱۱ پھر جس کے بھی پھر لگ جاتا تھا اس کی ہڈیوں اور پٹلیوں کو ریزہ ریزہ کر دیتا تھا۔

اب تحقیق نصب ہو گئی اور اس کے قریب ورنہ پھروں کے بھی انبار لگ گئے۔ تب مریسوں وہاں سے چلا اور فیصل پر ٹھٹ لگا کر یہ دیکھنے لگا کہ سپاہی فیصل کے اوپر قریب سے کھڑے ہیں یا نہیں اور ان کے پاس پھروں کے گھسے اور تھیلوں کے گھسے کافی بھی ہیں۔

اس نے اس طرف ساری فیصل کا دورہ کر کے معائنہ کیا جہاں کہیں پھروں کی ضرورت تھی وہاں پھر پٹپا دے اور جہاں تھیلوں کی کمی تھی تہہ ملگوا دے۔

اب وہ ایک برج میں جا پہنچا اور اس نے اس کے درپے کے پاس کھڑے ہو کر باہر کی طرف بھاٹکا اس طرف دوڑ تک مسلمان پہنچے ہوئے تھے ابھی انہوں نے حملہ شروع نہیں کیا تھا بلکہ حملہ کی تیاریاں کر رہے تھے۔

مسلمان آ کر صف دو صف کھڑے ہوئے جا رہے تھے۔ ان کے پاس نہ تحقیق خنما اور نہ کوئی اور ایسی چیز جس کے ذریعہ سے وہ بھی پھروں کا جواب پھروں سے دے سکیں۔

لیکن ان میں ہمت تھی۔ روحانی طاقت تھی۔ ایمانی جذبہ تھا اور اس لئے وہ استقلال اور اطمینان سے حملہ کی تیاریاں کر رہے تھے۔

کچھ مسلمان ابھی تک سرابہ کے قریب کام میں مصروف تھے۔ ان میں سے ایک

جیل میں سعد الداری بھی تھا۔

اس جیل کا باپ اور دادا اور کئی بھائی آنحضور مسلم کے زمانہ میں کفار سے لڑتے ہوئے میدان جنگ میں شہید ہو گئے تھے۔

اس زمانہ میں اس کی عمر بہت تھوڑی تھی اس وقت بھی وہ فرعون تھا یا نہیں تیس سال کی عمر تھی۔ لیکن اس تھوڑی سی عمر میں اس نے حج ادا کر لیا۔ یہ کمال حاصل کر لیا تھا کہ اڑنے والے جانور کے یہ کہہ کر حیر ہوتا تھا کہ اس کی گردن۔ آگہ بازو چیت۔ دم میں غرض جہاں کہیں کتا یا کوئی اسے جہاں کہیں ہاتا اور وہ حیر ہوتا تو اسی جگہ گلتا جس جگہ کتا جاتا۔

ناممکن تھا کہ پرندہ اس کے حیر سے بچ کر نکل جائے اور یہ بھی ناممکن تھا کہ جس جگہ کہہ کر وہ حیر ہوتا اسی جگہ نہ گلتا۔

اس کی اس حیر اندازی کی شہرت تمام عرب میں تھی ہر مسلمان اسے خوب جانتا تھا۔ جب یحییٰ کام سے فارغ ہو گیا تو اس نے سرحد کے قریب جا کر اپنی والدہ کو تواڑ دی۔ اس کی تواڑ سننے ہی اس کی ماں پر وہ سے باہر آگئی۔ وہ ضعیف العمر تھیں سر کے بال سفید تھے۔ کمر جگمگائی۔ چہرہ پر جھرمچاں پڑ چلی تھیں۔

انہوں نے آتے ہی کہا۔ کیا ہے بیٹا جیل؟

جیل نے کہا۔ اہی جان! میں لڑنے کے لئے جا رہا ہوں۔ مجھے اجازت دو۔

ضعیفہ کی آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں اور چہرہ پر سرنی ہو گئی۔ انہوں نے کہا۔ شوق سے جاؤ بیٹا! خدا تمہیں میری دعاؤں کے سایہ اور اپنے حفظ امن میں رکھے۔

جیل نے۔ اہی جان! جب والد صاحب جنگ میں گئے تھے۔ اس وقت ان کی والدہ زندہ تھیں۔

ضعیفہ نہیں بیٹا! ان کا تو بہت پہلے انتقال ہو چکا تھا۔

جیل نے۔ اور جب میرے بڑے بھائی لڑنے کے لئے گئے تھے اور وہ شہید ہو گئے تھے۔ کیا آپ نے انہیں کوئی پر جانے سے پہلے دعا دی تھی۔

ضعیفہ بیٹا! میں اس وقت بھول گئی تھی۔ یا خدا نے میرے دل اور زبان پر مہر لگا دی تھی اور اس لئے میں دعا دے ہی نہ سکی۔

جیل نے۔ اہی جان! ایک مسلمان کی تمنا کیا ہونی چاہئے۔

ضعیفہ بیٹا! مسلمان کے لئے شہادت سے بڑھ کر کوئی تمنا نہیں ہو سکتی۔

جیل نے۔ اور میری بھی تمنا ہے۔

ضعیفہ۔ خدا تمہاری تمنا پوری کرے۔

جیل یہ سن کر خوش ہو گیا۔ اس کا چہرہ دمک اٹھا۔ آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔ اس نے کہا۔ پاپی اہی! اب تم میرے لئے سلاحتی سے نوبت آنے لگی دعا نہ کرنا۔

ضعیفہ نے حیرت سے بھری نگاہوں سے جیل کو دیکھ کر کہا۔ تمہیں بیٹا؟

جیل نے اب سے لگاؤں جھکا کر جواب دیا۔ اس لئے کہ خدا والدین کی دعا قبول کرتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ماں باپ اولاد کے لئے دل سے دعا کرتے ہیں اور دل سے

نقل ہوئی دعا باری تعالیٰ کے عرش تک پہنچتی ہے اور اُس لئے پروردگار عالم اسے قبول فرما لیتا ہے۔ میں کئی مرتبہ شہادت کی تمنا نے کر میدان جنگ میں گیا۔ بڑے بڑے خونریز

معرکوں میں شریک ہوا لیکن ہمیشہ بچ کر واپس آگیا۔ میں نے سوچا۔ تمہیں سوچا کہ کیا خدا کو ہی یہ منظور نہیں ہے کہ میں شہید ہوں کیا میں اس کا حق نہ دیتی ہوں کہ شہادت کا درجہ

حاصل کر سکوں۔ یا مجھ سے کوئی گناہ ہو گیا ہے اور اس کی بنا جن سے مجھے یہ اعزاز نصیب نہیں ہوا ایک عرصہ کے بعد میری سمجھ میں یہ بات آئی۔ کہ جب کبھی میں لڑنے کے لئے

نکلتا ہوں تو آپ نے مجھے نصیحت سے واپس آنے کی دعا دی ہے۔ خدا نے میری دعا کے مقابلہ میں آپ کی دعا قبول کی ہے اور اس لئے میں شہادت سے محروم ہو گیا ہوں۔

ضعیفہ۔ تم نے ٹھیک سمجھا جیل۔ والدین کے لئے دنیا میں اولاد سے زیادہ کیا چیز ہو سکتی ہے۔ اور میں جو اپنا سب کچھ کھو چکی ہوں۔ خدا کے بعد کھن کھن سارے سے

زندگی بسر کر رہی ہوں اور اسی لئے جب بھی تو لڑنے گیا۔ میں نے تیرے لئے سلاحتی کی دعا کی۔ خدا نے میری دعا قبول کر لی۔ مگر فرزند۔۔۔۔۔

یہ کہتے ہی کہتے ضعیفہ کچھ اداس ہو گئی۔ جیل نے کہا۔ لیکن کیا اہی جان۔

ضعیفہ۔ سچ میں نے تمہاری تمنا پوری ہونے کی دعا دی ہے۔ مجھے کھٹکا ہو گیا ہے کہ شاید اب میں تجھے دوبارہ زندہ نہ دیکھ سکوں گی۔ میرے ہوشیار اور فراخ دہانے میں تجھے

آخری مرتبہ اپنے بیٹے سے لگا لوں۔

جیل بیٹا! ضعیفہ نے اسے اپنے سینہ سے لگا کر سمجھتے ہوئے کہا۔ فرزند! خدا اور خدا کے رسول کا فرمان ہے کہ اگر تمہارے ماں باپ زندہ ہوں تو ان کی اطاعت کرو۔ خدمت

کرو۔ ان کے سامنے اتنے زور سے نہ بولو۔ ان سے خفا مت ہو۔ اگر وہ تم سے خوش رہیں گے تو تم یقیناً جنت میں داخل ہو گے اور خدا تمہارے بہت سے گناہ بخش دے گا۔

صاف کر دے گا کہ تم نے اپنے باپ کی فرمائندگی کی۔ لیکن اگر یہ قسمی سے کسی سے کسی کے والدین اس کی وجہ سے ناخوش ہو گئے اور انہوں نے اس کے قصور کو صاف نہ کیا تو وہ غازی۔ پرہیزگار۔ حق اور نیک ہو۔ تو ہوئے بھی دوزخ میں ڈالا جائے گا اور اس وقت تک دوزخ میں چلا رہے گا جب تک اس کے باپ اس کی خطائیں صاف کر کے اس کے لئے جحش کی دعا نہ مانگیں۔ میرے بیٹا! مجھے خوشی ہے کہ تو نے میری خدمت اس قدر کی ہے کہ رات دن میں میرے لئے دعاے خیر کرتی ہی رہوں مگر..... اس وقت میری زبان سے میری تمنا پوری ہونے کی دعا نکل گئی ہے۔ میں عورت ہوں اور یہ صبا عورت۔ میرے قوی کردار ہو گئے ہیں۔ دل بھی کھڑا ہو گیا ہے اور اس وجہ سے اس وقت صبا دل بھر آیا ہے لیکن..... میں مسلمان ہوں۔ عتی خون میری رگوں میں دوڑ رہا ہے۔ میں جبر کھوں گی۔ جا میرے چاند بھار کر۔ تو نے میری خدمت کر کے مجھے تو راضی کر ہی رکھا ہے اب اپنے خدا اور اس کے پارے حبیب کو بھی جہاد کر کے راضی کر۔

اب صیف نے آہستہ آہستہ جیل کو اپنے سینے سے علیحدہ کیا۔ جیل نے سلام کیا اور چلا۔ محبت داری کے جوش سے مغلوب ہو کر کبھی کبھی پیچھے ہٹ کر دیکھ لیتا تھا اس کی پوجیاں گزری تھیں اب تک اسے دیکھ رہی تھی۔

اب وہ اپنے جسم پر پہنچا تو گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور وہاں سے چل کر حیاض کے قریب جا کھڑا ہوا۔

شوق شہادت

سرسوس نے جب مسلمانوں کو تھوڑی قدر میں رکھا تو وہ بہت خوش ہوا۔ اس نے اپنے طور پر یہ سمجھ لیا کہ فتح اس کی ہو گی اور مسلمان یا تو شکست کھا کر بھاگ جائیں گے یا سب مارے جائیں گے۔ حالانکہ اگر وہ ذرا بھی عقل و تدبیر سے کام لیتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ ملک شہیاض کے ساتھ کم و بیش وہ لاکھ لاکھ ہزار تھا اور اس کے عظیم لشکر کو مسلمانوں نے اس تھوڑے ہی سے لشکر نے شکست دے کر بھاگ دیا تھا اور عیسائی شہنشاہ کو میدان جنگ ہی میں مار ڈالا تھا۔

سرسوس کے پاس نہ شہیاض کی برابر لشکر تھا نہ سازد سامان تھا مگر پھر بھی وہ مسلمانوں کی شکست دینے یا مار ڈالنے کا خواب دیکھ رہا تھا۔

شاید اس کے اس خیال کی یہ وجہ تھی کہ اسے اس عین کے قلعہ پر اطمینان تھا کہ قلعہ اس قدر مضبوط ہے کہ کسی طرح وہ ہی نہیں سکتا اور چونکہ قلعہ کے اندر اس قدر اراضی تھی جس میں کاشت ہو کر اس قدر امان پیدا ہو سکتا تھا جو قلعہ کے اندر رہنے والوں کے لئے سال کے سال کافی ہو گا۔ اس لئے عیسویوں رسد کی جنگ سے بچ کر قلعہ مسلمانوں کے سپرد نہیں کر سکتے تھے لیکن سرسوس میں جوش بھی تھا وہ خود سپاہی تھا اور اس لئے لڑائی کو صلح پر ترجیح دیتا تھا۔ چنانچہ وہ برج کے پاس سے ہٹ کر فیصل پر آیا اور اس نے عیسائیوں کو تنگ انداز اور تیرا فتنی کا حکم دیا۔

اس کے حکم دینے ہی قبل جنگ پہنچے گا۔ ہر طرف عیسائی شور و غل مچانے لگے۔ قلعہ کے اندر رہنے والوں کو معلوم ہو گیا کہ جنگ شروع ہو گئی۔

مسلمان بھی ان تھوڑوں کو سن کر یہ سمجھ گئے کہ مغرب جنگ شروع ہونے والی ہے لیکن چونکہ وہ اپنی طرف سے جتنی تدبیر نہیں کیا کرتے تھے اس لئے اس انتظار میں تھے کہ عیسائی حملہ کریں تو وہ بھی جنگ شروع کر دیں۔

تھوڑی ہی دیر میں عیسائیوں نے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ٹکڑوں میں رکھ کر اپنی پوری طاقت سے پیچھے اور مارنے شروع کر دیے۔ کچھ لوگوں نے تیر اندازی شروع کر دی۔

اب حیاض نے اللہ اکبر کا نعو لگایا۔ فوراً مسلمان ہوشیار ہو گئے اور انہوں نے جلدی جلدی کمانیں شائوں کے اوپر سے اٹار اٹار کر ہاتھوں میں لے لیں۔ چند جانب کے بعد حیاض نے دو سرا نعو لگایا۔ مسلمانوں نے بڑی بھرتی سے دشمنوں میں سے ایک ایک جہر لگا اور اسے کمان میں جوڑ جوڑ کر شت لگاتے گئے۔ اب حیاض نے تیسرا نعو لگایا تو تمام مسلمانوں نے اس نعو کی تکرار کی ان کے پر شور نعو کی توالی سے میدان گونج اٹھا۔ فیصل لڑ گئی۔ عیسائی کاپ گئے۔

نعو لگاتے ہی مسلمانوں نے فیصل کی طرف تیر پھوڑے اگرچہ عربوں کے تیر پھوڑے ہوتے تھے مگر شانہ خوب لگاتے تھے چنانچہ ہزاروں تیر فیصل کے لوہے پہنچے اور سینکڑوں عیسائیوں کے سر سینہ میں بدست ہو گئے۔ کچھ عیسائی فیصل سے اس طرف کر کر زمین پر آ رہے اور زمین تک آتے آتے مر گئے کچھ فیصل کے لوہے ہی گر پڑے اور تکلیف کی شدت سے ترپنے اور پیچھے چلانے لگے۔

عیسائی قبل جنگ بجا رہے تھے۔ شور و غل کر رہے تھے ڈھکی چلا رہے تھے مسلمان

فرے لگا رہے تھے۔ ان آوازوں نے دل جل کر ایسا سیب شور پیدا کر دیا تھا کہ سننے والوں کے کانوں کے پردے پھٹ جاتے تھے اگر کوئی کچھ بات کہتا تھا تو سمجھ میں نہ آتی تھی۔ عیسائی جووش میں آنکھیں غصہ سے مل کھائیں اور پوری طاقت سے غلاموں کے ذریعہ سے چھوڑ کے گھوڑے اور کھانوں کے ذریعہ سے چھوڑ کی بارش کر رہے تھے۔ مسلمان ان کے چھوڑ اور پھرنے کے گھوڑوں کو ڈالوں کے اوپر روک رہے تھے لیکن پھر بھی وہ یا ان کے گھوڑے زخمی ہوتے جا رہے تھے اور بعض بعض مسلمان شہید ہو کر بھی کرتے جاتے تھے۔

لیکن نہ مسلمانوں کو بچا جوش تھا اور نہ فضول غصہ بلکہ وہ نہایت اطمینان اور بڑے استقلال سے صف در صف کھڑے تھرا گئی کر رہے تھے فیصل کے اوپر والوں کو مسلمانوں کے چھوڑ کا اتنا اثر نہ تھا جتنا مسلمانوں کو عیسائیوں کے چھوڑ اور چھوڑ کا تھا۔ مگر یہ عجیب بات تھی کہ عیسائی تو ڈر رہے تھے اور مسلمانوں کو کوئی خوف نہ تھا۔

اور یہ بات اور بھی عجیب تھی کہ جس قدر عیسائی ڈر رہے تھے اسی قدر زخمی ہو ہو کر گر رہے تھے اور مسلمان اس قدر بخار تھے اسی قدر کم زخمی ہو رہے تھے۔

یہ جنگ دہرے سے کچھ ہی دیر پہلے شروع ہوئی تھی اور اب دوسرا ڈھلنے لگا تھا جوں وقت گزرنا چاہتا تھا جنگ کی آگ بجھ جاتی تھی اور شور و غل اور بھی بڑھتا جاتا تھا۔

یہ شور و غل محض عیسائیوں کے پیچھے چلانے اور قلیل جنگ بھانے کا تھا۔ مسلمان کبھی کبھی ٹھوٹا لگا دیتے تھے ورنہ خاموش تھے عیسائی اس کڑت سے تھرا اور پھر رہا رہے تھے کہ مسلمانوں کو ایک قدم بڑھنا بھی مشکل ہو گیا تھا اور وہ جہاں بھی تھے وہیں تھرا اندازی کر رہے تھے۔

چونکہ آفتاب اپنی پوری آگ و تاب سے ٹکا ہوا تھا اس لئے دھوپ خوب پھیل رہی تھی اور دھوپ میں پھر فضا میں آتے ہوئے ایسا معلوم ہو رہے تھے جیسے پرند پرند کر رہے ہوں۔

تھرا بھی ہوا کہ چرتے سن سن کرتے آ جا رہے تھے۔

تھوڑی دیر میں غم کا وقت ہو گیا۔ کچھ لوگوں نے پیچھے ہٹ کر اذان کی آواز سننے ہی عیاض اور ان کے ساتھ تو حنا نظر پیچھے ہٹ کر نماز پڑھنے لگا اور آدھا نظر جنگ کرتا رہا۔

یہ نظر ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر کر اٹھ گھوڑوں پر سوار ہوا اور میدان جنگ میں پہنچ کر لڑنے لگا۔ اب بقیہ تو حنا نظر پیچھے ہٹا اور وہ سری رکعت میں وہ شریک ہو گیا۔ چونکہ سڑ میں نماز قصر ہو جاتی ہے اس لئے وہ رکعت فرض ہی پڑھ رہے جاتے ہیں البتہ مغرب کے وقت تینوں فرض کی رکعتیں پڑھنی پڑتی ہیں اور جنگ کے وقت وہ رکعتوں میں سے بھی ایک ہی پڑھ رہے جاتے ہیں۔

نماز پڑھ کر عیاض اس نصف نظر کے ساتھ میدان جنگ میں آئے اور آتے ہی شدت سے حملہ کرنے کا حکم دیا نیز مسلمانوں کو آگے بڑھنے کا بھی اشارہ کیا۔ اشارہ پاتے ہی مسلمانوں کی صفوں میں حرکت ہوئی۔ اور اٹھ آکر کا پر شور ٹھوٹا کر پڑھے۔

عیسائیوں نے انہیں بڑھتے ہوئے دیکھ لیا انہوں نے اور بھی تیزی اور پھرتی سے تھرا گئی اور تنگ باری شروع کر دی ساتھ ہی گھا پھاڑ پھاڑ کر پیچھے اور چلانے لگے اور قلیل جنگ بھی دور دور سے بھائی جانے لگا اور اس طرح اس وقت شور و غل اس قدر بڑھ گیا کہ وہ دو چار چار کوس تک نہیں بلکہ آٹھ آٹھ دس دس کوس تک تھوڑا جانے لگی۔ تاہم طبیعت انسانوں کے دل اٹھنے لگے۔

قلعہ والے اس شور کو سن کر فیصل کے اوپر چڑھ آئے اور جنگ کا نشانہ دیکھنے لگے انہوں نے بھی مسلمانوں کو مرعوب کرنے اور عیسائیوں کی ہمتیں بڑھانے کے لئے غل مچایا اور شور کرنا شروع کر دیا۔

اب شور اور بھی زیادہ بڑھ گیا لیکن مسلمانوں پر ان کے شور کرنے کا کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ وہ برابر استقلال اور اطمینان سے قدم بڑھاتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ چھوڑ اور چھوڑ کی بارش میں فیصل کی طرف بڑھنا مسلمانوں ہی کی جرات و ہمت کا کام تھا۔ وہ بڑھ رہے تھے۔ موت کا استقلال کرتے ہوئے بڑھ رہے تھے۔ ان میں سے بعض شدید طور پر زخمی ہو کر پیچھے ہٹ جاتے تھے اور بعض شہید ہو کر گر بھی جاتے تھے لیکن ان کی پیش قدمی پھر بھی نہ رکتی تھی۔ وہ برابر ڈالوں کی آڑ سے خود بھی تھرا چلاتے آہستہ آہستہ بڑھ رہے تھے۔ ان کے جانشین تھرا بھی عیسائیوں کو کافی نقصان پہنچا رہے تھے جو عیسائی فیصل کی دھار سے لگے تھرا اور پھر رہا رہے تھے مسلمانوں کے تھرا انہیں زخمی کر رہے تھے بعض تو ان میں سے فیصل سے بچے کر گر رہے جاتے تھے اور بعض فیصل پر ہی گر کر ترپنے اور ہائے ہائے کرتے گئے تھے۔

ان ذمہوں کو فوراً سمجھ کر وہاں سے ہٹا دیا جاتا تھا اور نئے تھرا دم عیسائیوں کو ان

کی جگہ لگا دیا جاتا تھا۔

ایک طرف حادثہ اور مندر کھڑے اپنے سپاہیوں کے ساتھ بڑے جوش و خروش اور بھڑلے سے تیرا سر اڑے تھے۔ انہوں نے کچھ آوی ان تیروں کو اٹھانے کے لئے بھی مقرر کر دئے تھے جو عیسائی پمپنگ دے تھے وہ تیرا اٹھا کر دے جاتے تھے اور مسلمان انہیں تیروں کو استعمال کرتے جاتے تھے۔

ابھی جنگ زور شور سے ہو رہی تھی کہ قبیل کے اوپر سے ایک بڑا پتھر ہوا کو چڑھا ہوا بڑا زور شور سے آیا اور ایک مسلمان کے لگا۔ چونکہ پتھر زنی اور بڑا تھا اس لئے مسلمان کے سینہ کی ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو گئیں اور وہ شہید ہو کر مر گیا۔

مسلمانوں کو تعجب ہوا کہ آج بڑا پتھر کیسے پھینکا گیا۔ انہوں نے نگاہیں اٹھا کر دیکھا۔ انہیں متحقیق میں سے ایک دوسرا پتھر نکل کر آتا ہوا نظر آیا۔ ابھی وہ دیکھ ہی رہے تھے کہ اس پتھر نے ایک اور مسلمان کو شہید کر دیا۔ قبیل یہ کیفیت دیکھ کر بے چین ہو گیا اسے تیر اندازی کی پوری مشق تھی اس نے تیر کلن میں جوڑ کر پوری طاقت سے چھوڑا۔ تیر سن سن کر آتا چلا گیا۔

اور ہر متحقیق میں تیرا پتھر رکھا گیا اور چالیس عیسائیوں نے مل کر زنجیر پھینکی چلائی ابھی زنجیر پھینکی بھی نہ تھی کہ قبیل کا تیر آیا اور ایک عیسائی کی آنکھ میں بیست ہو کر دماغ توڑ کر اس کی نوک سر کے پار نکل گئی۔ وہ ہولناک چیخ مار کر گرا اور تڑپنے لگا اور تڑپتے ہی تڑپتے لٹھا ہوا گیا۔ مریضوں متحقیق کے پاس کھڑا تھا وہی پتھر سامنے کا ٹھم دے رہا تھا اس کے پاس ہی ایک اور فوجیوں کھڑا تھا جو دہشتی لباس اور ہوا برات کا پیش قیمت پار چٹنے تھا۔ اس فوجیوں کا ہم ارسالوں تھا۔ یہ ملک شہزاد کا بھائی تھا وہ بھی جنگ کا قاتل دیکھنے کے لئے آیا تھا۔

ابھی ارسالوں۔ مریضوں اور متحقیق جانے والے اس عیسائی کو کرتا ہوا دیکھ ہی رہے تھے کہ قبیل نے ایک اور تیر بھڑا اور اس کا یہ تیر ایک عیسائی کے ایک کان میں داخل ہوا کہ دوسرے کان میں سے کچھ نکل کر رہ گیا۔ اس نے بھی پتھر دوڑا تو کی اور وہ بھی گر کر رہ گیا۔

مریضوں کو غصہ آیا۔ اس نے بہت سے سپاہیوں کو بلا کر حکم دیا کہ جلدی جلدی کھینچ میں پتھر رکھ رکھ کر پھینکیں۔ پتھر پھوڑا پتھر رکھ کر زنجیریں کھینچی گئیں اور کھینچنے شروع کے ساتھ پتھر پھینکا۔ یہ پتھر بھی ایک مسلمان کی پیشانی میں جا کر لگا اور اس کا دماغ

ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا وہ شہید ہو کر مر گیا۔

جبیں کو بڑا افسوس ہوا۔ اب اس نے جلدی جلدی ہانک ہانک کر تیر مارنے شروع کئے اور چشم زدن میں کھینچ چلانے والوں میں سے کچھ تو مہموں کو مار ڈالا۔ اس کی تیرا گھٹی سے عیسائیوں میں ابھری پیدا ہو گئی اور وہ کھینچ چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے۔

مریضوں کو بڑا غصہ آیا اس نے فہمت کر سپاہیوں کو لٹکارا اور کہا یہ کیا بزدلی ہے تمہاری؟ بڑو اور کھینچ چلاؤ۔

پتھر پتھر کچھ لوگ بہت کر کے آئے اور کھینچ کو چلاتا شروع کیا۔ اب وہ بھی جلدی جلدی پتھر رکھ کر پھینکتے گئے یہ پتھر اس جگہ جا جا کر پڑے گئے جس جگہ قبیل کھیل کھڑا تھا۔ قبیل ابھی تک تیر چلا رہا تھا اور اس کا ہر تیر ایک نہ ایک عیسائی کو مار ہی ڈالتا تھا۔ عیاض قبیل کے قریب تھے انہوں نے کہا۔ قبیل احتیاط رکھو اب کھینچ والے عیسائی ہی نشانہ رہے ہیں ذرا پیچھے ہٹ جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے کوئی پتھر آگے۔

قبیل نے کہا۔ میری قسمت الکی کھیل ہے۔ عیاض نے۔ پھر بھی احتیاط اچھی ہے۔

قبیل۔ احتیاط سے کیا ہو گا۔ موت اگر اتنی ہے اگر رہے گی پیچھے بٹے یا کہیں چھپنے سے ہرگز نہ دے گی اور اگر تمہیں اتنی تو کسی طرح بھی نہ آئے گی۔ ہر دو گار عالم نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔ **اِنْعَا كُنْتُمْ فِيهِ الصَّوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي يَرُوْجٍ صٰہِدٍ** یعنی تم جہاں کہیں ہو گے موت تمہیں لے لے گی۔ چاہے تم مضبوط و مستحکم جہاں ہی میں کہیں نہ چھپے ہو۔

عیاض نے۔ قبیل تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔

قبیل برابر تیر چلا رہا تھا اور اس کے تیر عیسائیوں کو قتل کر رہے تھے اس کے قریب اس کا بھڑا زار بھائی رافع بھی کھڑا تھا وہ بھی تیر اندازی کر رہا تھا اور اس کے تیروں سے بھی عیسائی دہشتی ہو ہو کر گر رہے تھے۔

ایک مرتبہ قبیل کلن میں تیر رکھ کر چلانے ہی والا تھا کہ کھینچ سے کھڑا ہوا پتھر اس زور کے ساتھ آیا کہ قبیل کو ادھر ادھر ہونے کا موقع بھی نہ دیا اور اس کے سینہ میں آکر لگا۔ اس کے سینہ کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ وہ گرا اس کے گرنے ہی رافع کھڑے سے کود کر اس کے پاس پہنچا۔ اس نے دیکھا قبیل کے ہونٹوں پر جسم کھیل رہا ہے۔

رافع نے کہا۔ بھائی قبیل کیا حال ہے؟

جیل نے کہا۔ خدا کا شکر ہے مجھے شہادت کی تمنا تھی آج خدا نے پوری کر دی۔ آج جب میں جنگل کرنے آیا تھا اور میری ضیف والدہ نے مجھے دعا دی تھی کہ خدا میری آرزو پوری کر دے مجھے اسی وقت معلوم ہو گیا تھا کہ آج میں شہید ہو جاؤں گا۔ میں باپ کی دعا کبھی غل نہیں جایا کرتی۔ پیارے بھائی میری ضیف مادر کو میرا سلام پہنچا کر کہہ دیتا۔

ما واقع الا حبلت وولدتی
اسے رافع! تو میرا پیغام لے جا
وان جنت امی و اخوتی و عترتی
اور باب تو میری والدہ اور بہنوں اور عزیزوں کے پاس پہنچے
وان سالت عن الجوز الفضل لھا
آخر تم سے میری ضیف ماں میرا حال پوچھتے تو کہہ دیتا
طبرحا باب الحصن لما تطلات
قلعہ کے دروازے کے اوپر اس حال میں پڑا ہے
رافع جیل کا یہ حرف خود اس کی زبان سے سن کر اس قدر حائر ہوا کہ اس کے آنسو جاری ہو گئے۔ جیل نے کہا۔ تم روتے ہو۔ رافع! شہادت کی موت پر رونا نہیں چاہئے بلکہ خوش ہونا چاہئے تم مجھے اسی حالت میں چھوڑ دو۔ اور لڑائی جاری رکھو۔ رافع! مگر تمہیں تکلیف کی حالت میں چھوڑ کر کیسے چلا جاؤں۔ جیل! میری یہ تکلیف چند ساعت کی ہے اور پھر یہ تکلیف دائمی راحت سے بدل جائے گی۔

اس وقت صرف تین گھڑی دن باقی رہ گیا تھا۔ چونکہ سارے دن لڑائی ہوتی رہی تھی اس لئے اب بنگ بند ہو گئی تھی۔ عیسائی اور مسلمان دونوں رک گئے تھے۔ عیسائی فیصل کے پیچھے بنے گئے تھے اور مسلمان دائیں کوسٹے لگے تھے۔ عیاض بھی دائیں کوسٹے اور وہ اس جگہ پہنچے جہاں جیل زخمی پڑا تھا اور رافع اس کے پاس بیٹھا تھا۔ عیاض نے دریافت کیا۔ کیا جیل زخمی ہو گیا ہے رافع؟ رافع نے جواب دیا۔ جی ہاں شہید طور پر زخمی ہوا ہے۔

عیاض گھوڑے سے اتر کر جیل کے پاس پہنچے۔ جیل نے آنکھیں کھول کر انہیں دیکھا۔ پہچان۔ سلام کیا اور مسکرایا۔

لیکن فوراً ہی اس کی حالت خیر ہو گئی۔ آنکھیں بند ہو گئیں اور سکرات موت کا عالم طاری ہو گیا مگر اس حالت میں بھی اس کے لبوں پر تبسم تھا۔

عیاض! اور رافع کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ عیاض نے ٹھٹھا سانس بھر کر کہا۔ آہ! اس کی والدہ بہت کمزور اور بیمار ہیں۔ وہ ان بیٹے کی شہادت کی خبر سن کر کیسے ضیق و مہر کریں گی۔ مگر اطلاع ہونا ضروری ہے رافع! پہلے کہے۔ عیاض نے چند مسلمانوں کو شہیدوں کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ سب طرف سے شہیدوں کو لانا کر دیں۔ جمع کر دیا گیا کل سترہ مسلمان شہید ہوئے تھے۔

تموڑی ہی دیر میں جیل کی ضیف والدہ آنکھیں۔ بیٹے کی شہادت کی خبر انہیں سنا دی گئی تھی۔ وہ غم سے دھری ہو گئی تھیں اور ٹھوکریں کھاتی آ رہی تھی ان کا چہرہ سرخ و غم میں ڈوبا ہوا تھا۔

عیاض انہیں اور ان کی حالت کو دیکھتے ہی بحد مقوم اور متاسف ہوئے۔ ضیفہ آخر جیل کی لاش کے سامنے گھڑی ہوئی۔ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو گیا انہوں نے درد بھرے لہجہ میں کہا۔ بیٹا! شوق شہادت نے ماں کی خدمت کے خیال سے بھی بے نیاز کر دیا تھا۔ مجھ سے ہی اپنے شہید ہونے کے لئے دعا کرائی۔ میرے چاند! تو زندہ تھا تو سعید یعنی نیک تھا اور مرا تو شہید ہوا۔ تو اپنے باپ دادا اور بھائیوں کے نقش قدم پر گیا۔ میرے لال!!! خدا تجھ پر رحم کرے اور اس سفر آخرت میں تیرا ہم و اخین ہو۔ اور جیسا تو نے مجھے دنیا میں خوش رکھا ہے اس سے زیادہ خدا تجھے آخرت میں خوش رکھے اور اے میری آنکھوں کی روشنی! تیری شہادت اور میرے مہر سے قیامت کے روز خدا مجھے بھی بخش دے۔

ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کے تار جاری تھے۔ عیاض! رافع اور دوسرے پاس کھڑے ہوئے لوگ بھی رو رہے تھے۔ اب ضیفہ نے ٹھٹھا سانس بھر کر کہا۔ انا لله وانا الیہ راجعون۔ یعنی سب کچھ اللہ ہی کا ہے اور اللہ ہی کی طرف لوٹنے والا ہے۔ یہ کہتے ہی انہوں نے چادر کے پلو سے آنسو پونچھے۔ عیاض نے انہیں دہاں سے الگ ہٹا دیا۔ اور سرا پرہ کی طرف چلی گئی۔

اب تمام مسلمانوں نے جمع ہو کر شہیدوں کی نماز پڑھی۔ اور انہیں دفن کر کے دائیں

ہوئے۔

جب وہ شکر گاہ میں پہنچے تو دن چھپ چکا تھا۔ انہوں نے سب سے پہلے وضو کیا اور مغرب کی نماز پڑھی اور پھر کچھ لوگ زخموں کی مرہم لپی کرنے گئے اور کچھ کھانا پتار کرنے میں مصروف ہو گئے۔

مشفق ناصح

جب فخر اسلام والہیں لوٹ گیا اور عیسائیوں نے بھی جنگ بند کر دی تو مرسیوس نے ان لوگوں کا شمار کیا جو سر کر فیصل پر ہی گر گئے تھے اور ان کی لاشیں ابھی تک فیصل پر ہی پڑی ہوئی تھیں۔ یہ سب سات سو ستر آدمی تھے وہ لوگ ان سے الگ تھے جو زخم کھانکھا کر فیصل سے نیچے شہر میں گر گئے تھے مرسیوس نے قیاما ان کو گھن لیا اور اس کی جتنی میں سو آدمی آئے گویا اس طرح آٹھ سو ستر عیسائی مارے گئے۔ مسلمان صرف ستر ہی شہید ہوئے تھے۔

مرسیوس نے ان لاشوں کو بھی فیصل سے نیچے غازی میں ڈلوا دیا اسے اتنی تعلق بھی نہ ہوئی کہ جو لوگ ملک و قوم پر جان نثاری کر گئے تھے ان کی لاشوں کو دفن کرا دیا۔

اب اس نے اس طرف جس طرف مسلمان فوجیں تھے تمام فیصل پر اس کثرت سے آگ روشن کرا دی کہ دن کی مثال مارے میں روشنی پھیل گئی۔ یہ اس نے اس لئے کیا کہ کوئی مسلمان عیسائیوں کی نظر سے چھپ کر اندر جیسے میں فیصل تک نہ آسکے۔

ان تمام کاموں سے فارغ ہو کر وہ فیصل سے نیچے آرا اور اپنے قہر میں پہنچا۔ کھانا کھایا اور پھر ایک عایشان کمرہ میں جا کر آرام کرنے لگا۔

ابھی اسے وہاں آئے تھوڑی سی دیر ہوئی تھی کہ ایک خادم حاضر ہوا۔ اس نے خادم سے دریافت کیا۔ اس وقت کیوں آیا ہے تو۔

خادم نے زمین پر ہوا کر کہا۔ ”حضور والا۔ اس وقت ارسالوس حضور سے ملنے کے لئے آئے ہیں۔“

چونکہ مرسیوس سارا دن کام کرتا رہا تھا اس لئے وہ اس وقت تھک گیا تھا اور مکان دور کرنے کے لئے آرام کرنا چاہتا تھا اسے ارسالوس کا آنا ناگوار گذرا۔ مگر ارسالوس کی ایسی ہستی نہ تھی جس کے ملنے سے وہ انکار کر دیتا اس لئے اس نے قرا و چرا اسے بلا لیا۔

ارسالوس آتے ہی ایک کوچ پر بیٹھ گیا۔ مرسیوس نے کہا۔ ”اس وقت کیسے تکلیف کی آپ نے؟“ ارسالوس نے سنبھل کر بیٹھنے ہوئے کہا آپ مجھ سے ابھی طرح واقف ہیں۔ غالباً یہ بھی جانتے ہیں کہ مجھے ملک و قوم کے ساتھ کس قدر تعلق و محبت ہے۔

مرسیوس نہ۔ میں خوب جانتا ہوں۔ آپ شریاض آجہانی کے چچا زاد بھائی ہیں شریاض سے پہلے آپ کے والد ہی بادشاہ تھے۔ ان کے انتقال کے بعد آپ نے تخت و تاج سے دست بردار ہو کر شریاض کو بادشاہ بنالیا۔ آپ ملک و قوم کے بچے ہو رہے ہیں۔

ارسالوس۔ اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ حکیم فرابیس کے اقوال مجھے یاد ہیں اور ان پر میرا عمل ہے۔

مرسیوس۔ خوب جانتا ہوں۔ ملک شریاض بیش آپ کے مشوروں پر عمل کیا کرتے تھے اور میں بھی آپ کے ہی مشوروں پر عمل کروں گا۔

ارسالوس نہ۔ اس میں شک نہیں کہ وہ میرے مشوروں کو غور سے سنتے اور ان پر عمل کرتے تھے انہوں نے جنگ میں جانے سے قبل مجھ سے مشورہ لیا تھا۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ وہ عربوں سے جنگ نہ کریں۔

مرسیوس نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ اور یہ آپ نے کس وجہ سے کہا تھا۔ ارسالوس۔ فراس کا قول ہے کہ لوگوں کو دوسروں کی حالت اور کیفیت دیکھ کر عبرت اور نصیحت حاصل کرنی چاہئے۔

مرسیوس نہ۔ ان کا یہ قول مجھے بھی خوب یاد ہے۔

ارسالوس نہ۔ عرب وہ ہیں جو عربوں کو پھٹے سٹھے لڑکیوں کو قتل کر ڈالتے تھے بات بات پر کہیں میں لاسرتے تھے اور معمولی بات کی ذرا سی لڑائی برسوں اور صدیوں تک واقعی تھی وہ حقیقی تھے قبیلوں اور خاندانوں میں بٹے ہوئے تھے ان میں اس قدر نااتفاق تھی کہ وہ اتفاق کا نام بھی نہ جانتے تھے مگر جب وہ مسلمان ہوئے تو نااتفاق کے بجائے ان میں اتفاق پیدا ہو گیا۔ دشمنی ختم جاتا رہا۔ انسان بن گئے۔ ان کی ساری برائیاں دور ہو گئیں اور وہ نیک انسان نکالنے کے مستحق ہو گئے۔ آج ان سے زیادہ صاف القلب۔ انعامدار۔ نئی نوع انسان کا بعد کوئی بھی نہیں ہے نہ ان سے زیادہ کوئی خدا رسیدہ اور پرہیزگار ہے۔

مرسیوس نے برا سامنا بنا کر قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ یہ آپ عربوں کی تعریف کہیں کرتے گئے۔

اور سالوس نہ اس لئے کہ تب کچھ بائیس کہ جب کیا تھے اور اب کیا ہیں گئے
 مرسیوس نہ لیکن اس سے فائدہ؟
 اور سالوس نہ اطمینان سے سنے، اس میں عرض کرتا ہوں۔
 مرسیوس نہ فرمائیے۔

اور سالوس نہ باب وہ مشکل ہو کر اٹھے تو پہلے مارے جب کو ایک کر جا پھر جب
 سے باہر نکل کر ملک شام پر قبضہ کر لیا پھر عراق پر قابض ہو گئے۔ مصر لے لیا۔ آرمینیا
 بھجوا لیا۔ اب ۲۰ ہزار ہر قبضہ کرنے چلے جا رہے ہیں۔ تم نے کہا کہ جب تک میں میں
 بالحق ہی وہ تہیں میں کچھ مرنے رہے دنیا انہیں دیکھ لکھ رہی لیکن جب میں میں
 اعلان ہو گیا تو ان کی طاقت ہو گئی اور اس طاقت کی وجہ سے انہوں نے عیسائیوں کی ایسی
 حکومت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جس کی دنیا بھر میں دعاگو تھی اس وقت عیسائیوں کی وہی
 طاقت ہے جو اب سے چند ہی سال پہلے یروں کی تھی۔ ہم میں پسند ہو گئے۔ مذہب کو
 چھوڑ دیا۔ اتفاق ہم میں میں میں رہا۔ انداز دیکھ رہا تھی ہے۔ اس کے علاوہ دنیا بھر میں وہ
 سلطنتیں مشہور ماقصور اور عظیم سلطان تھیں ایک ہر قیاس کی حکومت جو شام مصر اور
 عراق میں پہنچی ہوئی تھی وہ ساری سلطنت جو عربوں اور عراق عرب میں ہے پہلے
 سلطنت کو مسلمانوں نے ختم کر کے چھ کر لیا۔ اب سوچنے کی یہ بات ہے کہ جب اسی ہی
 سلطنت مسلمانوں کی ہو کر نہ سنبھال سکی تو ۲۰ ہزار کی سبھی حکومتوں کا کیا مقابلہ کر سکے
 گی۔ یہی بات میں نے شہزادوں سے کہی تھی لیکن انہوں نے نہ مانا اور آخر انجام وہی ہوا
 جو فکر تھا تھا ہی نہ تھی۔

مرسیوس نہ اچھا تو تب میرے لئے کیا نصیحت لے کر آئے ہیں۔
 اور سالوس نہ وہی جو شہزادوں کے پاس لے کر گیا تھا اور قرآن کا وہی نقل جو میں
 نے ابھی لکھا تھا جی ۲۰ ہزاروں کی طاقت اور کیفیت دیکھ کر حیرت اور نصیحت حاصل کرو۔
 مرسیوس نہ اس سے کیا منتظر ہے تب کہ
 اور سالوس نہ تب تو اب چلتے ہیں کہ شہزادوں کے ساتھ ملک کے بیٹے امراء
 پر عرض پائی تھی ان کی تعداد بھی وہ ملک کے قیدی تھی لیکن نہ غلہ کی کثرت ہم نقل نہ
 سپاہیوں کا عرش نہ انہوں کی تحریک دہری سب بیکار ثابت ہوئے اور شہزادوں کو ایک
 غلہ کو کھلت ہو گی۔ کیا مارے لئے اس میں کوئی حیرت و نصیحت نہیں ہے؟

مرسیوس نہ کیا میں مسلمانوں سے صلح کر لوں۔
 اور سالوس نہ دیکھئے عمارت مذہب کے جسے جسے لوگ مٹا رہا تھا۔ چھ عمارتوں
 پر خون اور ایسے بیچکھوں نہیں ہزاروں عیسائی مذہب سے نفرت کھا کھا کر مسلمان ہو گئے
 اور اب مسلمانوں کے ساتھ وہ کر عیسائیوں سے تو رہے ہیں۔ اس سے یہ مسلم ہوا کہ
 اسلام میں صداقت ہے اور وہی ایسا مذہب ہے جسے اختیار کر لیتا چاہیے جس وقت وہ سے وہ
 بیکار رہا ہے اس سے مسلم ہونا ہے کہ بہت تھوڑے عرصہ میں دنیا کے گوش گوشہ اور چھ
 چھ پر بیکار جائے گا۔
 مرسیوس کو طواغیت کہنے لگے۔ اس وقت اس کے ہاتھ میں چو کا کوزا تھا وہ کوزے کو
 فرش پر دے دے کر مار رہا تھا اس نے کہا گویا تب کا مطلب یہ ہے کہ میں دین اسلام
 قبول کر لوں۔
 اور سالوس نہ میں تب کو اس بات پر مجبور نہیں کرتا۔ میرا کہنا تو یہ ہے کہ تب
 جنگ کر کے مسلمانوں پر فتح نہیں پاسکتے۔
 مرسیوس نہ تو گویا صلح کر لینی چاہیے۔

اور سالوس نہ اس وقت تب کے سامنے ۲۰ ہاتھ ہیں۔ ایک یہ کہ تب مسلمان ہو
 جائیں اور مسلمانوں کے دربار شریک بن جائیں وہ آپ کو بھائی بنا میں اور آپ کو وہ عمارت
 حقوق دے دیں جو ایک قدیم مسلمان ہو حاصل ہیں۔ حکومت میں معاشرت میں۔ حقان
 میں۔ مذہب میں فرض ہر طرح سے تب ان میں اور وہ آپ میں شامل ہو جائیں اور اگر
 آپ اسے پسند نہ کریں تو پھر صلح کر لیں۔ یہ بات دیتا جاتی ہے کہ مسلمان ہو وہاں کر لیتے
 ہیں اسے پورا کرتے ہیں۔

مرسیوس کو سخت غصہ تھا اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ اٹھیں چنگا ہواں برساتے
 گی تھیں۔ وہ چھوڑ کر کہا کہ اگرچہ کھڑا ہوں اس سے کہا۔ اس کی نصیحت تھی ضروری۔
 اور سالوس نے اطمینان کے لہجہ میں کہا کہ تب کو اس وقت غصہ آجایا ہے لیکن میں آج
 کی جنگ کا نتیجہ تب نے دیکھ لیا کہ کسی قدر مسلمان عرب ہیں اور انہیں قدر دینی ہے۔ اگر
 یہی صورت رہی تو انجام یہ ہو گا کہ ملک سپاہی ایک ایک کر کے مارے جائیں گے
 ہزاروں اور تیس چھ اور ہزاروں بچے جیتے ہو جائیں گے اس لئے اپنی قوم کی اور قیام اور
 جان پر دم بچے اور صلح کر لیجئے۔
 مرسیوس غیہ و غضب میں بھرا ہوا تھا اس نے اور سالوس کے کوزا مار کر کہا۔

ارساہوں بھی الجھ کھڑا ہوا اسے بھی غصہ آگیا۔ اس نے کہا او دنیا کے کتے تھری یہ جراث کہ ایک شہزادہ پر ہاتھ اٹھائے۔ تو وہ ہے جسے ہمارے طاعنان نے اپنے گلوں پر پٹا ہے۔ ٹکڑے کر کے۔ ٹکڑے کر کے! یعنی تو یہ چاہتا ہے کہ ابھی کھوار سے تیرے ٹکڑے اڑا دوں۔ مگر اس دہ سے مطالب کرتا ہوں کہ میں بیسیاؤں میں اس وقت جبکہ مسلمان قلعہ کو گھیرے پڑے ہیں ناالفاظ پیدا نہیں کرنا چاہتا۔ مگر ذلیل کیسے!!! سن تجھے معلوم نہیں ہے مگر میں جانتا ہوں کہ قوم لڑائی کو برا سمجھتی ہے اگر تو نے صلح نہ کی تو قوم کے سنجیدہ اور برگزیدہ لوگ تجھے گرفتار کر کے مسلمانوں کے حوالہ کر دیں گے اور تیرے ٹکڑے اڑا دالیں گے۔

ارساہوں کو برابر قصہ اُڑا تھا۔ اس کی آنکھیں دپک رہی تھیں اس نے کہا۔ اطمینان رکھ تو میرے سامنے آنے کے لئے زندہ ہی نہ رہے گا۔

ارساہوں چلا گیا۔ مریسوں کو چونکہ قصہ تھا اس لئے وہ نکل رہا تھا کچھ ہی دیر کے بعد خادم پھر آیا۔ اس نے کہا۔ حضور! مقدس باپ شریف لا رہے ہیں۔

مریسوں نے کہا آئے دو۔

خادم چلا گیا۔ اور مریس کوچ پر بیٹھ گیا۔ اس کے بیٹھے ہی رجبہ منظور سے کا جوا پادری کمرہ میں داخل ہوا اسے دیکھتے ہی مریس اٹھ کھڑا ہوا اور جب پادری کوچ پر بیٹھ گیا تب وہ بھی اس کے سامنے والی کوچ پر بیٹھ کر اسے دیکھنے لگا۔

قریبانی

پادری نے مسیحی کے چہرہ کی طرف دیکھ کر کہا۔ آپ کے چہرے غیظ و غضب کے آثار ظاہر ہیں۔ کیا کوئی نئی بات ہو گئی ہے۔

مرسیو نہ۔ نہیں..... کہتے تھے کہ مسلمان ہو جاؤ۔
بادری نے حیرت سے مرسیو کو دیکھ کر کہا۔ مسلمان ہونے کی تلقین کرتے
مرسیو نہ۔ جی ہاں۔

پاور کی۔ یہی کہا جاسکتا ہے کہ اس کے داغ میں نور آگیا ہے۔
مرسی کی۔ میں نے بھی یہی سمجھا اور اسے یہ کوڑا لاد کر تنبیہ کر کے چھوڑ
دیا۔

مرتب ہو گا۔ اور آئندہ میں اس پر عمل کروں گا۔
 پاوری ہو گا۔ اگر ایسا نہ کیجئے گا تو اندیشہ ہے کہ کہیں یہ خط جیسائیوں میں عام نہ ہو جائے۔

مرتبہ ہے۔ میں ہر اس عیسائی کو مار ڈالوں گا جو مسلمانوں کو اچھا بتائے گا یا اسلام کی تعریف کرے گا۔

پادری۔ میری کجھ میں نہیں آتا یہ عیسائی کیوں یہ قوف بن گئے ہیں۔ کیا وہ نہیں سمجھتے کہ اسلام عیسائیت کو مٹا رہا ہے مسلمان عیسائیوں کو ختم کرنا چاہتے ہیں عیسائیوں کا تو مسلمانوں سے قیامت تک اتفاق ہو ہی نہیں سکتا۔ عیسائیوں کا یہ فرض ہے کہ وہ مسلمانوں کو مٹانے میں کوئی دقیقہ باقی نہ رکھیں۔ جب موعج پائی اسی ختم کر دیں اور با لافحی ہے۔ غریب ہے۔ دور ہے۔ جبر سے فرض جس طرح بھی ہو مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی کوشش کریں۔

مرستی۔ مگر یہ کجست سلطان کہ ایسے بیوں کو کسی طرح بچ

ہیائی ہونا منظور نہیں کرتے نہ لالچ میں آتے ہیں نہ فریب میں۔ نہ ڈرتے ہیں نہ دبتے ہیں۔

پادریؔ۔ اس کی یہ وجہ ہے کہ ہم ہیائی شراب کو برا نہیں سمجھتے۔ سور کا گوشت کھاتے ہیں اور یہ دونوں چیزیں مسلمان حرام سمجھتے ہیں اسی وجہ سے وہ ہیائی مذہب سے نہیں بلکہ عیسائیوں سے نفرت کرتے ہیں۔

مرسیوسؔ۔ بالکل ٹھیک فرمایا آپ نے۔ اگر عیسائی ان دونوں چیزوں کو بھونڈ دیں تو شاید مسلمان عیسائیت کی طرف جھک جائیں۔

پادریؔ۔ ہاں میرا ایسا ہی خیال ہے لیکن عیسائی شراب کے اس قدر مادی ہو چکے ہیں کہ بغیر ان کے وہ رہ ہی نہیں سکتے۔ نہ سور کو کھانا بھونڈ سکتے ہیں۔ نیز ان باتوں کو دہنے دو۔ میں اس وقت ایک خاص بات کہنے کے لئے آیا ہوں۔

مرسیوس نے بعد میں متوجہ ہو کر کہا۔ "فرمائیے کیا بات ہے؟"

پادریؔ۔ دوپہر کے وقت مجھ پر ذرا خنوہ کی طاری ہو گئی تھی تو میں نے ایک پادری کو خواب میں دیکھا کہ وہ کہہ رہے تھے کہ تم اگر قلعہ کو چھوڑنا چاہتے ہو تو قریانیؔ وہ میں نے دریافت کیا۔ کس چیز کی قریانیؔ۔ وہ ابھی خواب میں نہ دیتے پاس تھے کہ کہتے "کیونکہ تیرے لڑتے لڑتے میرے اوپر آپنا اور میں گھبرا کر اٹھ اٹھا۔"

مرسیوس نہایت توجہ سے اس کی گفتگو میں رہا تھا اس نے افسوس بھرے لہجہ میں کہا۔ "ان تینوں کیونٹوں نے کب کی دشمنی نکالی ہے۔"

پادریؔ۔ ایسا ملائقی جانور ہے کہ اور کچھ نہیں تو لڑتے ہی لڑتے میرے اوپر آپنا سے میں ایک دم چونک کر اٹھ بیٹھا مگر تو ایسا آیا کہ ان کی ٹانگیں چڑ کر پیچھا۔ وہ۔

مرسیوسؔ۔ ضرور ایسا ہی کرنا چاہتے تھا مگر آپ میرے مذہبی آدمی۔ آپ کو ان جانوروں پر ترس آیا ہو گا۔

پادریؔ۔ کیا نہیں۔ بات یہ ہوئی کہ وہ میرے چونکتے ہی اڑ گئے۔ اور میں انھیں قلعہ سے گھورنا ہی رو گیا۔

مرسیوسؔ۔ چارمپ نے کچھ غور بھی کیا کہ ہمیں کس چیز کی قریانی دینی چاہئے۔

پادریؔ۔ میں دوسرے اب تک یہی بات سوچتا رہا ہوں۔

مرسیوسؔ۔ کوئی بات کچھ میں آئی۔

پادریؔ۔ بہت کچھ غور و خوض کرنے پر ایک بات کچھ میں آئی ہے۔

مرسیوسؔ۔ کیا۔

پادریؔ۔ مسلمانوں کی قریانی دینی چاہئے۔

مرسیوس نے خوش ہو کر کہا۔ واللہ خوب سمجھا۔ ہم قریائیاں تو ہر قسم کی کرتے ہی رہے ہیں۔ مثلاً کوئی سیم و زر کی خیرات کرتا ہے کوئی ذرا اور زمین کی خیرات کرتا ہے کوئی اپنی لڑکی کو گریب میں دے دیتا ہے غرض یہ سب قریائیاں ہی ہیں اور یہ ہم کرتے رہے ہیں۔ اس لئے ان میں سے کسی چیز کی قریانی کے لئے تو وہ وہی اللہ پادری ہرگز بھی کہنے نہ آتے ضرور ان کینت مسلمانوں کی قریانی کے لئے کہتے آتے ہوں گے۔"

پادریؔ۔ میں نے تو یہی نتیجہ نکالا ہے۔

مرسیوسؔ۔ یہ بالکل قرین قیاس ہے لیکن کتنے مسلمانوں کو ذبح کیا جائے۔

پادریؔ۔ فی الحال صرف پانچ کو۔

مرسیوسؔ۔ نہایت مناسب ہے۔

پادریؔ۔ مناسب ہے تو لیکن مسلمانوں کا مخالفہ عاصم ہے اور اسے میری اس جوج سے اتفاق نہیں ہے۔

مرسیوس نے تعجب سے پادری کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیوں؟"

پادریؔ۔ وہ کہتا ہے کہ یہ دشمنانہ قریانی ہے۔

مرسیوسؔ۔ یہ قوف ہے میں ابھی اسے پتا نہ کر سکا تھا دیکھا تھا ہوں۔

پادریؔ۔ میں اسی لئے آپ کے پاس آیا ہوں۔

مرسیوس نے دھجک دی خادم آیا۔ مرسیوس نے کہا۔ دیکھو ایک سوار کو پیچہ شہرہ میں بھیج دو۔ اور کہہ دو کہ وہ عاصم کو اپنے ساتھ لے کر آئے۔

بست بستر حضور۔ "کہہ کر خادم چلا گیا۔"

پادری نے کہا۔ "عاصم کے ساتھ ہر اس کے غلام آئے ہیں مجھے تو وہ مسلمان مظلوم ہوتے ہیں۔"

مرسیوسؔ۔ تمی ہاں پہلے وہ مسلمان ہی تھے اب عیسائی ہو گئے ہیں۔

پادریؔ۔ اگر یہ بات ہے تو ابھی کچھ عیسائی نہیں ہوئے۔

مرسیوسؔ۔ کیوں؟

پادریؔ۔ اس لئے کہ گریب میں نماز پڑھنے کے لئے نہیں آتے۔

مرسیوس نے فس کر کہا۔ "اور عیسائیوں میں نماز پڑھنا ہی کون ہے۔"

پادری نہ۔ ہاں بہت لوگ تو نہیں پڑھتے مگر پچھنے آوی تو پڑھتے ہی ہیں۔
 مرسیس نہ۔ بس سب ایسے ہی پڑھتے ہیں اور سوچتے تو نماز کی ضرورت بھی کیا ہے
 جب ہم ہر ہفتہ اپنے گناہوں کا اقرار پادریوں کے سامنے کر کے معافی چاہ لیتے ہیں پھر نماز
 پڑھ کر ہی کیا کریں گے۔

پادری نہ۔ نہیں نہیں۔ یہ بڑی غلطی ہے نماز ضرور پڑھنی چاہئے۔

مرسیس نہ۔ عیسائی نماز کو ضروری نہیں سمجھتے۔

پادری نہ۔ اور یہ ان کی غلطی ہے مسلمانوں میں ایک بات بڑی اچھی ہے۔
 مرسیس نہ۔ کیا؟

پادری نہ۔ وہ نماز کے پڑے پابند ہیں۔ یہ جس قدر بھی قیدی ہیں بڑی پابندی کے
 ساتھ نماز پڑھتے ہیں مجھے ان کی یہ بات بہت پسند ہے۔

مرسیس نہ۔ ان کی بات رہتے دیکھتے ان کے یہاں پادری کہاں ہیں۔ جو ان کے
 ہفتہ بھر کے گناہ بخشوا دیں۔

پادری نہ۔ ہاں یہ آپ ٹھیک فرما رہے ہیں۔

اب غلام تیار۔ اس نے کہا۔ ”حضور والا! عاصم آ رہے ہیں۔“

عاصم کا نام سننے ہی پادری اور مرسیس اٹھے اور اس کی تعظیم کے لئے بیٹھے۔
 دروازہ پر عاصم مل گیا۔ دونوں نے اس سے ہاتھ ملائے اور اسے لے کر کوچ کے قریب
 آئے۔ تین تین کوچوں پر بیٹھ گئے۔ عاصم نے بیٹھے ہی دریافت کیا۔ اس وقت رات کو
 میری طبی کی کیا ضرورت پیش آئی۔

مرسیس نہ۔ معاف کرنا آپ کو بے وقت تکلیف دی گئی۔ مگر ضرورت ہی ایسی
 لاحق ہو گئی تھی۔

عاصم نہ۔ فرمائیے کیا ارشاد ہے۔

مرسیس نہ۔ بزرگ اور مقدس باپ نے (پادری کی طرف اشارہ کیا) دوسرے خراب
 دیکھا ہے کہ کوئی خدا رسیدہ بزرگ فرما رہے ہیں کہ قربانی کرو لیکن حق اس کے کہ وہ
 دریافت کرے کہ کیا قربانی دیں کہ وہ شرے کو توڑ لڑتے ہوئے آپ کے اوپر تجڑے اور آپ
 دریافت نہ کر سکے آپ نے بڑے غور و خوض کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مسلمانوں کی
 قربانی کی جائے۔

عاصم نہ۔ مقدس باپ نے مجھ سے بھی ارشاد فرمایا تھا۔

مرسیس نہ۔ معلوم ہوا ہے کہ آپ کو اس میں کچھ اختلاف ہے۔

عاصم نہ۔ کوئی خاص بات اختلاف کی نہیں ہے۔ میری طرف سے آپ اسی وقت
 سارے مسلمانوں کو زور کر ڈالیں۔ میں نے اس لئے کہا تھا کہ ابھی جنگ ہو رہی ہے معلوم
 نہیں کس کس کوٹ اونٹ پیٹھے لیکن اگر آپ مصلحت کو مناسب نہیں سمجھتے تو زور کر
 ڈالئے۔

مرسیس نہ۔ مگر ہم سب کو زور کرنا نہیں چاہئے۔

عاصم نہ۔ اور؟

مرسیس نہ۔ صرف پانچ آدمیوں کو۔

عاصم نہ۔ اور وہ پانچوں آدمی ان کے سردار ہوں گے؟

پادری نہ۔ نہیں۔ وہ کوئی ہوں۔

عاصم نہ۔ کچھ صحیح نہیں۔

مرسیس نے پادری سے دریافت کیا۔ قربانی کس وقت ہونی چاہئے۔

پادری نہ۔ صبح نماز پڑھنے کے بعد۔

عاصم نہ۔ پھر ہے میں پانچ مسلمانوں کو ذیل خانہ سے لکھوا رکھوں گا۔

پادری نے مرسیس سے کہا۔ ”میں چاہتا ہوں کہ شہر اور قلعہ کے تمام معزز لوگ اور
 سارے فوجی سردار صبح کی نماز کے وقت بیٹھ نہریہ میں آجائیں تاکہ ان کے سامنے
 قربانی بھی ہو جائے اور سب مل کر حج کی دعا بھی مانگیں۔“

مرسیس۔ نہایت مناسب خیال ہے آپ کا۔ میں سب کو بلانا اس لئے بھی ضروری
 سمجھتا ہوں کہ ان سے آخری دم تک لڑنے کا حلف اٹھائیں۔

پادری نہ۔ بہت ٹھیک۔ تو یہ انتظام آپ کر دیں۔ کہ ہر شخص کو صبح گرجہ میں آنے
 کی اطلاع ہو جائے۔

مرسیس نہ۔ میں ابھی آپ کے سامنے ہی احکام جاری کئے دیتا ہوں۔

یہ کہنے ہی اس نے دنگ دی غلام حاضر ہوا۔ مرسیس نے کہا۔ ہمارے خاص رسالہ
 کے امیر کو حکم دو کہ وہ قلعہ اور شہر کے تمام معزز آدمیوں کو اور لشکر کے پچھلے پڑے
 افسروں کو اطلاع دے دے کہ بڑے گرجہ میں حج کی دعا مانگی جائے گی۔ سب سوچ بچتے
 ہی وہاں آجائیں۔

غلام سر اطاعت جھکا کر چلا گیا۔

اب پادری اور عالم احمد کر دوات ہوئے۔ سرسوس بھی اس کمرے سے دوسرے میں چلا گیا۔

تیسواں باب جوش انتقام

بب قیاقوس اخطا سے تیا تھا تو اپنے ساتھ ایک ہزار لکھ لایا تھا اس کا لکھ ایک تک قیام پانہ تھا اور وہ سو چند ساتھیوں کے لکھ ایک طرف آٹھ لکھ تھا جہاں پرچہ اور طاہرہ تھیں اور وہاں داس کے ہاتھوں سے مارا گیا تھا۔

اس کے لکھ نے شام تک اس کی دایبھی کا انتظار کیا۔ آخر شام کے وقت ایک سوار جو داس کے سامنے سے بھاگ لکھ تھا پریشان حال آیا اور اس نے آتے ہی قیاقوس اور اس کے ساتھیوں کے بارے چاہنے کا تمام واقعہ کہہ سنا۔

وہ اس دشت اثر خرمی کر غایت غم اور سزا بد ہوئے اور اسی وقت وہاں سے اس خوف سے چل بسے کہ کہیں عرب اس طرف نہ آجائیں اور ان کا بھی حاکم نہ کر دیکھ۔

ابتدائی رات کے وقت وہ روانہ ہو کر ساری رات چلتے رہے اور دوسرے کے قریب انتظار میں رہا۔ اس کے اس لکھ کا اصرار تھا کہ اخطا کے بادشاہ کے حضور میں بارگاہ ہو۔ بادشاہ کو معلوم تھا کہ وہ کہیں گیا تھا۔ اور کس کے آیا ہے چنانچہ اس نے اسی سے دریافت کیا تو کیا کہنا چاہئے ہو۔

الفر سے جواب دیا۔ "مالی جلا میں حضور وزیراعظم کے ساتھ گیا تھا۔"

بادشاہ نے فور سے اس کی طرف دیکھ کر دریافت کیا کہ تم وہاں پہنچ گئے تھے؟

الفر نہیں حضور۔

بادشاہ شاید قیاقوس نے راستہ ہی سے حسین کوئی خاص خبر دے کر بھیجا ہے۔

الفر یہ بات بھی نہیں ہے۔

بادشاہ نے حیرت سے اسے دیکھ کر کہا۔ اور کیا بات کہنے آئے ہو تم؟

الفر نے افسردگی کے لہجہ میں کہا۔ حضور میں ایک بد خبر سنانے کے لئے حاضر ہوا

ہوں۔

بادشاہ نے کچھ افسردگی کے انوار سے اسے دیکھ کر دریافت کیا۔ کیا؟

الفر نے مالی جلا وزیراعظم بارے کہے۔

بادشاہ کی آنکھیں فرط حیرت سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اس نے پوچھا کیسے؟

الفر حضور راستہ میں دیکھ کر عرب مل گئے انہوں نے انہیں مار ڈالا۔

حضورت اور تم کہاں تھے؟

الفر نے ہم پیچھے رہ گئے تھے حضور! ہم سے آگے جا رہے تھے۔

بادشاہت افسردگی میں پلور اور دھندلا وزیراعظم مار ڈالا گیا۔

وہ دیکھ سوچنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہاں۔ قسم ہے جتنی سبکی کی میں اس کا انتقام لوں گا۔ ان عربوں کی جڑ دشتیاں سے چھٹ گئی ہیں۔ میں اس لڑائی کو بہت معمول فرامی سمجھ رہا تھا۔ خیال تھا کہ شواہض عربوں کا حاکم کر دیں گے۔ لیکن اب معلوم ہوا میرا خیال غلط تھا مجھے ہی جا کر ان کا حاکم کر کے طاریوں کو پھڑپھڑا دے گا۔ اچھا! افسر سے خطاب ہو کر تم ابھی جیل الرست پہنچ جاؤ۔ اور سوئی سے کوک وہ لکھ لے کر کھلی ہی آجائے۔ اور میں چار ہو جاؤں گا اس کے آتے ہی ہم دونوں رفیقان روانہ ہو جائیں گے۔

الفر نے سرالطاف بھاگ کر کہا۔ "مستمر ہے حضور! اور چلا گیا بادشاہ نے اسی وقت اپنے سپہ سالار کو طلب کیا۔ بب وہ آیا تو اس سے دریافت کیا۔ "کیا جاہ ہزار لکھ لایا ہے کہ کل وہاں جا سکے؟"

سپہ سالار نے کہا۔ "جی ہاں ہے۔"

بادشاہ اچھا تم اسے چار رہنے کا حکم دو۔ اور آج ہی پہلے عرب اور دوسرے دوسرے روانہ کر دو۔

سپہ سالار بہت مسرور تھا!

سپہ سالار چلا گیا۔ بادشاہ دوسرے کاموں میں مصروف ہو گیا۔

دوسرے روز شام کے وقت سوئی تین ہزار لکھ لے کر آیا۔ اس نے اپنا لکھ لکھ سے باہر ہی خبر نقل کر دیا اور خود بادشاہ کے پاس پہنچا۔

بادشاہ اس کے آتے سے بہت خوش ہوا۔ اس نے بوسہ دیا۔ اسے اپنے پاس بٹھا کر کہا۔ "ابا تم نے قیاقوس کے حلق میں لیا ہو گا۔"

سوئی نے جی ہاں ہی لیا۔ یا افسردگی ہو۔

بادشاہت میں اب اس کا انتقام لینے اور شہزادی طارقہ کو رہائی دلانے کے لئے رہبان جا رہا ہوں۔ میں نے مناسب سمجھا کہ جیسے بھی اس مہم میں شریک کروں شہزادی شریک کا حال میں کر طارقہ کو طوطی ہوگی اور اسے وہ شہزادی ہمدردی سمجھ کر شہزادی طرف مائل ہو جائے گی۔

سوئی نہ۔ یہ حضور نے مجھ پر بڑی عنایت کی۔

بادشاہت۔ کس قدر لشکر لائے ہو تم اپنے ساتھ؟

سوئی نہ۔ جلدی میں صرف تین ہزار لاکھ ہوں۔

بادشاہت۔ کافی ہے۔ چار ہزار میرے ساتھ ہے۔ اس طرح کل لشکر سات ہزار ہو گیا۔ اگرچہ میں اور بھی دو چار ہزار لشکر ساتھ لے چل سکتا ہوں مگر مجھے شرم آتی ہے کہ میں آٹھ ہزار مسلمانوں کے مقابلہ میں دس ہزار ہندو لشکر لے چلوں۔

سوئی نہ۔ وہاں تو ملک شریاض کا لشکر بھی دو لاکھ کے قریب موجود ہے۔

بادشاہت نے برا سامنا بنا کر کہا۔ ان ہزاروں کا ذکر نہ کرو۔

سوئی نہ۔ حقیقت تو یہی ہے کہ ان کی کم جتنی ہی نے مسلمانوں کو دیکھنا دکھا ہے۔

بادشاہت۔ یہی بات ہے اچھا اب تم جا کر آرام کرو اور صبح بہت سویرے سفر کرنے کے لئے چار ہو جاؤ۔

سوئی نے اٹھتے ہی کہا۔ "بہت بہتر ہے۔"

وہ چلا گیا۔ بادشاہ بھی آرام کرنے لگا۔ اگلے روز وہ بہت سویرے اٹھا اور ضروریات سے فراغت کر کے سیخ ہو کر باہر نکلا اور لشکر کو ساتھ لے کر قلعہ سے باہر آیا جہاں سوئی سے لشکر کے چار کھڑا تھا۔

بادشاہ نے اس کے لشکر آتے ہی وہ بھی اس کے ساتھ ہو گیا اور دونوں لشکر رہبان کی طرف چلے۔ یہ کہ بادشاہ جلد سے جلد رہبان پہنچنا چاہتا تھا اس لئے اس نے لشکر کو تیزی سے چلنے کا حکم دیا تھا لشکر پوری تیزی سے چلا جا رہا تھا رات کو انہوں نے ایک جگہ قیام کیا اور صبح پھر چل پڑے۔ دوسرے کے قریب انہیں کچھ سوار پر اُتارے حال آتے ہی۔ بادشاہ نے انہیں روک کر دریافت کیا۔ "تم کہاں سے آ رہے ہو۔"

ان میں سے ایک سوار نے جواب دیا۔ "رہبان سے حضور۔"

بادشاہت۔ کیا شریاض نے جنگ شروع کر دی۔

وہی سوار نے ہی ہاں جنگ بھی شروع کر دی اور شکست بھی ہو گئی۔

بادشاہ کو یہ سن کر بڑی حیرت ہوئی۔ اس نے کہا۔ "شکست ہو گئی۔؟..... کیا وہ لاکھ عیسائیوں کو۔"

وہی سوار نے ہی ہاں۔

بادشاہت۔ شاید مسلمانوں کو امداد پہنچ گئی تھی۔

وہی سوار نے نہیں حضور آٹھ ہزار مسلمانوں نے دو لاکھ عیسائیوں کو شکست دے دی۔

بادشاہت۔ تعجب ہے۔

وہی سوار نے حضور ان کا مددگار خدا ہے۔ ان کے خدا نے ہی ان کی مدد کر کے ہمیں شکست دلائی ہے۔

بادشاہت۔ یہ کچھ عجیب۔ عیسائیوں کی بروئی سے انہیں شکست ہوئی ہے۔

وہی سوار نے حضور بڑے تمسک کا دن پڑا۔ ہم لوگ شایعہ دہیری سے لڑے۔

بادشاہت۔ پھر شکست کیسے ہوئی۔

وہی سوار نے کبکفت مسلمانوں نے شریاض کو مار ڈالا۔

بادشاہت کے مرتے ہی عیسائیوں کے قدم اکھڑ گئے۔

بادشاہت۔ افسوس! غنت ہے تم پر۔ تم اپنے بادشاہ کو قتل کرنا کہتے ہو۔ میں مسلمانوں سے شریاض کا بھی انتقام لوں گا۔

یہ کہہ کر وہ آگے روانہ ہوا رات کو جس جگہ انہوں نے قیام کیا۔ وہاں سے قریب ہی کوئی لشکر اور پڑا تھا۔ بادشاہ نے جاسوس کو بھیجا تاکہ وہ خبر لائیں کہ یہ لشکر کس کا ہے اور کہاں جا رہا ہے؟

پہنچے جاسوس مگے اور تھوڑی دیر میں خبر لائے کہ یہ لشکر شہزادہ یحییٰ کا ہے کھڑوتا سے آ رہا ہے اور اس اطمینان کی طرف جا رہا ہے۔

بادشاہ نے خوش ہو کر کہا۔ حکم سے کم ایک فیصل سے تو انتقام لینے کا موقع قدرت نے دے ہی دیا ہے صبح ہی میں اس کا غارت کر دوں گا۔

ایک جاسوس نے کہا۔ اور حضور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اسلامی لشکر اس اطمینان کی طرف گیا ہے۔

بادشاہت۔ یہ اور بھی اچھا ہے۔ میں وہیں جا کر ان سے لڑوں گا۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ایک سوار بادشاہ کے پاس آیا۔ بادشاہ اس وقت خبر کے

اندک تھا۔ اطلاع ہونے پر اس نے طلب کر لیا۔ سوار نے بادشاہ کے پاس جا کر سلام کیا۔ بادشاہ نے پوچھا۔ تم کہاں سے آئے ہو۔

سوار نے جواب دیا۔ میں شہزادہ یرغون کے پاس آیا ہوں۔

بادشاہت کس لئے؟

سوارتہ۔ انہوں نے پیغام بھیجا ہے کہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں اور اسلام کی تعلیم یہ بھی ہے کہ ہر مسلمان اپنے بزرگوں کی عزت و توقیر کرے۔

بادشاہ نے جڑ کر دریافت کیا۔ وہ میری کیا توقیر کرنا چاہتا ہے۔

سوارتہ۔ اگر آپ ان کے سپرد کوئی خدمت کریں تو وہ اسے انجام دینے کے لئے تیار ہوں۔

بادشاہت۔ کیا وہ شہزادی ظاہریوں کو مسلمانوں کے پیچہ میں سے نکال کر لا سکتا ہے۔

سوارتہ۔ نہیں۔

بادشاہت۔ کیا وہ اسلام کو چھوڑ کر پھر عیسائی ہو سکتا ہے۔

سوارتہ۔ نہیں۔

بادشاہت۔ پھر وہ میری توقیر کرنا چاہتا ہے۔

سوارتہ۔ دراصل انہیں معلوم ہوا ہے کہ آپ کا ارادہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ

کرنے کا ہے۔

بادشاہت۔ یہ بالکل صحیح ہے۔

سوارتہ۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ عیسائیوں میں مسلمانوں سے خرنے کی جرات و

ہمت نہیں ہے اس لئے آپ اس خیال کو چھوڑ دیں اور اگر آپ چاہیں تو وہ آپ کے لئے

مسلمانوں سے ایمان نامہ حاصل کر سکتے ہیں۔

بادشاہت۔ اس ایمان نامہ سے مجھے کیا فائدہ ہو گا۔

سوارتہ۔ آپ اطمینان اور آرام سے اپنے قلعہ میں رہ سکیں گے کوئی آپ سے

کسی قسم کا تعرض نہ کرے گا۔

بادشاہت۔ مجھے ایمان نامہ نہیں چاہئے۔ اس سے کہہ دیتا کہ میں مسلمانوں سے لڑنے

کے لئے آیا ہوں۔ ضرور تڑپ گا۔

سوارتہ۔ بہتر ہے۔

سوار ہانے ہی کے لئے نوتا تھا کہ بادشاہ نے اسے روک کر کہا۔ اس سے یہ بھی کہ

دیتا کہ چونکہ وہ مسلمان ہو گیا ہے اور میں مسلمانوں سے لڑنے کا حلف اٹھا چکا ہوں اس لئے سب سے پہلے اس سے اور اس کے لشکر سے لڑوں گا۔

سوار بادشاہ کی طرف محوم گیا اور اس نے کہا۔ حضور نے شاید اس کے انجام پر غور نہیں کر کیا ہے۔

بادشاہ نے غیش میں ڈر کہا۔ کس کے انجام پر؟

سوارتہ۔ مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کے انجام پر۔

بادشاہت۔ میں نے سب کچھ سوچ لیا ہے۔

سوارتہ۔ لیکن مناسب ہے کہ آپ اپنے حبیب سے جنگ کا ارادہ ہٹوی کر دیں۔

بادشاہت۔ جب وہ مسلمان ہو گیا ہے تو میرا حبیب کہاں رہا۔

سوارتہ۔ بہت خوب۔

بادشاہت۔ اس سے کہہ دیتا کہ اس کے حق میں بہتر ہے کہ وہ پھر عیسائی ہو جائے۔

سوارتہ۔ یہ ناممکن ہے۔

بادشاہت۔ کیوں۔

سوارتہ۔ اس لئے کہ اسلام ایسا سادہ۔ سچا اور انسانی فطرت کے مین مطابق مذہب

ہے کہ کوئی شخص اسے اختیار کر کے پھر اسے نہیں چھوڑ سکتا۔

بادشاہت۔ شاید تو بھی مسلمان ہو گیا ہے۔

سوارتہ۔ جی ہاں۔

بادشاہت۔ اور تو بھی اپنا مذہب نہیں چھوڑ سکتا۔

سوارتہ۔ جی ہاں۔

بادشاہت۔ اگر میں تجھے ابھی قتل کر ڈالوں۔

سوارتہ۔ ایک مسلمان موت کا اسی طرح خواہشمند ہوتا ہے جس طرح ایک عیسائی

زندگی کا۔

بادشاہت۔ چونکہ میں چاہتا ہوں کہ تو میرا پیغام گستاخ یرغون تک پہنچا دے اس لئے

چھوڑے دیتا ہوں کل تجھے اور تیرے آقا یرغون کو اور اس کے تمام لشکر کو ایسی سزا دوں گا

کہ دنیا لرز اٹھے گی۔

سوارتہ۔ بہتر تو یہی تھا کہ آپ مسلمانوں سے صلح کر لیتے۔

بادشاہت۔ زبان درازی مت کرو۔ فوراً میرے سامنے سے دور ہو جاؤ۔

نظر تھا۔ ظاہر ہے کہ برابر کا مقابلہ تھا پھر برغون اور اخطا والے ایک ہی ملک کے باشندے اور ایک ہی خاندان سے تھے۔ فرق صرف یہ ہو گیا تھا کہ برغون اور اس کی جماعت مسلمان ہو گئی تھی۔ لیکن اسلام نے ان میں اس قدر جرات دے دی تھی۔ بے خوفی اور ہوش پیدا کر دیا تھا کہ وہ اپنے سے نہیں گنا دشمنوں سے لڑنے لگے تھے اور انہوں نے پہلے ہی حملہ اس ہوش سے کیا تھا کہ اخطا والوں کو کئی قدم پیچھے ہٹا دیا تھا۔

ان مسلمانوں کی گوارہیں نہایت زور سے بڑی بھرتی کے ساتھ چلی رہی تھیں۔ ان میں ہر شخص اپنے سامنے والوں سے بڑے ہوش اور اشتعال کے ساتھ لڑ رہا تھا اور ذرا سا موقع پائے پر دشمن کو قتل کر ڈالتا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ اخطا اور جبل اللغات کے سپاہی بھی نہایت ہوش و خروش سے لڑ رہے تھے اور وہ اس لئے کہ وہ خوب جانتے تھے کہ ان کے ہم قوم سے مقابلہ ہے اگرچہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں لیکن مسلمان ہو جانے سے مسلمانوں جیسی شجاعت ان میں پیدا نہیں ہوئی ہے۔ اس لئے ہوش میں آ کر ان پر حملے کر رہے تھے مگر انہیں معلوم نہیں تھا کہ جو شخص بھی مسلمان ہو جاتا ہے وہ موت سے نہیں ڈرتا اور موت سے نہ ڈالے والا ہی بہادر بن جایا کرتا ہے چنانچہ جس ہوش و خروش سے اخطا کے سپاہی حملہ کرتے تھے اس سے زیادہ ہوش و خروش سے ان پر حملہ کیا جاتا تھا۔

یوں تو برغون کا ہر سپاہی بڑی جانبازی سے لڑ رہا تھا لیکن سب سے زیادہ جرات و ہوش سے خود برغون لڑ رہا تھا جس طرف صف پر حملہ کرتا تھا اسے اٹھ دیتا تھا۔ جس شخص کے گوارہ مارا تھا اسے مار ڈالتا تھا۔ گویا اس کی گوارہ موت کا فرشتہ بن گئی تھی جو ہر اس شخص کی روح سمیٹ لیتی تھی جسے ہمو جاتی تھی۔

سوئی اور اخطا کا بادشاہ دونوں بائیس سالے لڑائی میں مشغول تھے وہ اپنے سپاہیوں کو ہوش دلا رہے تھے اور لا بھی رہے تھے۔ لیکن ان دونوں کے ساتھ ساتھ ان کے سپاہیوں کا جم غفیر رہتا تھا جس طرف وہ حملہ کرتے تھے اسی طرف وہ بھی حملہ تو دہوتے تھے جس طرف وہ جھکتے تھے اسی طرف وہ ہٹک جاتے تھے۔ گویا یہ رسالہ بادشاہ اور فوج کی حفاظت کی غرض سے ان کے ساتھ ساتھ رہتا تھا۔ لیکن ان کی ہزار کوشش کرنے پر بھی وہ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکے تھے ایک ہی جگہ پکڑا رہے تھے۔

برغون کے ہمراہی نہایت زور سے حملے کر رہے تھے ان میں سے ہر سپاہی خونخوار شیر بنا ہوا تھا جس طرف حملہ کرتا تھا دشمن سامنے سے ہٹ جاتے تھے اور جو نہ ہٹا تھا وہی

ذمیر ہو کر رہ جاتا تھا۔ ہوں ہوں آفتاب اوجھا ہوتا جاتا تھا دھوپ بھیجی جاتی تھی۔ لڑائی کا زور بڑھتا جاتا تھا زخمی چلا رہے تھے۔ بیسائی چل رہے تھے کھوڑے ہٹتا رہے تھے۔ ان تمام آوازوں سے میدان جنگ گونج رہا تھا۔ گوارہیں جلد جلد بے ہوش رہی تھیں۔ ہاتھ اور سرکت کٹ کر گر رہے تھے۔ خون کے فوارے ابل رہے تھے زمین سرخ ہو گئی تھی اور لڑنے والوں کے لباس بھی سرخ رنگ میں ڈوبنے چلا رہے تھے۔

ملا جنگ دور تک پہلایا ہوا تھا اور جہاں تک سپاہی پہلے ہوئے تھے وہیں تک جنگ ہو رہی تھی۔ لڑنے والے اپنی ہمتیوں کو بھولے ہوئے تھے پیچ پیچ کر ہوش میں آ کر لڑ رہے تھے گویا انہیں صرف لڑنا ہی یاد ہو گیا تھا اور سب کچھ بھول گئے تھے۔ بیسائی مسلمانوں میں اور مسلمان بیسائیوں میں ٹھس گئے تھے اور جو جہاں پہنچ گیا تھا وہیں لڑ رہا تھا اس میں شک نہیں کہ بیسائی پورے ہوش و خروش سے لڑ رہے تھے ان کی تعداد بھی زیادہ تھی مگر یہ عجیب بات تھی کہ وہی قتل بھی زیادہ ہو رہے تھے۔

برغون یہ بھولا ہوا تھا کہ وہ کون ہے کس سے لڑ رہا ہے وہ ایک ہاتھ میں ڈھال اور دوسرے میں گوارہ لئے نہایت ہوش و جانبازی سے لڑ رہا تھا۔ اس کے ساتھ صرف پانچ سوار تھے اور چھتا وہ تھا جس طرف یہ پھر ہوش گاہدین حملہ کرتے تھے دور تک مارے کاٹنے لگ جاتے تھے انہوں نے بہت بیسائیوں کو مار ڈالا تھا اور جس شہن سے وہ حملے کر رہے تھے اس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ چپ نہیں ہیں۔

برغون نے سوئی کو دیکھا اتفاق سے وہ اس کے قریب آ گیا تھا۔ اس نے اور اس کے پانچ ساتھیوں نے تقریباً دس سپاہیوں کو مار ڈالا ان کا یہ ہوش و خروش دیکھ کر سوئی کے سپاہیوں میں ہراس طاری ہو گیا۔ وہ پیچھے ہٹ گئے۔ ان کے پیچھے بڑے ہی سوئی اور اخطا کا بادشاہ دونوں سامنے آ گئے۔ برغون نے پیچ کر سوئی پر حملہ کیا اور اس کے ساتھی سوئی کے ساتھیوں پر ٹوٹ پڑے۔

سوئی بھی بہادر تھا وہ بھی مقابلہ میں آ گیا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کی محبوبہ شہزادی طارین کو برغون نے گرفتار کر کے مسلمانوں کے حوالہ کر دیا ہے۔ اس لئے اس پر بے حد غصہ تھا۔ آج قسمت نے دونوں کو مقابلہ میں لاکھڑا کیا۔ اس لئے سوئی نے نہایت ہوش سے برغون پر حملہ کیا۔ برغون نے نہایت جا بکدستی سے اس کا حملہ روک کر خود بھی حملہ کیا۔ سوئی کو اس گوارہ میں موت کی جھلک نظر آئی۔ وہ گھبرا کر پیچھے ہٹا چاہتا تھا کہ گوارہ اس کے سر پر پڑی۔ چونکہ وہ چاندی کا خود پہنے تھا اس لئے خود سے پھسل کر شانہ پر پڑی

در شاہ کی رنج کو لاکھ کر پہلی کے قریب تھمتی چلی گئی۔

اس دن کے آٹے سے سوئی نے جم میں آگ سی لگ گئی۔ اس نے جلدی سے اٹھ کر دھواں اور بے حواس ہوا۔ دران اس کے بھاگنے ہی بادشاہ بھی بھاگ کر خون کے امراضی اس کے پیچھے آئے۔ لیکن فوراً راجوں نے آواز دے کر کہا ان کا پیچھے مت کرو۔ وہ تیرے پیچھے نہ چلے۔

اس کی آواز سننے ہی اس کے ساتھی لوٹ آئے اور انہوں نے لوٹنے ہی الفاظ و انوں پر حملہ کر دیا۔

بادشاہ اور خزان کو بھاگتے ہوئے دیکھ کر عیسائیوں پر خوف چھا گیا وہ بھی بھاگ پڑے اور اس طرح ایک علاقہ عیسائیوں کو غلبت ہو گیا۔

ساتھ ہی مسلمانوں نے ہر محاذ پر فتح حاصل کر دی اور بعض نے پکار پکار کر کہہ دیا کہ افلاک کا بادشاہ دارا گیا۔ عیسائیوں کو غلبت ہو گئی عام عیسائی اس خبر کو سن کر تھرا گئے۔ انہوں نے گردیں اٹھا اٹھا کر دیکھا انہیں ان کے ہم قوم بھاگتے نظر آتے۔ وہ سمجھ گئے کہ ضرور بادشاہ دارا گیا اور الفاظ والے غلبت کھا کر بھاگ گئے۔

یہ عیسائی اب تک لڑ رہے تھے ان کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ ہر محاذ سے شکست کھا کر بھاگتے گئے یہ ان جنگ میں ایک بھی نہ تھا۔ ان کے بھاگنے ہی مسلمانوں نے ان کا مقابلہ شروع کر دیا اور در در تک انہیں مارنے لگے ان کے پیچھے لگ چلے گئے۔ لیکن جب دو ہفتہ دور لڑ گئے جب یہ لوگ لڑتے آتے اور انہوں نے سب سے پہلے بادشاہ اور سوئی کے کیمپ پر چھاپے مارا اور ان کا تمام سامان اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اس کے بعد انہوں نے شہیدوں کو فیک بیک ملے لیا۔ ایک سو تیسویں شہید ہوئے تھے لیکن عیسائی تقریباً اسی ہزار مارے گئے تھے انہوں نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھ کر انہیں دفن کر دیا اور وہاں سے داس انہیں کی طرف کوچ کر دیا۔

اس طرح افلاک کا مغرور اور غندی بادشاہ شکست کھا کر بھاگا۔ پھر اسے مسلمانوں کے مقابلہ میں آنے کا حوصلہ نہ ہوا وہ اپنی بیٹی کو بھی بھول گیا اور افلاک میں چنہ کر حالت کی عاکس بن گئے۔

سوئی دو مرتبہ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے آیا اور دونوں مرتبہ بر خون سے شکست کھا کھا کر بھاگا اس کے حوصلے پست ہو گئے اور پھر اس نے بھی مسلمانوں سے لڑنے اور طاریوں کو بھڑانے کی کوشش نہ کی۔

چونکہ ان دونوں کے متعلق کسی تاریخ میں کوئی اور تذکرہ نہیں لکھا۔ اس لئے ہم نے بھی ان کے واقعات اس باب میں ختم کر دیے ہیں۔ یہ واقعہ اسی روز ہوا جس روز عاصم داس انہیں کے ساتھ پہنچ کر قلعہ پر حملہ آور ہوئے تھے اور جس روز نبیل شہید ہوا تھا۔

افشاے راز

عاصم اور پادری سرسیوس سے رخصت ہو کر پیر انیسویں کی طرف روانہ ہو گئے تھے چونکہ رات زیادہ آگئی تھی اس لئے شہر کے بازار بند ہوئے گئے تھے اور راستے مسلمان ہو گئے تھے کہیں کہیں کوئی اکا دکا آ جا رہا تھا۔ چاندنی رات تھی چاند نکلا ہوا تھا۔ چاندنی چٹنگ رہی تھی اور اس کی ٹھنڈی روشنی میں ہر چیز ہلک سی تھی۔

قلعہ کی فصیل پر آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے اور ان شعلوں کے اوپر دھواں کا سانپان پھایا ہوا تھا یہ دونوں دہیہ کے اندر داخل ہوئے پادری اپنے مسکن کی طرف چلا گیا اور عاصم ٹیل ٹانگ کی طرف چلا۔

کچھ دور چل کر اسے داس ملے۔ انہوں نے کہا تم اس وقت کہاں سے آ رہے ہو؟

عاصم نے جواب دیا۔ سرسیوس کے پاس سے۔

داس۔ غالباً وہ مسلمانوں کو قتل کرنا چاہتا ہے۔

عاصم نے حیرت سے انہیں دیکھ کر کہا۔ آپ کو یہ خیال کیسے گزرا۔

داس۔ میں آپ کے قیام کا پتہ پوچھا تھا۔ وہاں سے معلوم ہوا کہ آپ کو سرسیوس نے بلایا ہے۔ اس لیے وقت طلی سے مجھے یہ خیال گزرا۔

عاصم۔ اور آپ کا یہ خیال درست ہے۔

داس۔ کیا اس کا ارادہ اسی وقت انہیں قتل کرنے کا ہے۔

عاصم۔ نہیں۔

عاصم۔ صبح۔

داس۔ لیکن صبح تک تو ہم بہت دیر کر سکتے ہیں۔

عاصم نے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا کر سکتے ہیں آپ؟

داس۔ ہم رات کو شیون مار سکتے ہیں۔

عاصمؓ۔ لیکن اس کی ضرورت نہیں ہے۔

وامسؓ۔ کیوں۔

عاصمؓ۔ اس طرح ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔

وامسؓ۔ کس وجہ سے۔

عاصمؓ۔ ہم بہت کم ہیں اور دشمن خدا کے اندر بہت زیادہ ہیں۔

وامسؓ نے ہنس کر کہا اس کا خطر نہ کرو۔ ہم وہ ہیں کہ ہمارا ایک ایک آدمی ایک

ایک ہزار سے زیادہ ہے۔

عاصمؓ۔ اگرچہ یہ سچ ہے لیکن اتنی رحمت اللہ تعالیٰ کی کیا ضرورت ہے۔

وامسؓ نے عاصم کو دیکھتے ہوئے پوچھا اور کیا تدبیر سوچی ہے آپ نے؟

عاصمؓ۔ میں خالد اور یزید سے ملنے کے لئے جا رہا ہوں ان سے مل کر آپ کو

بٹاؤں گا۔

وامسؓ۔ اچھا تو آپ مجھے بھی ساتھ لے چلیں۔

عاصمؓ۔ آپ کا جانا مناسب نہیں ہے۔

وامسؓ۔ تو میں آپ کی واپسی کا انتظار کروں۔

عاصمؓ۔ ہاں۔

وامسؓ۔ اچھا۔

عاصم روانہ ہوا اور وامسؓ وہاں سے ہٹ کر ایک درخت کے سایہ میں جا کھڑے

ہوئے۔

عاصم جبل خاند کے دروازہ پر پہنچا اور سپاہیوں کو بلا کھانے کا حکم دیا۔ سپاہیوں نے

بلا کھول کر چائیک کھول دیا۔ وہ جبل خاند کے اندر داخل ہوا۔

یہ جبل خاند اس قدر کشادہ تھا کہ اس میں وہ ہزار قیدی رکھے جاسکتے تھے لیکن اس

جبل خاند میں کمرہ ایک بھی نہ تھا۔ صرف ایک میدان تھا جس کی دیواریں آسمان سے باتیں

کرتی تھیں چلی گئی تھیں اور اس قدر مضبوط تھیں کہ ان کو توڑنے کا خیال بھی نہیں کیا

جاسکتا تھا۔

سرو کی کھانا تھا سرد مقام تھا ہر انسان پناہ گاہ یا سایہ کی جگہ دیتا تھا لیکن مسلمانوں

نے کوئی سایہ کا انتظام نہ کیا وہ آسمان کے نیچے خدا کے بنائے ہوئے فرش یعنی زمین پر

بیٹھے تھے۔

انہیں سروی سے بچنے کے لیے جہاں ملے دئے گئے تھے وہ بھی ناکافی تھے لیکن مسلمان

کچھ ایسے سخت جان واقع ہوئے تھے کہ ان پر نہ سروی کا اثر تھا نہ گرمی کا نہ بھوک کا نہ

پاس کا۔

حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اسلام کی خدمت کے لئے اپنی ہستیاں مٹا رکھی تھیں وہ

نہ ہی نمود چاہتے تھے نہ اعزاز کے بھوکے تھے نہ دولت کے خواہشمند تھے نہ عشرت کے

خوگر تھے۔ وہ چاہتے تھے خدا کی رضا ہوئی اور اس کی خوش نودی وہ جانتے تھے کہ دولت

عشرت کا پیش خیرہ ہے اور عیش میں انسان خدا کو بھول جاتا ہے اس لئے وہ دولت کی تمنا

نہیں کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ خدا ان سے خوش تھا ان کی مدد کرتا تھا۔ وہ فتح یاب

ہوتے تھے دنیا جہاں پر ان کی سیب پھلتی ہوئی تھی۔ زمانہ ان کی عزت کرنے پر مجبور تھا۔

ایک ہم مسلمان ہیں کہ عزت کھو چکے ہیں۔ حکومت دوسروں کو دے چکے ہیں لیکن

اب بھی آنکھیں نہیں کھلتیں ابھی تک نہ ہنسی ہے عیش و عشرت میں ڈوبے ہوئے ہیں خدا

کو بھول کر بھی یاد نہیں کرتے نماز پڑھنا کسر شان سمجھتے ہیں۔ روزے رکھنا بھوکوں کا کام

سمجھتے ہیں دیکھ چاہے جس قدر خرچ کر دیں حکام کی خوشنودی میں چاہے جتنا لالہ دیں لیکن

فقیر کو بے ہوا مسند کو بے بس بیوہ کو۔ معصوم بچیوں کو ایک چپہ بھی دینا گناہ سمجھتے ہیں۔

جب ہماری یہ کیفیت ہے تو ہم ذلیل کیوں نہ رہیں ہماری دولت کیوں نہ برباد ہو دنیا ہمیں

احسن کیوں نہ دے۔

بپ تک مسلمان خدا کو یاد نہ کریں گے۔ نماز کے پابند نہ ہوں گے روزے نہ

رکھیں گے امر و نہی پر غائل نہ ہوں گے کبھی ترقی نہ کر سکیں گے۔

ترجہ زمانہ اس بات کو کہ رہا ہے کہ خدا پرستی ہی سے ترقی ہو سکتی ہے لیکن مسلمان

جن کے گھر سے خدا پرستی نکلی ہے خدا پرستی سے بھاگتے ہیں۔

مجھ میں نہیں آتا کہ ہمیں کس بات پر فخر ہے اور کیوں ہم خدا کو بھول گئے ہیں۔ کیا

ہم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ قیامت نہ ہو گی اور حساب نہ ہو گا اعمال کی جواب دہی نہ کرنی

پڑے گی گنہگار دوزخ میں اور پرہیزگار جنت میں نہ جائیں گے۔ مسلمانوں یہ ہو گا اور ضرور

ہو گا۔ سمجھو۔ زکوہ دو۔ مگر عزت کے ساتھ خدا کو یاد کرنا شروع کر دو۔ خدا تمہاری مدد

کریں گے جیسے تم پہلے تھے ویسے ہی اب ہو جائے گا جو چاہو گے مل جائے گا۔

ہماری حالت باہل اس غلام جیسی ہے جو آقا سے باقی ہو گیا ہو اور جانتا ہو کہ آقا

اسے وہی سب کچھ دیتا رہے جو اس وقت دیتا تھا جب وہ اس کی اطاعت کرتا تھا۔

یہ کیسے ممکن ہے۔ آقا کی اطاعت کرنے لگو۔ پیدا کرنے والے کو یاد کرو۔ وہ پھر مہربانیاں شروع کر دے گا۔ پھر دنیا بھائی پر چھا جاؤ گے۔

عاصم جب نیل خانہ کے اندر گیا تو اس نے خالدؓ۔ یوحنا اور دو سرے تمام مسلمانوں کو ایک جگہ بیٹھے دیکھا حضرت خالدؓ احادیث بیان کر رہے تھے اور سب بیٹھے سن رہے تھے۔

عاصم کو دیکھتے ہی خالدؓ چپ ہونے لگے اور سب نے اسے نظریں اٹھا کر دیکھا۔

عاصم نے قریب پہنچ کر سلام کیا۔ خالدؓ نے سلام کا جواب دے کر کہا۔ آؤ۔ عاصم! اس وقت کیسے آیا ہو گیا۔ عاصم ان کے قریب بیٹھ گیا۔ اس نے کہا۔ آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ میں پھر مسلمان ہو گیا ہوں۔

خالدؓ۔ ہاں یوحنا نے اس کا تذکرہ کیا تھا لیکن۔۔۔۔۔

عاصم نے قطع کام کرتے ہوئے کہا۔ لیکن یوحنا اس وجہ سے مجھ سے کچھ مشکوک ہو گئے ہیں کہ میں انہیں گرفتار کر کے لایا ہوں۔

خالدؓ۔ نہ صرف یوحنا بلکہ ہم سب مسلمان بھی۔

عاصم۔ ہوا بھی چاہئے تھا۔ کیونکہ میں نے یوحنا اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کیا تھا۔ مگر اس گرفتاری میں ایک مصیبت تھی۔

خالدؓ۔ کیا۔

عاصم۔ یہ کہ ہمارا وقار و افتخار عیسائیوں میں قائم ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ میں نے یوحنا کو آپ کے پاس قید کر لیا اور عیسائی مخالفوں کو بھاگ کر اپنے لوگ پہرہ اور حفاظت پر مقرر کرانے۔

خالدؓ۔ لیکن ہمیں کوئی سہولت ایم نہ پہنچائی۔

عاصم۔ اس کی بھی میری مصیبت نے اعانت نہ دی۔ کیونکہ اگر میں آپ کے ساتھ کوئی رعایت کرتا تو ضرور پادری یا مسیحیوں کو معلوم ہو جاتا اور پھر اس گھر میں غالی پڑ جاتی جو میں کرنے والا تھا۔

خالدؓ۔ اور وہ کیا گھر سوئی تھی آپ نے۔

عاصم۔ آپ کو آزاد کر کے اہلک قلعہ پر حملہ کر دیا۔

خالدؓ۔ نہایت مبارک خیال ہے تمہارا۔ کیا اس کا وقت ابھی نہیں آیا ہے۔

عاصم۔ اب آگیا ہے۔

خالدؓ۔ اور تم اس وقت اسی لئے آئے ہو۔

عاصم۔ نہیں۔ اس وقت میں آپ کو آزاد کرنے اور ہتھیار دینے کے لئے آیا ہوں۔

خالدؓ۔ خدا تم پر اپنی رحمت نازل کرے تم نے آج ہمیں سب کو خوش کر دیا۔

عاصم۔ میں شاید ابھی ایک دو روز اور توقف کرنا۔ لیکن آج عیسائیوں نے مجھے طلب کر کے کہا کہ وہ کچھ مسلمانوں کی قربانی کرنا چاہتا ہے اور اس لئے مجھے انتظار کرنا مناسب نہیں معلوم ہوا۔

خالدؓ۔ کیا عیسائی انسانوں کی قربانی بھی کر دیتے ہیں۔

عاصم۔ میں عرصہ تک عیسائی رہا ہوں ان کی معاشرت اور ان کے مذہب سے خوب واقف ہو گیا ہوں۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ عیسائیوں نے مذہب و انہیں اور

تفریح بنا لیا۔ بے غراب ان کے یہاں جاتے ہوئے وہ کھیتے ہیں۔ حرام اور حلال کی ان۔۔۔۔۔

یہاں تفریق نہیں۔ شرم اور حیا کو وہ ضروری نہیں سمجھتے لہذا انہیں اور پادریوں کی مینا سوز حرکتیں

انسانی مشیت پر ماتم کرتی ہیں۔ کبھی یہی انسانوں کی بھی قربانی کر دیتے ہیں۔

خالدؓ۔ اسی لئے خدا نے عرب میں حضرت محمد مصطفیٰ کو بھی بھیجا تھا۔ آپ اور آپ

خدا کا پیلو مذہب اسلام ہے۔

عاصم۔ میں بھی اس بات کا قائل ہو گیا ہوں۔

خالدؓ۔ اجماعاً ہمیں حملہ کس وقت کرنا چاہئے۔

عاصم۔ صبح کے وقت جب میں نمونہ نکالوں۔ خوش قسمتی سے عیسائیوں کی قیادت

انہیں بھیج کر آپ کے پاس لا رہی ہے۔

خالدؓ۔ وہ کیسے؟

عاصم۔ صبح اسی گرجہ میں تمام مسیحیوں شہر اور لوبی جمع ہو کر حلف وکا داری

انہوں نے ان پر حملہ کرنے کا وہی وقت ہو گا۔

خالدؓ۔ بہت خوب۔ اعزاز کتنے آوی ہو جائیں گے وہ۔

عاصم۔ شاید وہ تین ہزار ہو جائیں۔

خالدؓ۔ کچھ زیادہ نہیں ہیں۔

عاصم۔ سنئے ساتھ آوی تو آپ کے ساتھ ہیں اور چالیس یوحنا کے اور پانچ۔۔۔۔۔

میرے اس طرح چھ سو تو یہ ہونے اور چار سو مسلمان اور ہیں۔

خالدؓ۔ نے حیرت بھری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔ وہ کون

عاصمؓ۔ داس اور ان کے بھائی۔

داسؓ کا نام سن کر خالدؓ اور ان کے تمام ساتھی سخت حیر ہوئے انہوں نے کہا۔
 داسؓ؟..... وہ کیسے آئے؟

عاصمؓ۔ وہ درمیان جا رہے تھے راستہ میں مجھے مل گئے اور میں انہیں اپنے ساتھ
 لے آیا۔ اس طرح ہماری تعداد پوری ایک ہزار ہو گئی ہے۔
 خالدؓ نے خوش ہوتے ہوئے کہا جب تو انشاء اللہ ہم میں ہزار ہ ہمارے ہیں اچھا تم
 ہمارے لئے ہتھیار فراہم کرو۔

عاصمؓ۔ ہنر ہے۔ لیکن یہ احتیاط رکھئے کہ ہتھیار حملہ کرنے کے وقت تک ہمارے
 کے نیچے چھپے رہیں۔

خالدؓ۔ اطمینان رکھو ہم خود احتیاط رکھیں گے۔

عاصمؓ نے یوقا سے مخاطب ہو کر کہا میں نے آپ کے ساتھ گشتی کی ہے کیا آپ
 مخالف فرمائیں گے؟

یوقا نے مسکرا کر کہا۔ "ایسی گشتیاں تو کوئی روز میرے ساتھ کیا کرے مجھے خوشی
 ہے کہ تم اسلام پر مستقل ہو گئے۔ جب تم بھائی ہو تو ہمیں مجھ پر پورا اختیار تھا۔ میں تم
 سے ناشی نہیں ہوں اس طرح تمہارا خیال اور مسلمانوں کی خدمت کا تھا۔

عاصمؓ مسکراتا ہوا تھا۔ سلام کیا اور وہاں سے نکل کر جبل خاند سے باہر کیا اس نے
 قتل لگانے کو منع کر دیا اور کچھ آدمیوں کو ساتھ لے کر چلا جب وہ اس جگہ آیا جہاں اس
 سے داسؓ نے تھے تو وہ رک گیا اور اوپر اصرار دیکھنے لگا۔

داسؓ ابھی تک درخت کے سایہ میں کھڑے اس کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ دیکھ کر
 اس کے پاس آئے۔ عاصمؓ نے مختصر طور پر انہیں تمام واقعات سنا دیے وہ سن کر بہت خوش
 ہوئے اور وہاں سے اپنی قیام گاہ پر چلے گئے۔

عاصمؓ اپنے مسکن پر پہنچا اور وہاں سے اہلین اور کھادیں ان آدمیوں کو دے کر
 ہدایت کر دی کہ وہ جبل خاند کے اندر پہنچا دیں۔ چاہی ہتھیار لے کر چلے گئے اور عاصمؓ
 آرام کرنے کے لئے آرام گاہ میں داخل ہوا۔

خوفزدہ ہمارے

مرسیوس بہت سویرے بیدار ہوا۔ اور ضروریات سے فراغت کر کے گرہ چلنے کے

لئے تیار ہو گیا۔ وہ اپنے افسروں کے آنے کا انتظار کر رہا تھا اس کی آنکھیں کھل کر
 دروازہ کی طرف لگی ہوئی تھیں۔

چند ہی لمحوں کے بعد دروازہ کا پردہ اٹھا اور ارسالوس داخل ہوا اسے دیکھتے ہی مرسیوس
 کی تیرہری میں بل پڑ گئے۔ اس نے کہا۔ "پھر آئے تم؟
 ارسالوس بیٹھ کر سامنے کوچ پر بیٹھ گیا۔ اس نے کہا۔ "ہاں میں بھر آیا۔ مگر ایک
 ضروری بات کہنے کے لئے۔"

ارسالوسؓ۔ رات میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔
 مرسیوس کیا؟

ارسالوسؓ۔ میں نے دیکھا ہے کہ ہم بیٹھ سموریہ میں جمع ہیں اور فتح پانی کی دعا
 مانگ رہے ہیں۔ دلو "شور مچا ہوا۔ نہایت خوفناک اور بڑا سیب۔ ہم سب حیران ہو کر
 سننے لگے۔ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے قربان گاہ میں سے خون کا دریا اٹھا اور لہریں لیت کر بہ
 بنے لگا۔ ہمارے بہت سے آدمی اس میں غرق ہو گئے اور ایک ایسے شخص نے جو ہم میں
 ہی سے تھا لیکن میں اس کی صورت نہ دیکھ سکا آپ کو اٹھا کر اس دریا میں غوطہ دے دیا۔
 میں خوف سے کانپ اٹھا اور فوراً ہی میری آنکھ کھل گئی۔

مرسیوس نے مسکرا کر کہا۔ "تمہارا خواب سچا ہے۔ میں نے ہمیں اطلاع نہیں دی
 کہ آج ہم داسؓ انہیں کے تمام معزز اور شریف لوگ بیٹھ سموریہ میں جمع ہو کر وفاداری
 کا حلف اٹھائیں گے اور حلف اٹھانے کے بعد پانچ مسلمانوں کو قربان گاہ کے سامنے ذبح
 کریں گے۔ میں نے طے کیا ہے کہ میں مسلمانوں کے خون سے اپنی پیشانی پر نیک لگاؤں گا
 اور پھر ہم قلعہ سے باہر نکل کر اسلامی فطکر پر حملہ کریں گے یہی واقعات آپ نے خواب
 میں دیکھے ہیں۔ اس لئے آپ کا خواب سچا ہے اور اس کی تصویر ابھی چند ہی منٹوں میں
 ظاہر ہو جائے گی۔"

ارسالوسؓ۔ لیکن میرا دل کہتا ہے کہ مجھ نہیں جو وہاں کوئی اور ہی واقعہ پیش
 آئے۔

مرسیوسؓ۔ بالکل اندیشہ نہ کرو۔ چلو میرے ساتھ گرہ میں چل کر تمام واقعات کو

نور انہی آنکھوں سے دیکھ لیتا۔

اور سالوس نے۔۔۔ سناٹ کیلئے جس وہاں جانا مناسب نہیں سمجھا۔

مزید سوس۔۔۔ اچھا نہ ہوا۔ میں خود نہیں آکر جاؤں گا۔

اب خامرہ داخل ہوا اس نے زمین پر م کر کہا۔ "حضور! فوجی افسر حاضر ہو گئے ہیں۔

مہربانوں نے اٹھ کر ہوئے کہا۔ "مجھے ان کا ہی انتظار تھا۔"

اور سالوس بھی کھڑا ہو گیا۔ دونوں پہلے۔ گھر سے باہر نکلے یہاں راست سے لوگ فوجی

درداں پہلے کھڑے تھے انہوں نے سجدہ کی شان سے زمین پر گر کر اسے سلام کیا۔ اس نے

ختم کردے اشارہ سے سلام کیا اور کہا۔ "بڑی دیر لگا دی۔ آپ لوگوں نے۔"

ایک افسر نے کہا۔ "بھائی جاؤ! جب سب لوگ گرج میں پہنچ چکے ہم تب حاضر ہوئے

ہیں۔"

مہربانوں نے۔۔۔ بہت خوب لیا تم نے۔ اچھا چلا۔

مہربانوں نے سب سے آگے اور فوجی افسر اس کے پیچھے چلے۔ قصر سے باہر نکل کر

گھوڑوں پر سوار ہوئے اور گرج کی طرف چل پڑے۔

سالوس انہیں صریحہ افسر کی نظروں سے دیکھتا ہوا اپنے محل کی طرف چلا گیا۔

سالوس نے اپنی جماعت کے سپر کنویرس بھی بھیجا۔ پادریوں کی جماعت گرج کے

مقابلہ سے باہر دروازہ پر اس کے استقبال کے لئے کھڑی تھیں۔

سالوس نے دروازہ پر پہنچ کر دیکھا۔ گھوڑوں سے اترے اور احاطہ کے اندر داخل ہوئے

دروازہ پر پہنچے پہلے۔ یہ سب گرج کی عمارت کے سامنے پہنچے یہاں سیکڑوں معزز

لوگ حاکم تھے وہ مہربانوں کو دیکھتے ہی جھک گئے اور جب وہ بڑھ کر گرج کے دروازہ میں

داخل ہوئے تو وہ بھی پیچھے چل پڑے۔

سالوس نے یہ گھر کو خوب گراست کر دیا گیا تھا۔ نازہ پھولوں کے دار دروازوں پر

گراڑی صورت میں لگا دے گئے تھے اور کانچوں اور الماریوں میں لگے دیوں میں گھومتے دکھ

دے آتے تھے۔ یہ دار اور گھومتے خوش رنگ اور خوشبودار پھولوں کے تھے ان کی خاطر جڑ

سے تمام آسے تک رہتے تھے۔

مہربانوں نے جب پہلے گھر میں پہنچا تو اس نے وہاں بڑے پادری کو دیکھا۔ پادری نے

منکرا کر کہا۔ "اوس افسر کے والی کا گرج میں آنا مبارک ہو۔"

وہ جھک کر اس کے پاس جا کھڑا ہوا۔ جب اس کی نظر سامنے کی دیوار کی طرف گئی تو

اسے چندہ میں ہی پڑی چہرہ۔ شہر میں لوگ کھن لوگ حسین لڑکیاں کھڑی نظر آئیں ان لڑکیوں کا
لباس رسمی تھا اور بالکل اسی قسم کا تھا جیسا خالد اور دوسرے مسلمانوں نے جیسا انہوں کی
جانی ہوئی بہشت میں رہنے والی لڑکیوں کا دیکھا تھا۔

لڑکیاں اپنے گداز سینوں پر ہاتھ رکھ رکھ کر سنبھل سنبھل کر کھڑی ہو گئیں بعض کی

گھڑی دیشانیوں پر خاص صورت زلفوں کی شیش آڑی تھیں۔ انہوں نے دلچسپ اور سے

ہازک سروں کو ہلکا دے کر انہیں بتایا اور نہایت سریلہ انداز میں نہایت شہوان کیا۔

ان کی شہر آوازیں آہستہ آہستہ ترنم ریڈی کرلی بلند ہوئیں اور بڑے بڑے چہرے تمام

گھر میں بھر گئیں۔ ایسا معلوم ہونے لگا جیسے گھر کے در و دیوار سے گانے کی روح پرواز

مداہمیں آ رہی ہوں۔ یہ لڑکیاں علم موسیقی سے خوب واقف معلوم ہوتی تھیں گیت پر ایک

لوہ میں گا رہی تھیں۔ ان کی سرلی آواز کے ساتھ نئے والوں کی روح میں گھر کی انہیں

تیرتی بھرتے لگی تھیں۔ ان میں سے ہر ایک پر وہ کی سی کیفیت طاری ہو گئی تھی اور سب

کو بخیر ہو کر رہ گئے تھے۔

ہو گیت یا نغمہ ان پر ہی جمال لڑکیوں نے شروع کیا تھا اس میں حضرت عیسیٰ کے

فضائل بیان کئے گئے تھے اور عوام الناس کو ان کے اقوال پر عمل کرنے کی ہدایت کی گئی

تھی۔

یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان میں سے کتنے آدمیوں نے نصیحت سمجھ کر حال لیکن میں

سب رہے تھے نہایت خود سے مدد توں متوجہ ہوئے۔ خود قسم ہو گیا لیکن نئے والوں کی

روحیں موسیقی کے سمندر میں عرصہ تک غوطہ کھاتی رہیں رفتہ رفتہ جب ان کا اثر بالکل دور

ہو گیا تب وہ سب ہوش میں آئے اور سب نے ٹھٹھکے ٹھٹھکے سنائی گئے۔

اب پادری نے اٹھ کر کہا۔ "میں تقرر کرنے کے لئے کھڑا نہیں ہوا ہوں صرف یہ کہنا

چاہتا ہوں کہ ہماری ساری کوششیں بیکار نہیں ہوں۔ ہمارے فکروں کو رہنمائی کے میدان میں شکست

ہوئی۔ ہمارا ہر معزز بادشاہ وہاں مارا گیا اور اب مسلمان قلعہ پر حملہ آور ہوئے ہیں ایک

بھٹائی بھی یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ مسلمان اس کے شہر یا قلعہ پر قبضہ کر لیں کیونکہ یہ

مسلمان ملک داری کے لئے قبضہ نہیں کرتے وہ دولت حکومت اور حسین لڑکیاں نہیں

چاہتے۔ بلکہ وہ ساری دنیا کو مسلمان بنانا چاہتے ہیں۔ جیسا کہ کو دنیا سے ملنا چاہتے ہیں اور

یہی چیز جیسا انہوں کو تکلیف دینے والی ہے جیسا کہ اسلام کو پھیلنے اور لوگوں کو مسلمان ہونے

نہیں دیکھ سکتے۔ اس لئے آپ سب کو جمع کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کے سامنے جمل کر حلف

الغاف۔ عیسائی مذہب کی حمایت میں آخری دم تک لڑے۔ یوں کیا تم یہ حلف اٹھانے کے لئے تیار ہو۔

سب نے بلند آواز سے کہا۔ "ستار ہیں۔"

پادری نے۔ "اسی تو آؤ اور خدا کے بیٹے کے مذہب سے وفاداری کرنے کا حلف اٹھاؤ۔ یہ کہتے ہی وہ الغاف۔ اس کے ساتھ ہی مریسوں الغاف اور ان دونوں کے اٹھنے ہی تمام لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور نہایت خاموشی سے آہستہ آہستہ قریان گاہ کی طرف چلے۔

اس بڑے کمرے سے وہ کمروں کے بعد وہ لمبا کمرہ تھا جس میں عیسائی نماز پڑھا کرتے تھے۔ اس کے ایک طرف قریان گاہ تھی۔ قریان گاہ کے داہنی طرف ایک چاندی کا چھوٹا سا تخت تھا اس تخت کے اوپر حضرت عیسیٰ کا مجسمہ کھڑا تھا۔ ان کے دونوں ہاتھ اس شان سے اٹھے ہوئے تھے جیسے وہ دعا مانگ رہے ہوں۔

اس وقت حضرت عیسیٰ کے پیٹ پر بیٹنگوں ہار پڑے ہوئے تھے۔

یہ سب لوگ اس کمرے میں آکر سر جھکا جھکا کر کھڑے ہو گئے۔ پادری نے کہا۔ "ہر شخص اپنے اپنے نمبر سے بچہ کر آئے اور خداوند کی تصویر کے سامنے جھک کر حلف اٹھائے کہ وہ زندگی بھر مسلمانوں سے لڑے گا۔

پادری تصویر کے سامنے جا کھڑا ہوا اور ایک ایک عیسائی بچہ کر تصویر کے سامنے جھک کر حلف اٹھانے اور حلف اٹھا کر دوسری طرف کھڑا ہونے لگا۔

اس طرح سے تمام عیسائیوں نے ایک ایک کر کے حلف اٹھایا سب سے آخر میں مریسوں نے بچہ کر قسم کھائی۔ اس طرح وہی حلف اٹھا کر وہ واپس لوٹے اور اسی ہال میں آئے جہاں لڑکیاں تھیں مگر اس وقت وہ وہاں نہ تھیں۔ کمرہ خالی تھا۔ یہاں آکر مریسوں نے کہا۔ اب آپ کے سامنے پانچ مسلمانوں کو ذبح کیا جائے گا اور وہ اس لئے کہ مقدس باپ نے کل غراب میں ایک ولی اللہ کو دیکھا ہے انہوں نے ہدایت کی ہے کہ ہم قریان کریں مسلمانوں کی قریانی سے زیادہ اور کسی چیز کی قریانی ہو سکتی ہے۔"

ابھی کوئی اور کچھ نہ کہتے پایا تھا کہ پادری گھبرایا ہوا آیا اس نے آگے ہی کہا۔ "مضور وفاق۔"

وہ سخت پریشان اور بدحواس معلوم ہوتا تھا۔ اس کا سانس پھول رہا تھا خورہ غم نہ کر سکا۔ سب اسے حیرت اور خوف بھری نگاہوں سے دیکھتے گئے۔ مریسوں نے جلدی سے دریافت کیا۔ "کیسی وفاق۔"

اس نے رک رک کر کہا۔ "عالم نے دعا کی۔۔۔۔۔ اس نے مسلمانوں کو دبا کر دیا۔ سب غور سے اس کی باتیں سن رہے تھے۔ مگر وہ رک رک کر بوجھ رہا تھا تو اس سے ان کا غلغلہ بڑھتا تھا۔ مریسوں کو بھی الجھن ہو رہی تھی۔ اس نے کہا انہوں نے کیا کیا۔

اس نے پھر کہنا شروع کیا۔ وہ جیل خانہ سے نکل نکل کر گھومیں لے اس طرف بڑھے چلے آ رہے ہیں۔ "اس دھشت خیر خیر کو سن کر تمام عیسائی خوفزدہ ہو گئے وہ گھبرا گھبرا کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ مریسوں پر ہمارے کچھ ہیبت طاری ہوئی۔ لیکن وہ فوراً سنبھلا اور اس نے کہا۔ "عیسائی دلیو۔ پرواہ نہ کرو گھبراہٹ سمجھو اور ان بد بختوں کو قتل کر ڈالو۔ یہ کہتے ہی اس نے تلوار کھینچی۔ اس کی دیکھا دیکھی لوروں کو بھی جوش آیا اور انہوں نے بھی تلواریں کھینچ لیں۔

اب مریسوں تنہی سے چلا۔ اس کے پیچھے تمام عیسائی چلے۔ اب میں جنگ کرنے اور مسلمانوں کو مار ڈالنے کا جذبہ پیدا ہو چکا تھا۔

وہ سب گریب سے نکل کر باہر آئے انہوں نے دیکھا کہ سامنے سے مسلمان شیروں کی طرح چل کر گھومیں لے بڑھے چلے آ رہے ہیں۔

مریسوں نے جلدی سے عیسائیوں کو جمع کر کے صف بست کر دیا اور مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ان کی طرف بڑھنے لگا۔

اکیسواں باب

عیسائیوں کا فرار

مسلمان بھی اپنی صفیں مرتب کے قدم بڑھے چلے آ رہے تھے ان کی پر غضب لگاچیں عیسائیوں کی طرف لگی ہوئی تھیں سب سے اگلی صف میں خالد۔ سعید۔ یوگا۔ واس۔ ابو ابول اور عالم۔ سہ چند پیچہ پیچہ لوگوں کے تھے اور ان کے پیچھے واس کے ساتھی۔ ان کے بعد عالم کے ہمراہی تھے۔

جب وہ عیسائیوں کے زیادہ قریب آ گئے تو انہوں نے اللہ اکبر کا پرہیز نہ کیا۔ نحو کی اس فضا سے۔۔۔ نہیں لڑ گئی۔ عیسائی گھبرا گئے۔

عیسائیوں کی تعداد تقریباً چار ہزار تھی۔ مسلمان صرف ایک ہزار ہی تھے پھر وہ اپنے

قلعہ کے اندر تھے گرجہ کے احاطہ کے باہر پچاس ساٹھ ہزار لڑنے والے سپاہی اور اسے ہی اہل شہر تھے۔ انہیں ہر طرح کا اطمینان تھا ہر وقت مدد آنے کی توقع تھی مسلمانوں کو نہ مدد پہنچ سکتی تھی۔ نہ ان کی تعداد زیادہ تھی۔ ہاں انہیں خدا پر اعتماد تھا اور اسی کے بحروسہ پر جان بازی کے لئے تیار ہو گئے تھے۔

دو عیسائیوں کے قریب جا کر رکے خاند نے کہا۔ "عیسائیو! موت تمہارے سر پر آگئی ہے زندگی چاہتے ہو تو ہتھیار ڈال دو۔"

مرسیوس نے پیشانی پر ہل ڈال کر کہا۔ "ہتھیار ڈال دیں۔۔۔؟
تمہارے سامنے۔۔۔؟ ہم تم پر رحم کر سکتے ہیں اگر تم کھواریں ہمیں دے دو اور چپ چاپ گرفتار ہو جاؤ۔

خاند۔ یہ گرجہ ہے عیسائیوں کا معبد گلاب۔ ہمارے دل میں اس کا احترام ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ یہاں خونریزی کی جائے۔ اس لئے۔۔۔"

مرسیوس نے قہقہہ لگا کر کہا۔ اس لئے ہم تمہیں چھوڑ دیں۔ جانے دیں یہی مقصد ہے نہ آپ کا۔

خاند نے سنجیدگی کے ساتھ کہا۔ "نہیں۔ ہم یہ نہیں چاہتے۔"
مرسیوس۔ اور کیا چاہتے ہو تم۔

خاند۔ ہم قلعہ کے اندر قلعہ سے جانے کے لئے نہیں آئے ہیں۔
مرسیوس نے قہقہہ کی نغریوں سے خاند کو دیکھ کر کہا۔ گویا تم خود آئے تھے۔

خاند۔ ہمیں خدا لایا تھا۔
مرسیوس نے برا سامنہ بنا کر کہا۔ "خدا لایا تھا۔۔۔ یہ نہیں کہتے کہ ہم گرفتار کر کے لائے تھے۔"

خاند۔ ہم ہر بات کو خدا کی طرف سے سمجھتے ہیں۔
مرسیوس۔ خیر۔۔۔۔۔ اچھا اب تم کیا چاہتے ہو۔

خاند۔ تم قلعہ اندر سے حوالہ کرو۔
مرسیوس کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے کہا۔ قلعہ کے اندر محصور ہو۔ عیسائیوں میں گھرے

اوسے ہو۔ لیکن باتیں الٹی کر دے ہو جیسے ہم تمہارے بس میں آگئے ہیں۔
خاند۔ اگر لٹھڑے دل سے تم سوچو تو ضرور اس نتیجہ پر پہنچ جاؤ گے کہ جنگ کر

کے جان کھوا کر قلعہ حوالہ کرنا پڑے گا۔

مرسیوس نے غصہ سے بچھو گلاب کھاتے ہوئے کہا۔ "یہ خیال ہے؟
اچھا تو سنو تم میں سے ایک کو بھی زندہ نہ جانے دیا جائے گا۔ ہم تو کیا لیکن تم اپنی موت کا انتظار کرو۔"

اب وہ اپنے لوگوں سے مخاطب ہو کر بولا۔ دیکھو! تم نے سن لیا کہ یہ شہر یہ سر مسلمان کیا چاہتے ہیں؟ وہی جو گرجہ کے اندر تم سے مقدس باپ نے کہا تھا۔ یعنی قلعہ پر قبضہ اور قلعہ پر قبضہ کر کے حبس مسلمان بنانا۔ اگر تم مسلمان نہ ہونا چاہو تو موت کے گھاٹ اتار دینا۔ تمہاری عورتوں کو اپنی لٹھڑیاں اور پیڑیاں بنانا۔ تمہارے بچوں کو اپنے غلام اور خدمت گار بنا کر ان سے خدمت لینا۔ کیا تم گوارا کر لو گے کہ عیسائیت مٹ جائے۔ گرجہ گرا دے جائیں۔ عیسائی مسلمان بن جائیں تمہاری عورتیں ان کے حرم میں داخل ہو جائیں۔

مرسیوس۔ خوداری اسی کو کہتے ہیں۔ اچھا تو بڑھو اور ان وحشی مسلمانوں کو دیکھا دو کہ تم بیلبار ہو۔ ببادری کی اولاد ہو۔ حملہ کرو اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو۔

عیسائیوں میں جوش و غضب کی لہر دوڑ گئی۔ وہ غصہ سے سرخ ہو گئے۔ ان کے جسموں میں فریاد جوش سے خون کھولنے لگا وہ شور کرتے ہوئے بڑھے۔

ان کے پیچھے پادری کھڑے تھے۔ انہوں نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کہیں مانگنا شروع کر دیں۔

عیسائیوں کو اپنی طرف آنے ہوئے دیکھ کر مسلمانوں نے بھی پرمنا شروع کیا۔ فاصلہ کتنا دور کیا تھا۔ صرف پندرہ قدم چلنا تھا دونوں بڑھ کر رہ گئے۔

فریقین کے ہاتھوں میں نگلی کھواریں تھیں ہی لمبھیز ہوتے ہی صاف دشلف کھواریں آفتاب کی شعاعوں میں جھلکائی پڑھیں اور انسانوں کی طرف بچھیں ان کے جھنجکے ہی کھٹ کھٹ کی کوازیں آئے لگیں۔

عیسائیوں نے حمایت جوش سے مسلمانوں پر اور مسلمانوں نے حمایت جوش سے عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ دونوں فریق کی کھواریں انہیں اور ڈھالوں پر جا کر رکیں۔

چونکہ فریقین پیول کر رہے تھے اس لئے پہلا حملہ کرتے ہی کچھ پیچھے ہٹے اور پھر بڑھ کر حملہ کر رہے تھے۔ اب کھواریں ڈھالوں سے اونٹ کر سردیہ میں تھرتے لگیں سرکٹ کٹ کر گرنے لگے۔ دھڑک دھڑک کر ترپنے لگے خون زمین پر بہنے لگا۔

چونکہ اس وقت عیسائی اور مسلمان دونوں میں سے کوئی بھی ذرہ یکتریں نہ پہنے ہوئے

قلعہ کے اندر تھے گرجہ کے احاطہ کے باہر پچاس ساٹھ ہزار لڑنے والے سپاہی اور آستے ہی اہل شہر تھے۔ انہیں ہر طرح کا اطمینان تھا ہر وقت مدد آنے کی توقع تھی مسلمانوں کو نہ مدد پہنچ سکتی تھی۔ نہ ان کی تعداد زیادہ تھی۔ ہاں انہیں خدا پر اعتماد تھا اور اسی کے بحروسہ پر جاننازی کے لئے تیار ہو گئے تھے۔

دو عیسائیوں کے قریب جا کر دیکھنے لگا۔ "عیسائیو! موت تمہارے سر پر آگئی ہے زندگی چاہتے ہو تو ہتھیار ڈال دو۔"

مرسیوس نے پیشانی پر ہل ڈال کر کہا۔ "ہتھیار ڈال دیں۔۔۔؟
تمہارے سامنے۔۔۔؟ ہم تم پر رحم کر سکتے ہیں اگر تم کھواریں ہمیں دے دو اور چپ چاپ گرفتار ہو جاؤ۔

خالدؓ۔ یہ گرجہ ہے عیسائیوں کا معبد گلاب۔ ہمارے دل میں اس کا احترام ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ یہاں خونریزی کی جائے۔ اس لئے۔۔۔"

مرسیوس نے قہقہہ لگا کر کہا۔ اس لئے ہم تمہیں چھوڑ دیں۔ جانے دیں یہی مقصد ہے نہ آپ کا۔

خالدؓ نے سنجیدگی کے ساتھ کہا۔ "نہیں۔ ہم یہ نہیں چاہتے۔"
مرسیوسؓ۔ اور کیا چاہتے ہو تم۔

خالدؓ۔ ہم قلعہ کے اندر قلعہ سے جانے کے لئے نہیں آئے ہیں۔
مرسیوسؓ نے قہقہہ کی نغریوں سے خالدؓ کو دیکھ کر کہا۔ گویا تم خود آئے تھے۔

خالدؓ۔ ہمیں خدا لایا تھا۔
مرسیوسؓ نے برا سامنہ بنا کر کہا۔ "خدا لایا تھا۔۔۔ یہ نہیں کہتے کہ ہم گرفتار کر کے لائے تھے۔"

خالدؓ۔ ہم ہر بات کو خدا کی طرف سے سمجھتے ہیں۔
مرسیوسؓ۔ خیر۔۔۔۔۔ اچھا اب تم کیا چاہتے ہو۔

خالدؓ۔ تم قلعہ اندر سے حوالہ کرو۔
مرسیوسؓ کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے کہا۔ قلعہ کے اندر محصور ہو۔ عیسائیوں میں گھرے

اوستے ہو۔ لیکن بائیس الکی کر دے ہو جیسے ہم تمہارے بس میں آگئے ہیں۔
خالدؓ۔ اگر لٹھڑے دل سے تم سوچو تو ضرور اس نتیجہ پر پہنچ جاؤ گے کہ جنگ کر

کے جان کھوا کر قلعہ حوالہ کرنا پڑے گا۔

مرسیوسؓ نے غصہ سے تپت و تپت لکھتے ہوئے کہا۔ "یہ خیال ہے؟
اچھا تو سنو تم میں سے ایک کو بھی زندہ نہ جانے دیا جائے گا۔ ہم تو کیا لیکن تم اپنی موت کا انتظار کرو۔"

اب وہ اپنے لوگوں سے مخاطب ہو کر بولا۔ دیکھو! تم نے سن لیا کہ یہ شہر یہ سر مسلمان کیا چاہتے ہیں؟ وہی جو گرجہ کے اندر تم سے مقدس باپ نے کہا تھا۔ یعنی قلعہ پر قبضہ اور قلعہ پر قبضہ کر کے حبس مسلمان بنانا۔ اگر تم مسلمان نہ ہونا چاہو تو موت کے گھاٹ اتار دینا۔ تمہاری عورتوں کو اپنی لونڈیاں اور بیٹیاں ہانا۔ تمہارے بچوں کو اپنے غلام اور خدمت گار بنا کر ان سے خدمت لینا۔ کیا تم گوارا کر لو گے کہ عیسائیت مٹ جائے۔ گرجہ گرا دے جائیں۔ عیسائی مسلمان بن جائیں تمہاری عورتیں ان کے حرم میں داخل ہو جائیں۔

مرسیوسؓ۔ خودداری اسی کو کہتے ہیں۔ اچھا تو بڑھو اور ان وحشی مسلمانوں کو دیکھا دو کہ تم بھاری ہو۔ بھادری کی اولاد ہو۔ حملہ کرو اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو۔

عیسائیوں میں جوش و غضب کی لہر دوڑ گئی۔ وہ غصہ سے سرخ ہو گئے۔ ان کے جسموں میں فریاد جوش سے خون کھولنے لگا وہ شور کرتے ہوئے بڑھے۔

ان کے پیچھے پادری کھڑے تھے۔ انہوں نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کہیں مانگنا شروع کر دیں۔

عیسائیوں کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ کر مسلمانوں نے بھی پرمنا شروع کیا۔ فاصلہ کتنا دور کیا تھا۔ صرف پندرہ قدم چلنا تھا دونوں بڑھ کر رہ گئے۔

فریقین کے ہاتھوں میں نگلی کھواریں تھیں ہی لمبھیز ہوتے ہی صاف دشلف کھواریں آفتاب کی شعاعوں میں جھگڑائی پڑھیں اور انسانوں کی طرف بچھیں ان کے جھنجکے ہی کھٹ کھٹ کی کوازیں آئے لگیں۔

عیسائیوں نے حمایت جوش سے مسلمانوں پر اور مسلمانوں نے حمایت جوش سے عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔ دونوں فریق کی کھواریں انہیں اور ڈھالوں پر جا کر رکیں۔

چونکہ فریقین پیول کر رہے تھے اس لئے پہلا حملہ کرتے ہی کچھ پیچھے ہٹے اور پھر بڑھ کر حملہ کر رہے تھے۔ اب کھواریں ڈھالوں سے اونٹ کر سردیوں میں تھرتے لگیں سرکٹ کٹ کر گرنے لگے۔ دھڑک دھڑک کر ترپنے لگے خون زمین پر بہنے لگا۔

چونکہ اس وقت عیسائی اور مسلمان دونوں میں سے کوئی بھی ذرہ یکتریں نہ پہنے ہوئے

معلوم ہوتا تھا جیسے انہوں نے گوشت کے خشک پارے پیٹ رکھے ہوں۔ وہ بھی دو دو دوڑ کر بھٹ کر رہے تھے ان کی کھوار سوتھ کے ٹپٹے کر رہی تھی وہ سب سے اگلی صف میں بڑے ہوئے لڑ رہے تھے۔

ان میں کسی قدر یوقا بھی اس جوش و خروش سے لڑ رہے تھے جس سے خالد لڑ رہے تھے وہ بھی جس طرف حملہ کرتے تھے بغیر ایک دو کو قتل کئے نہ لوٹتے تھے۔

عیسائیوں کو سخت تعجب تھا کہ یوقا بھی ایک وقت عیسائی تھے لیکن ابھی اس جوش و خروش سے نہیں لڑ رہے تھے جس سے تاج لڑ رہے تھے ان کو سمجھ میں نہ آیا تھا کہ مسلمان ہونے سے کیا بات ان میں بڑھ گئی تھی جو اس قدر جوش اور ایسی دلیری پیدا ہو گئی تھی۔ انہیں کیا خبر تھی کہ جو خدا کا ہو جاتا ہے خدا اس کا ہو جاتا ہے اور جس کا خدا ہو جاتا ہے اس کی وہ خود حفاظت اور مدد کرتا ہے جس کی خدا مدد کرے اس کی حفاظت اور بہت کا کیا ٹھکانا باقی رہتا ہے مسلمانوں کی ہماری کاہنی راز تھا۔

یوقا مسلمان ہو گئے تھے۔ خدا کو یاد کرنے لگے تھے۔ خدا نے ان میں بھی وہی جوش و قوت پیدا کر دی تھی جو مسلمانوں میں تھی۔

عاصم بڑے جوش سے لڑ رہے تھے وہ بھی جلدی جلدی کھار میں چلا چلا کر عیسائیوں کو موت کے گھاٹ اتار رہے تھے لیکن وائس جیب شن سے لڑ رہے تھے۔ ایک = بند باندھے گئے پاؤں نیزہ ہاتھ میں لئے جنگ کر رہے تھے وہ بھٹ کر جس عیسائی کا سینہ ٹک کر حملہ کرتے تھے ان کا نیزہ اس کی پیٹلیں توڑ کر انی پشت کے پار نکل جاتی تھی اور عیسائی خوفناک چیخ مار کر نیزہ کے اوپر جھک جاتا تھا وہ جلدی سے نیزہ کھینچ لیتے تھے زخمی زمین پر گر کر تڑپنے لگتا تھا۔

انہوں نے بیسیوں عیسائی ہلاکوں کو مار ڈالا تھا ان کا رعب عیسائیوں پر اس قدر چھا گیا تھا کہ جب وہ کسی کی طرف نیزہ لے کر بیٹھتے تھے تو عیسائی جلدی سے گھبرا کر پیچھے ہٹ جاتے تھے یا اوپر اوپر بھاگ جاتے تھے۔

چونکہ لاشیں ہر طرف اور کھڑے سے پڑی تھیں نیز خون بھی پانی کی طرح بہ رہا تھا۔ اس لئے ٹرنے والے ٹھوکر میں کھانکھار اور پھسل کر گر جاتے تھے اب ان گرنے والوں میں مسلمان ہوں یا عیسائی پھر انہیں الٹا نصیب نہ ہوتا تھا کوئی نہ کوئی انہیں قتل ہی کر ڈالتا تھا۔

ضرا نے مریسوں کو دیکھا وہ اس کی طرف بیچھے۔ مریسوں کی بھی ان پر نظر پڑ گئی۔

وہ کانپ گیا۔ اس نے بلند آواز سے کہا۔ بچاؤ بچاؤ مجھے اس شیطان سے بچاؤ۔ ضرا نے اس کی آواز سن لی۔ انہوں نے کہا۔ دھنق کے کھڑے یہاں تو تو اپنے ساتھیوں کو بلاتا ہے جب قیامت کے روز جب تجھے آگ میں پھینکا جائے گا کسے بچانے کے لئے بلائے گا۔

ضرا یہ کہتے جاتے تھے اور اس کی طرف بڑھتے جاتے تھے۔ اتفاق سے کئی عیسائی ان کے اور مریسوں کے درمیان میں آگئے اور ضرا نے نیزہ مار مار کر ان میں سے وہ تو مریسوں کو مار ڈالا۔

مریسوں پر کچھ ایسی فطرت طاری ہو گئی تھی کہ وہ بے اختیار وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اس کے بھاگتے ہی تمام عیسائیوں کے قدم اکھڑ گئے۔ وہ بھی بھاگ پڑے مسلمانوں نے ان کا پیچھا کرنا شروع کیا اور وہ انہیں قتل کرتے احاطہ کے دروازہ تک ان کے پیچھے لگے چلے گئے تھے۔

جب عیسائی احاطہ سے باہر نکل گئے تب یہ لوگ لوٹے اور ایک جگہ جمع ہونے لگے۔ حاکم کی کوششوں اور مسلمانوں کی جرات سے اس طرح تیز طور پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

مسلمانوں کی حیرت

جس روز اور جس وقت یہ واقعہ ہو ہم نے اس سے پہلے باب میں بیان کیا تھا کہ صبح میں احاطہ کے اندر ہو رہا تھا۔ اس وقت عیاضہ منہ کی چابی کر رہے تھے چونکہ گزشتہ روز وہ دیکھ چکے تھے کہ مسلمان سارے دن لڑتے رہے اور انہیں کھانا نہ مل سکا اس لئے انہوں نے قرآن صبح کی نماز پڑھتے ہی یہ حکم دے دیا تھا کہ مسلمان بہت جلد کھانا چار کر کے کھائیں اور چار چھ گھنٹی دن چڑھے عاصمہ کرنے کے لئے میدان کی طرف چلیں۔

چنانچہ مسلمان کھانا تیار کر رہے تھے تمام لفظ گاہ میں آگ جل رہی تھی۔ دھوئیں کے غٹ مل کھا کھا کر آسمان کی طرف اٹھتے اور کچھ دور چل کر ہوا میں غائب ہوتے جاتے تھے۔

ہر مسلمان جلد جلد کھانا تیار کرنے کی فکر کر رہا تھا۔ کوئی آگ دھوکہ رہا تھا۔ کوئی چوڑے کے ٹھکانوں پر آگ لگ رہا تھا۔ کوئی باغی دیکھ رہا تھا۔ کوئی تکبیر دہا تھا اور کوئی دہائی پکا رہا تھا فرض جمی سے اور جمی تک نظر جاتی تھی۔ ہر مسلمان کام کرتا نظر آتا تھا۔

ایک فرد بھی بیکار نہ بیٹھا تھا۔

ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو معزز اور امیر تھے اور ان کے پاس ایک ایک دو دو غلام تھے اور غلام آٹا گوند رہا تھا تو آٹا باغی دیکھ رہا تھا یا آگ جلا رہا تھا یا اگر کوئی غلام گلڑیاں لا رہا تھا یا آگ جلا رہا تھا تو آٹا گوند رہا تھا یا روٹی پکا رہا تھا۔

مسلمان غلام یا نوکر ذیلی یا حقیر نہیں سمجھتے تھے بلکہ اپنا بھائی جانتے تھے جتنا کام ان سے کراتے تھے اتنا خود بھی کرتے تھے۔ جیسا خود پسند تھے ایسا ہی ان کو بھی پسند تھا۔ جیسی سواری پر خود سوار ہوتے تھے ویسے ہی غلاموں کے واسطے ہوتی تھی۔ جیسا خود کھاتے تھے ویسا ہی غلاموں کو کھاتے تھے غرض کسی بات میں بھی غلام اور آٹا کی تفریق نہ ہونے دیتے تھے انہیں اپنا ہی جیسا سمجھتے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ کا عہد خلافت تھا۔ آپ خدا اور خدا کے رسول مسلم کے احکام پر خود بھی چلتے تھے اور تمام مسلمانوں کو بھی چلاتے تھے۔ بائبلن تھا کہ کوئی مسلمان حدود اللہ سے باہر نکل جائے آپ ہر کام قول سے نہیں عمل سے ثابت کیا کرتے تھے۔

بیت المقدس عیسائیوں کا دائمی قبلہ اور مسلمانوں کا پہلا قبلہ ہے۔ جب تک خدا کا کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم نہیں ہوا تھا اس وقت تک بیت المقدس ہی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جاتی تھی۔

جب مسلمانوں نے بیت المقدس پر حملہ کیا اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا تو وہاں کے پادریوں نے مسلمانوں سے کہا کہ وہ اپنے خلیفہ کو بلا لیں اگر وہ وہی ہیں جن کا ذکر ہماری کتابوں میں ہے تو ہم بغیر کسی مجبے قلعہ ہمارے پرہز کر دیں گے چنانچہ فوراً امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کو اس کی اطلاع کی گئی۔ آپ اپنے غلام کو ساتھ لے کر بغیر کسی فکر کے چل پڑے۔

ایک اونٹ تھا اس پر ایک طرف ہو کا ستو اور دوسری طرف کھجوریں تھیں ایک چال کاٹھ کا تھا۔ یہ زور لادھی مسلمانوں کے اس خلیفہ کا جس سے دنیا زور تھی۔

چونکہ اونٹ صرف ایک ہی تھا اور آپ کے ساتھ آپ کا غلام بھی تھا اس لئے آپ جتنی دور خود سوار ہو کر چلتے اور غلام پیچل چلا رہا تھا جی دور غلام کو سوار کراتے اور خود پیچل چلتے اور جو خود کھاتے وہی غلام کو کھاتے۔

واقعہ ایسا ہوا کہ جب بیت المقدس میں داخلہ کا وقت آیا تو غلام کی پادی سوار ہو کر چلنے کی آمادگی۔ غلام نے عرض کیا کہ عیسائی قلعہ کی فصیل کے اوپر سے دیکھ رہے ہوں گے۔

مناسب یہ ہے کہ آپ ہی سوار ہو کر چلیں۔ آپ نے فرمایا۔ "آج میں عیسائیوں کو اپنی شہان و کھانے کے لئے حرمی حق تلفی کر کے خود سوار ہو کر چلوں اور خدا کو اپنے اس فضل سے باخوش کر دوں۔ اگر خدا نے قیامت کے روز اس بات کی باز پرس کی تو کیا جواب دوں گا۔"

غلام چپ ہو گیا۔ وہ برابر بیٹھا رہا اور آپ اونٹ کی مدار پکڑ کر آگے آگے چلتے رہے۔

جو لوگ اپنے ملازموں پر سختیاں کرتے ہیں انہیں ذلیل اور حقیر جانتے ہیں ان کی حق تلفیاں کرتے ہیں وہ سوچیں اور خیال کریں کہ اس طرح وہ خدا اور خدا کے رسول مسلم کی باخوشی مول لیتے ہیں قیامت کے روز خدا کو کیا جواب دیں گے اور کس اللہ سے رسول مسلم کے حضور میں شفاعت کے لئے جاویں گے۔

ہم اصل مقصد سے دور ہٹ گئے۔ بیان یہ کرنا تھا کہ مسلمان کھانا تیار کر رہے تھے اور ہر شخص کام میں مصروف تھا۔ عیاض جو پہ سالار تھے وہ آٹا گوند رہے تھے اور غلام آگ دھنک رہا تھا۔

تھوڑی ہی دیر میں کھانا تیار ہو گیا سب نے حسب دستور دس دس بیس بیس کھانوں کی لڑکیوں میں ایک ہی جگہ بیٹھ بیٹھ کر کھایا۔

کھانا کھاتے ہی سب سے پہلے عیاض مسخ ہو کر سوار ہوئے اور اسی میدان کی طرف چلے بس میں کل جنگ ہوتی رہی تھی۔

انہیں اس طرف جاتے ہوئے دیکھ کر تمام مسلمان جلد جلد مسخ ہو کر ان کے پاس پہنچ پہنچ کر صف بست ہوئے گئے۔ بہت جلد تمام مسلمان وہاں پہنچ گئے اور صفیں قائم کر کے کھڑے ہو گئے۔

ابھی مسلمانوں نے پیش قدمی شروع نہیں کی تھی کہ ان کی پشت پر غبار اڑتا نظر آیا۔ سب اس طرف دیکھنے لگے۔

غبار بوجھا آ رہا تھا۔ سب کو یہ خیال ہوا کہ شاید اس طرف سے کسی عیسائی پادشاہ کا لشکر دس لاکھوں والوں کی مدد کے لئے آ رہا ہے چنانچہ انہوں نے اپنا رخ اسی طرف کر لیا اور آنے والوں کے آنے کا انتظار کرنے لگے۔

ابھی مسلمان دیکھ ہی رہے تھے کہ قلعہ کی فصیل کے اوپر شور و غل بلند ہوا اور اس قدر بوجھا کہ تمام میدان گونج اٹھا۔

مسلمان کچھ گئے کہ پیچھا آنے والا فکرمجسائیوں ہی کا ہے اور اس اعلیٰ والے سے دیکھ کر خوشی کے غموا لگ رہے ہیں۔

غبار بڑھتے بڑھتے قریب آگیا اور جب سوار نظر آنے تو وہ عیسائی ہی معلوم ہوئے۔ ان کا لباس ان کا طرز وود ہی سے بنا رہا تھا کہ وہ عیسائی ہیں ایک سوار فکرمجسائیوں سے آگے بڑھا ہوا آ رہا تھا وہ سوار مسلمانوں کی صفوں کے سامنے آکر رکا اور اس نے بلند آواز سے کہا۔ السلام علیکم۔

تمام مسلمانوں کو اس کے اس طرح سلام کرنے سے بڑا قریب ہوا چنانچہ اہل صف والوں نے اس کے سلام کا جواب دیا۔ اس نے پھر کہا۔ یہ سالار کو اطلاع کر دیجئے کہ ان کے حکم کے بموجب شہزادہ یرغون آ رہے ہیں۔

مسلمانوں کو یہ سن کر بڑی خوش ہوئی۔ فوراً عیاضؑ مد چند معزز غلوں کے یرغون کے استقبال کے لئے بڑھے اور اس سوار کو ساتھ لے کر آنے والے فکرمجسائیوں کی طرف چلے۔ جب اس کے قریب پہنچے تو انہوں نے اللہ اکبر کا غموا لگایا۔

یرغون کے تمام فکرمجسائیوں نے بھی اس غموا کی تکرار کی۔

یرغون آگے بڑھ کر آیا۔ اسے خیال ہوا کہ شاید مسلمانوں کے یہ سالار نے معمولی مسلمانوں کو اس کے استقبال کے لئے بھیجا ہے اس نے سلام کر کے کہا۔ میں مسلمانوں اور ان کے یہ سالار کا مشکور ہوں کہ انہوں نے آپ کو میرے استقبال کے لئے روانہ کر کے میری عزت افزائی فرمائی۔

عیاضؑ کچھ گئے کہ وہ انہیں پہچانا نہیں۔ وہ پہچانتا بھی کیسے۔ اس نے پہلے بھی انہیں نہ دیکھا تھا۔ چنانچہ ایک مسلمان نے کہا شہزادہ یہ (عیاضؑ کی طرف اشارہ کر کے) ہمارے یہ سالار ہیں جو آپ کے استقبال کے لئے آئے ہیں۔

یرغون سمجھتا تھا کہ مسلمانوں کا یہ سالار بڑے کردار سے رہتا ہو گا۔ رشتہیں پہنچنے پہنچتا ہو گا۔ چاندی کا زور بکتر ہو گا اور سامان بھی بڑھیا ہی ہو گا۔ مگر اب جب انہیں سادہ اور معمولی عام مسلمانوں کے لباس میں دیکھا تو کمال حیرت ہوا اور حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

چند غائب کے بعد جب حیرت دور ہوئی تو بڑھا اور جھک کر سلام کر کے کہا۔ معاف کرنا میں آپ کو پہچان نہ سکا اور اس وقت اس لئے میں نے دیکھا۔ آپ کے اور عام مسلمانوں کے لباس میں کوئی فرق نہیں ہے۔

عیاضؑ نے مسکرا کر کہا۔ کس وجہ سے فرق ہوتا؟ میں مسلمانوں کا افسر نہیں خادم ہوں۔ ایک خادم کو کیا حق ہے کہ وہ اپنا لباس اوروں سے تمیز رکھے۔ اسلام وہ ادارہ سکھاتا ہے سارے مسلمانوں کو بھائی سمجھنے کی ہدایت کرتا ہے۔ کیا ایک بھائی کے لئے یہ مناسب ہے کہ وہ خود تو اچھے کپڑے پہنے اچھا کھائے آرام سے رہے اور اس کے بھائی اس جیسے نہ رہیں۔ اسلام اسے برا بتاتا ہے اور جو ایسا کرتا ہے وہ اپنے نفس کو دھوکہ دے کر اسلام کی توہین کرتا ہے۔

یرغونؑ۔ آپ نے میرے استقبال کی کیوں تکلیف گوارا کی۔

عیاضؑ۔ اس لئے کہ تم مسلمان ہو کہ ہمارے بھائی بن گئے ہو۔ ایک بھائی کا فرض ہے کہ وہ آنے والے بھائی کا استقبال کرے۔

یرغونؑ۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے اخلاق کی خبریں سن کر میں اسلام کی طرف جھک رہا تھا عیسائیوں میں مسلمانوں کے سے اخلاق کا ہزاروں حصہ بھی باقی نہیں ہے۔ ان میں سے ہر شخص فرعون ہے سامان بنا ہوا ہے۔

عیاضؑ۔ وہ ان کا اخلاق ہے اور یہ ہمارا۔ ہمارے نبی معلوم کا جو اخلاق تھا ہم اس کی پابندی کرتے ہیں۔ کسے آپ کو راست میں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔

یرغونؑ۔ بالکل نہیں۔

عیاضؑ۔ میں تمام مسلمانوں کی طرف سے آپ کی سرفروشانہ کارگزاریوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

یرغونؑ۔ مگر میں نے جو کچھ کیا ہے وہ اپنا فرض سمجھتے ہوئے کیا ہے اور اس لئے میں شکریہ کا مستحق نہیں ہوں۔

عیاضؑ۔ یہ تمہیک ہے خدا آپ کو اس کا نیک اجر دے گا۔ آئیے۔

یرغونؑ۔ چلیے۔

یہ سب چلے ان کے پیچھے یرغون کا فکرمجسائی۔ یرغون نے راست میں اخلاط کے بادشاہ اور سوئی کے آنے اور لڑنے۔ لاکر گھسٹ کھانے کا تمام واقعہ سنا دیا۔

عیاضؑ صلیت خوش ہوئے اسلامی فکرمجسائیوں کے قریب پہنچ کر انہوں نے یرغون کو فکرمجسائی میں جا کر قیام کرنے کا حکم دیا۔ وہ چلا گیا۔ اس کا فکرمجسائی بھی چلا گیا۔

اب عیاضؑ نے قلعہ کی طرف پیش قدمی شروع کی۔ عیسائی اب تک شور و غل مچا رہے تھے لیکن یہ تعجب کی بات تھی کہ کل کی طرح آج وہ تیروں اور چھروں کی بارش نہ کر

رہے تھے۔ غرض اور مبارکے مسلمان اس بات سے حیران ہو رہے تھے۔ جب وہ چانک کے قریب پہنچے تو انہوں نے چانک کھلے دیکھا۔ وہ سمجھے کہ شاید یہاں آج قلعہ سے باہر نکل کر میدان میں مقابلہ کرنا چاہتے ہیں وہ دک گئے۔ ان کے رکے ی تمام لشکر رک گیا۔

لیکن چانک کھلنے ہی دوڑا وہ میں ایک عرب کھڑا نظر آیا۔ جو بہت قد تھا جب مسلمانوں نے غور سے دیکھا تو پہچان لیا وہ داس تھا۔ یہ دیکھ کر مسلمانوں کو اور بھی حیرت ہوئی اور وہ حیران ہو کر کھڑے دیکھنے کے دیکھنے رہ گئے۔

ایک اور جنگ

سب مریویں بیدار ہوئیں۔ سلاویہ میں شکست کھا کر بھاگ گیا تو مسلمان ایک جگہ جمع ہوئے۔ حضرت خالدؓ نے سوچا کہ میں اس کے اعطام میں اس لئے چھوڑ دیا کہ کوئی شخص وہاں سے بھاگ کر نکلے نہ پاسے اور جو کوئی بھاگے گی کو شش کرے اسے مار ڈالا جائے اور خراج تمام لشکر لے کر اعطام سے باہر لگے۔

مریویں اور اس کے ساتھ اور عیسائیوں کو بدحواس ہو کر بھاگنے سے عام عیسائیوں نے سمجھ لیا تھا کہ کوئی آفت نازل ہو گئی ہے اس لئے وہ پریشان ہو رہے تھے لیکن یہ انہیں معلوم نہ ہوا تھا کہ کیا مصیبت آگئی ہے۔

جس وقت مسلمان سکواہیں سوئے ہوئے گرج کے اعطام میں سے نکل کر قلعہ میں پہنچے تھے اس وقت انہیں معلوم ہوا کہ کیا آفت نازل ہوئی ہے اور کس مصیبت نے انہیں گھیر لیا ہے۔

وہ مسلمانوں کو اس حیثیت میں دیکھ کر نہایت بدحواس اور خوف زدہ ہو گئے۔ انہوں نے گھگھایا چلا کر شور مچانا اور بھاگنا شروع کر دیا۔

تمام قلعہ میں افراتفری اور لہری مچیل گئی۔ ہر مرد مسلمانوں کی طرف اس طرح دیکھ کر چپے وہ موت کا فرشتہ ہوں ان سے ڈرتا ہوا ہے تماشا بھاگا جا رہا تھا۔ مشہور ہے کہ غزوہ کے وقت جوئے ڈھیلے ہو جاتے ہیں ان کے بھی جوئے ڈھیلے ہو گئے تھے اور وہ بھاگنے بھاگنے کر پڑتے تھے اور جلدی سے بھاگتے کر بھاگتے تھے۔

ہر شخص کے چہرے پر خوف و ہراس سے زور دی پھائی ہوئی تھی قیامت تو قیامت ہے وہاں تو جو کچھ بھی ہو ہو رہا ہے۔ لیکن یہاں دنیا ہی میں اس احمق کے قلعہ کے اندر لٹکا لٹکی ہو گئی تھی۔

ہر آدمی اپنی جان بچانے کے لئے بھاگ رہا تھا۔ اس وقت اسے نہ ہوش کا خیال رہا تھا نہ بیٹوں کا نہ بیٹیوں کا نہ بہن کا نہ ماں کا۔ نہ باپ کا۔ صرف اپنی جان کی پڑی ہوئی تھی اور وہ جان بچانے کے لئے دوڑ رہا تھا۔

البتہ عورتیں پھوٹے بچوں کو گود میں اٹھاتے۔ بڑوں کا ہاتھ پکڑے گھبراتی ہوئی۔ سہی ہوئی نظروں سے مسلمانوں کو دیکھیں جھپٹی چلی جا رہی تھیں۔ وہ بھی ٹھوکریں کھا رہی تھیں۔ جھکتی تھیں کر پڑتی تھیں اور پھر اٹھ کر بھاگنے لگتی تھیں۔

جوان عورتیں اور نو عمر لڑکیاں بھی ہرنوں کی طرح تیزی سے دوڑ رہی تھیں۔ ضعیف بڑھے بھی گرتے پڑتے بھاگتے جا رہے تھے غرض تمام قلعہ کے اندر عجیب طوفان مچا تھا۔ ہر فرد پر ہراس طاری تھا اور ہر اک کو جان کی پڑی ہوئی تھی۔

عورتیں بچوں کو پکڑ رہی تھیں۔ بچے والدین کو آواز دے رہے تھے۔ مرد چلا رہے تھے۔ کوئی دو رہا تھا۔ کوئی لکھن امان پکڑ رہا تھا۔ ان آوازوں سے تمام قلعہ گونج رہا تھا۔

مسلمان بڑھے پہلے جا رہے تھے۔ وہ نہ عورتوں کو کچھ کہتے تھے نہ بچوں کو نہ بڑھوں کو۔ نہ بیماروں کو بلکہ انہیں تسلی اور دلاسا دے رہے تھے۔ لیکن ان کا کچھ ایسا خوف طاری تھا کہ سب گھبرائے اور سبے ہوئے تھے سب کے چہرے زرد ہو رہے تھے۔

یہ سب لوگ دوڑ دوڑ کر فضیل کے اوپر چڑھتے جاتے تھے اور وہاں چڑھ کر شور مچا رہے تھے یہی وہ شور کی آواز تھی جو مسلمانوں نے اس وقت سنی تھی۔ جب کہ وہ ہرنوں کے لشکر کو آتا ہوا دیکھ رہے تھے۔

مریویں قلعہ کی فضیل کے اوپر بھاگ کر پہنچا تھا اور چونکہ زیادہ تر اس کا لشکر فضیل کے اوپر ہی تھا۔ اس لئے وہ وہاں سے ٹھیکس تھیں ہزار لشکر لے کر نیچے اترا اور مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے بیٹھا۔

گرج کے اندر سے آنے والے مسلمان قلعہ کے مشرقی دروازہ کی طرف جا رہے تھے۔ اس دروازہ کا نام اسطاحون تھا۔ وہ اس پر قبضہ کر کے اسے کھونا چاہتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ اسلامی لشکر اس دروازہ کے سامنے ہی ہو گا۔

چنانچہ وہ بڑھتے بڑھتے اس جگہ پہنچ گئے۔ جہاں مریویں کے لئے ایک عالی شان خیمہ

نصب کیا گیا تھا دروازہ اس جگہ سے قریب ہی تھا۔

یہاں پہنچ کر وہ رک گئے اور صف باندھ کر کھڑے ہو گئے۔

مرسیوس ان کے پیچھے لگا چلا آیا تھا۔ اس کے ساتھ اس کا بیڑا لٹک رہا تھا۔

داسم نے اپنے ساتھ جیس جہاڑ کو لے کر دروازہ کی طرف چلا اور تیزی سے وہاں پہنچ کر پہرہ والوں یعنی دروازہ کے محافظوں سے لڑنے لگے۔

اس دروازہ کی حفاظت کے لئے دو سو سپاہی ہر وقت موجود رہتے تھے وہ مسلمانوں کو دیکھ کر ہی لڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔

چونکہ داسم جلد سے جلد دروازہ کھولنا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے ایک لمبا خنجر نہیں کیا اور خنجر اٹھ کر حملہ کر دیا۔

جنگ شروع ہو گئی۔ یہ جنگ دروازہ کے عین سامنے ہونے لگی یہاں مسلمانوں کو سختی کے میں آدی سمجھ کر ان پر ٹوٹ پڑے۔

چونکہ وہ دو سو تھے اس لئے ان کے حملہ بڑے ہوئے تھے اور انہوں نے خیال کر لیا تھا کہ وہ ان مسلمانوں کو بہت جلد شکست دے دیں گے۔ اسی لئے انہوں نے نہایت شدت سے حملہ کیا اور حملہ کرتے ہی یہ سمجھ لیا کہ پہلے ہی حملہ میں وہ ان کا خاتمہ کر دیں گے۔

لیکن جب مسلمانوں نے ان کے حملہ کا جواب اس سختی سے دیا۔ جس سختی سے انہوں نے حملہ کیا تھا وہ حیران رہ گئے مگر فوراً ہی حیرت دور کر کے پھر حملہ آور ہوئے۔

اب داسم نے آگے بڑھ کر اس زور سے حملہ کیا کہ یہاں تک قدم پیچھے ہٹ گئے اور ان کے کئی سپاہی مارے گئے۔

یہاں تک کہ بڑا غصہ آیا۔ صرف ایک شخص نے ان پر حملہ کر کے انہیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا اور ان کے کئی آدمیوں کو مار ڈالا۔

وہ نصرت و جوش میں آگے بڑھے اور بڑے شد و دھ سے حملہ آور ہوئے۔

داسم نہایت بھرتی سے اور اور بھرتی بھرتی کر چلے کر رہے تھے جو ان کی کمزوری کی زد میں آجاتا تھا وہی قتل ہو کر نہایت جاتا تھا جس طرف وہ دوڑ کر جاتے تھے ایک دو قتل کر کے واپس لوٹتے تھے۔

صرف داسم ہی نہیں۔ بلکہ ہر مسلمان جوش و خروش سے لڑ رہا تھا کمزوری جلد جلد اٹھ اٹھ کر سڑق کے نیچے کر رہی تھیں سرکٹ کٹ کر اچھل رہے تھے خون کے پڑاے

ہر رہے تھے۔

یہاں بھی نہایت جوش و قوت سے لڑ رہے تھے۔ بڑھ بڑھ کر چلے کر رہے تھے مگر مسلمانوں پر گویا ان کے حملوں کا اثر ہی نہ ہوا تھا اب تک ان میں سے ایک بھی نہ مرا تھا اور یہاں تک یہیں ڈھیر ہو گئے تھے۔

یہ دیکھ کر یہاں تک کے اوپر مسلمانوں کی حیرت چھا گئی اور وہ اپنی جائیں بچانے کے لئے اور اور کھڑا کھڑا کر چپ کر بھاگنے لگے۔ تھوڑی ہی دیر میں دروازہ خالی ہو گیا۔ صرف دروازہ کے سامنے لاشیں پڑی رہ گئیں۔

داسم نے جلدی سے کمزور صاف کر کے میان میں ڈال کر دروازہ کھولنے کے لئے بڑھے۔ دو تین اور مسلمان بھی ان کے پاس آگئے سب نے مل کر لوہے کی موٹی موٹی سلاخیں نکال نکال کر پھینکی اور ڈھیریں کھول کر اپنی پوری قوت سے پڑوں کو کھینچا۔

بڑی مشکل سے دروازہ کھلا۔ دروازہ کھٹنے ہی داسم آگے بڑھ کر عراب کے پیچھے جا کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کو دیکھنے لگے۔

اس طرح لڑ بڑ کر داسم دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو کر وہاں جا کھڑے ہوئے اور مسلمان انہیں وہاں کھڑا ہوا دیکھ کر حیران رہ گئے۔

چونکہ مسلمان حیرت سے کھڑے ہوئے انہیں دیکھ رہے تھے اور حیرت کی وجہ سے اب تک آگے نہ بڑھے تھے اس لئے داسم نے اپنی جگہ داسم چھا کر دوہل بنایا اور اس رومال کے ذریعہ سے مسلمانوں کو جلدی سے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔

اس اشارہ کے ہوتے ہی عیاض جلدی سے بڑھے ان کے پیچھے تمام لشکر بڑھا اور وہ تیزی سے دروازہ کی طرف چلے۔

چونکہ فاصلہ زیادہ نہ تھا اس لئے بہت جلد وہاں پہنچ گئے۔ سب سے پہلے عیاض نے داسم کو سلام کیا۔ داسم نے سلام کا جواب دے کر کچھ جلدی قلعہ کے اندر چلتے پڑی خونریز جنگ ہو رہی ہے۔

اس وقت بات کرنے کا موقع بھی نہ تھا۔ داسم ایک طرف ہٹ کر واپس لوٹنے اور اسلامی لشکر دروازہ کے اندر داخل ہو کر اندرون قلعہ کی جانب پیش قدمی کرنے لگا۔



بیتساواں باب عظیم فتح

حضرت غلامہ اور تمام وہ مسلمان جو بیہ نظریہ میں سے آئے تھے اس جگہ اکر صف بست ہو گئے تھے جہاں سرہنوس کے لئے ایک عالی شان خیمہ پہلے ہی سے نصب کیا گیا تھا۔ سرہنوس بھی انھوں اور فکڑے کر گیا تھا اور اس نے بھی صفیں مرتب کر لی تھیں اور صفیں مرتب کرتے ہی حملہ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

بیتساواں جوش میں تھے ہی انہوں نے فوراً ہی نہایت سختی سے حملہ کر دیا مسلمان گویا نہایت کے لئے تیار ہی تھے۔ وہ بھی ڈٹ گئے اور انہوں نے بڑے صبر و اشتغال سے بیتساویوں کا حملہ روکا۔

یہ بیتساواں اس وقت لڑنے کے لئے آئے وہ بالکل تازہ دم تھے اور یہ مسلمان بیہ نظریہ میں لڑ چکے تھے پھر وہ بچپن میں بڑا ہی تھا یہ ایک بڑا ہی تھے مگر وہ نہ قلت و کمزوری کی پرواہ کیا کرتے تھے نہ شکستگی اور ٹکڑی کی۔

ان کا قول تھا کہ انہوں نے اپنی زندگیوں کو خدا کے نام پر وقف کر دیا ہے اور اس لئے ہر وقت اور ہر حالت میں دین اسلام پر کت مرنے کے لئے موجود اور مستعد رہتے تھے۔

اس کے علاوہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ زندگی خدا کی دی ہوئی ہے وہ جب چاہے لے لے۔ جس نے زندگی بھی چیز طاعتی ہے اس کی راہ میں جان دینا کیا بڑی بات ہے۔

وہ یہ بھی خوب جانتے تھے کہ جس نے زندگی دی ہے اس نے موت کا وقت بھی مقرر کر دیا ہے اپنے وقت پر موت آئے گی اور ضرور آئے گی۔ کسی طریقہ سے نہ دے گی۔ پھر جان بچانے کی کوشش کرنے سے کیا حاصل۔

چنانچہ انہوں نے بغیر کوئی یس و پیش کے خود بھی حملہ کر دیا۔ اور بیتساواں بڑے جوش و خروش سے لڑنے لگے۔

نہایت خونریز جنگ شروع ہو گئی۔ بیتساویوں کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے یہ ان جنگ دور تک جھیل گیا۔

تھوڑے ہی تک تو صفیں قائم رہیں لیکن جب جنگ کا زیادہ دور ہوا تو صفیں ٹوٹ کر پھوٹے پھوٹے گروہ میں بھٹک ہو گئیں اور یہ گروہ مسلمانوں کے بن گئے۔

یہ انہوں نے ہر گروہ کو زندہ میں لے کر انہیں قتل کرنے کے لئے ان پر گھواروں کی

بار نہیں شروع کر دی۔

مسلمان سر جھکائے نظریں نیچے رکے بڑے صبر اور بڑے اشتغال سے لڑ رہے تھے۔ ان کی گھوڑیں بڑی تیزی اور بھرتی سے اٹھ اٹھ کر بیتساویوں کی طرف جھک رہی تھیں۔

بیتساواں بھی ان کے صلوں کو روک روک کر خود بھی ملے کر رہے تھے۔ ہر طرف گھوڑوں کے اٹھنے اور بھٹکنے سے جھب جھوکا منظر نظر آ رہا تھا۔

ایک تو تفصیل کے اوپر چڑھے ہوئے بیتساواں شور کر رہے تھے وہ مرنے والوں کو لڑ رہے تھے وہ چلا رہے تھے۔ تیسرے ڈھکی بچ رہے تھے۔ ان مختلف توانوں سے تمام جگہ گونج رہا تھا۔

پھر جس تفصیل کے اوپر چڑھی ہوئیں امید و ہم بھری مصومانہ نگاہوں سے ڈرائی کا منظر دیکھ رہی تھیں۔ عام شہری مو بھی ان کے بدوش بدوش کھڑے بچ بچ کر لڑنے والوں کی بہنیں بڑھا رہے تھے۔

جنگ نہایت زور شور سے ہو رہی تھی۔ سرکٹ کٹ کر گیندوں کی طرح اچھل اچھل کر گر رہے تھے خون کی دھاریں بر رہی تھیں۔

یہ بیتساواں غیظ و غضب کی نگاہوں سے مسلمانوں کو دیکھ دیکھ کر اور پوری قوت سے گھوار اٹھا کر ملے کر رہے تھے۔

ہر مسلمان افعال پر ملے روک روک کر خود بھی ملے کر رہا تھا مسلمان بھی شہید ہو رہے تھے اور بیتساواں بھی مارے جا رہے تھے۔ لیکن مسلمان بھی کبھی اور ایک ایک دو۔ دو شہید ہوتا تھا اور بیتساویوں میں گویا مرنے کی پتھری پھیل گئی تھی اور وہ جلدی جلدی کٹ کٹ کر گر رہے تھے اور گر کر گر کر مر رہے تھے۔

یہ مسلمان شیر کی طرح غرہ ہو کر حملہ کر رہا تھا اور ہر حملہ میں ایک نہ ایک بیتساواں کو مار ڈالتا تھا جب سو بچاؤں بیتساواں مارے جاتے تھے تب ایک دو مسلمان بھی شہید ہو جاتے تھے۔

خوار خیزہ لئے بڑی بھرتی اور تیزی سے واپسے بائیں آگے پیچھے تیز چلا رہے تھے وہ تیز آگ آگ کر چھٹل پڑے۔ آنکھ پر۔ سینہ پر مارے تھے اور جس جگہ ان کا تیز پڑنا تھا اسے توڑ کر پار ہو جاتا تھا۔

اب تک ان کا ایک وار بھی غالی نہیں کیا تھا۔ اور انہوں نے بہت سے بیتساویوں کو مار ڈالا تھا اور باوجود بھاک دوڑ کے ان کے صلوں میں کوئی کی واقع نہیں ہوئی تھی۔

عائد بھی مشیر خارا کاف لئے بھٹ بھٹ کر ملے کر رہے تھے وہ جس طرف حمل کرتے تھے اس طرف کافی سی پھٹ جاتی تھی۔ بیانیی وہ جاتے تھے۔ مگر وہ لپک کر کم سے کم بیانیی کو ضرور مار دیتے تھے وہ دیکھ دیکھ کر بیانییوں کے غل پر حمل کرتے تھے۔ ان کے زخم میں ٹھس جاتے تھے اور وہ چار آدمیوں کو قتل کر کے ان کا غل توڑ کر نکل آتے تھے۔

سعید اور پچھ دو دنوں ایک دوسرے سے پشت ملائے اپنے سامنے والے بیانییوں سے لڑ رہے تھے جب ان پر بیانیی پودش کرتے تو وہ ان کے حملوں کو روکتے اور ان میں سے وہ چار کو قتل کر انہیں پیچھے ہٹا دیتے اور جب ذرا ذرا چھیڑ سی ہو جاتی تو وہ لپک لپک کر ملے کرتے اور ایک ایک دو دو کو قتل کر کر کے پھر ہار پشت ملا کر کھڑے ہو جاتے۔

عامہ بھی کئی جوش سے لڑ رہے تھے وہ بھی جس کے اوپر بھٹ کر جاتے جس پر حمل کرتے اسے قتل کے بغیر نہ چھوڑتے اور جب ایک کو مار دیتے تو دوسرے کی طرف بھینچنے اور اسے بھی ختم کر کے تیرے پر دوڑتے۔

غرض اسی طرح تمام مسلمان بڑی دلیری اور جوش سے لڑ رہے تھے۔ اگرچہ انہوں نے ہزاروں بیانییوں کو اب تک مار ڈالا تھا۔ لیکن ان کی تعداد اس قدر زیادہ تھی کہ مرنے والوں کو مرنے سے ان میں کوئی کمی ہی نہ آتی تھی۔ جب وہ مرجاتے تھے تو تین اور آجاتے تھے اور اس طرح ان کی تعداد بھتی سی نہ تھی۔

سرسوں میں بھی بڑے جوش و خروش سے لڑ رہا تھا اور بیانییوں کو شہ دے دے کر لڑ رہا تھا۔

اس کے ٹکڑے کی وہ سے بیانیی بھی جوش و خیرت میں آ کر بڑھ بڑھ کر ملے کرتے تھے۔ مگر جب مسلمان ان پر ٹوٹے تھے تو وہ ڈر کر پیچھے ہٹ جاتے تھے۔ مگر پھر جڑھتے تھے اور پھر حمل کرتے تھے۔

اس وقت عام خورزا بنگ ہو رہی تھی۔ موت جلد جلد کٹ کٹ کر مرنے والوں کی دھجی بھینچ رہی تھی۔

چونکہ اس جنگ نے طویل کھینچا۔ اس لئے مسلمانوں کے کچھ قوی جواب دینے لگے اور ان کے حملوں میں کمی واقع ہوئے تھے۔

بیانییوں نے یہ بات سمجھ لی۔ اب ان کے حملے بڑھ گئے اور انہوں نے چاروں طرف سے سٹ کر ان پر پودش کی۔

مسلمانوں نے مقدور بھر ان کے حملے روکے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کی طاقت جواب دینے لگی تھی اور اب وہ صرف دالعت کرنے لگے تھے۔

بیانییوں نے جوش میں آکر شور و غل کر کر کے ان پر شدت سے حمل کر دیا۔ مسلمانوں نے بڑی مشکل سے اپنی چوٹی کا زور لگا کر اس حمل کو روکا اور خود بھی ایک حمل جوش میں آکر کیا اور کچھ دور تک مار کات کر بیانییوں کو ہٹا دیا۔

لیکن ان کا یہ حمل ایک عارضی جوش اور عارضی قوت کے تحت میں ہوا۔ اس حمل سے ان کی رہی سہی طاقت بھی ختم ہو گئی اور انہیں یقین ہو گیا کہ ان سب کی شدت کا وقت آگیا۔

وہ چاہتے تھے کہ ایک دوسرے کو مہارک پار دے کر رخصت ہو لیں اور خوش کوثر پر ملنے کا اقرار کر لیں۔ لیکن دشمنوں کے حملوں نے اس بات کا بھی موقع نہ آنے دیا۔

مگر اس قدر تھک جاتے اور مملات ہو جاتے پر بھی وہ بغیر ہاتھ پاؤں ملائے مرنے پر تیار نہ تھے وہ اب بھی لڑ رہے تھے اور خدا کی مدد کا انتظار کر رہے تھے۔

دعوت انہوں نے اللہ اکبر کے پر شور نعرہ کی توالی سی۔ اس صدائے عجیب نے ان کی قوتوں کو بڑھا دیا انہوں نے بھی اللہ اکبر کا پر زور نعرہ لگایا وہ سمجھ گئے کہ خدا نے ان کی مدد کے لئے مسلمانوں کو بھیج دیا۔ انہوں نے انہیں اٹھا کر یہ بھی نہ دیکھا کہ کتنے توی ان کی مدد کے لئے آئے ہیں۔ انہوں نے نعرہ لگاتے ہی نہایت جوش سے حمل کر دیا اور بے دریغ بیانییوں کو قتل کرنے لگے۔

بیانیی ان عظیم قوتوں کی آوازیں سن کر چونک پڑے انہوں نے جب لگائیں اٹھا اٹھا کر دروازہ کی طرف دیکھا تو انہیں اس طرف سے مسلمانوں کا لشکر گھوڑوں پر سوار ہوا ہوا نظر آیا۔

وہ اس لشکر کو دیکھ کر گھبرا گئے۔ ان کے چہرے پی پڑ گئے۔ وہ خوب دیکھ چکے تھے کہ صبح سے اس وقت تک صرف ایک ہزار مسلمان ان کا نہ صرف مقابلہ کرتے رہے تھے۔ بلکہ ان کی کافی تعداد قتل کر چکے تھے اور مملات ہو جاتے پر بھی بڑے جوش و خروش سے لڑ رہے تھے۔ اور اب ہزاروں مسلمان بڑے چلے آ رہے تھے ان کے دل ڈوب گئے ہاتھ پاؤں کاچنے لگے۔ چہرے زرد پڑ گئے آنکھوں سے بے بہانہ خوف ظاہر ہونے لگا۔

یہ آنے والا لشکر عارضی تھا۔ انہوں نے آتے ہی کھواریں نکالیں اور بیانییوں پر ٹوٹ پڑے۔

جس طرح کسوں اپنی محنتی کو کاٹا کرتا ہے اسی طرح انہوں نے آتے ہی انسانی محنتی کو کاٹنا شروع کیا۔

وہ ہر طرف پھیل گئے اور انہوں نے عیسائیوں میں شیعہ زنی شروع کر دی۔
خوفزدہ عیسائی ان کا مقابلہ کرنے کے لئے بالکل بھی تیار نہ تھے وہ حملہ ہوتے ہی بھاگ کھڑے ہوتے۔

ان کے بھاگتے ہی مسلمان ان کے پیچھے دوڑے اور جہاں بھی وہ جا کر پہنچے وہیں جا جا کر انہیں قتل کرنے لگے۔

اس طرح تمام قلعہ میں عیسائی آگے آگے اور مسلمان ان کے پیچھے پیچھے پھیل گئے قلعہ کے گوش گوش اور چھ پانچ پر جنگ شروع ہو گئی۔ جو لفظ اس وقت تک فیصلہ کے اور کھڑا تھا وہ بھی بچے اتر آیا اور لڑائی میں مشغول ہو گیا۔

چونکہ اب سارے قلعہ میں جنگ کی آگ بھڑک اٹھی تھی اور ہر جگہ شور و غل ہونے لگا تھا۔ اس لئے سارا قلعہ شور محشر کی آواز سے گونج رہا تھا۔

پجاری عورتیں خوفزدہ صورت بنائے کسمی ہوئی نگاہوں سے اور بڑھے بچی بچی نظروں سے لڑائی کا خوفناک منظر دیکھ رہے تھے۔ بچے الگ ڈرے ہوئے ماں کے سینہ سے چپے ہوئے تھے۔

اس وقت جنگ نہایت زور سے شروع ہو گئی تھی۔ ہر طرف گولیاں ہی گولیاں چلتی نظر آ رہی تھیں۔ مسلمان ہوش و غضب میں بھرے ہوئے جگہ جگہ قتل کرتے پھر رہے تھے وہ عیسائیوں کو کھیرے اور گولی کی طرح کٹ کٹ کر ڈالتے چلے جا رہے تھے۔ جہاں کہیں لاشوں کے انبار لگے ہوئے تھے خون کے پھالے۔ وہ تھے زخمی پڑے سک رہے تھے۔

عیسائی ڈرے ہوئے چپے پھر رہے تھے۔ ان میں سامنے آ کر لڑنے کا دم صاف ہی نہ رہا تھا۔ مگر جس جگہ بھی وہ جا کر پہنچتے تھے مسلمان وہیں تھا کہ فرشت کی طرح پہنچ جاتے تھے اور انہیں قتل کر ڈالتے تھے۔

قلعہ کے ہر محلے اور ہر گھر میں صدائے دایم گیر بلند ہو رہی تھی اور ہر جگہ قتل عام ہو رہا تھا۔

مگر قتل کرنے والے عیسائیوں کو کیا جا رہا تھا۔ جن کے پاس ہتھیار نہیں تھے انہیں پکے نہیں کہا جاتا تھا۔

ضرار اس وقت نیزہ لئے دوڑے پھر رہے تھے اور ہر اس عیسائی کو مار ڈالتے تھے جو ان کے سامنے آتا تھا۔

انہوں نے مریسوں کو دیکھا کہ وہ ابھی تک عیسائیوں کو لڑائی پر برانگیختہ کر رہا تھا وہ اس کی طرف لپکے۔ اس اور اس کے ساتھیوں نے بھی انہیں دیکھ لیا۔ کئی عیسائی ان کے اوپر ٹوٹ پڑے لیکن انہوں نے جیتڑے بدل بدل کر اس زور شور سے لود اٹھی پھرتی سے حملے گئے کہ ان پر کسی عیسائی کی بھی گولیاں نہ پڑی اور انہوں نے کئی سپاہیوں کو مار ڈالا۔ یہ کیفیت دیکھ کر عیسائی جیسے ہٹ گئے اور ضرار مریسوں تک پہنچ گئے۔

مریسوں نے انہیں دیکھتے ہی آنکھیں بند کر لیں۔ ضرار نے اپنی پوری قوت سے نیزہ مارا۔ نیزہ اس کے سینہ پر پڑا اور پٹلیاں توڑ کر پشت کی طرف باہر نکل گیا۔

اس نے زبردست لود ہولناک بیچ ماری اور مردہ ہو کر گرا۔ ضرار نے جلدی سے نیزہ کھینچا اور دوسرے عیسائیوں پر حملہ کر دیا۔

عیسائی ایک دم بھاگ کھڑے ہوئے۔ اب چونکہ ان کا دلی مارا گیا تھا اس لئے انہوں نے ہتھیار پھینک دیے اور "اے" "اے" "اے" چلائے گئے۔

ان کی دیکھا دیکھی تمام عیسائیوں نے ہتھیار ڈال دیے اور ہر طرف امن کی آواز بلند ہونے لگی۔

جب لائے والوں نے ہتھیار پھینک دیے تو مسلمانوں نے بھی گولیاں روک لیں اور انہیں گرفتار کرنا شروع کر دیا۔

اسلام کے پروانے

جب مسلمانوں نے سب کو گرفتار کر لیا اور گرفتار شدہ گن کو شمار کیا تو وہ بیس ہزار تھے۔ یہ سب وہ لوگ تھے جو لڑتے رہے تھے اور جنہوں نے ہتھیار ڈال دیے تھے۔ عام شہروں میں سے ایک کو بھی گرفتار نہیں کیا گیا۔

اور جب محسوس کیا گیا کہ شمار کیا تو قلعہ اور گرد کے اندر انہیں ہزار سپاہی مارے گئے مسلمان بھی وہ سب کے قریب شہید ہوئے۔

عیسائی سپاہیوں کی زیادہ تعداد اس وقت جنگ زور شور سے ہو رہی تھی۔ دوسرے دروازوں سے اطراف ملک میں بھاگ گئی۔

مسلمانوں نے سب سے پہلے شیعہوں کو ایک جگہ جمع کر کے نماز جنازہ پڑھی اور قلعہ سے باہر انہیں دفن کرا دیا۔ ساتھ ہی انہوں نے عیسائی قیدیوں سے عیسائی مردوں کو انہوایا اور قلعہ سے ذرا فاصلہ پر گڑھے کھدوا کر دفن کرا دیا۔

ان تمام کاموں سے فارغ ہو کر شاہی خزائن اور بادشاہ کی تمام چیزوں پر تصرف کرنا شروع کر دیا۔

خالدؓ اور خزانہ کچھ عابدین کو ساتھ لے کر پیر پور میں داخل ہوئے گرجہ کا بیڑا پادری حد درجہ سحر پادریوں کی پلٹن کے عمارت کے سامنے کھڑا تھا۔ تمام پادری حد درجہ پریشان اور خوفزدہ تھے۔ ان کے پیچھے سینکڑیں جنس کمزری تھیں جو کسی ہوئی نگاہوں سے مسلمانوں کو دیکھ رہی تھیں۔ ان کے نازک لبوں پر پٹی پٹیاں بھی ہوئی تھیں۔ پرے غم و فکر میں ڈوبے ہوئے تھے۔

اس وقت خالدؓ وہاں پہنچے۔ پادری بڑھ کر ان کے پاس آیا۔ وہ دو زانو کھڑا ہو گیا اور مونے مونے آنسوؤں کے قطرے ہمارے عاجزی کے بعد میں بولا۔ "حضور! ہم ذہبی لوگوں کو معاف؟" دیکھئے۔

خالدؓ نے کہا۔ "معزز پادری معافی مانگتے کا یہ طریق نہایت خراب ہے آپ کو جو کچھ کہنا ہو وہ اٹھ کر اطمینان سے کہئے۔

پادری جب کے دامن سے آنسو پونچھتا ہوا اٹھا اور اٹھ کر پٹکیاں لینے لگا۔
تھک اس وقت ارسالوں آگیا۔ اس نے آتے ہی خالدؓ سے مخاطب ہو کر کہا۔ "معزز عرب! میں ملک شریاض مرہوم کا بھائی ہوں میرا نام ارسالوں ہے۔ یہ مقدس پادری میرے اس بیان کی تصدیق کر دیں گے۔

پادری نے بغیر خالدؓ کے استفسار کے خود ہی کہنا شروع کر دیا۔
کی ہاں۔ یہ شہنشاہ شریاض انجمنی کے بھائی ہیں۔ انہوں نے تخت و تاج کو لات مار کر مذہبی زندگی اختیار کر لی تھی۔ یہ نہایت نیک اور بڑے دانشمند ہیں۔

خالدؓ نے ارسالوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ "آپ کے چہرے سے شہنشاہت ظاہر ہے۔ آپ کو اپنا تعارف کرائے کی ضرورت نہیں۔ فرمائیے کیا ارشاد ہے۔

ارسالوں نے کہا۔ میں وہ شخص ہوں جو شروع سے جنگ کرنے کے خلاف تھا۔ سب سے پہلے میں نے شریاض کو مسیح کیا کہ وہ ہرگز عربوں سے نہ لڑے۔ لیکن انہوں نے نہ مانا اور اپنی جان گوانی اور اپنے ساتھ ہی ہزیرہ کی خود مختاری اور شان و عظمت کو بھی خاک کر

دیا۔ اس کے بعد میں نے مسیحوں کو سمجھایا اور اسے صلح کرنے کی ترغیب دی لیکن بجائے اس کے کہ وہ میری بات کا جواب زبان سے دیتا اس نے میری کوڑے سے خبر لی اور یہ کہہ دیا کہ اگر آئندہ میں اس کے سامنے آؤں گا تو وہ مجھے قتل کرا دے گا۔ میں یہ واقعات کچھ اس لئے بیان نہیں کر رہا ہوں کہ میں آپ سے ڈر گیا ہوں۔ آپ کی قوم کی طرح میں بھی کسی سے ڈرنا نہیں جانتا ہوں آزاد خیال ہوں اور کسی میرا مسلک ہے۔

پادری نے پھر کہا۔ حضور! یہ تمام باتیں صحیح کہہ رہے ہیں۔
خالدؓ نے کہا۔ میں آپ کے ان خیالات کی قدر کرتا ہوں۔

ارسالوں نے کہا۔ جب جنگ شروع ہو گئی تو میں سمجھ گیا کہ عیسائیوں کی حکومت کا خاتمہ ہونے والا ہے اور اس ضمن میں ایسا خدہ سرور ہو گا جس کی نظیر مشکل ہی سے ملے گی اس میں موقع پا کر گرجہ میں آچھپا۔

خالدؓ نے کہا۔ لیکن جس خدہ کا آپ نے خیال کیا تھا۔؟
ارسالوں نے قطع کلام کر کے کہا۔ "وہ نہیں ہوا اور یہ مسلمانوں کی انتہائی شرافت کا ثبوت ہے۔"

خالدؓ نے کہا۔ آپ اب ہم سے کیا چاہتے ہیں۔
ارسالوں نے کہا۔ کیا آپ مجھے اور میرے متعلقین کو معافی عطا کر کے ہمیں یہاں سے چلے جانے کی اجازت دے دیں گے۔

خالدؓ نے کہا۔ مگر میں معمولی سپاہی ہوں مجھے یہ اختیار نہیں ہے لیکن میں آپ کے لئے اپنے سالار اعظم سے اجازت دلا دوں گا۔

ارسالوں نے کہا۔ آپ کو اطمینان ہے کہ وہ اجازت دے دیں گے۔
خالدؓ نے کہا۔ وہ نہایت نیک اور عظیم المزاج ہیں یقیناً اجازت دے دیں گے۔

ارسالوں نے کہا۔ آپ کی اس نہایت کا شکریہ۔ میں صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہیں۔ میں مسلمانوں کا، شرافت اور انسانیت کا پہلے سے قائل ہوں۔ دراصل میں اتنا یہ طے کر چکا تھا کہ میں مسلمان ہو جاؤں گا اور اس لئے آپ کے پاس آیا ہوں کہ آپ مجھے مسلمان کر لیں گے۔

خالدؓ نے نہایت خوشی کی بات ہے آپ ہمارے بھائی بنا چاہتے ہیں ہم بڑی خوشی سے آپ کو اپنا بھائی بنا کر وہ تمام حقوق آپ کو دے دیں گے جو ایک مسلمان کو حاصل ہیں۔ لیکن یہ اچھا ہو گا کہ آپ سالار اعظم کے سامنے چل کر مسلمان ہوں۔

ارسالوس: بہت اچھا۔

اب خالدؓ نے پادری سے مخاطب ہو کر کہا۔ آپ صاف ہی جانتے ہیں۔

پادری: ٹی ہاں۔

ارسالوس: لیکن حضرت یہ وہ ذات شریف ہے جو شریاض اور اس کے بعد
مسیحوں کو مسلمانوں کے خلاف برادری کرتے رہے ہیں۔ مسلمان قیدیوں کو لڑاکا یا قریان
کرنے کا مشورہ دیتے والے بھی بنی تھے۔

پادری زور پڑ گیا۔ وہ احتمالی خوف بھری نگاہوں سے خالدؓ کو دیکھنے لگا۔ خالدؓ نے کہا۔
اقسوس یہ پادری لوگ بھی کس قدر شگول اور شقی القلب ہوتے ہیں لیکن ہم کیا کریں
ہمارے لئے رحم ہے کہ ہم کسی پادری کو تک نہ کہیں۔۔۔۔۔۔

(پادری سے مخاطب ہو کر) اور اس لئے معزز پادری آپ کے لئے اجازت ہے کہ
آپ اپنی مذہبی جماعت کو لے کر جہاں جانا چاہیں شرق سے چلے جائیں۔ لیکن اپنے ساتھ
گرجہ کے اندر سے کوئی چیز نہیں لے جاسکتے۔

پادری یہ سن کر بہت خوش ہوا اس نے کہا۔ "خدا آپ کو اور آپ کی قوم کو عزت و
دست دے۔ لیکن حضور! کیا ہم اپنے سینے کے کپڑے بھی نہیں لے جاسکتے۔"

خالدؓ: کپڑے لے جاسکتے ہو لیکن عطا فی دینے کے بعد۔

پادری: بہت اچھا اور یہ کس تھیں۔

خالدؓ: اگر یہ تمہارے ساتھ جانا چاہیں تو یہ بھی جاسکتی ہیں۔

پادری: آپ کا ہزار ہزار شکر ہے۔

پادری واپس لوٹا۔ اور اپنے گردہ کو لے کر گرجہ میں گیا اور تھوڑی دیر کے بعد باہر
آیا۔ اس وقت ان میں سے ہر ایک پادری اور من کے ہاتھ میں مٹھریاں تھیں۔ خالدؓ نے
ان مٹھریوں کو کھولی کھول کر دیکھا اور یہ اطمینان کر کے کہ وہ صرف کپڑے ہی کپڑے ہیں۔
انہیں لے جانے کی اجازت دے دی۔

بہت پادری چلنے لگا۔ تو فرار نے کہا۔ "کیا میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ ہم جس جگہ
پہنچ جاتے ہیں خدا وہ جگہ فتح کرا دیتا ہے۔

پادری: ٹی ہاں کہا تھا۔ خدا نے آپ کو فتح دی اور یہ فتح مسلمانوں کو مبارک ہو۔
پادری تمام پادریوں اور علوں کو لے کر چلا گیا اور خالدؓ گرجہ کی عمارت کے اندر داخل
ہوئے انہوں نے جنت کی تمام چیزیں اور وہ سری چاندی سونے کی اشیاء پر قبضہ کر لیا اور

وہاں سے نکل کر واپس لوٹے۔ ارسالوس ابھی تک کھڑا تھا۔ خالدؓ نے کہا۔ کیا آپ میرے
ساتھ چل رہے ہیں۔

ارسالوس: اگر آپ ذرا توقف کریں تو میں اپنے متعلقین کو لے آؤں۔

خالدؓ: لے آئیے۔

ارسالوس چلا گیا اور خالدؓ سے اپنے تمام ساتھیوں اور مال غنیمت کے چل کر گرجہ کے
اعمال سے باہر نکلتے ہوئے۔

تھوڑی دیر میں ارسالوس بھی چلا۔ اس کے ساتھ اس کی نوجوان بیوی اور تین بچے
تھے۔ ارسالوس نے کہا۔ "چلئے۔"

عیاض ایک کھلے ہوئے میدان میں کھیل بچھائے بیٹھے تھے۔ ان کے سامنے مال غنیمت
کا ذخیرہ لگا ہوا تھا اور اس ذخیرے ذرا ہٹ کر قیدیوں کی قطار کھڑی تھی۔

یہ لوگ بھی ان کے پاس جا بیٹھے اور خالدؓ نے ارسالوس کی تمام داستان سنا دی۔
عیاض سن کر بہت خوش ہوئے انہوں نے انہیں سب کو مسلمان کر لیا۔

اب ارسالوس نے عیسائیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔ "عیسائی لوگو! تمہیں معلوم ہے
کہ میں عیسائی تھا لیکن ایک عرصہ سے میرے دل میں اسلام کی محبت اور صداقت گھر کر گئی
میں جا رہی تھی۔ آج میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ کسی خوف کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ اپنی خوشی
سے۔ میرے دوستو! اسلام کی تعلیم ہے کہ خدا ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں ہے نہ

اس کے کوئی بیٹا ہے نہ وہ کسی کا بیٹا ہے اس کی ذات ان باتوں سے پاک ہے۔ حقیقت بھی
یہی ہے کہ خدا کے جب بیوی ہی نہیں تو بیٹے کہاں سے آیا۔ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بنانا
خدا پر الزام لگانا ہے اور خدا پر الزام لگانے والے سخت کٹنگار ہیں۔ قیامت کے روز وہ کسی
طرح نہ بخشے جائیں گے۔ اس کے متعلق ہر مذہب و ملت کی کتابوں میں مکملے عیسائیوں میں دستار

ہے کہ ہر جموعہ آوی کر جائیں جا کر بتوں کو عبادت کرتے ہیں یہ یہ بھی بری بات ہے عبادت
سوا خدا کے اور کسی کو جائز نہیں ہے بھری بات ہے۔ کہ ہر عیسائی جو ذرا بھی دلچسپ و
ادارت رکھتا ہے چھوٹے آدمیوں کو غرور و حقارت کی نظروں سے دیکھتا ہے اسلام میں یہ
بات نہیں ہے۔ ان میں مساوات ہے۔ چھوٹے بڑے کی حقیقت نہیں ہے۔ امیر غریب سب

ایک سمجھے جاتے ہیں۔ سلام کا طریقہ سب کے لئے ایک ہے اس لئے اسلام سچا مذہب
ہے۔ خدا ایسے ہی مذہب کو پسند کرتا ہے۔ میں بھی مسلمان ہو گیا ہوں۔ تم بھی مسلمان ہو

کر مسلمانوں کے بھائی بن جاؤ۔"

اس کی تقریر کا یہ اثر ہوا کہ تقریباً ۵۰ ہزار عیسائی مسلمان ہو گئے ان کے مسلمان ہوتے ہی انھیں رہا کر دیا گیا۔ وہ باقی رہ گئے۔ وہ جذبہ دے کر رہا ہو گئے۔

ان تمام کاروائیوں کے بعد عیاض نے مال غنیمت کا پانچواں حصہ علیحدہ کر دیا۔ اور وہ دربارِ مذاہنہ میں بیچنے کے لئے محفوظ کر دیا گیا۔ باقی تمام مسلمان عبادین اسلام میں اور یرغون کے ساتھیوں میں حصہ رسد تقسیم کر دیا گیا۔

اب عیاض نے تمام لشکر کو قلعہ سے باہر جلسہ زن ہونے کا حکم دیا اور عورتوں کو شادی مکمل میں لا کر گھرایا اور ان کے لواحقین کو ایسے کمرے دیے گئے جس سے جب وہ چاہیں اپنی غلامیوں سے بات چیت کر سکیں۔ عیاض خود بھی قلعہ کے اندر ہی رہ گئے۔

اس طرح شریاض کو جو تمام جزیرہ کا مشفق تھا اور جس کے دست سے بادشاہ یا بیکار رہے، ان کا حکیم الشان لشکر ہوتے ہوئے آٹھ ہزار مسلمانوں نے گھست دے کر مار ڈالا اور اس کے دارالسلطنت راس العین پر قبضہ کر لیا۔

عمر کی جنگ و پیکار کے بعد مسلمانوں کو ذرا آرام اور اطمینان سے بیٹھنا نصیب ہوا۔ ۵۰ ہزار روزہ کے بعد قلعہ کھڑوتا سے بھی قیدی اور مال غنیمت ونگا لیا گیا۔ ان قیدیوں میں سے بھی کچھ مسلمان ہو گئے کچھ جذبہ دے کر رہا ہو گئے۔ مال غنیمت کا پانچواں حصہ نکال کر بقیہ مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا اور یہ پانچواں حصہ اور پٹلا نکال ہوا حصہ عبداللہ بن عمر خیار کے ہمراہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں بھیج دیا۔

شہاد کا مان تشنا

اب راس العین فتح ہو گیا اور مسلمانوں کو اطمینان سے بیٹھنا ہوا۔ تو انہوں نے غاصبی سے تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا۔ مسجدوں کی بنیادیں اٹھیں۔ عیسائی موزوں لگائے۔ کام شروع کیا نصر کے وقت کام بند کر دیا جاتا اور وہ چار مسلمان موزوں کو پاس بٹھا کر قرآن شریف پڑھتے انھیں مطلب سمجھاتے۔ تقریریں بیان کرتے۔ ایک عرصہ تک ایسا ہی کیا جاتا رہا۔ اسی کا یہ نتیجہ ہوا کہ قریب قریب سارے موزوں مسلمان ہو گئے۔ ان کی دیکھا دیکھی ان کے لواحقین۔ دوست اور چوسی بھی مسلمان ہو گئے۔ بلکہ راس العین کے گرد و فراج کے باشندے۔ بھی ۲۲۰۰ مسلمان ہونے لگے۔ دست تھوڑے سے عرصہ میں کافی تعداد مسلمان ہو گئے۔

طارقون ابھی تک مسلمان نہیں ہوئی تھی۔ لیکن اس کے دل پر اسلام کا نقش بہتا جاتا تھا۔

وہ پریوت اور طاہرہ کے پاس رہتی تھی۔ طاہرہ سے اسے اس قدر محبت ہو گئی تھی کہ ایک لمحہ کو بھی اس سے علیحدہ ہونا گوارا نہ کرتی تھی۔

عروں کی زندگی خانہ بدوشانہ تھی۔ لیکن اس خانہ بدوشی میں شاہی کا لطف تھا وہ عروں میں شہزادیوں کو بھی نصیب نہ ہوتا تھا۔ طارقون کو ان کی معاشرت بہت زیادہ پسند تھی۔ ایک اور بات بھی تھی جس نے اسے اسلام کی طرف راغب کر دیا تھا اور وہ مسلمانوں کا اخلاق تھا۔ ہر عورت ہر عملی مخلوق اس کے پاس آتی کمینوں بیٹھتی اور ایسے حسن اخلاق سے اس کے ساتھ بیٹھی آتی کہ اس کا دل اسلام اور مسلمانوں کی طرف کھینچا جاتا۔

اس کے علاوہ طاہرہ عیسائیوں کی زبان سے کچھ واقف ہو گئی تھی اور وہ قرآن شریف جب پڑھتی تو طارقون کو پاس بٹھا لیتی اور جو کچھ پڑھتی اس کا مطلب اسے سمجھاتی جاتی۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ طارقون بلیہ کچھ کہنے سننے کے خود ہی مسلمان ہو گئی اس کے مسلمان ہونے سے تمام مسلمانوں کو بڑی خوشی ہوئی۔

چونکہ عیاض اور تمام اسلامی لشکر کے سرداروں کو یرغون کی طارقون کے ساتھ محبت کا حال معلوم تھا۔ اس لئے اس کے مسلمان ہونے کے بعد عورتوں کے ذریعہ سے اس کا استخراج لیا گیا۔

اور چونکہ عورتوں کو معلوم تھا کہ طارقون طاہرہ سے زیادہ محسوس ہے۔ اس کی بات ماننی ہے اس لئے طاہرہ کو ہی اس بات پر مقرر کیا گیا کہ وہ طارقون کی مرضی دریافت کرے۔ اگر اس کی فضا یرغون کے ساتھ ملنے کرنے کی نہ ہو تو اسے کہہ سن کر قتادہ کر دے۔

ایک روز اب طاہرہ اور طارقون دونوں قرآن شریف کی تلاوت سے فارغ ہو کر برآمدہ میں بیٹھی تھیں۔ تو طاہرہ نے طارقون سے کہا۔ آپ کو معلوم ہے کہ یرغون نے کس قدر مسلمانوں کی مدد کی ہے۔

طارقون نے کہا۔ ہاں مجھے معلوم ہے مگر تو آقا قلعہ انہوں نے ہی فتح کیا ہے۔

طاہرہ فرمے۔ مسلمان ان کے دست زیادہ مشکور ہیں۔

طارقون فرمے۔ انہوں نے کام ہی ایسا کیا ہے۔

طاہرہ فرمے۔ لیکن ان کی ایک آرزو ہے۔

طارقون نے طاہرہ کے حسین چہرہ کی طرف دیکھتے ہوئے دریافت کیا۔ کیا؟

ظاہر نے کہا۔ اس آرزو کا پورا کرنا قصدا سے اختیار میں ہے۔
طار یون نے حیرت سے اس کل انعام کو دیکھ کر تعجب کے لہجہ میں کہا۔ ”میرے اختیار میں۔“

ظاہر نے سنجیدگی سے کہا۔ ”جی ہاں۔“

طار یون نہ۔ وہ کیا؟

ظاہر ہنست۔ اگر تم اس کے کرنے کا اقرار کرو تو عرض کروں۔

طار یون نہ۔ میں قصاری بات کو رد کر رہی نہیں سکتی۔

ظاہر ہنست۔ وہ تم سے عقد کرنا چاہتا ہے۔

طار یون نے سنجیدگی سے کہا۔ سنو ظاہر۔ میں اس سے کبھی شادی نہ کرتی۔ اس نے مجھے دھوکہ سے گرفتار کیا۔ میری توہین کی۔ مگر اب وہ بھی مسلمان ہو گیا ہے اور میں بھی۔ اس نے مسلمانوں پر احسان کیا ہے۔ مسلمان ان کے منتون ہیں۔ میں نے مسلمانوں کے ساتھ کوئی بھی احسان نہیں کیا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ سپہ سالار کا بھی یہی خطا ہے تم بھی یہی چاہتے ہو۔ اس لئے میں منظور کروں۔ مگر۔

ظاہر نے کہا۔ یہ صرف میرا اور سپہ سالار ہی کا خطا نہیں ہے بلکہ تمام مسلمانوں اور ساری مسلم خواتین کی آرزو ہے۔

طار یون نہ۔ کہہ تو رہی ہوں مگر ایک شرط ہے۔

ظاہر نے اس کے پھوسے رخساروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ کیا شرط ہے۔

طار یون نہ۔ میں اس روز شادی کروں گی جب قصاری شادی ہو۔

ظاہر نے شراب کر سر جھکا لیا۔ ایک آواز آئی۔ آپ کی یہ شرط تو نامایت مناسب ہے۔ دونوں نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ سامنے سے پر یونہ ہنستی ہوئی آ رہی تھی۔ وہ اگر دونوں کے پاس بیٹھ گئی اس نے اوجھر دیکھا صرف دیکھتے ہوئے کہا۔ یو لو ظاہر! جیسے یہ شرط منظور ہے۔

ظاہر نے شرمیلی نظروں سے پر یونہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اس شرط پر کہ تم بھی اسی روز اپنی شادی کرنا منظور کرو۔

پر یونہ نے شوشی سے کہا۔ میں کس کے ساتھ کروں۔ مجھے کوئی پوچھتا ہی نہیں۔

طار یون نے ہنس کر کہا۔ ”ٹھیک ہے۔ اور یہ عارث کو چھپ چھپ کر کون دیکھا کرنا ہے۔“

پر یونہ نے رسوائی کے انداز میں کہا۔ تم؟ یہ کہتے ہی وہ کھل کھلا کر ہنس پڑی۔

ظاہر نے کہا۔ یہ بڑی سنگ دل ہیں۔ وہ تو ان پر جان دیتے ہیں اور یہ ان کی طرف نظر بھر کر بھی نہیں دیکھتیں۔

پر یونہ کے تازک لبوں پر جھمکھیل رہا تھا۔ رخسارے دھک رہے تھے۔ آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اس نے کہا کہ اگر ہمیں تو نے دن موت اور آپ آپ حشر ہیں بخوارے منذر پر رات دن جفا و حسم کے سحر چلائی رہی ہیں۔

ظاہر یوں بھی شرمیلی تھی۔ اب وہ اور بھی شرمائی۔ بیڑھی ہوئی شرم کی وجہ سے اس کے گلابی رخسار بیڑھ سے چمک گئے اور وہ ایسے ہی دلربا نظر آنے لگے جیسے گلاب کا سرخ و سفید پھول خشم سے دھل کر دل آویز ہو جاتا ہے۔

طار یون نے کہا۔ ”میں ان سے یہی تو کہہ رہی تھی۔“

پر یونہ۔ مگر یہ ایسی بات ہے کہ ہرگز بھی نہ مانیں گی۔

ظاہر نے اپنی شرمیلی نظریں اٹھا کر شوخ پر یونہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اچھا تم ہی رحم دل بن جاؤ۔

پر یونہ نے شوشی سے کہا۔ کیا میں منذر سے عقد کرنے پر تیار ہو جاؤں (ہنس کر) وہ مجھے کیوں قوت لے لگے۔

ظاہر بھر شرابائی۔ طاریون بھی ہنسنے لگی۔ طاریون نے کہا۔ بات تو تم نے ٹھیک کہی ہے۔ ظاہر جواب دہ شرابائی گئیں۔

ظاہر کی نظریں شرم سے جھکی جاتی تھیں۔ اس نے شرابی لہجہ میں کہا۔ میں ان سے کب کہہ رہی ہوں۔

پر یونہ نے شوخ نظروں سے دیکھ کر کہا۔ اور کیا مطلب تھا قصارا۔

ظاہر ہنست۔ تم بھائی جان سے عقد کرنے پر تیار ہو جاؤ۔

پر یونہ نہ۔ چاہے وہ مجھ سے بات کرنا بھی گوارا نہ کرتے ہوں۔

آواز آئی۔ ”تو یہ بہ جا الزوم ہے۔“

سب نے سر اٹھا اٹھا کر دیکھا۔ قریب ہی عارث کھڑا تھا۔

پر یونہ اسے دیکھ کر ظاہر سے زیادہ شرمائی۔ اس نے شرم سے سر جھکا کر آہستہ سے کہا۔ یہ کہاں سے آگئے اس وقت۔

طاریون اور طاہرہ دونوں مسکراتے گئے۔ حادثہ بدھ کو ان کے پاس پہنچ گئے۔ طاریون نے کہا: بھائی جان! انہیں یہ شکایت ہے کہ تم ان سے باتیں بھی نہیں کرتے ہو۔

حادثہ نے سوکھا سامنہ بنا کر کہا: بات تو بپ کرتا۔ جب یہ غالب ہو جی ان کا تو یہ حال ہے کہ میں کمرہ میں آیا اور یہ شرع برائی کی طرح دھندلا کر بھاگیں۔

طاریون نے جیسے ہوئے کہا: "ہیں تو یہ بالکل ہی ایسی۔"

پریون سر جھکائے ذرا لب مسکرا رہی تھی۔ طاہرہ نے مسموم نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا: لو اب تو بھائی جان تم سے باتیں کر رہے ہیں۔ اچھی طرح باتیں کر لو۔"

پریون نے شرم آفرین نگاہیں اٹھا کر کہا: یہ یہاں آئی کیوں گئے۔"

حادثہ نے اس کے شرمیلے چہرہ پر نظروں جما کر کہا: لعلی ہو سکتی لیجئے جا رہا ہوں۔

حادثہ اٹھنے لگے۔ طاریون نے کہا: ابھی نہ جا پئے بیٹھے۔"

پریون نے فیس کر کہا: "شاید آپ کو ان سے اپنے عقد کے متعلق کچھ مشورہ لینا ہے۔"

طاریون نے جمیدگی سے کہا: ابھی تو تمہارے عقد کے متعلق ہی طے کرنا ہے۔

حادثہ نے طے ہی کیا کرنا ہو کہ جب یہ آثار ہوں اسی وقت ہو جائے۔

طاریون نے من لیا تم نے پریون۔ تمہیں شکایت تھی کہ یہ تم سے بات بھی نہیں کرتے۔

طاہرہ نے بھولے پن سے کہا: اب کس کی شکایت ہے۔"

طاریون نے فیس کر کہا: "پریون کی۔"

پریون سر جھکائے فیس رہی تھی۔ طاریون نے مسکرا کر کہا: اب جس کیا رہی ہو جواب دو۔"

پریون نے شرمیلے لہجہ میں کہا: جواب ہی کیا دوں۔"

طاہرہ نے مصموٹانہ انداز میں کہا: بس تو منظور ہے۔"

پریون نے خوشی سے کہا: "ذرا سستی بھی۔"

طاریون نے جب خوشی سے نہ مانو گی تو ذرا سستی ہی کئی پڑے گی۔

پریون نے اور تم۔

طاریون نے میں نے تو پہلے ہی کہنا ہے۔"

پریون نے کیا؟

طاریون نے جس روز طاہرہ کا عقد ہو اسی دن۔۔۔۔۔

پریون نے اسی روز تمہارا بھی۔

طاریون نے ہاں۔

پریون نے بس تو یہی شرط میری ہے۔

حادثہ میں خود طاہرہ کی شادی کی فکر میں ہوں۔

طاریون نے کس کے ساتھ شادی کرنا چاہتے ہیں آپ اس کی۔

پریون نے اپنے منذر دوست کے ساتھ۔

طاریون نے تم سب بھی یہی چاہتی ہیں۔

حادثہ میں عرصہ سے اسی فکر میں ہوں۔

طاریون نے بس تو انتظام کیجئے۔

حادثہ انتظام ہی کیا کرنا ہے۔ کج بیخوب ہے۔ انشاء اللہ آئندہ بعد کو عقد ہو جائے گا۔

آپ یہ سب اٹھ کر کمرہ میں چلے گئے اور وہاں جا کر کاموں میں مصروف ہو گئے۔

حادثہ نے طاریون کی رضامندی کی خبر میاں" اور میاں نے برغون سے کر دی۔

برغون اس فوجد مداح پرورد کو من کر کمال خوش ہوا۔ بعد کا روز عقد کے لئے مقرر کیا گیا۔

قریب قریب سارے مسلمانوں کو اطلاع ہو گئی کہ برغون کی طاریون کے ساتھ حادثہ کی پریون کے ساتھ اور منذر کی طاہرہ کے ساتھ شادیاں ہونے والی ہیں۔ عام مسلمانوں میں اس خبر کے سنتے سے خوشی ہوئی۔

دن گزرتے رہے اور آخر بعد کا دن بھی آتی گیا۔ اگرچہ برغون شہزادہ تھا، جس قدر چاہتا خرچ کر دیتا۔ خوب دھوم دھام کرتا۔ حادثہ اور منذر بھی معمولی کوئی نہ تھے۔ دوستد تھے۔ فوجی سردار تھے۔ وہ بھی خوب خرچ کر سکتے تھے۔ لیکن اسلام نے انہیں اخراجات کی ممانعت کی ہے۔ خدا نے بظاہر صرف کرنے والوں کو شیطان کا بھائی بنایا۔ آپ نے انہوں نے ایک نہ بھی باجوہ یا اور نعموں کاموں میں صرف نہیں کیا۔

بعد کے روز نہایت سادہ طریقہ پر عین کے عقد ہو گئے۔ اور صبر کے وقت ہوئے اور مغرب کی نماز پڑھ کر رخصتی ہو گئی۔

عشا کی نماز پڑھ کر جب منذر اپنے کمرہ میں گیا تو اس نے حوروش طاہرہ کو دیکھا۔

